ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب

سلسلۂ التصنیف عمرآباد

(۱)

# تفسیر جواہر

## جزء اول

یعنی

علامۂ شیخ طنطاوی جوہری مصری کی شہرۂ آفاق عربی تفسیر کا اردو ترجمہ

از


مولانا عبید الرحمٰن صاحب رحمانی

استاذ جامعہ عربیہ دار السلام عمرآباد


جسکو

عالیجناب ساہوکارکے، حاجی محمد ابراہیم صاحب نے

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی،


معارف پریس اعظم گڈھ میں چھپوا کر عمرآباد (مدراس) سے شائع کیا

طبع اول

۱۳۵۶ھ

۱۹۳۷ء

# انتساب

میں اپنی مذہبی اور ادبی خدمتوں کے اس پہلے نتیجہ کو بصد افتخار و امتنان جنابہ والدہ مرحومہ کی پاک روح اور جناب والد ماجد مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ العالی بیغمبر پوری وھنگوی کے نام نامی پر معنون کرتا ہوں کیونکہ میں بعد افضال خداوندی انہی دونوں بزرگوں کی مبارک ہستیوں کے فیض سے اس خدمت کے قابل ہوا ہوں، خدائے تعالیٰ میری اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے ۔

(آمین)

خاکسار

"مترجم"

# مصنف تفسیر علامہ شیخ طنطاوی جوہری مصری کا خط

حضرت صاحب الفضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اما بعد فقد وصل خطابکم الکریم تذکرون فیہ

(۱) ان کتاب الجواہر فی تفسیر القرآن کان لہ فی الہند دوی وانہ اخذ اہمیۃ عظیمۃ فی جامعات الہند

(۲) وانکم قد درستموہ فی الجامعۃ العربیۃ بدار السلام بمدرستکم

(۳) وانکم رغبتم فی المنفعۃ العامۃ

ا- قام بترجمۃ المجلد الاول المولی الجلیل عبد الرحمن الرحمانی باشارتکم الی ذلک

ب- وکتب العلامۃ الشہیر الاستاذ السید سلیمان الندوی للترجمۃ مقدمۃ نفیسۃ

ج- وانکم تودون ان ارسل خطابا یتضمن اجازۃ ذلک وانا اقول

(۱-۲) اما ما ذکرتموہ من سعۃ الہند وان اکثر الجامعات قد درستہ ودرسوہ تلامیذکم فہذا

من اجل النعم التی انعم اللہ بہا علینا وعلی الناس فنحمد اللہ علی ذلک کما نشکرکم علی

[illegible]

(۳) واما ما ذکرتم من ترجمتہ وظہور مقدمتہ لہ باللغۃ الاردویۃ فانی

قد اجزت فى ذلك كما اجزت ترجمة بقية النفسير البالغ ٢٥ مجلدا والملحق الذى ظهر منه اليوم مجلد احد وانا منتظر بعد اكمال طبع المجلد المترجم نسخة منه كما وعدتم شاكرا لكم صنعكم وانى احمد الله عز وجل اذ ارانى فى هذه الحياة الدنيا الاخوة الاسلامية قائمة والعواطف متحدة والنفوس مشرئبة الى العلا ولعل هذا هو الزمان الذى وعد الله المسلمين فيه بالاستخلاف فى الارض وبالاطلاع على عجائب آياته السماوية والارضية ومعرفتها اذ قال فى الاول "وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا" الاية

وقال فى الثانى "وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيَاتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا" الاية

هذا وانى اسأل الله عز وجل تمام النعم بنجاحكم وانتظام عملكم وسلام الله عليكم وعلى سائر العلماء بجامعتكم المباركة لاسيما العالمين الجليلين عبد الرحمن الرحمانى البهارى والسيد سليمان الندوى ورحمة الله وبركاته

طنطاوى جوهرى

———— ·∘·∘·⁘·∘·∘· ————

# مصنفِ تفسیر علامہ شیخ طنطاوی جوہری مصری کے خط کا اردو ترجمہ

جنابِ حاجی محمد ابراہیم صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

آپ کا والا نامہ پہنچا جس میں آپنے تحریر فرمایا ہے کہ

(۱) کتاب تفسیر جواہر مسلمانوں کی ترقی کیلئے کافی ہے، اور یہ کہ اس نے ہندوستان کے مدارس میں بہت بڑی اہمیت حاصل کر لی ہے،

(۲) اور یہ کہ جامعہ عربیہ دار السّلام عمرآباد کے نصابِ تعلیم میں بھی آپنے اس کو داخل کر دیا ہے،

(۳) اور یہ کہ افادۂ عام کے خیال سے:-

ا- مولوی علیم الرحمٰن صاحب رحمانی آپکے حکم سے اسکی جلد اوّل کا ترجمہ کر رہے ہیں،

ب- اور اس ترجمہ پر علامہ سید سلیمان ندوی نے ایک مقدمہ تحریر فرمایا ہے،

ج- اور آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو اس کے ترجمہ کی اجازت دیدوں،

ہندوستان میں تفسیر کی اشاعت اور اکثر مدارس کے نصابِ تعلیم اور خصوصاً آپکے جامعہ کے نصاب میں اس کا داخل ہونا خدا کی بہت بڑی نعمت ہے جو اس نے مجھے اور لوگوں کو عطا کی ہے، میں اس پر خدا کی شکر گذاری کے ساتھ آپ کی اس بشارت پر آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں،

---

لہ اس میں مصنف نے اپنی مشہور تفسیر جواہر کے ترجمہ کی اجازت عطا فرما کر ہمیں ممنون و مشکور فرمایا ہے۔ "کے حاجی محمد ابراہیم"

مین آپ کو اس جلد کے ترجمہ بلکہ تفسیر کی کامل جلدون جن کی تعداد ۲۵ ہے، اور اس ضمیمہ کی بھی جو ابھی فی الحال شائع ہوا ہے، ترجمہ کی اجازت دیتا ہون، مجھے امید ہے کہ طبع ہو جانے کے بعد اس کا ایک نسخہ مجھے بھی ارسال کیا جائے گا جیسا کہ آپنے وعدہ فرمایا ہے،

مین اللہ کی حمد کرتا ہون کہ اس نے مجھے اس دنیاوی زندگی مین اخوتِ اسلامیہ کے قیام، جذبات کے اتحاد اور نفوس کے میلان ترقی کو دکھادیا، اور شاید یہ وہی زمانہ ہے جس کے متعلق اللہ نے مسلمانوں سے زمین کی خلافت اور سماوی وارضی آیات کے عجائب کی اطلاع اور اس کی معرفت کا وعدہ فرمایا ہے، پہلے کے متعلق ارشاد فرمایا، وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا، الآیہ

دوسرے کے متعلق فرمایا، وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ سَیُرِیْکُمْ اٰیَاتِہٖ فَتَعْرِفُوْنَھَا، الآیہ

مین آپ کی کامیابی اور انتظامِ عمل کے لئے خدا سے دعا کرتا ہون، اور اللہ کا سلام آپ پر اور جامعہ کے تمام اساتذہ پر خصوصًا مولوی عبید الرحمٰن صاحب رحمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی پر ہو،

**طنطاوی جوہری**

۷۸۶

# تفسیر جواہر

## مقدمۂ تفسیر جواہر

ایک کے مافی الضمیر کی تشریح دوسرے کی زبان سے کتنا مشکل کام ہے، پھر جب کسی انسانی قول کی تشریح مین اتنا اشکال ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام کی تشریح اس کے بندون کی زبان وقلم سے جتنا مشکل ہے، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ قرآن پاک کی کوئی تفسیر کبھی مکمل نہین ہوسکتی، کیونکہ شارح کے لئے ضروری ہے، کہ وہ ماتن سے زیادہ علم رکھتا ہو، ورنہ کم سے کم اس کے برابر تو ہو، اور اس کا تصور بھی کسی بندہ مین قرآن اور صاحب قرآن کی نسبت سے نہین کیا جاسکتا۔

شارح اور مفسر کا کام یہ ہے کہ ماتن کے اختصار کی تفصیل، اور اجمال کی توضیح کرے، اس کے کلام بے دلیل کی دلیل دے، اس کی بات پر کوئی شبہہ یا اعتراض پیدا ہو تو اس کو دور کرے، اس کے لفظون کی گرہ کھولے، ترکیبون کی پیچیدگی کو صاف، اور مطلب کی دشواریون کو حل کرے، قولون مین کہین تضاد نظر آئے تو ان مین تطبیق دے اور اسکے ایک قول سے دوسرے قول کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

یہ اور اسی قسم کے اور طریقے ہین، جن سے انسانون کے کلام کو سمجھتے، اور ان کی دشواریون کو حل کرتے ہین لیکن قرآن پاک کی تفسیر مین ان طریقون کے علاوہ کچھ اور طریقے بھی ہین، جو قرآن ہی کے ساتھ مخصوص ہین،

قرآن خدا کا کلام ہے، جو ۲۳ برس کی مدت مین تھوڑا تھوڑا کر کے ملک عرب مین فصیح و بلیغ عربی زبان مین خدا کے ایک برگزیدہ بندہ پر اترا، اس مین نظریئے بھی تھے اور عملی تعلیمات بھی، اس نے ان نظریون کو خدا کے بندون کو سمجھایا اور ان عملی تعلیمات کو عملاً کر کے اور برت کے اپنے آس پاس والون کو دکھایا، اور بتایا، اور اس لئے کہ وہ اس کلام کا پہلا مخاطب تھا، اور اسی کے ذریعہ اس کلام کا مطلب دوسرون کو سمجھانا تھا، اس لئے یہ ماننا پڑے گا، کہ وہی اس کلام کے مطلب کو سب سے بہتر سمجھ سکتا تھا، اور اسی لئے وہ اس کلام کا جو مطلب سمجھا، اور اپنی تعلیم اور عمل سے اس نے دوسرون کو جو سمجھایا، وہی اس کا صحیح اور بے خطا مطلب اور مفہوم ہے، اس لئے قرآن پاک کے سمجھنے کے لئے حامل قرآن محمد رسول اللہ صلعم کی قولی و عملی تفسیر سے بہتر قرآن کی تفسیر کا کوئی ذریعہ نہین ہوسکتا، رسول کی قولی و عملی تفسیر **سنت** ہے، اور قرآن **کتاب**، سنت اور کتاب اسلام کے وہ بنیادی پتھر ہین جن پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے،

حامل قرآن علیہ السلام کے بعد قرآن کی فہم مین ان سے تربیت اور فیض پائے ہوئے اشخاص کا مرتبہ ہے، جنھون نے رسول اللہ صلعم کی زبان وحی ترجمان سے ان آیتون کو سنا، آیتون کے ماحول کو جانا، اور جو اس فضا سے آشنا تھے، جو آیتون کے نزول کے وقت موطن وحی مین جلوہ گر تھی، اس کے بعد تابعین کا گروہ ہے، جنھون نے صحابہ سے اس فیض کو حاصل کیا، اور خاص طور سے قرآن پاک کی تعلیم اور تعلم کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرایا، دن رات وہ اس کے ایک ایک لفظ کی تحقیق اور اس کی لغوی و صرفی و نحوی ترکیبون کا حل، اور کلام عرب سے ہر قرآنی محاورہ کی تطبیق کرتے تھے،

آجکل بعض عقلیت پسندون کا میلان ادھر ہے، کہ وہ اس طریقہ تفسیر کو روایتی سمجھ کر اس کی تحقیر کرین، حالانکہ دوسری حیثیتون کو چھوڑ کر اگر صرف زبان کے ماہر اور واقف کار ہی کی حیثیت سے ان مفسرین بالروایہ کو دیکھا جائے تو بھی ان کا مرتبہ ہم سے آپ سے بمراتب اونچا ہوگا، یہ کوئی قدامت پرستی

کی بات نہین ہے، بلکہ واقعہ کا حقیقی پہلو ہے،

قرآن پاک کی تفسیر کا پہلا دور اسی طریقہ سے شروع ہوا، لیکن افسوس ہے کہ غیر ضروری تشریح و توضیح کے لئے مسلمانون نے ان مضامین مین جو قرآن پاک اور پہلے آسمانی صحیفون مین اشتراک رکھتے تھے، نو مسلم اہل کتاب کی طرف رجوع کیا، اور ان سے سن سن کر اسرائیلی روایات کا بڑا حصہ قرآن پاک کی تفسیرون مین بھر دیا، محدثین نے ان اسرائیلیات سے بے اعتباری کا ہمیشہ اظہار کیا ہے، اور اسی لئے وہ حصہ ہماری تفسیرون کا نہ صرف یہ کہ مفید نہین، بلکہ بہت حد تک مضر اور قرآن پاک کے صحیح مطلب سمجھنے مین عائق ہو

کسی کتاب کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے سب سے اہم چیز اس کتاب کی زبان، اور اس زبان کے قواعد کی پیروی ہے، یہ کسی طرح درست نہ ہوگا، کہ ہم عقلیت کے جوش مین اس کتاب کے کسی فقرہ کی تشریح مین اس زبان کے لغت اور قواعد مین ایسا تصرف کرین، جو ہر حیثیت سے ناجائز ہو، اور ہمارے اس تصرف کا اصل منشا اتنا ہو، کہ ہم اپنے استبعاد عقلی کی تسکین کر سکین، حالانکہ استبعاد عقلی کوئی یکسان چیز نہین، اور نہ وہ خلاف عقل کے معنون مین ہے، عقل کی وسعت اور استبعادات عقلی کی فہرست ہر زمانہ مین گھٹتی اور بڑھتی رہی ہے، اس لئے قرآن پاک کی تفسیر کا یہ معیار نہین بنایا جاسکتا،

تاہم اس مین شک نہین کہ ہر زمانہ کا ماحول دوسرے زمانہ سے بالکل الگ ہوتا ہے عقلی مسلمات اور زمانہ کے غیر محسوس عقائد ہمیشہ بدلتے رہتے ہین، اس لئے ہر کتاب کے مفہوم و معنی کے سمجھنے مین اس زمانہ کے مؤثرات سے قطع نظر کرنا کسی طرح ممکن ہی نہین، ہر زمانہ کے لوگ اپنے زمانہ ہی کے مؤثرات کے مطابق کسی کلام کو سمجھنا چاہتے ہین، فانی انسانون کے فانی کلام اور جزئی علم رکھنے والون کے جزئی علم اگر ایک زمانہ مین صحیح اور دوسرے زمانہ مین غلط ہو جائین تو ایسا ہونا بہت حد تک قرین قیاس ہے، مگر خدائے پاک کے کلام مین جسکا علم ازل سے ابد تک کو محیط ہے، اس قسم کا تصور بھی ذہن مین نہین لایا جاسکتا، اس لئے اگر مخلص اہل علم اور نیک نیت علما، اس کلام کی مزید

تشریح اپنے زمانہ کے مؤثرات کے مطابق اس طرح کرسکیں کہ وہ متکلم کے اصولِ متواترہ، مخاطب اول صلعم کی تفہیم اور زبان کے لغت و قواعد کے خلاف نہ ہوں، تو ان کی یہ سعی مشکور ہوگی،

اسی بنا پر اس زمانہ سے جب سے مسلمانوں میں عقلیات کا رواج ہوا، اس نظر سے بھی قرآنِ پاک کی تفسیریں لکھی گئیں، معتزلہ میں ابو مسلم اصفہانی کی تفسیر اور قاضی عبد الجبار معتزلی کی تنزیہ القرآن، اور اہلسنت میں امام ابو منصور ماتریدی کی تاویلات اور امام ابن فورک کی مشکلات القرآن، امام محمد غزالی کی جواہر القرآن اور سب سے آخر میں امام فخر رازی کی تفسیر کبیر اپنے اپنے زمانہ کے مؤثرات کی بہترین ترجمان ہیں،

زمانہ حال میں انسانوں کے علوم و فنون، رسم و رواج، مسلمات اور عقائد عقلی میں جو انقلاب ہوا ہے، اس نے بہت سے علماے مفکرین کو اپنے زمانہ کے ماحول اور ضروریات کے مطابق قرآن پاک کی تفسیر کی طرف متوجہ کیا، اس وقت دنیاے اسلام کے وسیع رقبہ کی ترجمانی دو ہی ملک کر رہے ہیں، ہندوستان اور مصر اس لئے اس قسم کی تفسیر کی تحریک بھی ان ہی دو ملکوں کے مسلمان عالموں کے سینوں میں موجزن ہوئی، سرسید احمد خان نے ہندوستان میں اور مفتی محمد عبدہ نے مصر میں ادھر توجہ کی اور قرآنِ پاک کی آیات کی اپنے زمانہ کے خیالات کے مطابق تفسیر کی کوشش کی، سرسید کے حسنِ نیت میں شک نہیں مگر افسوس کہ ان کے حُسنِ نیت کے مطابق انکے علم کا پایہ نہ تھا، اور نہ ان کو عربی زبان کے لغت و ادب پر عبور تھا، اس لئے ان کی غلطیاں ان کی صحت سے زیادہ ہوئیں، اور خصوصاً فطرت اور قوانینِ فطرت کا جو تخیل ان کے زمانہ میں چھایا تھا، اس کی غلط پیروی نے انکو حق کے جادہ سے ہٹا ہٹا دیا،

اس کے بعد مصر میں سید رشید رضا اور ہندوستان میں مولنا عبد الحمید فراہی کا دور شروع ہوا، یہ دونوں گو اصول میں مختلف تھے، مگر نتیجہ میں بہت حد تک متفق تھے، سید رشید مرحوم آثار و روایات کی چھان بین کر کے آیات کو روحِ عصری سے مطابق کرتے تھے، اور فراہی رحمۃ اللہ علیہ خود قرآنِ پاک کے نظم و نسق اور قرآنِ پاک کی دوسری آیتوں کی تطبیق اور کلامِ عرب کی تصدیق سے مطالب کو حل کرتے تھے،

اسی زمانہ مین مصر مین دو اور تفسیرون کی تالیف شروع ہوئی، ایک نئے تعلیم یافتہ فاضل فرید وجدی کے قلم سے جن کا مقدمۂ تفسیر تو مین نے دیکھا ہے، مگر اصل تفسیر کا حال معلوم نہین، دوسری ایک ایسے فاضل کے قلم سے جو یورپ کے علوم و فنون اور ترقیات سے پوری طرح واقف اور اپنے گھر کی قدیم دولت سے بھی آشنا ہے، یعنی حضرت شیخ طنطاوی جوہری جو جامعۂ مصریہ اور مدرسۂ دار العلوم مین ایک زمانہ تک علوم و فنون کے مدرس رہ چکے تھے، موصوف کو اس تفسیر کا خیال جدید طلبہ مین قرآنِ پاک سے عقیدت کا رشتہ مستحکم رکھنے کے ذریعہ سے آیا، انھون نے آہستہ آہستہ مغربی علوم و خیالات سے سرمست طالب علمون کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ان کے سامنے قرآنِ پاک کی آیتون کی تفسیر و تشریح نئے ڈھنگ سے کی،

شیخ طنطاوی جوہری کی تفسیر کی اصل غایت مسلمانون کو نئے علوم و فنون کی طرف متوجہ کرنا، اور مسلمانون کو یہ باور کرانا ہے کہ ان کا یہ تنزل اس وقت تک دور نہ ہوگا جب تک وہ جدید سائنس اور دوسرے نئے علوم اور یورپ کے جدید آلات اور علمی و مادی قوتون سے مسلح نہ ہونگے،

ہندوستان مین اسی خیال نے **تذکرہ** کی صورت اختیار کی ہے، مگر افسوس ہے کہ جو غلطی سرسید سے ان کے زمانہ مین ہوئی، وہی صاحب تذکرہ سے اس زمانہ مین ہو رہی ہے، مسلمانون کو یورپ کے علوم و فنون اور مادی قوتون کی تحصیل کی طرف متوجہ کرنا بالکل صحیح ہے، مگر اس کے لئے یہ بالکل ضروری نہین ہے، کہ ہم اپنے ساڑھے تیرہ سو برس کے سرمایہ کو آگ لگا دین، اور پہلے کے سارے مفسرین، اہلِ لغت، اہلِ قواعد، اور اہلِ علم کو ایک سرے سے جاہل، دشمنِ اسلام اور احمق کہنا شروع کرین، ورنہ آیندہ جب زمانہ کا ورق پلٹے گا، مؤثرات اور ماحول مین تغیر ہوگا، تو ان خوش فہمون کی تفسیرین اور تاویلین بھی ایسی ہی غلط اور دور از کار اس زمانہ مین نظر آئین گی جیسی آج ان کی نگاہ مین امام ماتریدی، ابن کثیر، امام غزالی اور امام رازی کی تفسیرین معلوم ہوتی ہین،

خدا کا کلام بحر ناپیدا کنار ہے، اس کی موجون کی گنتی کون کر سکتا ہے، بس جسکو جو کچھ نظر آتا ہے وہ ایمانداری اور دیانت کے ساتھ اس کی تشریح کرے لیکن جو کچھ اگلون کو نظر آیا، جو ان کی نظرون سے اوجھل ہے اس کو نادانی وجہالت نہ کہین، اور جو آیندہ نظر آئے گا، اس کا انکار نہ کرین، اور صرف اپنی ہی نظر کی وسعت کو جو زمان ومکان کی قیود مین گھری ہے، تحقیق کی انتہا، اور صحت کا معیار نہ قرار دے لین شیخ طنطاوی کی تفسیر کی خوبی یہی ہے، کہ گو انھون نے قرآن کی آیتون کی تشریح مین سائنس اقتصادیات اور موجودہ زمانہ کے دوسرے علوم وفنون وتحقیقات سے پوری طرح فائدہ اٹھایا ہے اور اپنے ناظرین کے دل ودماغ کو ادھر متوجہ کیا ہے، اور مسلمانون کو اپنی حالت پر غور کرنے اور ترقی کے اصول سمجھنے کی دعوت دی ہے، پھر بھی وہ پچھلے مفسرین کی تحقیقات کی تحقیر نہین کرتے مسلمان عالمون کا دل نہین دکھاتے، اور نہ مذہب کے نام سے لوگون کو مادیت اور بے دینی کی تعلیم دیتے ہین۔

انھون نے اپنی تفسیر کا مقصد کتاب کے شروع ہی مین چند لفظون میں بیان کر دیا ہے،

"آج خدا کے بھروسہ پر میں تفسیر کا سلسلہ پھر شروع کر رہا ہوں، اس امید کے ساتھ جو دل مین متیقن ہے، کہ اس تفسیر سے اللہ تعالیٰ کچھ دلوں کو کھول دیگا، اور کچھ قوموں کو راہ دکھائے گا، اور عام مسلمانوں کی آنکھوں سے پردہ ہٹا دیگا، تو وہ علوم کونیہ (سائنس) کو سمجھیں گے، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی امت کے ذریعہ سے اس دین کی مدد فرمائیگا، اور مسلمان اس تفسیر کی روش پر کام شروع کرینگے، اور ساری دنیا میں وہ مقبول ہوگی، اور نوجوان مسلمان آسمان اور زمین کے عجائب وغرائب احوال کی واقفیت کا شوق پیدا کریں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کی تہذیب وشایستگی کو بلندی بخشے گا، اور یہ کتاب فطرت کے قوانین کی معرفت کی دعوت دے گی، اور اس امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو یورپ والوں سے زراعت، طب، معدنیات، حساب، انجنیرنگ اور دیگر علوم وفنون اور صنعت وحرفت میں ترقی کر جائیں گے، اور کیونکر ایسا نہ ہو کہ قرآن پاک

ہیں وہ آیتیں جنہیں علوم کا ذکر یا ان کی طرف اشارے ہیں، ساڑھے سات سو سے زیادہ ہیں اور خالص احکامِ فقہی کی آیتیں ڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں، اور میں نے اس تفسیر میں وہ تمام باتیں بیان کی ہیں جن کی ضرورت مسلمانوں کو ہے یعنی احکام اور اخلاق، اور سائنس کے عجائبات اور میں نے اس میں جدید علوم کی نادر تحقیقات اور فطرت کے وہ قوانین بیان کر دیئے ہیں جو مسلمان مردوں اور عورتوں میں حیوانات و نباتات اور زمین و آسمان کی تحقیقات کا شوق پیدا کر دینگے، اور تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ تفسیر ربانی لطف و کرم کا نتیجہ ہے، اور ہمیں اس بشارت کا رمز چھپا ہے، کہ یہ تفسیر آیندہ ان لوگوں کی ترقی کا سبب بنے گی، جو آج زمین میں کمزور سمجھے جاتے ہیں، اور خدا اس کی مدد کرے گا، جو اس کی مدد کرتا ہے، بے شبہ اللہ زبردست قوت والا ہے"۔

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ اس تفسیر کی تالیف سے انھوں نے زمانہ جدید کے علوم عصریہ کے مقابلہ میں وہی خدمت انجام دی ہے، جو آج سے ساڑھے سات سو برس پیشتر امام فخر الدین رازی نے قدیم یونانی علوم کے مقابلہ میں انجام دی تھی، اور اسی لئے یہ کہنا غیر موزوں نہ ہوگا، کہ شیخ طنطاوی کی یہ تفسیر چودھویں صدی کی تفسیر کبیر ہے،

اس تفسیر کو پڑھ کر جدید تعلیم کے نوجوانوں کو معلوم ہوگا، کہ قرآنِ پاک فطرت کے اسرار اور سائنس کے عجائبات کے استدلال سے پر ہے، اور یہ بجائے خود رسول امی محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت اور قرآن کے اعجاز معنوی پر ناقابلِ تردید شہادت ہے،

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری بھی اس تفسیر کی اس افادی حیثیت کے مداح تھے کہ اس نے آیاتِ کریمہ سے متعلق جدید علوم و مسائل پوری تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں،[1]

مصنف نے اس تفسیر میں جو نئی باتیں لکھی ہیں، وہ زیادہ تر توضیح اور استشہاد میں ہیں، اس لئے اس میں

---

[1] نفحۃ العنبر من ہدی الشیخ الانور، ص ۹۱،

جدت کے باوجود بدعت نہیں پیدا ہوئی ہے، اور آجکل کے بعض غلط رو عجمی مدعیانِ تفسیر کی طرح زبان اور زبان کے قواعد و اصول اور لغت سے دست بردار ہو کر زمانۂ جدید کی خواہشوں کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کی ہے،

ضرورت تھی کہ اس تفسیر کا ترجمہ کوئی فاضل ہندوستانی عالم اپنی زبان میں کرتا، کہ دنیائے اسلام کا وہ برِ اعظم جہاں قرآن کے مومن سب سے زیادہ بستے ہیں، اس سے فائدہ کا فیض پاسکتا، جامعہ دارالسلام عمرآباد کے لائق مدرس مولوی عبید الرحمٰن صاحب رحمانی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بڑی محنت سے اس کا ترجمہ کیا، اور کاکا محمد اسمٰعیل صاحب اور ان کے بھائی کاکا محمد ابراہیم صاحب (عمرآباد مدراس) بھی مبارکباد کے سزاوار ہیں، کہ انھوں نے اس تفسیر کو اپنے سرمایہ سے چھپوا کر اپنی دولت کو صحیح مصرف میں صرف کرکے ثواب دارین حاصل کیا، جزاھم اللہ خیر الجزاء، ابھی تو صرف یہ پہلی جلد کا ترجمہ ہے، امید کہ باقی جلدیں بھی ہماری زبان میں منتقل ہو کر ہمارے نوجوانوں کے لئے شمعِ ہدایت کا کام دیں گی،

**سید سلیمان ندوی**

دار المصنفین - اعظم گڈھ

۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۵۵ھ

---

## فہرست مضامین

# تفسیر جواہر جزءِ اوّل

# مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

انسانوں کی ہدایت کے لئے بہت سے نبی دنیا میں تشریف لائے بعض صرف ایک ہی قوم یا ایک ہی گروہ کی جانب آئے اور بعض ایک سے زیادہ قوموں کی جانب بعض کے ذمہ بہت پردہ باتیں وہ امور اور وہ فرائض رکھے گئے ہیں جو زیادہ تر تمدن حکمت اور مادیات سے وابستہ ہیں اور بعض صرف روحانی امراض کے دفعیہ کے لئے تشریف لائے،

لیکن ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کافۂ انام کی طرف مبعوث ہوئے، اس واسطے ان کے فرائض نبوت بمقابلہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے بہت کچھ وسیع اور جامع تھے، انھیں جو کتاب عنایت کی گئی جس کو ہم قرآن مجید کہتے ہیں اس میں صاف طور پر یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ کتاب اور یہ دین تمام نوعِ انسان کے واسطے ہے، اور اس کتاب میں ہر ایک چیز صاف اور واضح طور پر بیان کر دی گئی ہے، قرآن مجید علاوہ روحانیات اور دینیات کے اصولی یا اجمالی طور پر ان امور اور اغراض کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے، جو انسان کی مادی زندگی کے لئے لازمی اور جزو لاینفک ہیں، اور جن پر انسانی تمدن، انسانی بہبود اور اقتصادیات وغیرہ کا بہت کچھ مدار ہے اور جن کے بغیر انسان مادی رنگ میں ان فضائل اور خصوصیات تک نہیں پہونچ سکتا، جو صرف اس کی

زندگی ہی کا نہیں بلکہ انسانیت کا بھی لازمہ اور زیور ہیں، آپ کو قرآن مجید میں بیسیوں ایسی آیتیں ملیں گی جن میں قرآنی تعلیم کے تحت انسانی زندگی کی وہ ضروریات اور وہ لوازمات خارج نہیں رکھے گئے جو دعائی تعلیم یا روحانی مرکز سے کسی قدر فاصلہ پر ہیں۔

قرآن مجید علوم و فنون مختلفہ، حکمت و سائنس اور فلسفہ صحیحہ سے انسان کو روکتا نہیں بلکہ اصولی اور اجمالی رنگ میں یہ تحریک کرتا ہے، کہ ایسے علوم و فنون حاصل کئے جائیں بشرطیکہ ان کی غلط تعلیم اور غلط تعبیر سے صحیح تہذیب اور واجبی تدین پر کسی قسم کی زد نہ پڑے، آپ کو بے شمار ایسی آیتیں ملیں گی جو انسان کو پرزور الفاظ میں تمام علوم و فنون اور حکمت و فلسفہ کے حصول کی طرف توجہ دلاتی ہیں، اسی وجہ سے اکثر آیتوں کے خاتمہ کو یوں بیان کیا گیا، لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ، لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ، حکمت، فلسفہ اور سائنس ہے کیا چیز؟ تدبر، تفکر اور ان کے آثار و نتائج ہی کا تو نام ہے، کوئی شخص پہلے تفکر کرتا ہے، بعد ازاں اس کے نتائج کو تدبر کے زور سے عملی صورت میں پیش کر دیتا ہے، جیسا کہ دنیا کی تمام انسانی مصنوعات اس کی شاہد عدل ہیں، اسی کو اللہ تعالیٰ نے اکثر جگہ قرآن مجید میں لفظ حکمت کے ساتھ تعبیر کیا ہے،

جب قرآن مجید ایک برہان اور نور ہے جیسا کہ فرمایا یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورًا مبینًا تو اس کی وسعت محض نماز روزہ وغیرہ میں ہی محدود کر دینا اور اس کی غایت یہی قرار دینا ایک ناموزوں تحدید ہے، اور قرآن مجید کی ایک عالمگیر صفت تبیانا لکل شیئ کے منافی ہے، اور یہ کہنا کہ لفظ حکمت، تفکر، اور تدبر سے صرف دینی امور یا دینی تفکر اور دینی تدبر مراد ہے، ایک فاش اور شرمناک غلطی ہے، اگر صرف یہی مراد ہے تو پھر ہمکو کہنا پڑیگا کہ قرآن مجید سوائے کلمہ پڑھانے اور نماز و روزہ کی تعلیم کے کچھ اور نہیں سکھاتا، اور مسلمانوں کی تمام دنیاوی اور دینی ضروریات اور لوازمات کا حامل نہیں ہے، حالانکہ یہ قرآن مجید کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے، اور نہ ہماری عقل تسلیم کرتی ہے کہ ایک کتاب جو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے قیامت تک باقی رہے گی، وہ صرف چند مذہبی احکام کی حامل ہو

قرآن مجید دونوں رنگ رکھتا ہے، فلسفہ روحانی اور فلسفہ دینی کے ساتھ ساتھ فلسفۂ اخلاق فلسفۂ تمدن، فلسفہ کاروبار اور فلسفہ تجارت غرض ہر ایک فلسفہ کو بیان کرتا ہے، یہاں تک کہ قرآن مجید کا نہ صرف روحانی فلسفہ بجائے خود ایک ایسا جامع فلسفہ ہے کہ جس میں معاشرتی اور مادی فلسفہ بھی شامل ہے، جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نبی سوائے روحانیات کے اور کوئی مشن نہیں رکھتا وہ سخت مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں، کیونکہ تبلیغی فرائض اور ذمہ داریاں صرف روحانیات ہی سے تعلق نہیں رکھتیں، کیونکہ انسان باوجود اعلیٰ درجے کے اتقا کے بھی دنیا سے باہر نہیں نکل سکتا اور نہ ضروریاتِ دنیا سے منہ موڑ سکتا ہے، جس طرح روح اور جسم میں ایک وابستگی ہے، اسی طرح دین اور دنیا میں بھی ایک نسبت ہے، اگر بدن کے بغیر اس زندگی میں روح کام کر سکتی ہے تو دین بھی مادیات کے بغیر چل سکتا ہے، اور اگر روح بغیر بدن کے نہیں ٹھہر سکتی تو دین بھی نہیں چل سکتا، اس سے معلوم ہوا کہ جب دین اور دنیا باہم وابستہ ہیں تو پھر نبی کس طرح صرف روحانیات کی تعلیم دیں گے، اور مادیات کی تعلیم نہیں دے سکتے، بڑے بڑے نبیوں کی پاک زندگیاں اس پر شاہد عدل ہیں کہ انھیں معاش اور معاد دونوں سے وابستگی تھی، غرض قرآن مجید اور احادیثِ رسول ﷺ بار بار پڑھو گے تو تمھیں معلوم ہو جائیگا کہ کتاب سماوی اور نبی اگر ایک طرف دینیات کا معلم ہوتا ہے، تو دوسری طرف اصولی رنگ میں امور معاشرت کا بھی، اور یہی امور معاشرت وہ چیزیں ہیں کہ جن میں انسان کی تمام مادی ضروریات اور لوازمات داخل ہیں،

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ قرآن مجید نے شق معادی کو تمام دیگر امور پر مقدم کیا ہے، اسی وجہ سے اسلامی مشاہیر یا اسلامی دنیا کا پہلا اور مقدم مطمح نظر یہی شق رہی، اور اسی پر زور دیا جاتا رہا، اور دوسری شق اس کے ماتحت کر دی گئی، یہ تقسیم بجائے خود کچھ بیجا تقسیم نہ تھی، کیونکہ بہ مقابلہ ظواہر کے وجدانیات بہرصورت افضل اور مقدم ہیں، اس کے باوجود پھر بھی مسلمانوں نے شروع شروع میں مادیات اور معاشری ضروریات میں کسی دوسری قوموں سے کم ترقی نہیں کی جیسا کہ اسلامی تاریخ کے مطالعہ کرنے والوں سے مخفی نہیں ہے،

اس لئے اگر ایک مفسر قرآن مجید کی تفسیر میں روحانی ضروریات کو بالتفصیل بیان کرتا ہے تو دوسرے مفسر کو یہ حق ہے کہ وہ مادی ضروریات کو بھی بالتفصیل بیان کرے، کیونکہ قرآن مجید دونوں قسموں کو حاوی ہے، اسی جگہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ بعض اردو مفسرین نے جو یہ بات کہی ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں لفظ سموات یا ارض کے ماتحت کچھ آسمان اور زمین سے متعلق موجودہ تحقیقات کو ذکر کرنا تفسیر بالرائے ہے، میرے خیال میں یہ نظریہ بالکل غلط ہے کیونکہ جس طرح ایک روحانی مفسر کو یہ حق ہے کہ وہ لفظ صلوٰۃ، صیام، ملائکہ، جنت اور دوزخ کے ماتحت ان کی پوری تفصیل کرے، اور یہ تفسیر تفسیر بالرائے نہیں ہوتی، تو اسی طرح اس مفسر کو بھی جو قرآن کی تفسیر مادی رنگ میں کرتا ہے، یہ حق ہے کہ وہ لفظ سموات، ارض اور لیل و نہار کے ماتحت ان کی کامل تشریح کرے اور یہ تشریح کسی حال میں بھی تفسیر بالرائے نہیں ہو سکتی، بلکہ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ قرآن مجید کی روحانی رنگ میں بہت زیادہ تفسیریں ہو چکی ہیں اب ایسی تفسیروں کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہے، اس وقت ضرورت ہے کہ قوم کو کچھ مادیات یعنی خدائی صنعت کی طرف توجہ دلائی جائے تاکہ قوم افراط و تفریط سے بچتے ہوئے ایک معتدل راہ پر گامزن ہو، اسی وجہ سے قرآن نے بھی جس قدر طبعیات کے مسائل بیان کئے ہیں، اس قدر دینی مسائل نہیں بیان کئے، کیونکہ وہ آیتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں، وہ تقریباً ساڑھے سات سو ہیں، لیکن وہ آیتیں جو علوم فقہی سے تعلق رکھتی ہیں وہ ڈیڑھ سو سے زائد نہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ نوع انسان کو باعتبار روحانیات کے مادیات سے زیادہ تعلق ہے، علاوہ ازیں تفسیر بالرائے کے وہ معنی نہیں ہیں جن کو یہ مفسرین سمجھتے ہیں، بلکہ اس کی بہترین مثال بقول مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری یہ ہے جو قادیانی کہا کرتے ہیں کہ دمشق سے مراد قادیان اور خر سے مراد ریل گاڑی ہے، غرض میرے کہنے کا یہ مقصد ہے کہ قرآن مجید کی ایسی تفسیر ہو، جس میں قرآن حکیم کے تمام مطالب عمدہ پیرایہ میں بیان کئے جائیں، اور انسانی لوازمات کی دونوں شقوں روحانی اور مادی کو ان آیات کے ماتحت جو ان دونوں کو شامل ہوں بالتفصیل بیان کیا جائے، کیونکہ قرآن مجید میں یہ دونوں شامل ہیں

بیان کی گئی ہیں، لہٰذا اگر کوئی مفسر صرف روحانیات کی تفسیر کرتا اور مادیات کو چھوڑتا ہے تو یقیناً یہ مفسر صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے، اور اگر کوئی مفسر صرف مادی تفصیل کرتا اور روحانیات کو چھوڑتا ہے تو یہ بھی صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہی، کیونکہ صراط مستقیم وہ سڑک ہے جو مادیات اور روحانیات دونوں کے مساوی مجموعوں سے مل کر تیار ہوئی ہے،

اس قدر تمہید کے بعد یہ عرض ہے کہ قرآن مجید کی تفسیریں بے شمار ہیں، اکثر تفسیریں بیجا تاویلات اور تفصیلات سے بھری ہیں بعض تفسیریں تو ایسی ہیں جو اپنے مطالعہ کرنے والوں کو مقاصدِ عالیہ سے روک دیتی اور قرآن مجید کے اصل مقصد سے دور کر دیتی ہیں بعض تفسیروں میں سوائے مباحثِ اعراب اور مسائل نحو کے کوئی دوسری چیز نہیں ہے بعض میں متکلمین کے جھگڑے اور اصولیوں کے تخریجات بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں، جو لاحاصل ہیں بعض میں فقہائے مقلدین کے استنباط اور متصوفین کے بیجا تاویلات بھرے پڑے ہیں، اکثر تفسیریں اسرائیلی خرافات سے پر ہیں، اور بعض جدید اردو اور عربی تفسیروں میں سوائے سیاست مدن کے اور کوئی دوسری چیز نہیں، غرض کوئی ایسی عمدہ تفسیر نہیں تھی جو روحانی اور مادی دونوں مباحث کو شامل ہو اور جس سے موجودہ دور میں ایک نئی روشنی اور تنگ خیال والا مستفید اور متمتع ہو سکے، ان تمام نقائص کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ شیخ طنطاوی جوہری مصر کے مشہور محقق اور فلاسفر نے ایک نہایت نادر اور بیش بہا تفسیر لکھی ہے، جس میں آپ نے روحانیات، مادیات، سیاست، اقتصادیات اور اخلاق وغیرہ کو بہترین طور پر بیان فرمایا ہے، اور آج تک اس سے بہتر تفسیر نہیں لکھی گئی، میرا خیال ہوا کہ اگر اسکو اردو داں پبلک کے سامنے پیش کیا جائے تو یہ مذہب اور قوم کی بڑی خدمت ہوگی، لہٰذا میں نے خدا پہ بھروسہ کرتے ہوئے اس کا ترجمہ شروع کر دیا، یہ پہلی جلد آپ حضرات کے پیش نظر ہے، ترجمہ میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہو کہ ترجمہ بالکل صاف اور سلیس ہو کہ ایک معمولی قابلیت کا آدمی بھی سمجھ سکے، اس لئے عبارت میں رنگینی اور عربی الفاظ کے استعمال سے حتی الوسع احتراز کیا گیا ہو اور میں نے ترجمہ میں بے معنی لفاظی و اد و بست

کی نمایش اور اصل کو بالکل مسخ کرکے پیش کرنا صحیح نہیں سمجھا، بلکہ یہ کوشش کی کہ سلجھے ہوئے انداز اور سلیس پیرائے میں نقل بمطابق اصل پیش کر دی جائے، باقی ترجمہ کی جو حیثیت اور مضامین کی جو اہمیت ہے وہ پیش نظر ہے، مجھے اس کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں، ہاں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ مجھے اپنی ناقابلیت اور کم سوادی کا اعتراف ہے، اور یہ میرا پہلا کارنامہ ہے اس کے قبل میں نے کسی کتاب کے ترجمہ کی طرف اپنی ہمت منعطف نہیں کی تھی، لہذا "الانسان مرکب من الخطاءِ والنسیان" کے تحت جو اہل نظر و بصیرت میری کوتاہیاں اور غلطیاں دیکھیں وہ چشم پوشی کرتے ہوئے ان پر عفو کا پردہ ڈال دیں، اس تفسیر کا مقصد محض افادۂ عام ہے، اس لئے اس پر مزید لکھنا عبث اور لاحاصل ہے، انگریزی داں حضرات سے یہ گذارش ہے کہ وہ اس تفسیر کا ضرور مطالعہ فرمائیں، مطالعہ سے یہ مقصد نہ ہو کہ مترجم کون ہے اور اس کا ترجمہ کیسا ہے بلکہ بمصداق لاتنظر الی من قال بل الی ما قال تفسیر کی ذاتی خوبیاں اور اس کے نفس مضامین کو مد نظر رکھیں، آخر میں میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ناچیز کوشش کو سعی مشکور کرتے ہوئے اس تفسیر کو مفید و مقبول بنائے اور مجھے زیادہ سے زیادہ ملک و ملت کی خدمات کی توفیق عطا فرمائے، آمین،

خاکسار

مترجم عبید الرحمٰن رحمانی، دربھنگوی (افضل العلماء)

جامعہ دار السلام عمرآباد،

مدراس،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

اما بعد، مجھ کو عجائباتِ عالم، عجائباتِ فطرت، اور ان تمام چیزوں کے معلوم کرنے کا جو آسمان و زمین کے اندر موجود ہیں پیدائشی شوق تھا۔ آفتاب چکر کاٹ رہا ہے، ماہتاب اپنے سیر میں مصروف ہے، ستارے چمک رہے ہیں، بادل آمد و رفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، بجلیاں چمکتی ہیں، چڑیاں اڑتی ہیں، حیوانات اور قسم قسم کے چوپائے زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں، مرجان اور موتی، رات اور دن، غرض عالم کی تمام چیزوں کے عجائبات سے مجھے بیحد دلچسپی تھی، یہ تمام چیزیں گویا عجائبات کے دفتر ہیں، جو فطرت کی لوح میں منقوش ہیں، اور ایک صاحبِ عقل و فکر کیلئے ان تمام چیزوں میں خوشی اور روشنی اور بینائی ہے،

پھر جب میں نے مسلمانوں کی حالتوں اور ان کی دینی تعلیم کے متعلق غور کیا تو میں نے بڑے بڑے علما و عقلا کو ان چیزوں سے غافل اور بے پروا پایا، مسلمانوں میں بہت کم ایسے علما اور عقلا ہوں گے جنھوں نے عالم کی پیدائش اور اس کے عجائب و غرائب کے متعلق غور و فکر کیا ہوگا، لہذا میں نے مختلف کتابیں اس کے متعلق تصنیف کیں، مثلاً نظام العالم والامم، جواہر العلوم، تاج مرصع، جمال العالم، نظام اور اسلام، نہضۃ الامۃ وحیاتہا وغیرہ، اور میں نے ان کتابوں کے اندر عجائباتِ عالم کو قرآن مجید کی آیتوں سے ثابت کیا اور قرآن مجید کی آیتوں کو عجائباتِ صنعت کے مطابق دکھلایا، بڑے بڑے علما نے ان کتابوں کو میری امید سے بڑھکر قبول کیا، اور اکثر کتابیں ہندوستان کے اندر اردو زبان میں اور روس کے اندر قازانی میں اور مجمع الجزائر ہند کے اندر جاوی میں ترجمہ کی گئیں، لیکن پھر بھی ان تمام کتابوں سے میری تشفی نہ ہوئی، تب میں نے خدائے ذو الجلال سے یہ دعا کی کہ تو مجھ کو قرآن حکیم کی تفسیر لکھنے کی توفیق عنایت فرما، تاکہ میں ان علوم کو اس کے اندر تحریر کردوں، آخر اللہ تعالیٰ

نے میری یہ دعا قبول فرمائی،

اس تفسیر کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب میں مدرسہ دار العلوم میں مدرس تھا بعض آیتوں کی تفسیر تو میں طلبہ کے سامنے بیان کرتا تھا، اور بعض آیتوں کی تفسیر رسالہ ملاجی عباسیہ میں شائع ہوتی تھی لیکن آج میں ابتدائے تفسیر لکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تفسیر کے لئے میرے قلب کو کھول دے، اور اس تفسیر سے تمام قوموں کو ہدایت عنایت فرمائے، اور عام مسلمانوں کی آنکھوں پر جو پردے پڑے ہوئے ہیں ان کو دور کر دے تاکہ یہ لوگ عجائبات عالم کو اچھی طرح سمجھ سکیں، مجھے کامل امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس دین کے ذریعہ مدد فرمائیگا اور تمام مسلمان اس تفسیر کو قبول کرتے ہوئے اچھی طرح مطالعہ کریں گے اور نوجوان مسلم عجائب سماوی اور بدائع ارضی کی طرف راغب ہونگے، پھر یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدنیت کو بلند و بالا کر دیگا اور یہ تفسیر مسلمانوں میں ہر ایک علم کے حصول کیلئے ایک عام رغبت پیدا کر دے گی، پھر یقیناً مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو زراعت طب معادن حساب، انجینیری اور دوسرے علوم کے اندر انگریزوں سے فوقیت لیجائیں گے، کیونکہ قرآن مجید کے اندر علمی آیتیں ساڑھے سات سو سے بھی زیادہ ہیں لیکن فقہی آیتیں ڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں، میں نے اس تفسیر کے اندر وہ تمام چیزیں تحریر کر دی ہیں، جن کی مسلمانوں کو ضرورت ہے، مثلاً احکام، اخلاق اور عجائبات عالم وغیرہ اور ایسے ایسے عجائب وغرائب بیان کئے گئے ہیں، جو ایک مسلمان کے اندر حیوانات، نباتات اور زمین اور آسمان کی حقیقتوں کے حصول کا شوق پیدا کر دینے کے لئے کافی ہوں گے، مسلمانو! یہ تفسیر نفحۂ ربانی اور اشارۂ قدسی ہے جس کی تحریر کے متعلق مجھ کو الہامی طور پر حکم کیا گیا، اور اسی وجہ سے مجھے کامل یقین ہے کہ یہ تفسیر کمزور مسلمانوں کی ترقی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہوگی، اب میں اصل مقصود کی طرف رجوع کرتا ہوں،

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ،

۳

# تفسیر سورۂ فاتحہ

اور

## اس کے علوم و اخلاق کا بیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

| | |
|---|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ | ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام |
| الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ | جہاں کا پروردگار ہے نہایت رحم والا مہربان |
| اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ | روز جزا کا حاکم اے خدا ہم تیری ہی عبادت |
| اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ | کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں ہم کو دین کا |
| الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ | سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر |
| الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ | تو نے اپنا فضل کیا، نہ ان کا جن پر تیرا غضب |

خداوندا ایسا ہی کر

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی صحابی کو فرمایا کیا میں تم کو ایک سورہ بتاؤں جس کے مثل توراۃ، انجیل اور قرآن میں کوئی سورہ بھی نہیں نازل ہوئی، میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا سورۂ فاتحہ ہے یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے، جو مجھے عنایت کیا گیا ہے۔ یہ سورہ بندوں کی تعلیم کے لئے نازل ہوئی کہ کس طرح وہ لوگ اپنی تمام حالتوں میں خدائے واحد کے ساتھ تبرک حاصل کریں، کس طرح اس کی حمد کریں، اور کس طرح اس سے اپنے تمام امور میں مدد چاہیں، لہذا پڑھنے والا یوں

شروع کرتا ہے "میں خدا کے نام کے ساتھ تبرک حاصل کرتا ہوں جو رحمٰن ہے یعنی اپنے بندوں کو بڑی بڑی نعمتیں عطا کرنے والا ہے مثلاً آسمان زمین صحت، عقل وغیرہ، اور رحیم ہے یعنی دقیق اور باریک نعمتیں بھی دینے والا ہے، جیسے آنکھ کی سیاہی اور پپوٹوں کا آپس میں اس طرح ملنا کہ غبار کو آنکھ کے اندر داخل ہونے سے روک دیتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اس کے اندر سے روشنی بھی نکلتی رہتی ہے، اور چیزوں کی صورتیں پتلیوں کے ذریعہ سے دماغ تک پہنچتی رہتی ہیں، خدا کی شان! کس قدر باریک صنعت اور کیسی حکمت ہے کہ آفتاب اور ستارے کی روشنی تو آنکھ کے اندر داخل ہوسکتی ہے لیکن گرد و غبار نہیں داخل ہوسکتے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے لفظ الرحیم کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ انسانی سعادت دونوں قسموں کی نعمتوں سے مکمل ہو جائے،

جب کہ دنیا میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو ان عجائبات کو سمجھتے بھی نہیں جو خود اون کی ذات کے اندر پوشیدہ ہیں اور نہ اپنے نفس کو پہچانتے ہیں تو میں نے اس جگہ اللہ تعالیٰ کی بعض رحمتوں کو بیان کرنا مناسب سمجھا تاکہ وہ خدا کی رحمت کو اچھی طرح سمجھ سکیں، علامہ میلین اڈورڈ لکھتے ہیں کہ ایک حیوان اکسیلوکوب نامی فصل ربیع میں بالکل علٰحدہ اپنی زندگی گذارتا ہے، یہ ایک قسم کی چڑیا ہے کہ جوں ہی انڈا دیتی ہے فوراً مر جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی وجہ سے اس چڑیا کو الہام کیا کہ انڈا دینے کے قبل وہ ایک ایسا مکان تیار کرے جیسا کہ قوم عاد پہاڑوں کو کھود کر مکان بناتی تھی لہذا یہ چڑیا درخت کی کسی اچھی شاخ کو پسند کر لیتی ہے اور اُس میں ایک لمبا سوراخ بناتی، پھر پھول اور پتیوں سے اس سوراخ کو بھر دیتی اور اسی قدرتی فرش پر انڈے دیتی ہے، پھر لکڑی کا براوہ لاکر اس کو گوندھ کر اس سوراخ کے لئے ایک چھت بنا دیتی ہے، ایسا کرنے میں ایک حکمت ہے کہ جب انڈا پھوٹ کر اس کے اندر سے بچے نکل آئیں تو یہ کھانا اس کے لئے ایک سال تک کافی ہو، کیونکہ ایک سال تک اس کے بچے خود اپنی روزی نہیں حاصل کر سکتے، غرض اسی طرح یہ چڑیا مختلف سوراخ بناتی رہتی ہے، بس غور کرو خدائے تعالیٰ کی رحمت اس کی مخلوق کے ساتھ کس طرح ہے، اس کی رحمت اون تک جو پیدا ہو چکے اور جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے دونوں کے ساتھ یکساں ہے، کیونکہ اس سوراخ کا مخزون خزانہ ۴

ان بچوں کے لئے خدا کی رحمت ہے جو ابھی تک انڈے ہی کے اندر پوشیدہ ہیں، اور ہنوز پیدا نہیں ہوئے ہیں بعض عجائبات وہ ہیں جن کو علماء نے شہد کی مکھی چیونٹی اور مکڑی کے اندر مشاہدہ کیا ہے،

شہد کی مکھی: تعجب کرو، خدائے تعالیٰ نے کیسی رحمت سے کام لیا ہے، صبح کے وقت جب یہ مکھی اپنے گھر کو شہد سے بھرنے کے لئے پھولوں کو چوسنے جاتی ہے، تو اس کو الہام ہوتا ہے کہ وہ انہی پھولوں کو چوسے جن کے اندر انسان اور مکھی دونوں کے لئے رحمت ہو، مکھی کے لئے تو یہ رحمت ہوگی کہ وہ دوسری کلیوں کو کھولنے اور چوسنے سے بچ جائیگی، اور بہت کم مشقت میں پڑے گی، اور انسان کے لئے یہ رحمت ہوگی، کہ نباتات مذکر کے باریک دانے اس مکھی کے پیروں میں چپاں ہوجائیں گے، پھر جب یہ مکھی نباتات مونث پر بیٹھے گی تو وہ دانے اس کے پیروں سے گر کر اس نباتات میں پڑجائیں گے، الغرض اس عجیب وغریب رحمت سے نباتات جماعی حالت میں ہوتے ہیں، پھر اس کے بعد پھل پیدا ہوتا ہے،

چیونٹی: اس حیوان کے ساتھ خدا کی خاص رحمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک کیڑا پیدا کیا ہے جس کو افس کہتے ہیں، چیونٹی اس کیڑے سے جنگ کرنے کے بعد اس پر غالب ہوجاتی ہے، اس کے بعد اس کو گلاب کی پتیوں میں لاکر اچھی طرح اس کی پرورش کرتی ہے، جب یہ کیڑا خوب کھا پی کر موٹا تازہ ہوجاتا ہے تو چیونٹی اس کیڑے کے بدن سے ایک قسم کا شیریں مادہ چوستی ہے، گویا یہ کیڑا چیونٹیوں کی گائے ہے جس سے وہ دودھ پیتی ہیں،

مکڑی: اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ کاملہ سے اس کو عجیب قسم کا جال بنا سکھادیا ہے، مکڑیاں اپنے مکان بنانے میں اس قسم کی انجینیری سے کام لیتی ہیں، جو انسان کی انجینیری سے زیادہ عمدہ اور مضبوط ہے، علماء نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے، کہ مکڑیوں کی انجینیری خدائی تعلیم ہے، اور انسان کی انجینیری بشری تعلیم ہے، لہذا انسان اس میں غلطی کرسکتا ہے لیکن مکڑی کبھی نہیں غلطی کرتی، چونکہ مکڑی کا مکان ہر چیز کے مکان سے کمزور تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ الہام کیا، کہ وہ مختلف جگہوں اور درختوں سے گوند تلاش کرکے لائے اور اس کو اپنے

دھاگے پر ملے تاکہ دھاگے کے اندر ایک قسم کی چپک اور لچک پیدا ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ کیسی ہی ہوا آئے لیکن وہ اس جالے کو نہیں توڑ سکتی، اور جب مکھی اس جالے میں پھنستی ہے تو تمام دھاگے اپنی لزوجت کی وجہ سے مکھی کے ساتھ چپک جاتے ہیں،

مسلمانو! خدا کی رحمت کی یہ نشانیاں دیکھو، جب کہ ہوا بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے، اور عالیشان مکانوں کو برباد کر دیتی ہے، تو یہی ہوا گوند کی وجہ سے مکڑی کے جالے کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچاتی، اور اس وقت بھی یہ جال اس کے شکار پھنسانے کا ایک کارگر آلہ رہتا ہے، اسی کا نام رحمت اور حکمت ہے،

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو الہام کیا، اور ان کی طرف وحی ارسال کی، کہ وہ خدا کے بندوں کو یہ تعلیم دیں، کہ کس طرح وہ لوگ اللہ کے نام کے ساتھ تبرک حاصل کریں، اور خدا کی اس وسیع رحمت کو سمجھیں جو تمام عالم کو نیز اور شامل ہے، تاکہ ان کا قلب رحمت کے یقین اور نعمت کی بشارت سے بھر جائے،

پس جب پڑھنے والا بسم اللہ کے ساتھ شروع کرتا ہے، اور اس کا قلب خدائی رحمت سے بھرا ہوا ہوتا ہے تو یقیناً بے اختیار اس کی زبان پر حمد جاری ہو جاتی اور الحمد للہ کہہ اٹھتا ہے، گویا پڑھنے والا یہ کہتا ہے کہ:- میں نے اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کو جو تمام عالم میں جاری اور ساری ہے پہچان لیا، اور یہ میں نے جان لیا کہ جو شخص کسی کو کچھ دیتا ہے، تو لینے والا دینے والے کا شکریہ ادا کرتا ہے، اسی طرح بچہ اپنے باپ کا جس نے اس کی پرورش کی، اور ضعیف و کمزور اس شجاع اور قوی کا جس نے اس کو ذلت سے نکالا شکریہ ادا کرتا ہے، غرض ہر قوم اپنے ان بڑے بڑے لوگوں کا شکریہ ادا کرتی اور مدح کرتی ہے جنھوں نے ان کو صناعت اور تجارت وغیرہ میں فائدہ پہنچایا، پھر جب یہ لوگ ان نعمتوں کی وجہ سے شکریہ کے مستحق ہوئے تو اللہ تعالیٰ بدرجہ اولیٰ مستحق ہے لہٰذا پڑھنے والا ان تمام رحمتوں کو دیکھتے ہوئے خدا کی حمد میں مشغول ہو جاتا ہے،

رحمت کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ رحمتیں جو انسان تک انسان کے واسطے سے پہنچتی ہیں جیسے والدین بہادران قوم، انبیائے کرام، علمائے عظام، اور محسنین وغیرہ کیونکہ ان کے واسطے سے بے شمار رحمتیں انسان تک

پہونچتی ہیں، دوسری وہ رحمتیں جو بغیر انسان کے واسطے سے حاصل ہوتی ہیں، مثلاً طلوعِ آفتاب، نعمتِ سحاب، پانی کا بہنا، نباتات کے عجائبات وغیرہ غرض دونوں نعمتیں انسان کو خدا ہی کی طرف سے ملتی ہیں، اور اون کا مقصد صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، اور یہ ضروری ہے کہ حمد وثنا حقیقی محسن کے لئے ہو، لہذا ساری حمد صرف خدائے واحد کے لئے مخصوص ہوگی، جب ہم اپنے والدین یا بہادرانِ قوم یا علما وغیرہ کی حمد کرتے ہیں تو فی الواقع یہ حمد اور شکر، اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے کیونکہ ان حضرات کے واسطے سے جو نعمتیں ہم تک پہونچتی ہیں، اُن کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے، خلاصہ یہ کہ پڑھنے والا کہتا ہے کہ جب میں نے ان رحمتوں کو جو بندوں کو ملتی ہیں پہچان لیا، اور یہ کہ تمام رحمتیں جب خدا ہی کی طرف سے ملتی ہیں تو تمام حمد جو میری زبان سے صادر ہو وہ بھی اللہ عزوجل ہی کے لئے ہو کیونکہ سبب حمد فی الواقع اس کی رحمت ہے، جو مجھ کو خدا ہی کی طرف سے ملتی ہے

## جاہل عربوں کی عادتوں کا نسخ اور تحریم

**(مساوات کا لحاظ کرتے ہوئے حمد اور عبادت کا اختصاص خدائے تعالیٰ کیا تھا)**

درجاہلیت میں عربوں کی یہ عادت تھی کہ وہ شاعروں کے اشعار اور اون کی مدحیں بہت غور سے سنتے اور یہ اشعار اون کے قلوب اور حواس پر سختی کے ساتھ اثر ڈالتے تھے، یہاں تک کہ اگر کوئی شاعر کسی قبیلہ کی مدح میں شعر کہدیتا تو گویا وہ قبیلہ شرافت کی انتہا تک پہونچ جاتا، اور اس قبیلہ کا ذکر تمام بلادِ عرب میں پھیل جاتا، اور اگر کسی شریف قبیلہ کی مذمت کر دیتا تو وہ قبیلہ اپنی شرافت سے گر کر ذلت کے غار میں پہونچ جاتا، اور اوس کی شہرت خاک میں مل جاتی، چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے،

قوم هم الانف والاذناب غيرهم ومن يسوي بانف الناقة الذنبا

"یہ قوم ناک ہیں اور ان کے سوا دوسری قومیں دم ہیں، اور کون انسان اونٹ کی ناک اور دم کو مساوی کہہ سکتا ہے"

دوسری مثال جریر کا قول ہے،

فغض الطرف انک من نمیر　　فلا کعبا بلغت ولا کلابا

تو اپنی نظر نیچی کر کیونکہ تو قبیلہ نمیر سے ہے، نہ تو تم قبیلہ کعب تک پہونچ سکتے اور نہ قبیلہ کلاب تک

شعر اول کے کہنے کے قبل قبیلہ بنی انف الناقہ کا شمار رذالت کے درجہ میں تھا، لیکن جب شاعر نے اون کی تعریف کر دی، تو اونھوں نے اپنا سر بلند کیا، اور اس لقب (بنی انف الناقہ) پر فخر کرنے لگے اور جب اس قبیلہ کے کسی فرد سے سوال کیا جاتا تو وہ غرور اور فخر کے ساتھ جواب دیتا کہ میں قبیلہ بنی انف الناقہ سے ہوں اسی طرح قبیلہ بنو نمیر دوسرے شعر کے قبل اپنے نسب پر بہت فخر کرتا تھا، لیکن جب یہ شعر شائع ہوا تو اون کے سر جھک گئے، اور مجلسوں اور محفلوں میں ذلیل ہو گئے، غرض تمام بلاد عرب میں یہی حالت تھی کہ ہر شاعر کسی نہ کسی کی تعریف اور مدح میں معروف رہتا تھا، جیسا کہ حسان غسانی بادشاہوں کی مدح کرتے تھے، اور زہیر ابن ابی سلمی، ہرم بن سنان کا مادح تھا، اور نابغہ ذبیانی، نعمان کی مدح کرتا تھا، چنانچہ نابغہ کہتا ہے، سہ

کانک شمس والملوک کواکب　　اذا طلعت لم یبد منہن کوکب

"اے بادشاہ تو گویا آفتاب ہے اور دوسرے سلاطین ستارے ہیں، کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ایک ستارہ بھی دکھائی نہیں دیتا"۔

دوسری جگہ کہتا ہے،

الم تر ان اللہ اعطاک سورۃ　　تری کل ملک دونہا یتذبذب

"اے بادشاہ اللہ نے تجھ کو ایسا دبدبہ دیا ہے کہ سارے بادشاہ اس کے سامنے تھرا جاتے ہیں"

فانک کاللیل الذی ہو مدرکی　　وان خلت ان المنتای عنک واسع

تو اوس رات کے مثل ہے جو مجھے پالینے والی ہے، اگرچہ تو یہ سمجھے کہ تجھ سے دوری کے مقام کی بڑی گنجائش ہے"

زہیر، ہرم بن سنان کے متعلق کہتا ہے،

قد جعل المبتغون الخیر فی ہرم　　والسائلون الی ابوابہ طرقا

"خیر کے چاہنے والوں نے تمام بھلائیاں ہرم ہی میں قرار دی ہیں، اور سائل لوگ اس کے دروازے پر مختلف راستوں سے آتے ہیں"

زہیر اپنی قوم کے متعلق کہتا ہے، ؎

علی مکثریھم رزق من یعتریھم وعند المقلین السماحة والبذل

"اون میں جو صاحب دولت ہیں اون پر ہر اوس شخص کی روزی واجب ہے جو اون کے سامنے آئے اور جو اون میں غریب ہیں وہ بھی بہت سخی اور عطا والے ہیں"

"یہ مشتے نمونہ از خروارے" ہے، خلاصہ یہ کہ تمام عرب کی یہی حالت تھی کہ شعراء بادشاہوں اور امیروں کی مدح اور تعریف میں مستغرق تھے، لیکن قرآن نے آکر اچانک اون کو یہ حکم دیا کہ بادشاہوں اور محسنوں کی مدح اور تعریف نہ کرو بلکہ صرف خدائے واحد کی حمد کرو جیسا کہ اعشیٰ نے اپنے قصیدہ میں کہا ہے، ؎

وصل علی حین العشیات والضحی ولا تحمد المثرین واللہ فاحمدا

یعنی مالداروں کی تعریف نہ کرو بلکہ اللہ کی تعریف کرو،

عربوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ خدا کی طرف متوجہ ہوں، بادشاہوں اور امیروں کی تعریف سے باز رہیں تاکہ اون کے نفوس کے اندر حریت پیدا ہو، ان کے عقول خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں، اور ضعیف مخلوق ۶
سے جو تھوڑے احسان صادر ہوتے ہیں، اس کو بھول کر اللہ کی طرف متوجہ ہوں، اور ہر قسم کی بھلائی اللہ ہی سے طلب کریں جو تمام عالم کا مربی ہے، جب وہ ایسا کریں گے تو پھر تمام عالم کے سردار ہو جائیں گے، کیونکہ عالم کے اندر غور و فکر کرنے اور اس کے عجائب اور حکمتوں کو معلوم کرنے سے وہ خدائے تعالیٰ کی بھلائی کے مستحق ہو جائیں گے، اور یہ استحقاق ان کو خود ان کی کوشش اور سعی سے حاصل ہوگا، نہ کہ بادشاہوں اور محسنوں کے توسل سے، اور یہ باتیں جن کو میں نے ابھی ذکر کیا، اللہ تعالیٰ نے اون کو ثابت کر کے دکھلا دیا کیونکہ مسلمانوں نے تمام دنیا کو شرق سے غرب تک فتح کیا، اور امید سے بڑھ کر اون کو خدا کی طرف سے

بھلائی عطا ہوئی، اسی وجہ سے اس سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ حمد اور عبادت اللہ ہی کے لئے مختص سمجھو جیسا کہ سورہ بقرہ میں فرمایا فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ، یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر اپنے باپ دادا کے ذکر سے بھی بڑھکر کرو ، تو نتیجہ یہ نکلا کہ حمد اور ذکر خدا کے لئے مخصوص ہے، اور مخلوق کی عبادت اور اس کے سامنے خشوع وخضوع مطلقاً حرام ہے غور کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قادسیہ کی جنگ کے دوران میں نعمان بن مقرن نے یزدگرد بادشاہ فارس کو کیسا جواب دیا تھا، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم اپنے قریب کی قوموں سے شروع کریں پس پہلے ہم ان کو انصاف کی دعوت دیں لہذا ہم تم کو اپنے دین کی طرف بلاتے ہیں، یہ ایسا مذہب ہے جس نے اچھا کو اچھا اور برا کو برا کردیا ہے، پس اگر تم نے انکار کیا تو دو ہی صورت ہے، یا تو جزیہ دو یا جنگ کرو، اسی طرح زہرہ کے قول میں غور کرو جو اس نے سپہ سالار فارس رستم کو کہا تھا "ہم تمہارے نزدیک دنیا طلب کرنے کے لئے نہیں آئے، بلکہ ہمارا مقصد آخرت ہے" رستم نے پوچھا دین اسلام کیا ہے تو زہرہ نے کہا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ رستم نے کہا اور کیا چیز زہرہ نے جواب دیا، بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف لانا کیونکہ تمام لوگ آدم اور حوا کے بیٹے ہیں اس لئے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، رستم نے کہا کیسا عمدہ خیال ہے، پھر رستم نے اپنی قوم کو سمجھایا لیکن لوگوں نے انکار کردیا، پھر رستم نے کلام کرنے کے لئے سعد بن ابی وقاص سے دوسرے آدمی کو طلب کیا، تو سعد نے ربعی بن عامر کو بھیجا، یہ بزرگ جب رستم کے نزدیک پہونچے تو اپنے گھوڑے سے اس کے تمام بہترین فرش کو روند ڈالا، اور اپنے ہتھیار کو اتارنے سے صاف انکار کردیا، اور اپنے نیزے کو بہترین مخملی فرش پر گاڑتے ہوئے یہ کہا، اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس لئے بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کو دنیا کی تنگی سے نکال کر وسیع دنیا کی طرف لائیں، اور تمام مذاہب کے ظلموں سے نکال کر انکو اسلام کے عدل کے اندر داخل کردیں، رستم کو ان کا کلام بہت پسند آیا، اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم لوگوں نے اس کلام سے عمدہ اور فصیح

کوئی کلام سنا ہے، لوگوں نے جواب دیا معاذ اللہ کہ ہم ان کتوں کے مذہب کی طرف مائل ہوں، اس کے بعد مغیرہ ابن شعبہ گئے، یہ جاتے ہی رستم کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ گئے لیکن لوگوں نے ان کو اس تخت سے اُتار دیا تو کہا "تم لوگ بالکل بے وقوف ہو، ہم لوگ ایک دوسرے کی عبادت نہیں کرتے ہیں تمہارے اندر دیکھتا ہوں کہ بعض بعض کا خدا ہے لیکن یہ حالت ہمیشہ ہمیشہ تمہارے اندر باقی نہیں رہ سکتی،

غور کرو یہ تمام واقعات بالکل وہی ہیں جس کو میں نے فاتحہ میں ذکر کیا ہے وہ یہ کہ عبادت اور حمد اللہ کے لئے مخصوص ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے ہی ہم کو ہر چیز میں اعانت طلب کرنی چاہئے، افسوس آج اسلام وہ نہیں رہا جس کو ہمارے سلف صالحین سمجھتے تھے، اور آج مسلم وہ مسلم نظر نہیں آتے جو پہلی صدی کے اندر تھے ورنہ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اون کے اندر عدل اور مساوات دیکھتے ہیں اور وہ زمین کے اوپر اللہ کے خلیفہ تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت اسلام کا مدار سمجھ علم اور عقل پر تھا لیکن اس وقت اسلام نام ہے چند اعمال و افعال کا یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان تنزل کے غار میں جا پڑے، اب وقت پہونچ گیا کہ پھر مسلمان اپنی اصلی شرافت کی طرف رجوع کریں،

## شریعت اسلامی اور آفاق و انفس میں غور و فکر

عبارت بالا سے معلوم ہو گیا کہ حمد اور عبادت خدا کے لئے مختص ہیں قرآن مجید نے اس کو صاف طور پر بیان کیا ہے، اور ہمارے سلف صالحین اس پر اچھی طرح عامل تھے ہمارے سلف نے شرعی احکام مثلاً حدود، احکام، بیع، قرض، میراث، قضایا اور وہ تمام احکام جو فقہ میں بیان کئے جاتے ہیں، ان سے تمام قوموں پر حکومت کی تمام مشرق و مغرب کے مالک ہو گئے، یہ تمام باتیں صرف شریعت سے حاصل ہوئیں، اور شریعت کیا ہے؟ وہ تمام احکام شرعی جو اسلامی مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں، حالانکہ شرعی احکام کے متعلق قرآن مجید کی آیتیں محدود ہیں لیکن علوم کونیہ کے متعلق ساڑھے سات سو سے بھی زیادہ آیتیں ہیں، مجھے کامل یقین ہے

کہ زمانہ آیندہ میں تمام مسلمان ان آیتوں کو پڑھیں گے اور عالم کے عجائب وغرائب کو معلوم کریں گے، جس طرح ہمارے قبل والوں نے شریعت کو اچھی طرح پڑھا اور اس کا مطالعہ کیا، اسی طرح عنقریب مسلمانوں میں ایسے افراد پیدا ہوں گے جو عالم کے اندر خدائی عجائبات وحکمت کو غور سے مطالعہ کریں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان عجائبات کا احکام شرعی سے زیادہ ذکر کیا ہے، لہذا مسلمان ان تمام علوم مثلاً ہیئت فلکیات، ہندسہ، معدنیات نباتات وحیوانات وغیرہ کو پڑھیں گے اور اس کی تحقیق کریں گے، اور وہ ان تمام علوم کو علم دین میں سمجھیں گے، لہذا علم دین کی دو قسمیں ہوں گی، اول آفاق اور نفس کا علم یعنی عالم علویہ وعالم سفلیہ اور علم النفس کی معرفت، دوم علم الشریعۃ، چنانچہ ایک عالم دینی نباتات وحیوانات کی تشریح وتحقیق میں مصروف ہوگا، تو دوسرا کیمیاوی کارخانہ کا مالک ہوگا، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ، اور الحمد للہ رب العالمین سے بھی اسی طرف اشارہ ہے، کیونکہ عالم کی دو قسمیں ہیں، علوی اور سفلی اور خدائے تعالیٰ ان دونوں کا مربی ہے، اور مسلمان اس زمین پر خدا کا خلیفہ ہے، خلاصہ یہ کہ ہم کو تمام علوم حاصل کرنا چاہئے، کیونکہ ہمارا مذہب ہم کو حکم دیتا ہے، ورنہ ان دونوں مندرجۂ ذیل آیتوں میں کیا فرق رہیگا، قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم آسمان اور زمین میں غور کرو کہ کیا ہے، اور فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (خدا کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو) دونوں آیتوں میں امر ہے، اور امر وجوب کے لئے آتا ہے، پس جب ہم نے احکام شریعت کو وجوبی طور پر پڑھا تو ہمکو عجائبات عالم میں بھی وجوبی طور پر غور وفکر کرنا چاہئے، میں تمام مشرق ومغرب کے مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ تم لوگ میری اس تحریر میں غور کرو جس کو میں لکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ، (تاکہ تمام مذاہب پر اس کو غلبہ دے) اسلام کا تمام مذاہب پر غالب ہونا اسی طرح ہو سکتا ہے جیسا کہ میں نے تحریر کیا، کیونکہ دنیا کے تمام دوسرے مذاہب علوم کائنات کے متعلق بالکل خاموش ہیں، لیکن اسلام علی الاعلان اس طرف بلا رہا ہے، اور یہ بات اسلام کے لئے ایک ایسی خاصیت ہے، جس میں اس کے

ساتھ دنیا کا کوئی مذہب شریک نہیں، اگر مسلمانوں نے میری ان باتوں کا انکار کیا تو ان کو بھی قوم ثمود وعاد کی طرح ہلاکت کے لئے تیار رہنا چاہئے، اور اس ہلاکت کی ابتدا ہوائی جہازوں سے شروع ہوگی جو ہمارے شہروں اور آبادیوں پر اکثر جگہ گولہ باری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں پس اگر مسلمان ان علوم سے اعراض کریں تو اس کا وبال خود ان کے نفسوں پر عائد ہوگا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ، علاوہ ازیں تمام مذاہب والوں مثلاً شیعہ، سنی، مالکی، حنبلی، حنفی، شافعی، زیدی وغیرہ کا اختلاف شریعت کے مسائل کے اندر رہے، مگر جب وہ علوم کائنات پڑھیں گے تو اس میں ان کا اختلاف کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ علوم بالکل صاف اور ظاہر ہیں، پس مسلمانوں کو وہ تمام علوم حاصل کرنا چاہئے جن میں انگریز بہت ترقی کر چکے ہیں، اسی کی طرف میں تمام مسلمانوں کو بلاتا ہوں۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ہم سے قبل والے علماء نے اپنی کتابوں میں ان تمام باتوں کی تشریحیں کردی ہیں لیکن افسوس کہ مسلمان اس سے فائدہ نہ حاصل کر سکے، عالموں کو چاہئے کہ وہ ان تمام عجائب وغرائب کی تشریح مسلمانوں کے درمیان کریں تاکہ وہ لوگ اس کو اچھی طرح سمجھ سکیں، کیا علمائے اسلام دیکھتے نہیں ہیں کہ ان تمام عالم کا علم ہماری غذا ہے، اور احکام فقہی جس کے اندر اپنی عمر صرف کر دیتے ہیں دوا ہے پھر ایک انسان بغیر غذا کے کس طرح زندہ رہ سکتا ہے، جب کہ وہ صرف دوا پر اکتفا کرتا ہو بلکہ جو چیز ہمیشہ مطلوب ہے وہ تو غذا ہے، اور دوا کا استعمال تو فقط انحراف صحت کے وقت ہوتا ہے،

مسلمانو! علوم غذا اور علوم دوا دونوں حاصل کرو۔ قرآن مجید تم کو یہی حکم دیتا ہے، مجھ کو کس قدر افسوس ہوتا ہے جب میں تم کو ان تمام علموں سے غافل وبے پروا دیکھتا ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی تربیت اور اپنی رحمت پیش کر رہا ہے، گویا تم کو ان چیزوں کے حصول کا شوق دلا رہا ہے تاکہ تم خدائے تعالیٰ کی حکمتیں اور اس کے عجائبات کو معلوم کر سکو، اسی طرح وہ حضرات جو یورپ میں تعلیم حاصل کر کے واپس آئے، ان کو بھی اپنے وقتی کام میں مصروف دیکھتا ہوں اور علمی مباحث سے بالکل غافل، لہٰذا یہ حضرات اور مذہبی علماء دونوں برابر ہیں ایک احکام فقہی اور مسئلے مسائل پر قانع تو دوسرا اپنے وقتی اعمال پر صابر ہے، كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ

جب مسلمان میری تحریر کے مطابق عمل کریں گے، تب ہی اون کی حمد حقیقی ہو سکتی ہے چونکہ ہر حمد کے لئے ایک سبب کا ہونا ضروری ہے، لہذا میں نے اجمالی سبب یعنی رحمت کو ذکر کر دیا لیکن اجمال سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہو سکتا، لہذا اللہ تعالیٰ نے تمام نعمتوں سے اہم نعمت کو ذکر فرمایا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی خدائے تعالیٰ سارے عالم کا مربی ہے، اور وہی حالتِ نقص سے حالتِ کمال کیطرف لیجانے والا ہے، یہی خدا نباتات، حیوانات، انسان اور تمام عالم کی تربیت کرتا اور اون کو ان کے مزاج کے موافق غذا پہنچاتا ہے، میں اس جگہ تربیت کے چند مسئلے ذکر کرونگا،

**پہلا مسئلہ**، بھٹے کی تربیت، مسلمان دنیا کے اکثر حصے میں اوس کو کھاتے اور اس کے کھیتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن غذائی تربیت اور اس کی تدبیر سے بالکل جاہل ہیں، اون کو کچھ نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ بھٹے کے ایک دانہ کی پرورش کس طرح کرتا ہے، اگر مسلمان اوس کو جان لیں گے تو یقیناً اپنے خدا کی صنعت پر سخت تعجب ظاہر کریں گے، بھٹے کی ہر بال کے اوپر کے حصہ میں مذکر (نر) ہوتا ہے اور وسط میں مونث (مادہ) ہوتی ہے، مذکر ایک باریک سفید شاخ ہوتا ہے جس میں بالکل باریک رگ ہوتی ہے، بس یہی رگ بھٹے کی بال پر اتر آتی ہے، اور اس بال میں خوب لمبے لمبے چکنے باریک دھاگے ہوتے ہیں، اور ان تمام دھاگوں کے اندر نہایت باریک سوراخ ہوتا ہے جس کو انسان نہیں دیکھ سکتا، لہذا مذکر کی باریک رگ انہی دھاگوں کے سوراخ میں داخل ہو کر مونث کی جگہ تک پہونچ جاتی ہے، اس کے بعد دونوں آپس میں جماع (صحبت) کرتے ہیں، پس اس تدبیر اور اس حکمت سے بھٹے کا ایک دانہ پیدا ہوتا ہے، غور کرو ایک بھٹے میں کس قدر دانے ہوتے ہیں اور کس طرح ہر دانے کے لئے خاص رحم اور خاص جماع ہے، اتنی تدبیروں کے بعد ہمارے سامنے بھٹے موجود ہوتے ہیں، میں نے اس کی توضیح اپنی کتاب جواہر العلوم میں اچھی طرح کر دی ہے،

**دوسرا مسئلہ** گیہوں کے دانے کی تربیت، میں جیزہ میں مدرسہ زراعت دیکھنے کے لئے گیا تو لوگوں نے مجھ کو گیہوں کا ایک دانہ دکھلایا میں نے دیکھا کہ خوشہ میں ہر دانہ کے لئے تین پردے ہیں جو ایک دوسرے

کے اوپر لپٹے ہوئے ہیں، اور اوپر کے پردہ میں کنارے کے نزدیک ایک لمبا کانٹا (توسہ) لگا ہوا ہے یہی کانٹا گویا ایک تھیلی ہے، جو مذکر کی باریک رگ سے بھرا ہوا رہتا ہے بس وہ باریک رگ یہاں سے نکل کر مونث کی جگہ تک پہونچ جاتی ہے، پھر جماع کے بعد دانے پیدا ہوتے ہیں، مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی تربیت پر تعجب کرو کس طرح گیہوں اور بھٹے کے ایک دانہ پر اس کی توجہ ہوتی ہے، اور کس طرح مذکر و مونث پیدا کرکے دونوں کے اندر الفت ڈال دی، افسوس کس طرح مسلمان اپنی نمازیں پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پروردگار عالم ہے لیکن اس تربیت سے جاہل ہوتے ہیں، مجھ کو مسلمانوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ ان کی عبادت اور ان کا مذہب اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی تربیت کی معرفت پر موقوف ہے لیکن وہ اس سے جاہل رہتے ہیں، اور انگریز ان پر سبقت لیجاتے ہیں، افسوس،

اے مسلمانو! کس طرح ہم اپنی نمازیں رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھتے ہیں، اور تربیت سے جاہل ہیں، یاد رکھو انسان اور حیوان میں انہی علوم کے اعتبار سے فرق ہے، اگر انسانیت کھانے پینے، پہننے، اوڑھنے پر موقوف ہوتی تو اللہ تعالیٰ ہم کو یوں تعلیم دیتا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اروانا واشبعنا والبسنا لیکن نہیں، بلکہ ہم کو تو تعلیم دیرہا ہے، رَبِّ الْعَالَمِیْنَ گویا اللہ تعالیٰ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اس عالم کے اندر غور و فکر کریں نہ یہ کہ صرف چوپایوں کی طرح کھائیں اور مرجائیں، اگر خدا کا یہ مقصد ہوتا کہ ہم صرف ثواب و عقاب پہچانیں تو ہم کو یوں سکھلاتا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الحسنات والسیئات سب تعریف اس خدا کے لئے جو نیکیوں اور برائیوں کا رب ہے، اے خدا میں نے اپنی کوشش مسلمانوں کو بیدار کرنے میں خرچ کردی، اور جو کچھ مجھ پر فرض تھا اپنے ادا کردیا، تیری ذات سے امید ہے کہ اس تفسیر کے اتمام میں میری مدد فرمائے گا، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْمُجِیْبُ

**تیسرا مسئلہ**، کھجور کی تربیت، کھجور کا درخت عناصر ارضی کے خلاصہ کو اپنی طرف جذب کرتا ہے، جب یہ کھجور کے ڈنٹھل میں پہونچتی ہے تو غلیظ کو ڈنٹھل خود کھالیتا ہے، اور صاف وہاں سے چل کر درخت کے سرے پر پہونچتی ہے، یہاں بھی اس غذا کے دو حصے ہوجاتے ہیں، غلیظ اور صاف، غلیظ کو تو سر کھالیتا ہے، اور لطیف ۹

وہاں سے چل کر خوشہ میں پہونچتی ہے، یہاں پھر حسب دستور سابق اس غذا کے دو حصے ہوجاتے ہیں، غلیظ کو خود خوشہ کھاجاتا ہے، اور لطیف اصل کھجور کے پوست پر پہونچتا ہے، یہاں بھی اس کے دو حصے ہوجاتے ہیں، غلیظ تو کھجور کی گٹھلی ہوجاتی، اور لطیف غذا کھجور کا مغز بنجاتی ہے، اور گٹھلی کے اوپر باریک سی جھلی بن جاتی ہے تاکہ یہ جھلی گٹھلی کی تخی کو مغز تک نہ پہونچنے دے، اور گٹھلی میں ایک لمبا فلیتہ بھی ہوتا ہے، جس کا کام یہ ہے کہ غذا کو مغز کے تمام حصے میں برابر برابر پہونچائے،

غور کرو کس طرح اللہ تعالیٰ نے غذا کو سات بار صاف کیا، یہاں تک کہ یہی غذا آخر میں ایسی شیریں اور لذیذ ہوجاتی ہے کہ انسان اس کو کھاتا ہے، اسی کا نام اللہ کی تربیت ہے،

**چوتھا مسئلہ** سمندر کے اندر موتیوں کی پرورش، موتی ایک قسم کے حیوان میں پیدا ہوتا ہے، یہ حیوان پانی کی سطح پر تیرتا پھرتا ہے، پھر گہرائی کے اندر چلا جاتا ہے، اس حیوان کے جسم کے اوپر ایک قسم کا سفید سخت مادہ ہوتا ہے، جو اس کو تمام خطروں سے محفوظ رکھتا ہے، اور موتی اس کے گوشت کے اندر پیدا ہوتا ہے، خدائے تعالیٰ کی عجیب صنعت یہ ہے کہ یہ جانور تمام حیوانوں کے خلاف ہے، کیونکہ حیوانات کھاتے پیتے سونگھتے، سانس لیتے ہیں، اور خطروں کو اپنے ماتھے، سینگ، اور پیروں سے دفع کرتے ہیں لیکن موتی کے حیوان کے یہ سب کچھ نہیں ہوتا، اس کے صرف ایک باریک جال ہوتا ہے، جس کی بناوٹ عجیب قسم کی ہوتی ہے، اسی جال کے ذریعہ سے اس کے پیٹ میں پانی، ہوا اور غذائی مادے جاتے ہیں اور بالو یا ریت وغیرہ کو جو اس کے لئے مضر ہیں یہ جال روک دیتا ہے، اور اس جالی کے نیچے اس کے چند منہ ہوتے ہیں، اور ہر منہ کے لئے چار ہونٹ ہیں جن کی وجہ سے مناسب مادہ کو قبول کرلیتا اور مضر کو دفع کردیتا ہے، موتی ریت یا حیوانات مضر کے اجتماع سے پیدا ہوتا ہے، جو سیپ کے پوست کے اندر داخل ہوجاتے ہیں، یہ حیوان اس مجمع ریت پر ایک قسم کا لزوجی (لس دار) مادہ ڈالتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ریت بالکل پوشیدہ ہوجاتی ہے، پھر منجمد ہوکر (جمکر) پتھر بنجاتی ہے، اسی کو موتی کہتے ہیں، کوئی موتی مسور سے بھی

چھوٹا ہوتا ہے، اور کوئی کبوتر کے انڈے سے بھی بڑا ہوتا ہے، موتی زیادہ تر خلیج فارس، خلیج مکیک اور جزیرہ سیلون میں پائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی تربیت پر تعجب کرو کہ کس طرح موتی کو سمندر کے اندر پالتا ہے، جس کو بڑے بڑے بادشاہ زینت کے لئے اپنے تاج میں لگاتے ہیں، اور حسین عورتیں بطور زیور استعمال کرتی ہیں، لیکن یاد رکھو کہ حکما، اور علماء کے سینہ کے اندر جو زیور موجود ہے، وہ زیادہ اشرف اور زیادہ پائدار ہے،

**پانچواں مسئلہ** شکم مادر کے اندر جنین کی پرورش، جنین کے متعلق خاص علم ہے جس کو ترقی یافتہ ممالک میں پڑھایا جاتا ہے، یہ بھی ایک خدائی تربیت ہے جو اس قول اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں داخل ہے منی کے کیڑے جو ایک قطرہ میں ہزاروں کی تعداد میں رہتے ہیں رحم کے اندر نطفہ گرنے کے بعد ادھر ادھر چلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ عورتوں کی منی کے کیڑے کیساتھ مل جاتے ہیں اور ان دونوں کیڑوں سے مل کر ایک خلیہ پیدا ہوتا ہے، پھر اس کو شطرنج کے خانہ کے مطابق ہندسہ متوالیہ کے طور پر تقسیم کیا جاتا ہے، مثلاً اس خلیہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں، پھر چار، پھر آٹھ پھر (۲-۴-۸-۱۶-۳۲-۶۴-۱۲۸) علیٰ ہذا القیاس ۹ مہینے تک اسی طرح اس کے اندر انقسام اور انتظام ہوتا رہتا ہے، تعجب تو یہ ہے کہ یہ انقسام یوں ہی بیکار نہیں ہوتا بلکہ اس انقسام کے ماتحت ہمارے اعضاء، شرائین، رگیں، پٹھے، گوشت، چربی، ناخن، بال اور حواس وغیرہ میں ایک عجیب نظام پیدا ہوتا ہے، اسی خلیہ کے انقسام سے ہمارا نظام جسمی ظاہر ہوتا ہے، اسی کی وجہ سے ہمارے اندر دماغ اور آنکھ کی رطوبت وغیرہ پیدا ہوتی ہے، جنین کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کا عجیب نظام اور عجیب تربیت ہے، مسلمانوں کے لئے حرام اور سو بار حرام ہے کہ وہ اس تربیت سے جاہل رہیں،

## ایک قصّہ

امریکہ کے ایک باشندے نے مرغی کے واسطہ کے بغیر انڈوں سے بچہ نکالنا چاہا، اس نے خیال

کیا کہ اگر مرغی کی حرارت کے مطابق بجلی کے ذریعہ ان انڈوں میں حرارت پہنچائی جائے تو ضرور بچہ نکل آئیگا، چنانچہ اس نے عمل شروع کر دیا، کسی دیہاتی نے اس کو کہا کہ جناب عالی ہر چوبیس گھنٹے میں انڈوں کو ایک بار ضرور الٹ پلٹ کر دیجئے گا، کیونکہ میں نے مرغیوں کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس امریکی نے اس کو لغو سمجھتے ہوئے یہ جواب دیا کہ مرغیاں تو اس وجہ سے الٹ پلٹ کرتی ہیں کہ حرارت انڈوں کے تمام حصوں میں پہونچے، لیکن جو حرارت ہم پہنچا رہے ہیں وہ تو انڈے کو ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے، اور ہر طرف برابر حرارت پہونچ رہی ہے، یہ امریکی اپنا عمل کرتا رہا، جب بچہ نکلنے کا وقت آیا تو ایک بچہ بھی نہیں ہو سکا، تب اس نے کہا کہ دوبارہ اسی طرح کروں گا جیسا کہ اس دیہاتی نے کہا تھا، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور تمام بچے نکل آئے، پھر یہ خبر ہر طرف پھیل گئی، اور علماء سے اس حادثہ کی علت دریافت کی گئی، تو ان لوگوں نے یہ وجہ بیان کی کہ اگر اثنائے حرارت میں انڈوں کو حرکت نہ دیجائے تو بچہ کے جسم کا مواد نیچے کی طرف مائل ہو جائیگا، اور اس کا جسم پھٹ جائیگا، یہی وجہ ہے کہ مرغی ہر وقت انڈے کو حرکت دیتی رہتی ہے، اس قسم کے بیشمار واقعات ثابت کرتے ہیں کہ ہم انسان حکمت کے عمیق دریا میں رہ کر بھی جہالت کے اندر گرفتار ہیں

**چھٹا مسئلہ**، دودھ سے بچوں کی پرورش، بچہ پیدا ہونے کے قبل اللہ تعالیٰ پستان میں دودھ پیدا کر دیتا ہے، اور جس طرح بچہ پیٹ میں بڑھتا جاتا ہے، اسی طرح پستان میں دودھ بھی بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب ولادت ہوتی ہے تو فوراً اوس کو اس کی عمر کے مطابق دودھ مل جاتا ہے، جس قدر اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اسی قدر اس کی طبیعت کے موافق دودھ بھی ہوتا جاتا ہے، اسی وجہ سے ڈاکٹروں نے بیان کیا ہے کہ اس بچہ کو جو ابھی پیدا ہوا ہے، ایسی عورت دودھ نہیں پلائے جس کی ولادت (زچگی) کو کچھ عرصہ گذر چکا ہو، کیونکہ یہ بچہ اس کے دودھ کو برداشت نہیں کر سکتا، اور ہر بچہ کے لئے یہی مفید ہے کہ خود اس کی والدہ اس کو دودھ پلائے، کیونکہ اس کا دودھ اس کے لئے ہر طرح مناسب ہوگا، تعجب یہ ہے کہ بوڑھی عورتیں اور لڑکیاں مطلقاً خواہش نہیں رکھتیں اور نہ کوئی مرد ان سے قربت چاہتا ہے، کیونکہ ان دونوں کو حمل، ولادت اور

رضاعت کی طاقت نہیں ہوتی پس خدائے تعالیٰ کی یہ حکمت صاف طور پر اعلان کر رہی ہو کہ انسان اور حیوان کے اندر مذکر و مونث کی تخلیق صرف توالد و تناسل کے لئے ہے، اور شہوت و لذت نسل کے لئے فقط تمہید اور مقدمات ہیں،

**ساتواں مسئلہ** طبی تربیت، ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ صحت کی نگہداشت دوا کے استعمال سے بہت افضل ہے یعنی اگر تم اپنے جسم کی حفاظت اور اپنی صحت کی نگہداشت کرو تو تم کو کبھی دوا کی ضرورت نہیں پڑیگی، اور کہتے ہیں کہ بدن کے لئے استفراغ اور مسہلوں کا استعمال اسی طرح ہے، جس طرح صابون کپڑوں کے لئے ہے، اگر کثرت سے صابون کا استعمال کیا جائے تو بہت جلد کپڑا پھٹ جائیگا مسہلوں کے اندر اگر قدر مستعمل نہ معلوم ہو سکے تو یہ زہر قاتل ہوگا، اور اکثر مسہل اخلاط ردیہ کو حرکت میں لادیتے ہیں جس سے مختلف قسم کی علتیں پیدا ہو جاتی ہیں، لہٰذا استفراغ اور مسہلوں کا چھوڑ دینا بہتر ہے، ہاں اضطراری ضرورت کے وقت اگر تھوڑی مقدار میں استعمال کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں، ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ اگر مریض کا علاج غذا سے ممکن ہو تو اوس کو کسی قسم کی دوا نہیں دینی چاہیئے، اور اگر مفرد دوا سے اس کا علاج ممکن ہو تو اس کو مرکب دوا نہ دو، اور جہاں تک ہو سکے نا مانوس مجہول الحال دوا سے پرہیز کرو، اگر کسی مریض کی خواہش کسی غذا کی طرف مائل ہو جو اس کے موافق نہیں ہے، تو اس کو تھوڑا دیدینے میں کچھ حرج نہیں، علم طب کے ذریعہ سے یہی خدا کی تربیت ہے، علم طب کے اصول کی نگہداشت بلاد اسلام میں اچھی طرح نہیں کیجاتی بلکہ ساری دنیا اس علم طب میں ابھی طفل مکتب ہے، جس کی ترقی کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے،

**آٹھواں مسئلہ** مدرسوں میں بچوں کی تربیت، میں اس کے متعلق صرف ایک مسئلہ ذکر کرونگا کیونکہ یہ تربیت بھی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں داخل ہے،

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ایک دماغ پیدا کیا ہے، اور اوس کو فکر، خیال، تذکر، حس مشترک اور

حافظہ وغیرہ کا مرکز بنایا ہے، دماغی مادہ خارج میں گندم گوں اور اندر سفید ہے، ادنیٰ دماغ کا وزن سولہ ۱۶ اوقیہ اور اعلیٰ دماغ کا وزن چونسٹھ ۶۴ اوقیہ تک پہونچتا ہے، گذشتہ تحریر سے تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے اجسام بے شما خلیوں سے مرکب ہیں، اسی طرح ہمارا دماغ بھی ہزاروں خلیوں سے مرکب ہے، اور یہ خلیے بالکل چھوٹے چھوٹے گول گول ہیں، اللہ تعالیٰ کی عجیب صنعت یہ ہے کہ اس نے ان خلیوں کو دماغ کے اندر ہر اس چیز کیلئے جو ہمکو حواس سے معلوم ہوتے ہیں، ایک لوح محفوظ بنایا ہے، پس بعض خلیے کان کے لئے، بعض آنکھ کیلئے اور بعض شامہ کے لئے ہیں، اور بعض غور و فکر اور بعض یاد رکھنے کے لئے ہیں، اور بعض قوتِ ناطقہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، اگر ان میں سے بعض خلیے مختل ہو جائیں تو وہ قوتیں باطل ہو جائیں گی جو ان خلیوں کے اندر پوشیدہ ہوتی ہیں، مثلاً اگر علم اعداد کے خلیے مختل ہو جائیں تو پھر اس علم عدد کو حاصل کرنا ناممکن ہو جائیگا، تعلیم ۱۱
کے اندر اس معرفت کا یہ نتیجہ ہے کہ جب کوئی استاد اپنے شاگرد کو سمجھا رہا ہو تو شاگرد کو چاہئے کہ اس کو غور سے دیکھے اور استاد کی تقریر غور سے سنے، اور اس کو نوٹ کرتا جائے، پس یہاں پر چار آثار ہوں گے، آثار بصر، آثار سمع، آثار نطق اور آثار کتابت، اور یہ تمام دماغ میں ہوں گے، اور ان چاروں آثار کے ساتھ دماغ کے وہی خلیے متصف ہوں گے، جو ان کے ساتھ مختص ہیں، اور ان کے درمیان قدرتی طور پر ایک علاقہ پیدا ہو جاتا ہے، لہذا اس صورت میں نطق کے خلیے باریک دھاگوں کے ذریعے، سمع، بصر اور کتابت کے خلیوں کے ساتھ ملحق ہو جاتے ہیں، اور ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہوئے استاد کی تقریر کو شاگرد کے ذہن میں محفوظ رکھتے ہیں، پھر سبق اچھی طرح سمجھ میں آ جاتا ہے، اگر ان چاروں آثار میں سے کسی ایک میں بھی کچھ کمی ہوئی تو پھر تقریر کا اثر کمزور ہوگا، اور حفظ باطل ہو جائیگا،

دماغ کے یہ خلیے حسِ مشترک کے محل ہیں، حواس کے ذریعہ جو چیز ہمکو حاصل ہوتی ہے اس کو پہلے یہی حسِ مشترک لیتا ہے، پھر قوتِ متخیلہ لے کر اسکو تحلیل کرتی ہے، پھر قوت مفکرہ اس سے کوئی نتیجہ حاصل کرتی ہے، آخر میں قوتِ حافظہ اس نتیجہ کو محفوظ کر لیتی ہے، یہ تمام مسئلے علم بیداجوجی (علم التعلیم) سے تعلق رکھتے ہیں، اس

علم کے اندر صحیح طور پر تربیت کی کیفیت سے بحث ہوتی ہو لہذا یہ علم بھی اللہ تعالیٰ کے اس قول رَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں داخل ہے۔

**نواں مسئلہ** علم منطق سے عقول کبیرہ کی تربیت، ہمارے حواس کو یہ طاقت نہیں کہ وہ جس چیز کو حاصل کرے اس پر کوئی حکم بھی لگا سکے کیونکہ حکم لگانے والی چیز انسان کی عقل ہے، مثلاً جب کوئی شخص بارہ بجے دن میں سراب کو دیکھ کر پانی سمجھ لیتا ہو، تو یہ اس کی آنکھ کی غلطی نہیں ہو، بلکہ فکر نے اپنے استنتاج میں غلطی کی قوت مفکرہ کے کام کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنے حکم میں قوت لامسہ اور قوت ذائقہ وغیرہ کے حکم کا انتظار کرے جب انسان اس چیز کو اپنے ہاتھ سے چھوئے یا زبان سے چکھ لے تب اس کی قوت مفکرہ پانی کا حکم لگا سکتی ہے، ورنہ نہیں اسی طرح کسی نے اپنی آنکھ سے ایک سیب دیکھا جس کا رنگ بالکل اصلی سیب کے مانند تھا تو اب قوت مفکرہ کو یہ اختیار نہیں کہ فوراً حکم لگا دے کہ یہ اصلی سیب ہے؛ اور اس کا مزہ وغیرہ سب اصلی سیب کی طرح ہوگا، بلکہ اس حکم لگانے میں ذائقہ، شامہ اور لامسہ وغیرہ کا انتظار کرے پھر جب یہ قوتیں اپنا کام کریں تب قوت مفکرہ کوئی حکم اثبات یا نفی کا لگا سکتی ہو، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب تربیت ہو، اگر کوئی پروانہ آگ میں جل کر مر جاتا ہے تو یہ عیب اس کی کمزور قوت مفکرہ کا ہے، کیونکہ اسی قوت نے آگ کی روشنی پر آفتاب کی روشنی کا حکم لگایا، اور صرف قوت باصرہ پر اکتفا کیا، اس کی قوت مفکرہ کو یہ واجب تھا کہ قوت لامسہ کا بھی انتظار کرتی کہ آیا یہ روشنی ٹھنڈی ہے یا گرم، اسی طرح تم اس دنیا میں اکثر انسانوں کو دیکھو گے کہ وہ اپنے ناقص مقدمات سے کسی چیز پر حکم لگا دیتے ہیں آخر بعد میں پچھتانا پڑتا ہے، یہ بحث بھی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں داخل ہے،

## حامد کے علم کے مطابق حمد ہوتی ہے

حامد جس قدر محمود کی صفات کو پہچاننے والا ہوگا اسی قدر اپنی حمد میں سچا ہوگا، اور اگر محمود کی صفات کو بغیر جانے ہوئے حمد کریگا تو یقیناً کاذب اور جھوٹا ہوگا، اسی طرح ایک مسلمان خدا کی صحیح حمد اسوقت تک نہیں

کر سکتا جب تک کہ وہ نظام طبیعت کو نہ پڑھ لے، کیونکہ یہی نظام طبیعت خدا کے افعال اور اس کے آثار ہیں، پس اگر مسلمان خدا کی صحیح حمد کرنی چاہتے ہیں تو اون کو عجائبات عالم کا مطالعہ کرنا چاہیئے، پھر اون کی حمد درست ہو سکتی ہے، جیسا کہ کوئی قوم اپنے بہادروں کی تعریف اون کے کارناموں سے کرتی ہے، تب مسلمانوں کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا صرف لفظی نہیں بلکہ حقیقی اور معنوی ہوگا، شاید تم کو یہ خیال ہو کہ سچا حامد ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی معرفت ضروری ہے تو پھر ان نعمتوں کے اصول کیا ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ دنیا کے تمام علوم حمد کے اصول ہیں، بلکہ وہ تمام چیزیں جنکی طرف قرآن نے تربیت عالم کے ماتحت اشارہ کیا ہے، سو جب حمد میں اسکو مجمل طور سے ذکر کیا ہو۔

## عالمین کے معنی،

اللہ تعالیٰ کے سوا ساری چیزوں کو عالمین کہتے ہیں، عالم کی دو قسمیں ہیں، عالم علوی اور عالم سفلی، عالم علوی کے اندر آفتاب، ستارے، قمر، سیارات وغیرہ داخل ہیں، اس کو میں ایک مثال سے سمجھاؤں گا، تم ایک عورت کا تصور کرو جو نہایت حسین و جمیل اور بیش قیمت زیوروں سے آراستہ اور پیراستہ ہے، اور اسکا
قد و قامت بھی بہت بلند و بالا ہے، اس عورت کے دس لڑکیاں پیدا ہوئیں، لیکن یہ لڑکیاں اپنی ماں سے ۱۲
حسن وغیرہ اور سب چیزوں میں کم ہیں، اور اپنی ماں کو احاطہ کئے ہوئے ہیں جس طرح ہالہ ماہتاب کو احاطہ کئے ہوتا ہے، اور یہ سب ایک عمدہ نظام کیساتھ اس کے گرد گھومتی ہیں، پھر ان لڑکیوں میں سے ہر ایک کے دس دس لڑکیاں پیدا ہوئیں، جو اپنی ماؤں سے ہر چیز میں کم ہیں، اور اون کے گرد گھومتی ہیں پھر ان لڑکیوں میں ہر ایک کے دس دس لڑکیاں پیدا ہوئیں، جو اپنی ماں سے ہر چیز میں کم ہیں، اور ایک انتظام کے ساتھ اون کے گرد چکر کاٹ رہی ہیں غرض پہلے خاندان میں دس دوسرے میں سو تیسرے میں ہزار اور چوتھے میں دس ہزار لڑکیاں ہوئیں اسی طرح بڑھاتے چلے جاؤ اور ہر گروہ اپنے ماقبل سے حسن و جمال وغیرہ میں کم ہوتا چلا جائے گا،

پہلی حسین عورت تو یہی مجرہ (کہکشاں) ہے، جس کو ہم اندھیری رات میں تمام آسمان کے اندر مثل سفید بادل کے جس کا رنگ دودھ سا ہے پھیلا ہوا دیکھتے ہیں، اور یہی مجرہ تمام آفتابوں کی اصل ہے،

یہ آفتاب اس قدر ہیں کہ ان کا شمار ہماری قدرت سے باہر ہے، اور ہماری آنکھوں سے دور ہو کر تمام اقطاع عالم میں پھیل گئے ہیں، اور اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں ذرہ کے برابر نظر آتے ہیں جب یہ آفتاب اس قدر دور ہو گئے تو پھر مجرہ کس قدر دور ہو گا، یہاں تک کہ انسانی عقل اس کو تصور بھی نہیں کر سکتی، غرض یہی مجرہ تمام آفتاب کی اصل ہے، اور اس کے گرد بے شمار آفتاب چکر کاٹ رہے ہیں، اور پھر ان آفتابوں کے گرد دوسرے آفتاب گھوم رہے ہیں، خلاصہ یہ کہ ہر آفتاب کے گرد دوسرے دوسرے آفتاب چکر کاٹ رہے ہیں، یہاں تک کہ انسانی فکر اور انسانی عقل اون کے تصور کرنے سے قاصر اور عاجز ہے ان تمام آفتابوں میں سب سے آخر آفتاب کا دسواں گروہ ہے، جن میں کا ایک ہمارا آفتاب بھی ہے لہذا ہمارے آفتاب جیسے اس فضائے عالم میں اس قدر آفتاب ہیں کہ ان کا شمار صرف خدا ہی کو معلوم ہے حسن جمال وغیرہ میں ہمارے آفتاب کو مجرہ سے وہی نسبت ہے جو انسان کو بندر سے ہے، بلکہ اس سے بھی کم گویا مجرہ کو دن اور اپنے آفتاب کو رات سمجھو، اور حجم یعنی موٹائی اور طول میں ہمارا آفتاب ذرہ ہے، تو مجرہ پہاڑ ہو گا اور ساتھ ہی ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارا آفتاب زمین سے ۱۳ لاکھ گنا بڑا ہے، اس چھوٹے سے آفتاب میں اپنی خوبصورتی اور فائدے ہیں کہ انسانی عقل حیران ہو جاتی ہے، اپنی روشنی زمین پر ڈالتا ہے، جس سے تمام راستے اور زمین روشن ہو جاتی ہے، اور ہماری آنکھیں کھل جاتی ہیں، جس سے ہم تمام دنیا کی صورتوں کو دیکھ سکتے ہیں، اسی آفتاب کی حرارت سے پانی بہتا ہے، نباتات، حیوانات، اور انسان نشو و نما پاتے ہیں، تمام زمین سرسبز و بوقلموں ہو جاتی ہے، اور اسی کی چال سے ہم اپنی تمام زراعتی، صنعتی اور تمدنی حالتوں کی اصلاح کرتے ہیں، یہ ہمارے آفتاب کی خوبیوں کے چند نمونے ہیں، جس کو پہلے آفتاب یعنی مجرہ کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں، اور یہ ہم کہہ چکے ہیں کہ اس آفتاب کے جیسے اور کئی آفتاب ہیں جو ایک اور آفتاب کے گرد گھومتے ہیں، اور اوس آفتاب کے جیسے بھی اور آفتاب ہیں، علیٰ ہذا، تو اوس آفتاب کے سال کی مقدار کتنی ہو گی جو دوسرے آفتاب کے گرد گھومتا ہے، اور جس کا نام الجاثی علی رکبتیہ ہے، غالباً

ہمارے سال کے حساب سے ہزارہا سال اوس کے ایک سال کے برابر ہوں گے، تو سمجھو کہ سب سے اول اصلی آفتاب کی مقدار اور بڑائی کتنی ہوگی،

ہمارے آفتاب کے گرد آٹھ سیارے چکر کاٹ رہے ہیں نیپچون اور اورنس، زحل، مشتری، مریخ، زمین، زہرہ، عطارد، لہٰذا زمین بھی ایک سیارہ ہے جو اپنی ماں آفتاب کے گرد چکر کاٹ رہی ہے، جس طرح یہ آفتاب اپنی ماں کے گرد گھوم رہا ہے، زمین سے ماہتاب پیدا ہوا جو زمین کے گرد گھوم رہا ہے، تو جس طرح زمین کے لئے قمر ہے، اسی طرح دوسرے سیارے زحل و مشتری وغیرہ کے لئے بھی ماہتاب ہیں پس ماہتاب ہر چیز میں سیاروں سے کم اور سیارے ہر چیز میں آفتاب سے کم اور آفتاب درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے اپنی ماں مجرہ تک پہونچتے ہیں، یہ تمام تقریر اور عجائبات تو صرف اس مجرہ میں ہے جس کو ہم دیکھتے ہیں، اور ایسے بے شمار مجرے پائے جاتے ہیں وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ اپنے لشکر کی تعداد صرف خدا ہی جانتا ہے، اس قدر عجائبات فضائے بسیط کے اندر پھیلے ہوئے ہیں، ان آفتابوں کی حرکتیں اور ان کے نظام کا علم، بغیر علم حساب، ہندسہ اور جبر و فلک کی معرفت کے نہیں ہو سکتا، هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۔ شاید تم اعتراض کرو کہ یہ سب معلومات فرنگیوں کے بتائے ہوئے ہیں، کیا شریعت اسلام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ہاں شریعت اسلام بھی اس کی تائید کرتی ہے، بلکہ ہماری شریعت میں تو یہ بھی ہے کہ ان تمام کروں میں ایسی مخلوق آباد ہے جو بنی آدم سے زیادہ ترقی یافتہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک سفید زمین پیدا کی ہے، جس کو آفتاب نو سو دن میں قطع کرتا ہے، اور اس میں ایسی مخلوق آباد ہے کہ وہ خدا کی نافرمانی
۱۳ نہیں کرتی، اور نہ اون کو یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدم اور ابلیس کو بھی پیدا کیا ہے، اس حدیث سے بھی ہماری مذکورۂ بالا تحریروں کی تائید ہوتی ہے، وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

یہ بحث عالم علوی کے متعلق تھی،

## عالم سفلی

سمندر میں جو زندہ مخلوق ہے اور زمین میں معدنیات، نباتات، حیوانات اور انسان جو کچھ بھی ہیں عالم سفلی کہلاتے ہیں، اس زمانہ میں علمائے سمندر کی دنیا کا ایک مستقل علم قرار دیا ہے، تاکہ انسان اوس کے عجائبات سے واقف ہو جائے، ان لوگوں نے سمندر کے اندر سے ایک ایسا حیوان نکالا جو سمندر کی گہرائی کے اندر بالکل تاریک جگہ میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے اور اس کے جسم میں روشنی کے لئے ایک آلہ ہوتا ہے کہ جب اوس کو حرکت دیتا ہے تو تمام ماحول روشن ہو جاتا ہے، اور اس کے جسم پر اس آلہ کے مقابلے میں ایک سطح بھی ہے، جب روشنی اس آلہ سے نکلتی ہے تو اسی سطح پر منعکس ہوتی ہے، پھر یہ حیوان اپنا تمام راستہ اچھی طرح دیکھ لیتا ہے، گویا جب یہ حیوان سمندر کے اندر آفتاب کی روشنی سے محروم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے راستہ وغیرہ دیکھنے کے لئے اُس کو خاص آفتاب عنایت فرمایا، فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ،

سمندر کے اندر ایک قسم کی صاف و شفاف موٹی مچھلی ہوتی ہے، جس کا طول آٹھ انچ ہوتا ہے، اس کی چربی بالکل صاف اور سفید ہوتی ہے، الاسکا کے باشندے اس کو شکار کر کے سکھاتے ہیں پھر اس کی دم کو جلاتے ہیں، تو اس سے بہترین اور عمدہ روشنی نکلتی ہے، بحر چین میں ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے کہ جب کوئی اس کو کھا لیتا ہے تو ہنستے ہنستے مر جاتا ہے، بڑے بڑے لوگ اگر خودکشی کرنا چاہتے ہیں تو خفیہ طور پر اس مچھلی کو خرید کر کھا لیتے ہیں، اور ہنستے ہنستے مر جاتے ہیں، چینی حکومت نے اس مچھلی کی خرید و فروخت منع کر دی ہے، خلاصہ یہ کہ سمندر میں اس قسم کے عجائبات بے شمار ہیں، عالم سفلی میں معدنیات بھی داخل ہیں، جیسے سونا، چاندی، پیتل، لوہا، خارچینی، پلاٹین، گندھک، پارہ، مگنیشیا، تانبا، نمک اور جستہ وغیرہ، اسی طرح عالم سفلی میں حوادث جو بھی داخل ہیں، مثلاً روشنی، ظلمت، حرارت، برودت، ہوا، بادل، شبنم، کہرا، اولہ، بجلی اور برق وغیرہ،

## عالم نباتات

عالم سفلی میں عالم نباتات بھی ہے، نباتات کا خاص علم ہے جس سے اوس کی مختلف نوعیں شکل، مزہ، بو، پتیاں، پھل، پھول وغیرہ معلوم ہوتی ہیں، نیز اون کی تربیت کس طرح ہو سکتی ہے،

## عالم حیوانات

اس کے لئے بھی خاص علم ہے جس سے ان کی قسمیں ہوائی، دریائی، ارضی، اور اون کے توالد و تناسل اور اون کے بود و باش کی معرفت حاصل ہوتی ہے،

## علم تشریح

اس علم سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر دو سو اڑتالیس عضو ہیں، اور اسی سے انسان کے بدن کی رگیں، شرائین، اعصاب، دورۂ دموی، دورۂ غذائی و تنفسی، دائرۂ عقلی اور حواس خمسہ، اس کا نظام اور دماغی قوتیں معلوم ہوتی ہیں، جن کا تھوڑا سا ذکر رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کی تفسیر کے ماتحت گذر چکا، عالم سفلی کے اندر یہی تمام علوم داخل ہیں، اسی طرح علم الٰہی بھی ایک خاص علم ہے جس سے ملائکہ وغیرہ کی حالتیں معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ سورہ بقرہ میں اس آیت وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے ماتحت بیان کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ، عالم سفلی پر بحث ختم ہوئی،

## لفظِ اَلْعٰلَمِیْنَ میں یہی تمام عالم یعنی سفلی اور علوی داخل ہیں جن کا مربی اللہ تعالیٰ ہو،

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ جب تک وہ ان تمام علموں کو نہیں حاصل کریں گے اس وقت ان کی حمد حقیقی حمد نہیں ہو سکتی، ہاں جب ان کو حاصل کریں گے اور ان سے فائدہ اٹھائیں گے، اور...

کو بھی فائدہ پہونچائیں گے، پھر اون کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہنے کا حق ہوگا، ورنہ اون کی حمد لفظی اور ۱۴
ظاہری ہوگی، مثلاً تم نے کسی انسان کی ایک مجلس میں تعریف کی اور اسی مجلس میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو اوس کو
تم سے زیادہ جانتا ہے اوس نے تم سے اس کے بعض صفات کے متعلق سوال کیا لیکن تم نے اوس کا جواب نہیں
دیا، تو ضرور وہ شخص تم کو جاہل اور احمق کہے گا، ایک واقعہ ہے کہ ایک بہت بڑا مصنف کسی اخبار کے اڈیٹر
کے پاس آیا، اڈیٹر صاحب ہر مجلس میں اس مصنف کی تعریف کے طومار باندھ دیتے تھے اور اون کے کارنامے بڑے
فخر سے بیان کرتے، کہ آپ کی فلاں کتاب بڑے پایہ کی ہے، جب وہ مصنف اڈیٹر صاحب کے مکان پر آئے تو
اڈیٹر صاحب بہت خوش ہوئے کیونکہ اس کے قبل کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی، اڈیٹر صاحب کسی ضرورت سے اس
کمرہ کے باہر گئے تو مصنف نے اپنی نظر ادھر اودھر اٹھائی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کتاب جس کی تعریف اڈیٹر صاحب
بہت زیادہ کرتے تھے پیکیٹ سے کھولی بھی نہیں گئی ہے، پڑھنا تو علیحدہ شے ہے، جب یہ مصنف رخصت ہوکر
واپس آیا تو اس نے اڈیٹر صاحب کو ایک چھری بھیجدی، جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ تم نے ابھی تک میری
کتاب بھی نہیں کھولی اور بغیر پڑھے ہوئے تعریف کرتے تھے، مجھے سخت رنج و غم ہوا، مہربانی کرکے اس چھری سے
کتاب کھول کر پہلے پڑھ لیجئے پھر تعریف یا تنقیص کیجئے، مسلمانو! مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کہیں
تمھاری حالت بھی اسی اڈیٹر کی سی نہ ہوجائے، کیا خدا تم سے یہ نہیں کہے گا کہ تم میری حمد بیان کرتے تھے لیکن
میری صفات اور افعال کو نہ جانتے تھے، لہذا میں تم کو اپنی نعمتوں سے تمھاری معرفت ہی کے مطابق دونگا
آخر یہی ہوا اللہ تعالیٰ نے ہم سے زمین لے کر دوسری قوموں کو دیدیا، جنھوں نے ان عالموں کا مطالعہ اور
معرفت حاصل کی، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے چھری نہیں بھیجی، جیساکہ مؤلف نے بھیجی تھی لیکن اس نے
ایسی قوموں کو ہم پر غالب کردیا، جنھوں نے ہم سے ہماری زمین اور ہماری ملکیت چھین لی، لہذا اب وقت
آگیا کہ پھر ہماری اگلی عظمت واپس آئے اور ہم اپنے خدا کو پہچانتے ہوئے اپنی زمین اور اپنی ملکیت واپس
لے لیں، اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ، زمین کے وارث خدا کے صالح بندے ہوں گے پس

جس طرح ایک شخص صرف اپنے عمل سے جنت کا وارث ہوگا تو اوسی طرح ایک قوم عمل ہی سے زمین کی وارث ہوسکتی ہے، اور عمل کے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے، لہذا جس قوم کو اس عالم کا زیادہ علم ہوگا وہی عامل بھی ہوگی پھر وہی زمین کی وارث ہوگی، اور اوسی کی حمد حقیقی حمد ہوگی،

## حمد کے اسباب ماقبل کی وضاحت،

ہر حمد کے لئے کوئی سبب ضرور ہوتا ہے، مثلاً بھوکا شخص آسودہ ہونے کے بعد کہتا ہے الحمد للہ کہ اس نے مجھ کو کھانا دیا، پیاسا پانی پینے کے بعد کہتا ہے الحمد للہ کہ اس نے مجھے سیراب کر دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ یعنی شکر اللہ کا جس نے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق دو بیٹے عنایت کئے، حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا قَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ یعنی اس خدا کا احسان ہے جس نے مجھ کو قید سے رہائی دلائی، ایک شاعر اسلام لایا تو اس نے اس پر خدا کی حمد کی جیسا کہ کہتا ہے، ؎

| | |
|---|---|
| الحمد للہ اذ لم یاتنی اجلی | حتی اکتسیت من الاسلام سربالا |
| خدا کا شکر ہے کہ موت آنے سے پہلے | میں نے اسلام کا خلعت پہن لیا، |

لیکن سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو حمد کا سبب یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں کیونکہ اس نے بڑھاپے میں بیٹا عنایت کیا تو ایک مسلمان اپنی نماز میں یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں کیونکہ وہ تمام عالم کی خواہ وہ سفلی ہوں یا علوی پرورش کرتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی نعمت صرف اپنے بیٹے میں پائی، ایک بھوکا اللہ کی نعمت کو صرف اپنے کھانے میں دیکھتا ہے لیکن مسلمان اللہ کی نعمت کو تربیت عالم میں پاتا ہے، اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام مسلمان حکماء اور فلاسفر ہوجائیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہو جو تمام علوم حاصل کرکے اپنی قوم کو فائدہ پہنچائے جیسا کہ عیسائیوں کے اندر ہے، دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ جمع کے صیغہ

کے ساتھ تعلیم دی ہے، جس کا مقصد اظہار حماقت ہے،

اگر مسلمان اپنی اسی جہالت پر باقی رہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد سے ان کو اتنا ہی حصہ ملے گا جتنا ایک بھوکے شخص کو ہوا سے فائدہ ہو سکتا ہے، اسی لئے جب کہ حمد کرنے والے بالکل تھوڑے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (میرے شکر گذار بندے بالکل تھوڑے ہیں،)

## ایک سوال اور اس کا جواب، اور قرآن مجید کے لئے ایک مثال،

شاید تم اعتراض کرو کہ کیوں آپ سورۂ فاتحہ کے اندر ان تمام علوم کو داخل کرتے چلے جاتے ہیں جن کی وہ متحمل نہیں ہو سکتی، تمام لوگ اس کو پڑھتے ہیں لیکن جو کچھ آپ اس کی تفسیر میں لکھ رہے ہیں اس کی طرف خیال بھی نہیں جاتا، غالباً تفسیر کو طول کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں،

میں کہتا ہوں، مہربانی کرکے پہلے ایک مثال سمجھ لو پھر میری تحریر تمھاری سمجھ میں آجائیگی، ایک کسان ہے، جو اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ بیل کو ہانکتے ہوئے کھیت جا رہا ہے، جب وہ کھیت میں پہونچا تو اس نے وہاں پر آب پاشی کے ایک انجینیر، ایک سائنس داں اور ایک فلاسفر کو دیکھا، کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ جتنے لوگ یہاں ہیں سب کی فکریں ایک ہیں، ہرگز نہیں، بیل کی فکر اس کھیت میں صرف چارہ تک محدود ہے، جس سے وہ اپنی بھوک دفع کر سکے، بچہ کچھ اس سے زیادہ ہے، وہ گھاس اور کھیت کی سبزیوں اور ان کے پھولوں اور ان کے ہوا میں ہلنے کو دیکھکر خوش ہو رہا ہے، اور کھیل رہا ہے اس بچہ کا باپ یعنی کاشتکار بچہ سے بڑھکر ہے، کیونکہ وہ اپنی کاشت اور اس سے نفع و نقصان اور آمد و خرچ کے متعلق فکر کر رہا ہے، انجینیر اس سے زیادہ ہے کیونکہ نالوں کے ذریعے عام سیرابی کی فکر کر رہا ہے، نیز یہ کہ کس نالے اور گڑھے کو کس طرح بنانا چاہئے تاکہ اس جگہ کی ساری زمین سیراب ہو کر اس کی کاشت ہلاکت سے بچ جائے، سائنس داں اس سے زیادہ ہے کیونکہ وہ عناصر کے متعلق غور و فکر کر رہا ہے، کہ کس طرح ان سے نباتات کی پیدائش ہوتی ہے، اور اس کی تحلیل

و ترکیب کر رہا ہے، نیز عناصر کے آپس کے وزنوں کو معلوم کر رہا ہے، اور کہتا ہے کہ کھیتوں کے اندر حاجت کے مطابق کھاد ڈالنی چاہئے کیونکہ کھیت کے اندر جو عنصر کم ہوتا ہے کھاد سے اوس کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے؛ حکیم ربانی ان تمام سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ سوچ رہا ہے کہ خدا کی عجیب صنعت ہے کہ عناصر ایک ہی ہیں، لیکن نباتات، ان کے مزے، اون کی بو اور اون کے پھل پھول کیوں مختلف ہوگئے، کیونکہ تمام عناصر جو نباتات وغیرہ میں پائے جاتے ہیں وہ اسی سے زیادہ نہیں، پھر یہ تمام عناصر ایک ہی مادہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ ایتھر ہے اور یہی ایثر یا ایتھر روشنی، بجلی اور حرارت وغیرہ ہو جاتا ہے، پھر جوہر فرد یعنی جزء لایتجزیٰ ذرات برقیہ (الکٹرون) سے مرکب ہوتا ہے، ان ذرات میں بعض مثبت اور بعض منفی ہوتے ہیں، پھر وہ حکیم ربانی آخر میں یہ کہتا ہے کہ ان تمام حکمتوں کے پیچھے کوئی ایسی ذات ہے جو اون کی مدبر اور منتظم ہے، ورنہ پھر کیوں ہم اس عالم کو اس قدر منظم دیکھتے ہیں، اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (بیشک آخر میں تیرے پروردگار تک منتہا ہے) اس ایک کھیت کے اندر اتنی فکریں ہو رہی ہیں، (پس سورۂ فاتحہ کے اندر بھی لوگوں کی فکروں کو اسی پر قیاس کر لو!)

سورہ فاتحہ خدا کا کلام اور کھیت اور زراعت خدا کا فعل ہے، تو جس طرح انسان کی نظریں خدا کے فعل میں مختلف ہیں اسی طرح خدا کے کلام میں مختلف ہو سکتی ہیں، مثلاً قرآن کا حافظ جو اس کے معنی کو نہیں سمجھ سکتا صرف الفاظ ہی پر قناعت کرتا ہے، وہ مثل بیل کے ہے، جس کو صرف گھاس کی فکر تھی، اور عام لوگ جو قرآن کے نغموں سے خوش ہوتے ہیں وہ اس بچہ کی طرح ہیں جو پھولوں کو دیکھکر خوش ہو رہا تھا، اور عابد جو سورہ فاتحہ سے اپنے خدا کو مخاطب کرتا اور اوس کی تعریف کرتے ہوئے قلبی جوش سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے، وہ اوس کاشتکار کے مثل ہے جو اپنے کھیت کی آمد و خرچ کی فکر میں تھا، اور مفسر قرآن جو قرآن کے عام مطالب کی تفسیر کرتا ہے، وہ انجینیر کی طرح ہے جس کی فکر عام کھیتوں کے متعلق تھی، اور وہ مفسر جو عالم علوی اور عالم سفلی، اون کے نظام اور اون کے عجائبات اور ہر فن کو جانتے ہوئے قرآن کی تفسیر کرتا اور اپنی تفسیر میں

ان عجائبات کو تحریر کرنا چاہتا ہے، وہ اس سائنس داں کے مثل ہے جس کی فکر زراعت کے نظام اور اس کے عناصر کی ترکیب میں تھی، اور وہ شخص جو تمام علوم کو جانتے ہوئے اپنی قوم کو ان علوم کی طرف توجہ دلاتا ہے تاکہ ان کی مدنیت کامل ہو جائے، اور اپنے شہروں اور ملکوں کی حفاظت کر سکیں، اور غیر اقوام کی امداد سے بالکل بے نیاز ہو جائیں، بلکہ دوسری قومیں اون کی محتاج ہوں، اور اون کو ہر قسم کی صنعت اور فنون میں کمال حاصل ہو جائے، یہ شخص اوس حکیم ربانی کے مثل ہے جو کھیت کے اندر اپنے علم و حکمت کی وجہ سے خدا تک پہونچ گیا تھا،

اسی مثال سے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مطلب سمجھ سکتے ہو، یقال لصاحب القرآن اقرء وارق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا، صاحب قرآن کو کہا جائیگا کہ پڑھو اور آگے بڑھو اور خوش الحانی سے پڑھو جیسا کہ دنیا میں پڑھتے تھے، اس حدیث کا ظاہر مطلب تو لوگوں کو معلوم ہے لیکن حقیقت وہی ہے جس کو ہم نے ذکر کیا،

دوسری مثال میں وہ بڑا عالم جو اپنی قوم کو علوم اور صناعات کی معرفت کی طرف توجہ دلاتا رہا تاکہ ان کا شمار بھی ترقی یافتہ قوموں میں ہو جائے، اور پہلی مثال کے اندر وہ حکیم ربانی جس نے خلقت کے اسرار کو اپنی طاقت کے مطابق حل کر لیا، یہی دونوں اولیاء اللہ اور اُس کے اور اُس کے نبی کے زمین پر خلیفہ ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو اعلیٰ جنت میں ہوں گے جیسا کہ حدیث میں ہے وعلیون لاولی الالباب لہذا جنت کی کنجی معارف ہے اور سورۂ فاتحہ معارف کی کنجی ہے، اس کو صرف عالم ہی سمجھ سکتے ہیں، یہاں تک میں نے عالم کے متعلق بحث کی ہے، جس کی تربیت خدائے تعالیٰ کرتا ہے، تم کو معلوم ہے کہ تربیت کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، رحمت اور شدت، اگر رحمت ہو اور شدت نہ ہو تو تربیت ناقص ہو گی، اللہ تعالیٰ نے ماں کے اندر رحمت اور باپ کے اندر سختی پیدا کر دی ہے، لہذا انہی دونوں کے میل جول سے بچہ کی صحیح تربیت ہوتی ہے، اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو تو تربیت ناقص ہو گی، بس یہی اصول اس دنیا کی

تربیت میں بھی ہے، رحمت کی طرف اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے اشارہ کیا اور شدت کی طرف مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ
سے اشارہ ہے یعنی خدائے تعالیٰ جزا کے دن کا مالک ہے، رحمت کو تو تم نے معلوم کر لیا، لیکن جزا تو وہ
اعمال کے تابع ہے، دنیا کے اندر دیکھتے ہیں کہ حکومتوں نے جزا وسزا کے لئے عدالتیں بنا رکھی ہیں، اور قید خانے ۱۱
بنا دیئے ہیں، اور لوگوں کے لئے مختلف قوانین اور حدود بنا دیئے گئے ہیں، چونکہ اس قانون بشری کے اندر
خلل واقع ہو سکتا ہے، اور صحیح طور پر انصاف ناممکن ہے، لہذا صحیح انصاف پانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے
قیامت کا دن مقرر کیا، تاکہ ہر انسان اپنے اعمال کا صحیح بدلہ پائے پس خدائے تعالیٰ تمام امور کا مالک ہے
مطیع اور فرماں بردار کو ثواب عطا کرتا اور عاصی گنہگار کو سزا دیتا ہے، یہ ثواب وعقاب یا تو صرف دنیا یا صرف
آخرت میں یا دونوں جگہ عطا کرے گا،

خدائے تعالیٰ کے یہ صفات کہ وہ مربی عالم، اور رحیم اور جزا کے دن کا مالک ہے، پڑھنے والے کے دل
کو خدا کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں، لہذا وہ تمام تعریفیں جو کسی محسن کے لئے کی جاتی ہیں حقیقت میں خدا ہی کی طرف
رجوع کرتی ہیں، کیونکہ حقیقی محسن وہی ہے، جب تمام تعریفیں خدا کے لئے مختص ہیں تو پڑھنے والا عبادت کو بھی خدا
ہی کے لئے مختص کرتا ہے گویا کہتا ہے کہ اے وہ ذات جو ان صفات کے ساتھ متصف ہے (اِیَّاکَ نَعْبُدُ)
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یعنی عبادت کو تیرے ہی لئے مخصوص سمجھتے ہیں، خلاصہ یہ کہ سورۂ فاتحہ کا نصف اول
پڑھنے والے کے قلب میں صفات ربوبیت کو حاضر کر دیتا ہے، جب خدا کی عظمت اس کے دل پر اچھی طرح
حاوی ہو جاتی ہے تو اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ گویا وہ شخص اللہ تعالیٰ کو پورے جلال کے ساتھ اپنے سامنے
دیکھ رہا ہے، اسی وجہ سے اس کو مخاطب کرتا ہے، کہ اے خدا عبادت تیرے ہی لئے مختص ہے، اسی کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعبد اللہ کانک تراہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے
ہو، انسان جب خدا کے نزدیک اس درجہ کو پہونچ جاتا ہے تو اب صرف سوال اور طلب باقی رہتا ہے، اسی
لئے وہ کہتا ہے (اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں) اپنے تمام دنیوی اور اخروی امور میں، مثلاً صحت

دولت، مال، اولاد، ضرورتیں، اور اے عبادت، وغیرہ، گویا وہ کہتا ہے کہ اے خدا ہم تیری عبادت کرتے ہیں، مگر بغیر تیری مدد کے ہم اس عبادت پر قدرت نہیں رکھتے جب بندے نے اللہ سے مدد چاہی تو گویا اوس کو کہا گیا کس چیز میں تم مدد چاہتے ہو تب وہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (ہم کو سیدھا راستہ دکھلا دے) ہدایت کی چند قسمیں ہیں، اول ہدایت غریزی جس سے حیوان اپنے تمام امور میں ہدایت پاتے ہیں، دوم عقلا کی ہدایت اولی جس سے وہ حسن وقبح میں تمیز کرتے اور تمام بدیہیات کو پہچانتے ہیں، سوم معرفت علوم کی ہدایت جس سے وہ تمام علوم کو پہچانتے اور نفع حاصل کرتے ہیں، چہارم ملکہ راسخہ جس سے وہ تمام علوم کو مستحضر کرنے اور اس میں تصرف کرنے کی قوت رکھتے ہیں، اسی قسم میں الہام اور انبیا کی وحی وغیرہ داخل ہیں، آیت کے اندر ہدایت سے یہ چاروں قسمیں مراد ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے راستہ کو بیان فرمایا صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا) یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہداء، اور صالحین کا راستہ، غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں کا نہیں جن پر تیرا غضب نازل ہوا) یہ یہود ہیں، وَلَا الضَّالِّينَ (اور جو گمراہ ہوگئے) یہ لوگ نصاریٰ ہیں، صراط مستقیم سے مراد طریق اعتدال بھی ہوسکتا ہے، اور طریق اعتدال سے مراد علوم الاخلاق میں مندرجہ ذیل چیزیں ہیں،

**عفت**، یہ شہوت، فسق، فجور، اور جمود، بخل، امساک کے درمیان ہے،

**شجاعت**، یہ چیز تہور، طیش، ظلم، اور بزدلی، خوف، گھبراہٹ، اور غم کے مابین ہے،

**حکمت**، یہ چیز جہالت، غباوت، کند ذہنی، اور مکر، دھوکہ، حیلہ وغیرہ کے بیچ میں ہے،

**عدل**، ان تمام امور کے درمیان مساوات کا نام ہے،

عالموں نے ان چاروں کی پھر بہت سی شاخیں نکالی ہیں جو سو سے بھی زیادہ ہیں، اور یہ تمام صراط مستقیم میں داخل ہیں، مسلمان بھی اپنے دین میں افراط وتفریط کے وسط میں ہیں، مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور اون کی بزرگی پر اعتقاد رکھتے ہیں لیکن یہودی قوم عیسیٰ علیہ السلام کو زانیہ عورت کا بیٹا کہتی ہے، اسی وجہ سے اللہ کا غضب
ان پر نازل ہوا، اسی طرح عیسائی قوم اپنے اعتقاد میں حد سے تجاوز کر گئی، کیونکہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا ۱۷

بیشک کہتے ہیں، لہذا یہ لوگ گمراہ ہوگئے، پس مسلمانوں کا اعتقاد صراط مستقیم ہے، یہودیوں کا اعتقاد تفریط عیسائیوں کا اعتقاد افراط ہے، ہم نے پہلے کہا ہے کہ حکمت وسط اعتدال ہے پس حد سے نہیں بڑھنا چاہئے، جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں، اور نہ جمود و انکار ہو جیسا کہ یہود کہتے ہیں، صراط مستقیم کی تفسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً وارد ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ قول غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ، اَلَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے بدل واقع ہے،

نعمت یا تو مال ہے یا دوست، اولاد، قرابت وغیرہ یا صحت بدن یا حکمت عقل وغیرہ، ہر نعمت اپنے مابعد کے لئے مقدمہ ہوتی ہے، پس اعلیٰ نعمت عقل و حکمت ہے، اور ادنیٰ نعمت مال ہے جس کا ان تین نعمتوں یعنی اہل و عیال صحت اور عقل کی حفاظت کے لئے ہونا ضروری ہے، یہاں پر نعمت سے مقصود اعلیٰ نعمت ہی،

بعض لوگ انعام پانے والوں سے مراد انبیاء اور اُن کے اور مغضوب علیہم سے مراد گمراہ اور جاہل لوگوں کو لیتے ہیں،

لیکن حقیقت میں انعام پانے والوں سے مراد انبیاء اور اون کے وارث اور وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی ہدایت اور ارشاد میں مصروف رہتے ہیں، اور قوم کو اچھی باتوں کا حکم کرتے اور بری باتوں سے روکتے ہیں، حکمت نام ہے اللہ کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کا، پس یہ لوگ نظام عالم اور خالق کی حکمت کو پہچانتے اور اپنی قوم کو سعادت کی طرف لیجاتے ہیں، لہذا ان لوگوں کو دوبارہ اجر ملے گا، دنیا میں ان کی تعریف ہوگی، لوگ ان کی طرف مائل ہوں گے، اور ان کی عزت کریں گے اور آخرت کا ثواب تو موجود ہی ہے،

میں اس جگہ دو مثالیں بیان کروں گا، اول تو وہ جو قرآن مجید میں سورہ صافات کے اندر ہے، وہاں پر اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم والوں کے ذکر سے ابتدا کی ہے، چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ اس کے بعد اون پر حجت قائم کی، وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ یعنی ہم نے اون کے اندر ڈرانے والوں کو بھیجا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک ایک نبی کی تعریف بیان کی، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا، سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ (عالم میں نوحؑ پر سلام ہو) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام

کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا، سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (ابراہیم پر سلام ہو ہم محسنوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں،) پھر موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو ہم محسنوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں) پھر الیاس علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ پھر لوط اور یونس علیہما السلام کا ذکر کرتے ہوئے سورہ کو یوں ختم فرمایا سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (یعنی تمہارا پروردگار پاک و صاف ہے، پیغمبروں پر سلام ہو اور سب تعریف خدا کے لئے ہے جو پروردگار عالم ہے) غور کرو کس طرح اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی تعریف کی اور جن کا عزم قوی اور مصیبت زیادہ تھی، اون کے متعلق فرمایا کہ ہم نے اون کا ذکر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا، گویا خدائے تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کی تعریف پچھلے لوگوں میں باقی رکھتا ہے،

یہی چیز مسلمانوں میں ہونی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم کو تعلیم دے رہا ہے کہ ہم صاحب فضل کی فضیلت، عالموں کے علم اور حکماء کی حکمتوں کا اعلان کریں اور ان کی تعریفیں کریں، تاکہ ان کے بعد والے ان کی اتباع کریں جیسا کہ آج مغربی قوم کرتی ہے، کہ علم والے کے علم کا چرچا تمام اطراف میں پھیلا دیتی ہے، اگرچہ وہ شخص کیسا ہی بدخلق اور بد اطوار کیوں نہ ہو، تاکہ دوسرے اون کی اتباع کریں شاید تم یہ خیال کرو کہ کہاں سورہ فاتحہ اور کہاں سورہ صافات؟ میں کہتا ہوں کہ سورۂ فاتحہ کا نام ام الکتاب ہے، اور جن پر خدا کا انعام اور جن پر غضب ہوا ان کا ذکر قرآن میں وارد ہوا ہے، تو کیا یہ ذکر بغیر کسی فائدے کے ہے، اور محض بطور حکایت ذکر کر دیا گیا ہے؟ ہرگز نہیں منعم علیہم کی تعریفیں اور مغضوب علیہم کی مذمتیں بیان کی گئی ہیں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن کی اتباع کریں، پس جس طرح قرآن مجید صاحب فضل کی فضیلتوں کا اعلان کر رہا ہے، ہم کو بھی اسی طرح اعلان کرنا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ ہم کو یہ حکم کیوں دے رہا ہے، وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ کیا یہ صاف حکم نہیں ہے، کہ ہم اپنے صاحب فضل کی فضیلتوں اور محسنوں کے احسان کا اعلان کریں، لہذا تمام

مسلمانوں کو اس کے لئے تیار رہنا چاہئے، منعم علیہم کی پہلی مثال ختم ہوئی،

دوسری مثال وہ ہے جس کو ہم نے قدیم یونانیوں کی کتابوں میں پڑھا ہے، وہ یہ ہے کہ سولون حکیم جو ۶۳۸ ق م میں پیدا ہوکر ۵۵۹ ق م مرگیا، جب اپنی قوم سے ناخوش ہوکر ایتھنز سے نکل گیا تو بادشاہ کریسوس نے اس کو بلا بھیجا، جب یہ حکیم بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے پوچھا تمھاری نظر میں سب سے زیادہ نیک اور سعادت مند کون ہے؟ حکیم نے کہا "بادشاہ طیلوس، کیونکہ وہ ایتھنز والوں کو بہت محبوب تھا، اور ان کو نعمتیں دیا کرتا تھا، جب وہ مرگیا تو تمام باشندے بہت مغموم ہوئے تھے" بادشاہ کریسوس یہ بات سن کر بہت متعجب ہوا پھر بادشاہ نے پوچھا "اس کے بعد کون؟" حکیم نے جواب دیا "دونوں بھائی جو بہادر تھے، انھوں نے اپنی والدہ کی بڑی تعظیم کی، وہ روزانہ صبح کے وقت معبد میں جاتی تھی، ایک روز یہ اتفاق ہوا کہ کوئی گاڑیبان نہ ملا تب یہ دونوں بھائی بیل کے بجائے خود گاڑی کھینچکر معبد تک لے گئے، ماں نے خوش ہوکر دونوں کو دعا دی، پھر یہ دونوں اچھی طرح زندگی بسر کرنے لگے، اور تمام لوگوں کے محبوب ہوگئے، جب یہ دونوں مرگئے تو ایتھنز والے بہت مغموم ہوئے" کریسوس نے پوچھا "اے حکیم کیا تم مجھ کو نیک نہیں سمجھتے" حکیم نے کہا "اکثر لوگوں سے آپ بھی اچھے ہیں، لیکن انجام کا انتظار کیجئے" حکیم کے اس جواب سے بادشاہ بہت غصہ ہوگیا، اور اوس کو وہاں سے نکال دیا، پھر بادشاہ کریسوس اور کسی عجمی بادشاہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی، اس جنگ میں کریسوس گرفتار ہوگیا، آخر عجمی بادشاہ نے اس کو زندہ جلانے کا حکم دیا، آگ سلگائی گئی، یہ دیکھکر کریسوس زور سے چیخا "سولون سولون!!" عجمی بادشاہ فیروز نے اس کی وجہ پوچھی تب کریسوس نے وہ قصہ بیان کیا، اس کو سنکر فیروز کا قلب نرم ہوگیا، اور کریسوس کو انعام و اکرام دیکر رخصت کردیا،

میں نے یہ مثال اس لئے ذکر کی ہے تاکہ مسلمان سمجھ لیں کہ وہ لوگ جن پر خدا نے انعام کیا ہے اون کی ہر جگہ مدحیں اور تعریفیں ہوتی ہیں، غور کرو حکیم سولون کس طرح کہتا ہے کہ بادشاہ طیلوس سعید ہے، کیونکہ اس کے مرنے کے بعد لوگ بہت مغموم ہوئے تھے، اور وہ دونوں بھائی سعید تھے کیونکہ اپنی ماں اور قوم

کے ساتھ بہت احسان کیا تھا، اور جب مرے تو تمام لوگ مغموم ہوئے، کیونکہ محسن لوگ ہمیشہ محبوب ہوتے ہیں، اور شریف نفوس کی روشنی ضرور زمین پر چمکتی ہے، یہ نفوسِ عالیہ دنیا میں اسی لئے پیدا ہوئے ہیں، کہ دنیا والوں کی حفاظت اور اون کی خدمت کریں، جب یہ لوگ اس چیز کو ادا کر دیتے ہیں جس کے لئے یہ پیدا کئے گئے تو تمام عالم میں اون کی شہرت ہو جاتی ہے، اور ہر جگہ اون کی تعریفیں اور مدحیں ہونے لگتی ہیں، علم و حکمت بھی کیا ہی بہتر چیزیں ہیں،

## سُورۂ فاتحہ اُمّ القرآن ہے

سورۂ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں، مثلاً فاتحۃ الکتاب، سورۂ الحمد، ام القرآن، ام الکتاب، سبع مثانی، کیونکہ ہر نماز میں مکرر پڑھی جاتی ہے، وافیہ، کافیہ پڑھنے والے کو تعجب ہوگا کہ اس کا نام ام القرآن (قرآن کی ماں) ام الکتاب، اور کافیہ، وافیہ کیوں ہے، ناظرین! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ چیز جو ہمیشہ انسان کی زبان پر رہتی، اور جس کو جاہل اور عالم ہمیشہ پڑھتے رہتے ہیں اس کا شمار ان چیزوں میں ہو جاتا ہے جن کی کچھ حقیقت ہی نہیں جیسا کہ جاہلوں کے نزدیک آنکھ، کان، عقل اور جسم وغیرہ ہیں، پس عام لوگ جب اجسام نہریں اور آسمان زمین وغیرہ دیکھتے ہیں تو اون کو ان کے اندر کچھ عجائب وغرائب نہیں معلوم ہوتے کیونکہ یہ چیزیں اون کے سامنے بالکل کھلی ہوئی اور ہر دم موجود رہتی ہیں، جیسا کہ عالم کی اپنے وطن میں قدر نہیں ہوتی، اسی طرح سورۂ فاتحہ ہے کہ اس کو مشرق و مغرب کے تمام مسلمان ہر وقت پڑھتے ہیں، لیکن اس کے عجائب وغرائب کو کچھ نہیں سمجھتے یہی وجہ ہے کہ انگریزوں نے ہم کو کچل ڈالا، اور ہمارے سیاہ و سپید کے مالک ہو گئے، لیکن پھر بھی ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں،

علما ہی وہ لوگ ہیں جو کسی چیز کے اسرار کو سمجھ سکتے ہیں، عالم نباتات اور عالم طب ہی نباتات اور اجسام کے اسرار کو سمجھیں گے سورۂ فاتحہ کے اندر وہ تمام علوم موجود ہیں جو پورے قرآن مجید میں مندرج ہیں، وہ علوم جن کا بیان قرآن مجید میں ہے، دس علوم ہیں، جیسا کہ علامہ غزالی فرماتے ہیں پھر ہر علم کے ماتحت بے شمار

علوم داخل ہیں، اوّل اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت، دوم اوس کی صفات کی معرفت، سوم وہ خالقِ عالم ہے، چہارم جنت، جہنم، ثواب وعقاب وغیرہ کا علم، پنجم وششم صراطِ مستقیم کا ذکر یعنی بد اخلاقی اور رزائل کا ترک اور فضائل اعمال کے ساتھ اتصاف ہفتم منعم علیہم کا ذکر اور اون کی مدح ہشتم ظالموں، سرکشوں اور کافروں کا ذکر نہم کافروں کے ساتھ محبت کا ذکر، دہم حدود واحکام کا ذکر، یہی وہ عام علوم ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں وارد ہے، امام غزالی کی رائے کے مطابق ان دس علموں میں سے آٹھ علم کا ذکر سورہ فاتحہ کے اندر ہے،

اوّل بِسْمِ اللّٰهِ کے اندر اللہ کی ذات، دوم اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں صفات کا ذکر، کیونکہ رحمت اور ملک، قدرت، ارادہ، اور علم کو شامل ہیں، سوم علم الافعال، یہ وہی علم ہے جس کی طرف رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کی تفسیر کے تحت اشارہ ہو چکا ہے، میں نے وہاں ذکر کیا ہے کہ عالم کی دو قسمیں ہیں علوی اور سفلی، پھر ان دونوں کے ماتحت بے شمار علوم داخل ہیں، کیونکہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں، میں اس جگہ صرف یہ زیادہ کرتا ہوں کہ علوم ریاضی، اور علوم طبعی جو تربیت عالمین میں داخل ہیں ان دونوں کے ماتحت بے شمار صنعتیں داخل ہیں مثلاً علم بنکامات (زمانہ یا وقت کے قیاس کرنے کے آلات جیسے گھڑی وغیرہ) علم جر اثقال جیسے ریل وغیرہ، پانی نکالنے کا علم، آلات جنگ کا علم مثلاً توپ، بندوق، گیس جو غافل قوموں کو ہشیار کرنے والی چیز ہے، علم المرایا، الحبنیہ، علم المناظر، علم مرکز اثقال، علم پیمائش، علم طب اور زراعت وغیرہ، یہ تمام صنعتیں جو اب تک موجود ہو چکی ہیں اور جو بعد میں موجود ہوں گی انھیں موجودات عالم کی طرف رجوع کرتی ہیں، جب ہم بڑھئی لوہار، شیشہ گر، جوہری اور صرّاف وغیرہ کو دیکھتے ہیں تو اون کی صنعتیں بھی موجوداتِ عالم میں کسی موجود کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں، مثلاً بڑھئی کی صنعت علم نباتات کے تابع ہے، کیونکہ اوس کا عمل لکڑی میں ہوتا ہے، لوہار کی صنعت علم معدنیات کے تحت ہے کیونکہ اوس کا عمل لوہے میں ہوتا ہے، اسی طرح شیشہ گر کی صنعت بھی علم معدنیات کے تابع ہے، کیونکہ اس کا عمل شیشہ میں ہوتا ہے جو ریت و معدنیاتی چیزوں کو مخلوط کر کے بنایا جاتا ہے، چہارم ذکر معاد، اسی میں جنت، دوزخ، اور ثواب وعقاب وغیرہ داخل ہیں، یہ تمام مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے سمجھ میں آتے ہیں، پنجم وششم صراط مستقیم اسکی

دو قسمیں ہیں، اوّل فسق و فجور، و رگمراہی کا ترک، دوم اخلاق فاضلہ اور طاعات کے ساتھ متصف ہونا، ہفتم انبیاء، صالحین، مومنین اور نیک لوگوں کے قصے، یہ تمام اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں داخل ہیں، ہشتم مغضوب اور گمراہ لوگوں کے واقعات جو غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ میں داخل ہیں قرآن مجید کے اندر ان لوگوں کے قصے اور ان کے وہ اعمال جن کی وجہ سے ان پر عذاب اور ملامت نازل ہوئی، بہت زیادہ مذکور ہیں، یہی وہ تمام علوم ہیں جو قرآن مجید کے اندر بیان کئے گئے ہیں، اور ان تمام کو سورہ فاتحہ شامل ہے، پس اگر سورۂ فاتحہ کا نام اُمّ القرآن وغیرہ رکھدیا گیا تو اس میں کوئی حرج ہے؟ بلکہ سورہ فاتحہ اس کی مستحق ہے، افسوس مسلمانوں کی حالت پر جتنا بھی تعجب کرو کم ہے، قرآن حکیم آفتاب کی روشنی کے مشابہ ہے، جس طرح یہ روشنی سطح زمین یا کسی جسم قابل پر منعکس ہوتی ہے اور غیر قابل جسم پر منعکس نہیں ہوتی، مثلاً ہوا، کیونکہ ہوا پر آفتاب کی روشنی نہیں ٹھہر سکتی، اسی وجہ سے چڑیا اس روشنی کو فضا کے اندر نہیں دیکھتی بلکہ زمین یا کسی جسم پر دیکھتی ہے، اسی طرح قرآن مجید سے کہ علم و حکمت سے خالی دل اس کے معانی و مطالب کو نہیں سمجھ سکتے، حالانکہ صبح و شام اس کو پڑھتے رہتے ہیں، لیکن جس کا قلب علم و حکمت سے بھرا ہوا ہے وہ قرآن کو کما حقہ سمجھ سکتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے اندر قرآن کے مقصد ظاہر ہونے کا یہی زمانہ ہے،

اب قرآنی علوم میں صرف دو علوم باقی رہ گئے، اوّل محاجہ کفار، اسی میں توحید داخل ہے، دوم علم فقہ، جس کا مقصد قوم کے اجتماعی نظام کی حفاظت ہے، عقائد اور اجتماعی نظام کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کو ان دونوں علموں کی ضرورت پڑی، اسی سے ہم کو معلوم ہو سکتا ہے کہ علم ذات، علم صفات اور وہ تمام علوم اور صنعتیں جو آج انسان کو معلوم ہیں، علم فقہ اور علم توحید پر مقدم ہیں، مسلمانوں کو آج اللہ کی معرفت اور مغربی قوموں کی مزاحمت کے لئے کائنات کی معرفت نہایت ضروری ہے، اور کائنات کی معرفت فقہ اور علم توحید سے زیادہ اہم ہے، یہ تمام علوم مسلمانوں کے لئے فرض کفایہ ہیں، خلاصہ یہ کہ سورۂ فاتحہ کے اندر تمام علوم کا بیان ہے لیکن فقہ اور توحید سورۂ فاتحہ کے اندر واضح طور پر نہیں ظاہر ہوئے، لہذا مسلمانوں کو علوم کائنات کے اندر زیادہ کمال حاصل کرنا چاہئے،

کیونکہ قرآن مجید نے عموماً اور سورۂ فاتحہ نے خصوصاً ان علوم کی طرف زیادہ توجہ کی ہے، کیونکہ یہ تمام علوم ربّ العٰلمین کے اندر داخل ہیں،

جب تم کسی قائل سے سنو کہ قرآن کا راز فاتحہ اور فاتحہ کا راز بِسْمِ اللّٰہ میں موجود ہے، اور اس حدیث کو پڑھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی صحابی سے فرمایا کیا میں تم کو ایک ایسی سورہ بتاؤں جس کے مثل نہ توریت میں ہے نہ انجیل میں، نہ قرآن میں، اور یہ سورۂ فاتحہ ہے، پھر تم مذکورۂ بالا تحریر کو بغور پڑھو تو تمہارے نزدیک تمام راز ظاہر ہو جائیں گے، اور فاتحہ کی عظمت ظاہر ہوگی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو اچھی طرح سمجھو گے کہ انما القرآن العظیم (سورہ فاتحہ قرآن عظیم ہے) اور اس قائل کا قول بھی سمجھ میں آجائے گا، جس نے کہا تھا کہ قرآن کا راز سورۂ فاتحہ اور فاتحہ کا راز بِسْمِ اللّٰہ ہے، اسی طریقہ سے تم کو قرآن مجید سمجھنا چاہئے، لیکن یہ یاد رکھو کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ ہمارے علم کا ایک تھوڑا سا حصہ ہے، اور ہم کو جو علم ہے، وہ عالموں کے علم کا ایک ذرہ ہے، اور یہ عالموں کا علم خدائے تعالیٰ کے علم کا ایک ذرہ ہے، لہذا نبوت اور اس کی حکمت پر تعجب کرو، میری اس تحریر نے تمہارے لئے ایک ایسا دروازہ کھول دیا ہے کہ جس سے سورہ فاتحہ کی عظمت کے راز تک پہونچ سکتے ہو، وہ راز یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات آیتیں ہیں جو چھ ہزار آیتوں کے معنی کو شامل ہیں، اور پورے قرآن میں تقریباً چھ ہزار آیتیں ہیں، امام غزالی کی تو یہی رائے ہے کہ فقہ اور توحید فاتحہ کے اندر داخل نہیں لیکن میرے خیال میں اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے ماتحت یہ دونوں علم سورۂ فاتحہ کے اندر داخل ہو سکتے ہیں، میری اس تحریر کو بغور پڑھو، وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

## بلیغوں اور اصحاب معلقات کے فاتحوں کے ساتھ قرآن مجید کے فاتحہ کا موازنہ

سورۂ فاتحہ کے اندر کتنے علوم ہیں اور اس میں کیا کیا حکمتیں ہیں ان تمام کو میں نے تحریر کر دیا، اس وقت تھوڑا سا اس کی بلاغت کے متعلق تحریر کروں گا، تاکہ عقلمندوں کے لئے بصیرت ہو، میں نے علمی بحث کو مقدم کیا

کیونکہ وہ عام اور اہم ہے، اور وہ چیز مسلمانوں کو ترقی کی طرف لیجانے والی ہے، اور ہم کو اس کی سخت ضرورت ہے،
میری آیندہ تحریر میں غور کرو لیکن تقلید سے بچو، تمھاری نظر عقلی ہونا چاہیے، میں اس وقت تمھارے سامنے
شاعروں کے اقوال و فواتح معلقات اور فاتحوں کو پیش کرتا ہوں تاکہ تم اپنے ذہن کی صفائی اور اپنے عقل کی روشنی
سے ان شاعروں کے اقوال و فواتح معلقات اور فاتحۃ الکتاب کے درمیان موازنہ کرلو پھر تم کو کلام وحی اور
کلام شعرا کے درمیان اچھی طرح فرق معلوم ہو جائیگا، میں جن شعرا کے کلام کو نقل کروں گا وہ کوئی معمولی شاعر
نہ تھے، بلکہ بازار عکاظ اور ذی المجنۃ اور ذو المجاز میں اون کی بڑی عزت کی جاتی تھی، یہ لوگ اپنے شعر سے
شریف کو رذیل اور رذیل کو شریف کر دیتے تھے،

وحی کی ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ وحی زیادہ تر امور عام اور کلیات بیان کرتی اور جزئیات اور
حقیر مقاصد سے بالکل علیحدہ رہتی ہے لیکن شعرا کے کلام حقیر مقاصد سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، تمھارے سامنے
امراء القیس کے قصیدہ معلقہ کے شروع کو پیش کرتا ہوں جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ میں اپنی محبوبہ اور اس کے
مکان پر روتا ہوں جو مکان ان چار بستیوں دخول، حومل، توضح اور مقراۃ کے بیچ میں ایک ٹیلہ پر
تھا، کہتا ہے،

قفا نبك من ذكرى حبيب ومنزل بسقط اللوى بين الدخول فحومل
فتوضح فالمقراة لم يعف رسمها لما نسجتها من جنوب وشمال

اور طرفہ بن عبد بن سفیان اپنے قصیدہ کی ابتدا میں یہ کہتا ہے، کہ میری محبوبہ خولہ کی کوئی علامت نہیں باقی
رہی صرف اس کے برباد شدہ مکان کے آثار باقی ہیں، جیسا کہ گودنے کا اثر ظاہر ہاتھ میں باقی رہتا ہے اور یہ آثار
برقۃ ثہمد میں واقع ہیں، کہتا ہے،

لخولة اطلال ببرقة ثهمد يلوح كباقي الوشم في ظاهر اليد

اور زہیر بن ابی سلمی اپنے قصیدہ کے فاتحہ میں کہتا ہے کہ کیا میری محبوبہ ام اوفی کے مکان کے آثار جو دراج

اور تشکّم میں واقع تھے، باقی ہیں، کہ سوال کرنے سے جواب نہیں دیتے" چنانچہ کہتا ہے،

امن ام اوفی دمنة لم تکلم بحومانة الدراج فالمتثلم

اور لبید بن ربیعہ عامری طبقہ ثانیہ کا جاہلی شاعر اپنے قصیدہ کے شروع میں کہتا ہے کہ "میری محبوبہ جس مکان میں ٹھہری تھی اس کے آثار بالکل مٹ گئے، اور غول اور رجام جن کے بیچ میں وہ مکان تھا، وحشیوں کی جگہ ہو گئے" چنانچہ کہتا ہے،

عفت الدیار محلها فمقامها بمنی تابد غولها فرجامها

اور عمرو بن کلثوم اپنے قصیدہ کی ابتدا میں اپنی لونڈی سے کہتا ہے، کہ "اپنی نیند سے ہوشیار ہو اور مجھ کو اپنے بڑے پیالے میں بھر کر شراب پلا، اور مقام اندرین کی شراب میں سے کچھ بھی نہیں باقی نہ رکھ" کہتا ہے؛

الا هبی بصحنك فاصبحینا ولا تبقی خمور الاندرینا

اور عنترہ بن شداد عبسی اپنے قصیدہ میں کہتا ہے "کیا شاعر نے شعر کے کسی فن کو باقی رکھا ہے، جس کو انہوں نے استعمال نہ کیا ہو، پھر کہتا ہے میں نے اپنی محبوبہ کے مکان کو طویل زمانہ گذر جانے کی وجہ سے بہت دیر کے بعد پہچانا" اس کا شعر یہ ہے،

هل غادر الشعراء من متردم ام هل عرفت الدار بعد توهم

اور حارث بن حلزہ یشکری اپنے قصیدہ میں کہتا ہے جس کو اس نے بادشاہ عمرو بن ہند کے سامنے پڑھا تھا کہ "جب اسماء نے اپنی جدائی کے وقت سے مجھ کو آگاہ کیا، تو مجھ کو بہت شاق گذرا، حالانکہ بعض دوستوں کی زیادہ قربت سے بعض آدمی بیزار ہو جاتے ہیں لیکن اسماء کی قربت سے میں کبھی بیزار نہیں ہوا، کہتا ہے،

آذنتنا ببینها اسماء رب ثاو یمل منه الثواء

نابغہ ذبیانی اپنے قصیدہ میں کہتا ہے کہ "میری محبوبہ میہ کا مکان جو بلند ٹیلہ پر تھا، وہ مکان میری محبوبہ کے چلے جانے اور زمانہ کے دست برد سے بالکل ویران ہو گیا ہے، اور شاعر اس پر افسوس کرتا ہے چنانچہ

کہتا ہے،

یا دار میّۃ بالعلیاء فالسند اقوت وطال علیہا سالف الامد

اعشیٰ میمون بن قیس اپنے قصیدہ کے شروع میں یہ کہتا ہے کہ "میں رات بھر جاگتا رہا، میری پلکیں تھوڑی دیر کے لئے بھی بند نہیں ہوئیں، گویا آنکھیں آئی ہوئی تھیں، جس طرح سانپ کا کاٹا ہوا شخص نہیں سوتا، اور رات بھر درد سے جاگتا رہتا ہے" اس کا شعر یہ ہے،

الم تغتمض عیناک لیلۃ ارمدا وبت کما بات السلیم مسھدا

اسی طرح عَبید بن ابرص جو دوسو بیس سال تک زندہ رہا، اپنے قصیدہ کو اس طرح شروع کرتا ہے "مقام دفین اور ذروہ اور ذیال بھی میری محبوبہ کے منازل تھے، جن کے آثار ابھی تک کچھ کچھ باقی ہیں، اور یہ آثار میری گذشتہ زندگی کی عیش عشرت کو یاد دلاتے ہیں" شعر یہ ہے،

لیس رسم علی الدفین ببالی فلوی ذروۃ فجنبی ذیال

میں نے دس مشہور شاعروں کے قصیدوں کے فاتحے اس جگہ تحریر کئے ہیں، کیا ان کے فاتحوں میں آثار دیار، فراق محبوبہ اور حسرتوں کے سوا کچھ ہے، ان تمام فاتحوں کی عبارتیں گو مختلف ہیں لیکن معنی میں تقریباً سب متحد ہیں، کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ معانی جن کو شاعروں نے اپنے فاتحوں میں بیان کیا ہے، انسانیت کیلئے کچھ بھی مفید ہیں، کیا یہ معنی کسی انسان کو ترقی کی طرف پہونچا سکتے ہیں، ہرگز نہیں، یہ چند محدود کلمے ہیں جن کے اندر دور از کار معنی پائے جاتے ہیں، جن کو ایک نوجوان اپنی نوجوانی میں کہہ سکتا ہے، لیکن بڑھاپے میں یہ حالتیں باقی نہیں رہتیں، ان تمام باتوں کو شاعر محض رسمی اور تکلفی طور پر کہتا تھا، ان میں کچھ بھی حقیقت نہیں ہوتی تھی، جب کہ تمام عرب اس قسم کی لغو باتوں میں مصروف تھا، تو قرآن نے دفعۃً آکر ان کو کہا کہ یہ کیا کرتے ہو، اپنے خدا کے نام کے ساتھ جو رحمٰن ورحیم ہے تبرک حاصل کرو اور بے کار باتوں کے اندر اپنی ذات کو مصروف نہ رکھو، بلکہ اس خدا کی حمد کرو جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے، اور اسی سے ہدایت طلب کرو،

مسلمانو! قرآن مجید کے اندر بلاغت کے پہچاننے کا یہی طریقہ ہے، اور اسی سے قرآن کے کلام اور عربوں کے کلام میں فرق معلوم کرسکتے ہو، قرآن مجید کی سورتوں کی ابتدا اور قصائد جاہلیت کی ابتدا میں غور کرو، قرآن حکیم تو کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور جاہلیت کے شاعر کہتے ہیں میری محبوبہ اور اس کا مکان ایسا ویسا ہے، یہ میں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا، اسی وجہ سے عرب کے بڑے بڑے فصیح قرآن کی تعظیم پر مجبور ہوئے اور اونکو کہنا پڑا کہ یہ انسان کا کلام نہیں،

کیا تم نے وہ واقعہ نہیں سنا کہ ایک قریشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے آپ کے پاس پہونچا اس وقت آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے، حٰمٓ، تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَلِیْمِ، غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ، چونکہ مغرب کی نماز ہو رہی تھی اس لئے وہ خاموش اپنی قوم کے پاس واپس چلا گیا، اور کہا خدا کی قسم اگر کسی عربی کا کلام ہوتا تو میں اسکو ضرور پہچان لیتا" کیونکہ عربوں کے کلام کی ابتدا محبوبہ اور اس کے مکان کی یاد سے ہوتی تھی، لیکن یہاں اوس کی ابتدا دوسری طرح ہے

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ دیکھو، قریش کے کسی آدمی سے راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی، اس نے کہا، کہاں جاتے ہو تم تو اپنے مذہب میں بہت پکے تھے لیکن یہ جدید مذہب تمہارے گھر میں کس طرح داخل ہوگیا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کیا، اس نے کہا "تمہاری بہن بے دین ہوگئی" یعنی اسلام لے آئی ہیں یہ سنتے ہی غصہ سے آگ ہوکر بہن کے مکان پر پہنچے اور دروازہ کھول کر اندر گئے، اور بہن سے کہا مجھ کو معلوم ہوا کہ تو بے دین ہوگئی ہے، اور یہ کہتے ہوئے زور سے طمانچہ مارا، اور اون کے شوہر سعید بن زید کی داڑھی پکڑلی، اور زمین پر ٹپک دیا، بہن نے روتے ہوئے جواب دیا اللہ کا دشمن تو مجھ کو اسلام لانے پر مارتا ہے، تم کو جو کچھ کرنا ہو کرو، عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منہ سے خون گرتے ہوئے دیکھ کر مجھے بہت شرم معلوم ہوئی، پھر میں غصہ میں تخت پر بیٹھ گیا اس وقت مکان کے ایک گوشہ میں میری نظر ایک کتاب پر پڑی، میں نے وہ کتاب مانگی لیکن بہن نے دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم ناپاک ہو جاؤ اور غسل کر آؤ کیونکہ اس کتاب کو صرف پاک آدمی چھو سکتے ہیں، پس میں نے غسل کر کے اس کتاب کو دیکھا تو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پر نظر پڑی عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کو پڑھتے ہی میرے بدن میں کپکپی پیدا ہو گئی، میں نے کتاب ہاتھ سے رکھدی اور غور کرنے لگا کہ یہ کون چیز تھی، پھر میں نے کتاب اوٹھا کر دیکھا تو یہ آیت لکھی ہوئی تھی، سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ الخ میں نے اسی وقت اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا، اور دوسری جگہ یہ آیت تحریر تھی، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی الخ مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے کہا کیا اسی سے قریش بھاگتے ہیں،

میں کہتا ہوں کہ تم اسی واقعہ سے قرآن حکیم کی بلاغت پہچانو! عربوں نے قرآن کی بلاغت اسی طریقہ سے معلوم کی، وہ لوگ اَلَا ھُبِّی بِصَحْنِکِ فَاصْبَحِیْنَا اور لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی کے درمیان اچھی طرح فرق کرتے تھے، یہ شعر ایک قصیدہ کا فاتحہ ہے اور آیت کلام اللہ کی ایک سورہ کا فاتحہ ہے، ان دونوں فاتحوں میں فرق ظاہر ہے، دوسرا واقعہ یہ ہے کہ بنی شیبان ابن ثعلبہ کے چند سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس جگہ موجود تھے، ان آنے والوں میں سے مفروق بن عمرو بہت خوبصورت اور فصیح و بلیغ تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرایا، مفروق نے پوچھا کس چیز کی طرف بلاتے ہیں ؟ اس کا جواب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کہ میں خدا ئے وحدہ لاشریک لہ کی طرف بلاتا ہوں، نیز یہ کہ میں اس کا رسول ہوں، لہٰذا تم لوگ میری مدد کرو، کیونکہ قریش نے اللہ کے حکم کا انکار کر دیا اور اس کے رسول کو جھٹلا دیا، مفروق نے پوچھا، اور کس چیز کی طرف آپ لوگوں کو بلاتے ہیں، اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی، قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا

تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ مفروق نے اس آیت کو سن کر کہا کہ یہ زمین والوں کا کلام نہیں، اگر باشندۂ زمین کا کلام ہوتا تو میں ضرور پہچان لیتا، پھر اس نے پوچھا اور کس چیز کی طرف بلاتے ہیں تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۤئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۤءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۔ تب مفروق نے کہا خدا کی قسم آپ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی طرف بلاتے ہیں، پھر بھی آپ کی قوم نے آپ کا ساتھ نہ دیا، اور حق بات سے پھر گئے،

## سورۂ فاتحہ کے اندر علوم اور اخلاق

اگرچہ سورۂ فاتحہ کی تمام آیتیں علم پر دلالت کرتی ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ فاتحہ کی دوسری قسم کو اخلاق کے متعلق قرار دیا جائے کیونکہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے لیکر آخر تک کی آیتیں تہذیب نفوس پر زیادہ دلالت کرتی ہیں،

# مقاصدِ سورۂ بقرہ

## سورۂ بقرہ کے اندر دو باب ہیں

پہلا باب اس آیت ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ سے لیکر لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تک،

اس باب میں زیادہ تر توحید اور یہودیت کے متعلق ذکر ہے، اور اس میں دس مقاصد ہیں،

دوسرا باب لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ سے لیکر آخر سورہ تک، اس میں زیادہ تر احکام شرعیہ کا بیان ہے، اس میں بھی دس مقاصد ہیں،

### بابِ اوّل کے مقاصد

قرآن کی تعریف، مومنوں کو بشارت، منافقوں اور کافروں کی مذمت، مومن اور منافق کی حالتوں کی دو مثالیں، عام لوگوں کو اس بات کا خطاب کہ وہ اپنے ایمان کی بنیاد آسمان اور زمین کے اندر غور و فکر پر رکھیں ایجاد و خلق کی کیفیت، خلق آدم، بنی اسرائیل اور ان کی گمراہی کا ذکر دو فصلوں میں،

### ساتویں مقصد کی پہلی فصل اور اس میں دس یاقوت ہیں

فرعون سے بنی اسرائیل کے نجات پانے کا ذکر، دریا کا پھٹ جانا، فرعون کا غرق، موسیٰ علیہ السلام کو توریت ملنا، گناہ کے بعد بنی اسرائیل کی توبہ کی مقبولیت، بادل کا ان پر سایہ، من و سلویٰ کا نزول، چشموں کا

پہونچا، بنی اسرائیل کی سرکشی اور شرافت کی طلب، گائے کا مسئلہ اور اس سے قاتل کس طرح ظاہر ہوا۔

## ساتویں مقصد کی دوسری فصل اور اس میں پانچ مقصد ہیں

کتاب اللہ کی تحریف کرنے والے، وہ منافق اور عقلمند لوگ جنھوں نے اپنی عقل کو فساد میں خرچ کیا عام مقلدین جو آداب بنی اسرائیل پر نازل ہوئے اس کا خلاصہ، برے افعال کی توبیخ، پھر اس پانچویں مقصد میں دس زجر ہیں، بنی اسرائیل کا انبیاء کو قتل کرنا، گائے کی پرستش، قیامت کے دن میں اختصاص کا دعویٰ، جبرئیل سے عداوت، قول وقرار کا نقض، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار، علم سحر کی اتباع، لفظ راعنا سے نبی کو ایذا دینا، حجت اور دلیل سے نسخ کی تائید اور مثل موسیٰ علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر و سوال، مومنوں کے ساتھ ان کے برے ارادے، یہود و نصاریٰ کا دعویٰ نجات پھر مساجد وغیرہ کا ذکر،

## آٹھواں مقصد

ابراہیم خلیل اللہ اور اسمٰعیل اور بنائے کعبہ وغیرہ کا ذکر، اور یہ اظہار کہ اسلام کی بنیاد قواعد ابراہیم پر ہے یہودی مذہب نہ تو دین ابراہیمی ہے نہ یعقوبی، پھر تمام انسانوں کو ایک مذہب کی دعوت،

## نواں مقصد

حضرت آدم علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے قصوں کا ذکر، یہودیت کا انہدام، اسلامیت کی بنا وغیرہ،

## دسواں مقصد

مذہب اور حلال و حرام کے اندر اپنے آباؤ اجداد اور امیروں کی تقلید، نیز مقلدوں کو تنبیہ وغیرہ، اس سورہ کے تمام مقاصد مجمل طور پر ذکر کر دیئے گئے ہیں، اب تفصیل شروع کرتا ہوں،

# تفسیر سورۂ بقرہ

## پہلا مقصد

## قرآن کی تعریف مومنوں کو بشارت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

| | |
|---|---|
| الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ | الٓم یہ ایک ایسی کتاب ہے جسمیں کوئی شک نہیں ہے |
| هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ | نیک لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو بن دیکھے ایمان لاتے |
| بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا | ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ہماری دی ہوئی روزی |
| رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ | خرچ کرتے ہیں، اور جو لوگ اس کتاب پر ایمان لائے |
| بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ | جو آپ پر نازل کی گئی اور جو آپ کے قبل نازل ہوئی |
| وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ | اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ اپنے پروردگار |
| عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ | کی ہدایت پر ہیں، اور یہی لوگ کامیاب ہونگے |

خدائے تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے تمھارے پاس ایک حکیم رسول کو بھیجا ہے جیسا کہ تم کو اس سورہ میں قصوں، ان کے نتائج، دلائل اور عجائبات وغیرہ کو دیکھکر معلوم ہو جائیگا نیز تم کو اس سے بھی معلوم ہو جائیگا کہ یہ آیتیں صرف فصیح و بلیغ جملے ہیں اور وہ الف، لام، میم سے مرکب ہیں، اور یہ کتاب یعنی قرآن ایسے لوگوں کو ہدایت دیگی

جن کے اندر تین صفتیں ہوں، حکمتؒ اور علم، ایمان بالغیب سے انہی دونوں کی طرف اشارہ ہے، عباؔدت کے اندر تسخیر بدن، جیسے نماز اور بذل ماؔل، پھر ایک مخصوص جماعت کو اون کی شرافت کی وجہ سے ذکر فرمایا، اور یہ لوگ وہ ہیں جو قرآن مجید اور گذشتہ کتابوں اور آخرت پر ایمان لائے ہیں ماضی اور حال اور استقبال ہر ایک پر ایمان لائے، پھر اون لوگوں کے نتیجہ کو ذکر فرمایا کہ یہی لوگ کامیاب ہیں،

## دُوسرا مقصد اور اُس میں دو غرضیں ہیں

غرض اوّل میں کافروں کی مذمت اور یہ بیان ہے کہ ایک فریق ہدایت سے اس طرح محروم کر دیا گیا ہے کہ اوس کو ڈرانا ویا نہ ڈرانا وہ ایمان نہیں لاسکتا، اون کے دل اور آنکھیں اور کان حیوان کے قلوب اور اون کی آنکھوں اور ان کے کان کی طرح ہیں، کچھ بھی فرق نہیں ہے، گویا اون کے دلوں پر مہر پڑی ہوئی ہے، جس سے وہ خیر کو نہیں سمجھ سکتے، چنانچہ فرمایا،

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ | جنھوں نے (ان باتوں سے) انکار کیا خواہ تم انکو |
| اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ | ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ہرگز ایمان نہیں لاسکتے، اللہ نے |
| عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓی | اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دیا ہے، اور انکی |
| اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز وَّلَهُمْ عَذَابٌ | آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور اون کے لئے بہت |
| عَظِیْمٌ ۝ | بڑا عذاب ہے، |

۲۵ دوسری غرض میں منافقین کی حالتوں کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ نے اون کے اوصاف اون کی صبعیت اور فطرت کی برائیوں کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، مثلاً کس طرح وہ لوگ اس چیز کو ظاہر کرتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں ہوتی، اور دل کے اندر پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو ظاہر نہیں کرتے، اور کس طرح وہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان تمام حالتوں کو اسی لئے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ ہم اون کے حیلہ اور مکر و فریب

سے بچیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خوشامد پسند دوست ایسا نقصان پہنچاتے ہیں جو دشمن بھی نہیں پہونچا سکتا، منافق دوست سے دشمن ہزار درجہ بہتر ہے، ہر زمانہ میں دوستوں کی کمی اور منافقوں کی کثرت رہی ہے، چنانچہ فرمایا،

| | |
|---|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ | اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان |
| الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ | لائے لیکن فی الواقع وہ مومن نہیں ہیں، اللہ اور مومنوں |
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ | کو دھوکا دیتے ہیں، لیکن فی الحقیقت وہ اپنے نفس کو |
| وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ | دھوکہ دیتے ہیں اور نہیں سمجھتے، ان کے دلوں میں مرض |
| مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ | ہے، پس اللہ نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا، اور |
| وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ | جھوٹ بولنے کی وجہ سے اون کو خوفناک عذاب ہوگا |
| قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ | اور جب اون سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے |
| الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا | ہیں کہ ہم لوگ تو مصلح ہیں، خبردار یہی لوگ مفسد ہیں، |
| قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا | لیکن نہیں سمجھتے، اور جب اون کو کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ |
| اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ | جیسا کہ دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا بیوقوفوں |
| هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا | کی طرح ہم بھی ایمان لائیں، خبردار یہی لوگ بیوقوف ہیں |
| لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا | لیکن نہیں جانتے، اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں |
| اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ | کہ ہم بھی مسلمان ہیں، اور جب اپنے ہم جنس کے نزدیک ہوتے |
| مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ | ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو اون سے ہنسی |
| فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ | کرتے ہیں، اللہ اون سے استہزا کرتا، اور اون کو اون کی |
| اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا | سرکشی میں ڈھیل دے رہا ہے یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے |
| رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ | ہدایت کے بدلہ گمراہی مول لی سو نہ تو اون کی تجارت ہی |

[illegible]

خداع حیلہ و مکر کو کہتے ہیں، دھوکہ دینے والا اپنے باطن کے خلاف ظاہر کرتا ہے، یہ منافقین اللہ کے رسول اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں لیکن دھوکے کا نقصان انہی کو ہوتا ہے، ہر وہ شخص جو کسی برائی کا عادی ہو جاتا ہے وہ اس کے نتائج سے جو اس کی تمام حالتوں میں اثر انداز ہوتے ہیں بالکل غافل اور بے پروا رہتا ہے، پس ان منافقین کے دلوں کو حسد اور جہالت نے اس طرح تباہ کر دیا کہ گویا وہ کسی بیماری میں مبتلا تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اون کی اس بیماری کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بلندی، اسلام کی کامیابی اور وحی کی بار بار کی آمد سے اور بڑھا دیا،

## تیسرا مقصد

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ان کی حکایت اس شخص کی سی ہے جس نے کہیں آگ روشن کی ہو اور جب آگ نے اس کے اطراف کو روشن کر دیا ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو سلب کر لیا ہو اور انکو ایسی تاریکی میں چھوڑ دیا ہو جسمیں وہ دیکھ نہیں سکتے، بہرے ہیں گونگے ہیں، اندھے ہیں، تو اب وہ سیدھی راہ پر لوٹ نہیں سکتے، یا اون کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے بارش ہو جسمیں تاریکی ہو اور کڑک اور چمک ہو جسمیں چلنے والے موت کے ڈر سے کڑک کی آواز کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں، اور اللہ اُن کافروں کو احاطہ کئے ہوئے ہے، بجلی ایسی ہو کہ معلوم ہوتا ہو کہ اونکی بینائی اُچک لے، بجلی کی روشنی ہوئی تو اس میں چلنا شروع کر دیا اور جب تاریکی ہو گئی تو کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں دکی قوت) کو سلب کر لے،

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک ایسی مثال پیش کی ہے جس کو مشاہداتِ عالم کے حصول سے لیا گیا ہے، تاکہ معقولات کی تشبیہ محسوسات سے ہوجائے، اور بہت جلد ہماری سمجھ میں آجائے، منافقوں کی حالتوں کی مثال پیش کررہا ہے، جنھوں نے اسلام اور ایمان کو ظاہر کرکے اس دنیاوی زندگی میں تو اس سے فائدہ اٹھایا لیکن موت
کے بعد اس کے فائدے سے محروم ہوگئے، فرماتا ہے کہ ان کی حالتیں اس جماعت کی حالتوں سے مشابہ ہیں جس نے سخت ۷
تاریک رات میں کسی جگہ قیام کیا ہو، پھر اونھوں نے آگ روشن کی جس نے تاریکی دور کرکے ماحول کو روشن کردیا، اور اون کے سینے خوشی میں پھول گئے، پھر وہ آگ بجھ گئی اور تمام راستے تاریک ہوگئے، ہر طرف سے تاریکی نے اونکو گھیر لیا ہو، ایک مثال تو یہ ہے،

دوسری مثال میں فرماتا ہے کہ بہت سیاہ ابر کا تصور کرو جس نے ہر جانب سے آسمان کو گھیر لیا ہو، اور خوب بارش ہورہی ہو، رعد کا کڑکا ہو، اور بجلیاں چمکتی ہوں، ایسی حالت میں کوئی شخص اس میں چل رہا ہو، قرآن مجید اور کافروں کی یہی حالت ہے، قرآن مجید کے تمام علوم اور اس میں کافروں اور منافقوں اور اون کے بتوں کی مذمت گویا خوفناک تاریکی ہے، اور قرآن کے اندر ایمان اور توحید پر عقلی اور طبعی دلیلیں گویا بجلیاں ہیں، وعید اور تخویف گویا کڑک ہیں، جو ان کافروں پر کڑکتے ہیں، حاصل مثال یہ کہ قرآن حکیم ان کافروں اور منافقوں کے لئے سخت تاریک بادل اور ابر ہے جس میں بجلیاں چمک رہی ہیں، رعد کڑک رہے ہیں، اور تمام تاریکی پھیلی ہوئی ہے، اور یہ لوگ غم خوشی، خوف اور طمع وغیرہ کے درمیان بالکل حیران و پریشان ہیں، یہ حیرت انگیز مثال ہے، کیونکہ یہ منافقین جب عقلی دلائل سنتے تھے تو قرآن کی طرف متوجہ ہوجاتے تھے، پھر جب بتوں کی مذمت سنتے تو نفرت کرنے لگتے، جیساکہ تاریکی میں چلنے والوں کی حالت ہوتی ہے، کہ جب بجلی چمکتی ہے تو قدم بڑھاتے ہیں، اس کے بعد پھر وہی تاریکی اون کو گھیر لیتی ہے تو ٹھٹک جاتے ہیں، اسی طرح منافقوں کے لئے قرآن کی عقلی دلیلیں بجلیاں تھیں کہ اون کو دیکھ کر قرآن کی طرف قدم بڑھاتے تھے، اور بتوں کی مذمت تاریکی تھی کہ جہاں آکر کھڑے ہوجاتے تھے،

## چوتھا مقصد

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ
الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ
الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ
رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَ
أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا
نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ
مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا
وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ
وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا
قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَ
أُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ

اے لوگو خدا کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تمہارے
اگلوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ، اور جس نے
تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور
آسمان سے پانی برسا کر اس کے ذریعہ سے پھلوں کو
پیدا کرکے تمہارے لئے روزی پیدا کی، لہذا خدا کیساتھ
کسی کو شریک نہ کرو اور اس کو تم جانتے ہو، اور اگر
تمکو اس قرآن مجید میں کچھ شک ہے تو اس کی سورہ
کے مثل ایک سورہ بھی بناؤ، اور اس کی مدد کے لئے
اللہ کے سوا دوسروں کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو، پس اگر
تم نے نہیں بنایا اور نہ ہرگز بنا سکتے ہو، تو اُس آگ سے
ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہونگے اور جو کافروں
کیلئے تیار کی گئی ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام
کئے ہیں اُنکو خوشخبری دو کہ ان کے لیے جنت ہے کہ جس کے
نیچے نہریں بہتی ہیں، ان کو جب بھی کوئی پھل کھانے کو
ملے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جس کو ہم پہلے کھا چکے، اور
اُنکو دنیاوی پھل سے ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے
اور اُنکو جنت میں پاک بیویاں ملیں گی، اور وہ لوگ اُس میں

| | |
|---|---|
| مُطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ | ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ کے لئے اس میں کوئی شرم |
| لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً | کی بات نہیں کہ وہ کوئی مثال بیان کرے، خواہ وہ |
| فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ | مچھر کی ہو یا اس سے بھی بڑھی ہوئی، جو لوگ ایمان لاچکے |
| اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا | ہیں وہ تو جانتے ہیں کہ یہ حق ہے ان کے [illegible] کی طرف سے |
| فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ | لیکن جو کافر ہیں وہ تو یہی کہیں گے کہ معلوم نہیں اس |
| يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ | مثال سے اللہ کا کیا مقصد ہے، اللہ اس سے بہتوں |
| وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ | کو راہ بھلاتا اور بہتوں کو راہ دکھاتا ہے، اور وہ راہ |
| يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ | نہیں بھلاتا لیکن انہی کو جو بے حکم ہیں، جو اللہ کے |
| وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ | معاہدہ کو استحکام کے بعد توڑتے ہیں، اور جس کو اللہ نے |
| وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ | ملانے کا حکم دیا اس کو کاٹتے ہیں، اور زمین میں فساد |
| هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ | کرتے ہیں یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں، |

آیت کے اندر پتھر سے مراد وہ تمام بت ہیں جن کی یہ لوگ عبادت کرتے تھے، تاکہ اپنی امید کے خلاف ملاحظہ کریں، کیونکہ کافروں کی یہ امید تھی کہ یہ بت ہم کو بچالیں گے، لیکن جب اپنے ساتھ جہنم میں اس بت کو بھی دیکھیں گے تو اون کی امید منقطع ہو جائے گی، اور حق ظاہر ہو جائیگا، هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ، کا مطلب یہ ہے کہ وہ پھل جو جنت میں ملے گا دنیاوی پھل کے مشابہ ہوگا، کیونکہ انسان کا نفس اسی طرف مائل ہوتا ہے جس سے اسکو الفت ہوتی ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ یعنی جنت میں تم کو وہ تمام چیزیں ملیں گی جن کی تمھارے نفس کو خواہش ہوگی، اور نفس اسی طرف راغب ہوتا ہے جس سے اوس کو الفت اور محبت ہوتی ہو، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت اور حکمت کے حصول کا حکم دیا تاکہ وہ اس درجہ تک پہونچ سکیں جس کا مستحق ان کے نفس دنیا کے اندر ہوں گے، کیونکہ جب اس دنیا میں ہمارے نفس کو

علم وحکمت سے الفت ہوجائیگی، تو جنت میں بھی ہمارے نفس کو یہی چیزیں عطا ہوں گی، کیونکہ ہمارے نفوس انہی
کی طرف راغب ہوں گے، پاک بیویوں کا یہ مطلب ہے کہ دنیا کے اندر جو گندگی ان کی بیویوں کے ساتھ ملحق ہے
مثلاً حیض، نفاس، اور سوء خلق وغیرہ، وہ جنتی بیویوں کے اندر نہ ہوگی،

۲۰ قرآن مجید کے اس نظام پر تعجب کرو اور غور کرو کس طرح مومن و کافر کو ذکر کیا پھر ان کے بعد منافقین
کا بیان کیا، اور منافقین کی حالتوں کے لئے دو مثالیں پیش کیں، اور اون کی باطنی صورتوں کی تشریح مشاہدات
طبیعت اور عجائب حکمت کے ذریعہ سے کی، مثلاً بادل، پانی، تاریکی، روشنی، رعد اور بجلی وغیرہ، گویا اس مثال
سے انسان کو ان عجائباتِ عالم کی طرف رغبت دلانا مقصود ہے، اس کے بعد اس چیز کا بیان فرمایا جو اصل مقصود
ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ جب میں نے تمھارے نزدیک کافروں اور منافقوں کے راستے ظاہر کر دیئے، اور
اون کے حالات کی تشریح کر دی، تو اب تم اپنے وقت کو دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں مت ضائع کرو
اور ان اندھی جماعتوں سے علیحدہ ہو کر حکماء کا راستہ اختیار کرو، چنانچہ فرمایا، یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ
اے لوگو اپنے خدا کی عبادت کرو، کیونکہ اس نے تم کو اور تمھارے قبل والوں کو پیدا کیا، اور تمھارے اوپر آسمان
بنایا جو تم پر سایہ کر رہا ہے، اور تمھارے نیچے زمین پیدا کی جس پر تم مقیم ہو، اور تم سے کہہ رہا ہے کہ بادل کو دیکھو
جس سے پانی برستا ہے، زمین جس سے پودے اُگتے اور پھل پیدا ہوتے ہیں، کیا تمھارے اندر اتنی طاقت ہے کہ
ضرورت کے وقت آسمان سے پانی برسا سکو، اور زمین سے پھل وغیرہ پیدا کر سکو، کیا تم دیکھتے نہیں کہ ایک
وقت زمین بالکل خشک اور غیر آباد رہتی ہے لیکن بہت جلد سر سبز و شاداب ہو جاتی ہے، پھر تم اپنے کھانے اور
پینے کی چیزیں اس میں موجود پاتے ہو، زمین تمھارے لئے گہوارہ ہے جس میں تم سوتے ہو، اس کے اندر
تمھاری غذا اور دوا ہے جس کو تم استعمال کرتے ہو، آسمان اپنی نیلگوں چادر سے تم کو ڈھانکے ہوئے ہے
ستارے اپنی روشنی پہنچا رہے ہیں، آسمان اور زمین کے درمیان ہوا ہے جو اپنے اوپر روشنی کو لادے ہوئے رہتی
ہے، بادل کو ادھر سے اودھر لئے پھرتی ہے، پھر وقت مقررہ پر بارش ہوتی ہے جس سے تم کو لاکھوں فائدے

حاصل ہوتے ہیں، غرض اس عالم کے اندر ایسی عجیب و غریب حکمتیں ہیں کہ جن کے سامنے انسانی عقل سرنگوں ہوجاتی اور یہ اقرار کرتی ہے کہ یہ تمام عجائب و غرائب خود نہیں پیدا ہوگئے، بلکہ کوئی ان کا پیدا کرنے والا ہے، جس نے ان کو اس قدر عمدہ نظام کے ساتھ پیدا کیا، فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (پھر اس کو تم جانتے ہوئے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو)، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو تم ایک خاندان ہو، میں نے تم کو اپنے گھر میں جگہ دی، میں نے تمھارے لئے زمین کو مختلف لباسوں سے ملبوس کیا اور تمام رنگوں سے اس کو رنگ دیا اور ہر قسم کی زینتوں سے اسکو مزین کیا، تمھارے لئے آسمان جیسا نہایت خوبصورت نیلگوں چھت بنادی، کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ یہ آسمان اتنے طول طویل زمانہ کے بعد آج بھی اسی حالت میں ہے جیسا کہ اس کے پہلے تھا اس کے ستاروں کی چمک کی خوبصورتی اسی طرح ہے جیسی پہلے تھی، کس انسان کے اختیار میں ہے کہ ایک چھت بغیر کسی بنیاد کے بنائے اور اس کو ہمیشہ ہمیشہ باقی بھی رکھے، عالم کی کمزور مخلوق کو خدائے عظیم کے ساتھ ویسی ہی نسبت ہے جیسی کہ اس مخلوق کے کام کو خوبصورت آسمان کے ساتھ ہے،

## اس حکم کونی کے متعلق ایک دوسری فصل

قرآن مجید کے اسلوب بیان پر جس قدر حیرت ہو کم ہے، علم، کفر اور وعید کی مثال اس نے پیش کی ہے وہ ہر جگہ مشہور و معروف ہے، اس نے ہمارے نزدیک بادل، قطرے، کڑک اور بجلی وغیرہ کو مثال میں پیش کیا ہے اس قسم کی مثالیں جاہلی اور اسلامی شعراء میں بہت رائج تھیں، چنانچہ جاہلی شاعر امرء القیس عقاب کی قوت کی مثال دیتا ہے، ؎

كَاَنَّ قُلُوْبَ الطَّيْرِ رَطْبًا وَّيَابِسًا　　لَدٰى وَكْرِهَا الْعُنَّابُ وَالْحَشَفُ الْبَالِي

(ترجمہ) "اس کے گھونسلے کے پاس چڑیوں کے تازہ اور سوکھے ہوئے دل عناب اور سوکھے چھوہاروں کی طرح معلوم ہوتے ہیں"

بشار شاعر کہتا ہے، ؎

كَاَنَّ مثارَ النقع فوق رؤسنا — واسيافنا ليلٌ تهاوى كواكبه

"ہمارے سروں کے اوپر گرد وغبار اور ہماری تلواریں گویا رات ہے، جس کے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں"

شاعر نے میدانِ جنگ کے اڑتے ہوئے گرد وغبار کو رات کے ساتھ اور اس میں تلواروں کی چمک کو ستاروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اس کے بعد ابن المعتز تیسری صدی کا شاعر کہتا ہے، ؎

وقد نشرت ايدى الجنوب مطارفا — علَى الجو دكنا والحواشى على الارض

"اور دکھنی ہوا کے ہاتھوں نے فضا میں چادریں پھیلادیں جن کا رنگ گرد خوردہ ہے، اور جن کے کنارے زمین پر لٹک رہے ہیں"

يطرّزها قوسُ السحاب باصفر — على اخضر فى احمر تحت مُبيض

"بادل کی کمان نے اون پر نقش بنایا ہے، زرد لکیر، سبز لکیر پر، سرخ لکیر میں سپید لکیر کے نیچے،

شاعر نے بادل کو غبار آلود رنگ سے تشبیہ دی ہے، نیز یہ کہ بادل نے ساری فضا کو ڈھانک لیا اور اپنی چادریں زمین پر ڈالدی ہیں، یہ چادریں قوس قزح کے رنگ سے رنگین ہیں، ان میں کچھ سپید کچھ سرخ، کچھ زرد، کچھ سبز، کچھ بنفشی، کچھ نارنجی ہیں اور کچھ نیلے ہیں، یہ قدیم اور جدید عربوں کے تخیل کی بہترین مثال تھی لیکن قرآن مجید ان سب سے بڑھا ہوا ہے، اور فصاحت وبلاغت میں اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ وہاں تک بڑا سے بڑا بلیغ وفصیح بھی نہیں پہونچ سکتا، کیا دیکھتے نہیں ان کی عقلیں عقاب اور شراب اور جنگ وغیرہ کی صفات بیان کرنے تک محدود تھیں، اور بلند معانی کبھی اون کے تخیل میں بھی نہیں آئے، لیکن قرآن مجید نے عمدہ عبارت میں ایسے ایسے بلند معانی بیان کئے کہ جس سے انسان کی عقل حیران ہے، اور اسی کا نام دراصل بلاغت ہے، جبکہ منافقوں کی مثال مذکور عالم کائنات اور مشاہدات سے مقتبس اور ماخوذ تھی، تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز کا بیان کیا جو نفس کو خیال سے نکال کر حقیقت اور وجدان تک پہنچا دے، چنانچہ فرمایا يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الاية یعنی اے انسانو! اپ

اس مثال کو چھوڑکر عبادتِ عقلیہ اور آیاتِ علمیہ اور عجائبِ خلقیہ کی طرف توجہ کرو اور غور کرو،

## بدائع علم

(اوّل) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمران بن حصین سے فرمایا، تمھارے کتنے خدا ہیں، اس نے کہا دس، تو آپ نے پوچھا غم اور مصیبت اور سختیوں کے دور کرنے کے لئے کون ہے؟ اُس نے کہا اللہ تعالیٰ، تو آپ نے فرمایا تمھارے لئے صرف وہی ایک خدا ہے جس کو تم اللہ کہتے ہو،

(دوم) دہریوں کی ایک جماعت امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئی، امام موصوف نے ان سے پوچھا اگر کوئی یہ کہے کہ ایک درخت کی لکڑی بغیر بڑھئی کے خودبخود کٹ گئی، اور وہ لکڑی خود سے کشتی بن کر ملاح کے بغیر سمندر میں تیرنے لگی، اور یہ کشتی اسباب سے بھری ہوئی خوفناک موجوں کے اندر بغیر کسی ملاح کے اطمینان سے تیرتی ہوئی چلی جارہی ہے، کیا عقل اس کو باور کرتی ہے، دہریوں نے کہا ہرگز نہیں، عقل اس کو قبول نہیں کرسکتی، امام موصوف نے فرمایا سبحان اللہ جب یہ معمولی چیز عقل کے نزدیک جائز نہیں تو پھر یہ اتنا بڑا عالم باوجود مختلف حالات اور رنگ برنگ کی صنعتوں کے کس طرح بغیر کسی صانع اور نگہبان کے رہ سکتا ہے، اس کو سنکر اون پر یہ اثر ہوا کہ رو پڑے اور کہا آپ سچ فرماتے ہیں،

(سوم) دہریوں کی ایک جماعت نے امام شافعیؒ سے یہ سوال کیا کہ صانع کے وجود پر کیا دلیل ہے، آپ نے فرمایا توت کی پتیوں اور اون کے مزوں اور رنگ و بو وغیرہ کی طبیعت کیا ایک ہے، دہریوں نے کہا ہاں، تو امام موصوف نے فرمایا اگر اس پتی کو ریشم کا کیڑا کھاتا ہے تو اوس سے ریشم نکلتا ہے، اور ہرن کھاتا ہے تو اس کے نافہ میں مشک پیدا ہوتا ہے، پھر وہ کون ہے جس نے ایک ہی چیز کو دو مختلف چیزیں بنادیں حالانکہ توت کی طبیعت ایک تھی، دہریوں کو یہ نکتہ بہت پسند آیا اور سب امام موصوف کے ہاتھ پر ایمان لائے، یہ کل سترہ آدمی تھے،

ابونواس کہتا ہے،

تأمل فی ریاض الارض و انظر الی آثار ما صنع الملیک

زمین کے باغ میں غور کرو، اور اس صنعت کے آثار میں غور کرو، جس کو اللہ نے بنایا ہے"

عیون من لجین شاخصات و ازھار کما الذھب السبیک

چاندی کی ٹکٹکی لگا کر دیکھنے والی آنکھیں، اور خالص سونے جیسی کلیاں،

علی قضب الزبرجد شاھدات بان اللہ لیس لہ شریک

زبرجد کی شاخ پر، یہ سب اس پر شاہد ہیں کہ خدا کا کوئی شریک نہیں"،

(چہارم) فیلسوف ہربرٹ اسپنسر جن کا انتقال ۱۹۰۳ء میں برٹن میں ہوا، اپنی کتاب التربیۃ میں لکھتا ہے کہ سائنس مذہب کے مخالف نہیں"، اور پروفیسر ہکسلے سے یہ نقل کیا ہے، کہ اس نے کہا صحیح سائنس اور صحیح مذہب دونوں توام ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا ہو کر زندہ نہیں رہ سکتے، پھر اسپنسر کہتا ہے، جب سائنس اور مذہب دونوں متفق ہوں تو ان دونوں کی نشو و نما صحیح طور پر ہوتی ہے، مذہب کو سائنس سے تقویت ملے گی اور مذہب سائنس کی مدد کریگا، پھر تو دونوں قوی ہو جائیں گے،

جن فلاسفروں کے ذہنی کارناموں نے نوعِ انسانی کو بے شمار فائدے پہونچائے ہیں فی الواقع ان کے ذہنوں کو اس طرف متوجہ کرنے والا مذہب ہی ہے، میرا یہ کہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ ان کارناموں کو ہم صرف اون کے ذہن ہی کی طرف منسوب کریں، پھر اسپنسر کہتا ہے کہ کون سائنس اور مذہب کو مخالف کہتا ہے بلکہ مذہب کے مخالف سائنس کا ترک ہے اور وہ جہالت ہی جس نے مخلوق کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے، مثلاً اگر لوگ کسی بہت بڑے مصنف کی تعریفیں کریں، لیکن اونھوں نے اس کی کتاب کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو، تو یقیناً یہ تعریف نہ ہوگی، بلکہ مذمت ہوگی، اسی طرح لوگ خدا کی حمد کرتے ہیں، کیونکہ خدا ہی اس عالم کا منظم اور مؤلف ہے، تو اگر ہم اس کی تالیف کی بے سمجھے تعریف کرتے ہیں تو یہ تعریف نہیں، بلکہ مذمت ہی؛ لوگوں نے اسی پر بس نہیں کیا، کہ اونھوں نے اپنے ذہنوں کو عالم کی معرفت سے پھیر لیا، بلکہ اس کی حقیقت

کرنے لگے، جس نے اپنے دماغ کو عجائبات عالم کی معرفت کی طرف متوجہ کیا، اور اس کی تحقیق میں مصروف ہوا میں مکرر کہتا ہوں کہ سائنس کا سیکھنا مذہب کے مخالف نہیں، بلکہ مذہب کی مخالفت اس کے ترک میں ہے،

علم طبعی یعنی سائنس کی طرف توجہ کرنا عین عبادت اور تسبیح عملی ہے، کیونکہ علم طبعی مذہب کے موافق اور اس کی مؤید ہے، کیا انسان دیکھتا نہیں کہ عالم کس طرح منظم اور مرتب ہے، اور ایک قانون کے ماتحت چل رہا ہے، جس کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا، کیا یہ نظام ایک ایسی قوت کے وجود پر دلالت نہیں کرتا جو اس عالم کی منظم اور مدبر ہے، اور ایک زبردست حکمت کے ساتھ مصروفِ عمل ہے،

سائنس کے ذریعہ ہم کو کائنات کے سبب کی صحیح معرفت حاصل ہوتی ہے، نیز یہ کہ نتیجے مقدمات کے اور مسببات اسباب کے تابع ہوتے ہیں، اور ثواب وعذاب اعمال کے ساتھ مرتبط ہیں، جس طرح مسببات اسباب کے ساتھ مرتبط ہوتے ہیں، لہٰذا ایک انسان کو ثواب وعذاب کا کامل یقین ہونا چاہئے،

علم طبعی سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لئے ایک مقررہ حد ہے جس کی وجہ سے ہم علم کے اندر آگے نہیں بڑھ سکتے، لہٰذا سبب اول کی معرفت کے لئے ہم قدم نہیں اٹھا سکتے، علم ہم کو صانع کائنات کی حقیقت تک نہیں پہونچا سکتا لیکن اس حد تک پہونچا دیتا ہے جس سے آگے نہیں بڑھ سکتے، اور ہم وہاں پر ٹھہر جاتے ہیں، اسی لئے ہزاروں جدوجہد کے باوجود خدائے تعالیٰ کی حقیقت تک نہیں پہونچ سکتے،

یہ علم ہم کو موروثی تقلید پر ٹھہر جانے سے روک دیتا ہے، لیکن جب ہم اس علمی فضا کی حد تک پہونچ جائیں گے، جس کے بعد وہ سببِ اول یعنی اللہ تعالیٰ ہے تو ہم کو اپنی عاجزی اور تواضع کا اقرار کرنا پڑے گا،

تم یہ خیال ہرگز نہ کرو کہ سائنس داں وہی ہے جو تحلیل کیمیاوی کو سمجھے اور علم انجینیری سے واقف ہو بلکہ سائنسداں یا عالم طبیعت سے وہ مراد ہے جو اسفل حقیقتوں کو عالی حقیقتوں کے لئے سیڑھی اور زینہ بنائے، یہاں تک کہ عالی حقیقت تک پہنچ جائے، اور جو لوگ ان کے ماسوا ہیں وہ صانع حکیم کے درمیان

جس نے طبیعت اور عقل وغیرہ کو اپنی ذات کا مظہر بنایا، اور انسانی فکر کے درمیان بہت بڑا وسیع میدان سمجھتے ہیں،
یہاں تک میں نے فیلسوف مذکور کی تقریر اختصار کے ساتھ نقل کی ہے،

میں کہتا ہوں دوستو! جس وقت میں مذکورہ بالا سطریں لکھ رہا تھا تو میں اوس وقت اپنے اندر ایک قسم کا رنج وغم اور الجھن محسوس کر رہا تھا، اور میرے قلب و دماغ میں ایک ہیجان برپا تھا، اور میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ کون فریق شکایت کا زیادہ حقدار ہے، کیا ہم شکایت کرنے کے زیادہ مستحق ہیں، یا یہ انگریز فلاسفر ہربرٹ، چنانچہ یہ فلاسفر اپنی قوم کی شکایت کرتا ہے کہ تھوڑے لوگ سائنس کے معمولی معلومات پر خوش ہو کر اس کو چھوڑ دیتے ہیں، اور کچھ پرواہ نہیں کرتے یہ لوگ ہدایت کے راستہ سے گمراہ ہیں" اگر یہ فلاسفر اپنی قوم کی ایک بار شکایت کرتا ہے تو میں ہزار بار شکایت کروں گا، اور کیوں نہ کروں، اس کی قوم عالم اور میری قوم جاہل اس کی قوم حاکم اور میری قوم محکوم، اسکی قوم قوی، میری کمزور، اس کی قوم تجارت، صنعت، زراعت، امارت اور اسلحہ جنگ وغیرہ میں ترقی یافتہ، اور میری قوم بالکل اس کے برعکس ہے، وہ اپنی قوم سے زیادتی طلب کرتے ہوئے شکایت کرتا ہے تو میں اپنی قوم کی غفلت اور کمزوری پر شکایت کرتا ہوں، ہم لوگ مغربی قوموں سے زیادہ کوشش کے مستحق ہیں، یہ فلاسفر اپنی قوم کی شکایت کرتا ہے، حالانکہ اس کا مذہب سائنس کی بنیاد پر قائم نہیں لہذا مجھے شکایت کا زیادہ حق ہے، کیونکہ مذہب اسلام کی بنیاد ہی طبیعت اور فطرت پر ہے، چونکہ ہم نے اپنے مذہب کی مخالفت کی لہذا استکاریوں کے اول شکار ہم ہی ہوئے،

افسوس امت مسلمہ کیوں خواب غفلت میں ہے، اس کی کشتی کیوں بغیر ملاح کے تیر رہی ہے، کیا ہماری عقل کے نزدیک یہ جائز ہے کہ انگریزان سب میں ہم سے سبقت لیجائیں حالانکہ علم ہمارا علم اور مذہب ہمارا مذہب ہے، اور تعجب کی بلکہ رونے کی جگہ تو یہ ہے کہ اکثر مسلم نوجوان اسپنسر وغیرہ کی اتباع میں اپنے مذہب کی تحقیر کرتے ہیں، (اور ہندوستان کے اندر خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ، کیونکہ زبان کا کچھ تو اثر ہونا چاہئے) اور کہتے ہیں کہ اسپنسر تو خدا کا منکر تھا، آہ کیا یہ خیالات ایسے نہیں ہیں جو ہمارے قلب کو پگھلا دینے کے لئے کافی

ہوں کہ بعض نوجوان ہر علم سے جاہل ہوتے ہیں، اور پھر یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم سارا علم جانتے ہیں، اور ہم نے اسپنسر ۳۰
اور ڈارون کے مذہب کا مطالعہ کیا ہے لیکن یہ اپنے دعویٰ میں بالکل جھوٹے ہیں، خدا کی قسم مجھ کو انگریزی پڑھنے
کا شوق صرف انہی جاہلوں کے دعوی کی وجہ سے ہوا،

اسپنسر کہتا ہے کہ "علم صحیح اور مذہب توام ہیں یعنی دونوں ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں، کیا یہی
مذہب اسلام نہیں ہے؟ کیا یہ آیت جس کی ہم تفسیر کر رہے ہیں یَآ اَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ
وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ، پھر اس کے بعد آسمان اور زمین وغیرہ کی تشریح اس پر دلالت نہیں کرتی کہ مذہب اور سائنس
لازم ملزوم ہیں، ورنہ پھر آسمان وزمین کی بحث کو عبادت کے ساتھ لانے کا کیا مقصد ہے مسلمانو! کیا اس حد
تک ہماری جہالت پہونچ گئی، میں بلند آواز سے کہہ رہا ہوں کہ کیا تیرہ سو سال کے تجربہ کے بعد بھی ہم اپنے
مذہب سے اس طرح جاہل رہیں اور توحید جیسی نعمت کا انکار کریں،

مسلمانو! یہ تمام رسوائیاں اور برائیاں جس نے ہم کو گھیر رکھا ہے فی الواقع اس کی بنا پچھلی صدیوں
کے اندر ہماری جہالت سے پڑی، غور کرو اسپنسر کہتا ہے "نفس کو علوم طبیعت کی طرف مائل کرنے والا دراصل
مذہب ہے" تعجب ہے کہ میں نے توریت اور انجیل پڑھی لیکن علوم طبیعیہ کو میں نے ان میں نہیں پایا اگر کسی
جگہ کچھ ہے بھی تو معمولی طور پر، لیکن قرآن مجید علم طبیعی کے حاصل کرنے اور اس کے سمجھنے کا حکم دیتا ہے، پس
وہ مذہب جس کے اندر علم نہیں اس کے اندر بڑے بڑے حکما اور فلاسفر پیدا ہوئے، پھر تم قرآن کے متعلق
کیا کہوگے، کہ اگر اس کی صحیح تعلیم دیجائے تو یقیناً اس کے متبعین میں بے شمار اور بڑے سے بڑا فلاسفر پیدا ہو سکتا
ہے کیا اللہ تعالیٰ کا یہ قول اسی معنی کو نہیں بیان کر رہا ہے، جس کو اسپنسر نے کہا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا،
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا
وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ، اس کے بعد
یہ ہے، اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی

برسایا، پھر ہم نے اوس سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کئے، اور پہاڑوں کے اندر بھی بعض پتھر سرخ وسفید مختلف رنگ کے پیدا کئے اور بعض بالکل سیاہ ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ سے اوسکے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں، کیونکہ علم طبیعی کی معرفت ہی سے انسان کی عقل بڑی ہو کر پانی، درخت، پھل، پہاڑ اور مختلف رنگوں میں غور وفکر کرے گی، پھر اللہ تعالیٰ سے ڈرے گی، اور یہی لوگ عالم ہیں، دیکھو اسلام نے کس طرح ہمارے نفس کو علم طبعی کی طرف مائل کیا ہے،

مؤلف ومصنف کی مثال جس کو اسپنسر نے پیش کیا ہے، اس کی نظیر ہم نے اپنے اسلاف کی کتابوں میں دیکھی ہے، جیسا کہ اخوان الصفا کے اندر مذکور ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ وہ علوم جس کو ہم پڑھتے ہیں چار ہیں، کتابُ اللہ، کتابُ الطبیعۃ، کتابُ الحکماء اور کتابُ النفس الانسانی، اس مثال کے اندر اسپنسر نے عالم کائنات کو کتاب قرار دیا تھا، اسی طرح صاحب اخوان الصفا نے بھی کیا ہے،

علم اور عجائب طبعی سے انسان کے اعراض کرنے پر اسپنسر نے جس تعجب کا اظہار کیا ہے قرآن نے اوس سے بہت زیادہ کیا ہے، فرمایا، وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝ (آسمانوں میں اور زمین میں کتنی نشانیاں ہیں، جن پر سے یہ غافل انسان گذر جاتے ہیں اور وہ ان میں غور نہیں کرتے،)

اسپنسر کا یہ قول کہ علم طبعی عبادت ہے تو تم کو معلوم ہو کہ اسلام کا مدار بھی یہی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ (ایک گھنٹے کی فکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے) دوسری حدیث میں وارد ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جس نے اوس کو پڑھا اور اس میں غور نہیں کیا تو اس کے لئے خرابی ہے، اور وہ آیت یہ ہے إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ (الآیۃ) (بیشک آسمانوں کی اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے الٹ پھیر اور اون کشتیوں میں جو سمندر میں پیر

انسان کے فائدوں کی چیزیں سے کر چلتی ہیں، حسد اکی نشانیاں ہیں، میرے اندر علم طبعی کی محبت پیدا کرنے والی یہی آیت ہے، میں نے اپنے تعلیمی وقت ہی سے اس علم کی طرف اپنی توجہ مائل کر دی تھی، اگر میں اس آیت سے واقف نہ ہوتا تو اس قدر توجہ اپنی جوانی کے وقت سے نہیں کرتا۔

اور اسپنسر کا یہ قول کہ سائنس مذہب کو قوت پہنچانے والا اور مذہب سائنس کو قوت دینے والا ہے، بعینہ امام غزالی فرماتے ہیں، کہ "مذہب دوا ہے اور علم غذا ہے، دوا غذا سے بے نیاز نہیں، اور غذا دوا سے بے نیاز نہیں"

اور اسپنسر کا یہ قول کہ علم طبعی سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لئے ایک حد ہے جس سے ہم آگے نہیں بڑھ سکتے، لہذا صانع عالم کی معرفت اور اس کی حقیقت تک نہیں پہونچ سکتے، تو یہی مطلب اس حدیث شریف کا بھی ہے. تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ، اللہ کی مخلوق میں غور و فکر کرو اور اس کی ذات میں فکر نہ کرو، کیونکہ اللہ کی ذات میں تفکر کرنا شرک ہے، دوسری حدیث میں وارد ہوا آپ نے فرمایا کہ شیطان تم لوگوں سے کسی کو کہے کہ تم کو کس نے پیدا کیا تو وہ شخص کہے گا اللہ نے، پھر پوچھے گا اللہ کو کس نے پیدا کیا، جب تمھارے اندر یہ وسوسہ پیدا ہو تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو خدا اپنے آپ کو خود ہی جانتا ہے،

## حکایت

جب میں مدرسہ خدیویہ میں تھا تو میرا ایک شاگرد اسپنسر کی کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور مجھ سے یہ کہا کہ اسپنسر خدا کا منکر ہے، میں نے کہا اس کی عبارت پڑھو تو اس نے یہ عبارت پڑھی: "اللہ نے اپنی ذات کو خود پیدا کیا ہوگا، یا اس کو کسی نے نہیں پیدا کیا ہوگا، اگر پہلی صورت ہے تو وہ محال ہے، کیونکہ اس شی کا اس کی ذات پر تقدم لازم آتا ہے، اور یہ باطل ہے، اسی طرح دوسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ

بغیر موجد کے کوئی موجود نہیں، میں نے کہا کیا تم اس کو انکار سمجھتے تھے؟ اس نے کہا ہاں، میں نے کہا ہرگز نہیں اسپنسر کا یہ قول ہمارے علماء کے اقوال کے نزدیک ایک ٹکڑا بلکہ سمندر کا ایک قطرہ ہے، ہمارے علماء مباحث عقلیہ میں اسی قدر ترقی یافتہ تھے جس قدر یورپین اقوام جنگی صنعتوں میں ترقی یافتہ ہیں، ہمارے علماء نے یہ بات ثابت کی ہے کہ انسان کو ہمارے معلومات صرف چار طریقوں سے حاصل ہوتے ہیں، حواس کی راہ سے جیسے سمع بصر وغیرہ، وجدان کے راستے سے جیسے الم، لذت، بھوک اور پیاس وغیرہ، عقل کی راہ سے جیسے جب دو مساوی چیزوں پر کوئی غیر متساوی حصہ زیادہ کیا جائے، تو مجموعہ بھی غیر متساوی ہوگا، چوتھا طریقہ وہ ہے جس کو ہم انہی تینوں سے منطقی طور پر حاصل کرتے ہیں یعنی منطق واستدلال کا طریقہ، پس انسان کے حصول علم کیلئے یہی چار طریقے ہیں، اب یہاں پر یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ انسان نے اللہ کو کیونکر پہچانا، کیا اللہ کی ذات یا اوس کا وجود یا اوس کے تمام صفات کو پہچانا، حق یہ ہے کہ انسان نے اللہ کو یوں پہچانا کہ اولاً وہ موجود ہے دوسرے یہ کہ وہ دائم الوجود ہے، اور تیسرے یہ کہ تمام مادیات اور حوادث سے منزہ اور صفات فاضلہ سے قدرت علم، ارادہ وغیرہ کے ساتھ متصف ہے، ان تمام چیزوں کو تو انسان نے انہی مذکورۂ بالا طریقوں سے پہچانا باقی خدا کی ذات کی معرفت تو یہ ایک ایسی چیز ہے جو انسانی عقول سے بالاتر ہے، اور معرفت کے چاروں طریقوں میں سے کسی میں بھی داخل نہیں، اسی کو اسپنسر نے اپنے کلام میں بیان کیا ہے، اور یہی اس کا مقصد ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ خدا کی ہستی ہی کا منکر ہے،

ہمارے علماء کہتے ہیں کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں، معرفتِ ذاتی اور معرفتِ عرضی، جب ہم کسی حسین اور خوبصورت ہندسی شکل کو دیکھیں تو ہم کو یہاں پر دو معرفتیں حاصل ہوں گی، معرفت ذاتی اور معرفت عرضی، معرفت ذاتی تو وہی ہوگی جیسا کہ ہم کہیں گے کہ یہ رنگ ہے، یہ مقدار ہے، یہ نرمی اور سختی ہے کیونکہ رنگ اور مقدار وغیرہ کی وہی حقیقت ہے جس کو ہم دیکھ رہے ہیں، اور معرفت عرضی یہ ہوگی جیسے ہم کہیں گے کہ یہ شکل بہت خوبصورت ہے، اس کے لئے ایک ہوشیار اور قدرت والا صانع ضرور ہوگا

پس صانع کا علم اس کی ساری صفات صنعت کے ساتھ یہی معرفت عرضی ہے کیونکہ ہم نے صانع کو تو نہیں دیکھا بلکہ اس کو اس حسین و جمیل شی کے واسطے سے پہچانا، لہذا خدا کی معرفت بھی ہم کو عرضی ہے ذاتی نہیں ہو سکتی ہمارے علماء کے یہی وہ اقوال ہیں جن سے انھوں نے خدا کی ذات کی معرفت کے متعلق اپنا عجز ثابت کیا، رسول اللہ صلعم سے بھی اسی طرح وارد ہے، شاگرد نے کہا کیسے؟ میں نے کہا وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے، اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك و بمعافاتك من عقوبتك وبك منك لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك، (اے خدا میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غصے سے اور تیرے عفو کے ساتھ تیری سزا سے اور تیرے ساتھ تجھ سے پناہ پکڑتا ہوں، میں تیری تعریف نہیں کرسکتا، تو وہی ہے، جیسا تونے آپ اپنی تعریف کی) مطلب یہ ہے کہ اپنی قدر کو تو ہی خوب پہچانتا ہے، میرے اندر اتنی طاقت کہاں، کہ تیری تمام صفات کو پہچان سکوں، بلکہ تو ہی خوب پہچانتا ہے، لہذا آپ اپنی تعریف تو ہی خوب کرسکتا ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا العجز عن الادراک ادراک (خدا کی حقیقت کی دریافت سے عاجز ہوجانا ہی دریافت ہے) اور اسپنسر کا یہ قول کہ سائنس کا عالم وہ نہیں ہے جو تحلیل کیمیاوی کو پہچانے بلکہ وہ شخص ہے جو اسباب میں ترقی کرے، اس سے مقصد فلسفہ کا علم الاعلیٰ ہے، جس سے آج مسلمان محروم ہیں، (علم اعلیٰ وہ ہے جو موجود خارجی اور موجود ذہنی میں مادہ کا محتاج نہ ہو) اور فن کے طالب بھی ادھر ادھر بھٹک گئے، وہ لوگ علوم جزئیہ کو تو حاصل کرتے ہیں، اور علم کلی (یعنی علم الاعلیٰ) جس کی فن کو ضرورت ہے، اس سے بالکل جاہل رہتے ہیں خدا ہی فرماتے ہیں، کہ علوم جزئیہ کی تعلیم گمراہی میں ڈال دیتی ہے، اور علوم کلی کی تعلیم سے انسان اپنے خدا کو پہچانتا ہے، علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس قول شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (یعنی اللہ اور فرشتے اور علم والے گواہی دیتے ہیں کہ خدا واحد ہے) کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ علم کے اندر فرشتوں کا درجہ اللہ کے بعد اور

علم والوں کا جو اس عالم کے نظام اور عجائبات سے واقف ہیں فرشتوں کے بعد ہے،

وہ علوم جو ہمارے مصری مدارس میں پراگندہ صورت میں پڑھائے جاتے ہیں چونکہ علم اعلیٰ سے خالی ہیں اس لئے اون سے طالب علموں کو کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہوتا پس مسلمانوں کی سوئی ہوئی قوم پر تعجب کرو، اب وقت آچکا ہے کہ اپنے خوابِ غفلت سے ہوشیار ہو اور اسپنسر کا یہ قول کہ ثواب و عقاب اعمال کے تابع ہیں اور علم طبعی سے یہ ہم کو معلوم ہو سکتا ہے اس مسئلہ کی یہی تشریح ہمارے علمار نے کی ہے مثلاً امام غزالیؒ نے فرمایا کہ اللہ مجھے بخش دے گا اس قول کے کہنے سے بچو، کیونکہ ثواب اور عقاب نتیجے ہیں جن کا حصول ضروری ہے، لیکن افسوس ہے کہ تمام مشرق اور مغرب کے مسلمان خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اور اپنے علمار کے قول میں غور نہیں کرتے، اے اللہ تو میری قوم کو ہدایت دے، اور اس کو خوابِ غفلت سے بیدار کردے، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ،

میں نے اس مقام کو طول دیا ہے تاکہ تم کو معلوم ہو کہ دیار اسلام کے اکثر نوجوان متعلم نہ تو عام لوگوں کے ساتھ نہ تو مقلد ہی رہے اور نہ وہ حکمائے محققین کے گروہ میں داخل ہوئے، بلکہ وہ بیچ راستہ میں پڑے ہوئے ہیں، نہ تو بلندی تک پہنچے نہ نیچے اترے، اون کے لئے کیا ہی اچھا ہوتا کہ اپنی پوری توجہ علوم کی طرف مائل کر دیتے یہاں تک کہ اون کے نفوس مطمئن ہو جاتے پھر اون کی قوم کا شمار بڑی قوی اور زبردست قوموں میں ہو جاتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ سے ہم مسلمانوں کو اسی بات کا حکم دیا ہے، جس کو میں نے تحریر کیا،

جب اللہ تعالیٰ زمین کے اوصاف، پھل، عجائب اور حکمتوں کے ذکر سے فارغ ہو چکا تو اب بتوں کی مذمت بیان فرماتا ہے اور اون کی عبادت سے منع کر رہا ہے،

## بتوں اور اصنام کی عبادتوں پر تفصیلی کلام

میرا ارادہ ہے کہ یہاں پر مسئلہ اصنام اور اون کی عبادتوں کی اسی طرح کامل تشریح کر دوں جیسے

سورۂ فاتحہ کے آخیر میں بلاغت قرآن کا کلام عرب سے موازنہ کی تشریح میں کہا ہے، اور جیسا کہ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا کی تفسیر میں جنت اور جہنم اور سعادت یا طبقوں کے مراتب کے مسئلہ کو، اور سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کے ماتحت موجودہ زمانہ کی ترتیب نجوم کے مسئلہ کو اور خلیفہ کے ماتحت نفس اور جسم انسانی کے مسئلہ کو، اور وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ کے ماتحت فرشتہ کے مسئلہ کو بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ، تاکہ اثنائے تفسیر میں جب ہم کسی ایسی آیت پر پہونچیں جس میں یہ معانی پائے جاتے ہیں تو ہم اسی مذکورہ تشریحات کی طرف رجوع کرنے کا اشارہ کردیں گے، اس سے تفسیر میں تکرار بھی کم ہوجائیگی اور تفسیر کا مطالعہ کرنے والا عجائب علم اور غرائب حکمت سے بھی واقف ہوتا جائیگا اب ہم اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور مسئلۂ اصنام کی نسبت تمہارے سامنے قدیم وجدید قوموں کے خیالات پیش کردیتے ہیں تاکہ تم تمام باتوں سے اچھی طرح واقف ہوجاؤ،

دنیا کے اندر بت پرستی بہت قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے، اور آج بھی دنیا کے ہر حصہ میں موجود ہے، اگر تم چین وجاپان، اور ہندوستان کا سفر کرو تو دیکھو گے کہ بتوں کے لئے بڑے بڑے مندر موجود ہیں اور لوگ اس کے اندر بتوں کے سامنے سجدوں میں پڑے ہوئے رہتے ہیں، حالانکہ چین اور ہندوستان میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ موجود ہیں، اور اگر تم جدید دور میں ایسی قوم دیکھنا چاہتے ہو جو زندگی کے ہر شعبہ میں مہذب اور جنگی فنون میں کامل ہوکر بھی بت پرستی کرتی ہے تو جاپان کو دیکھو،

جاپانی قوم جس معبود کی پرستش کرتی ہے، اس کے لئے دو گھوڑے ہوتے ہیں جن پر وہ معبود چڑھتا ہے اور یہ گھوڑے اس معبود کے مندر کے پاس اس کو لیجانے کے لئے ہر وقت تیار کھڑے رہتے ہیں اور یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان گھوڑوں کو اس وقت ایک مٹھی جو کھلا دے جب یہ گھوڑے اوقات معلومہ میں تصویر سے نکلتے ہیں تو اس کو بڑا ثواب ملیگا، اور یہ شخص بڑا خوش نصیب ہوگا، کیونکہ خدا کے گھوڑے نے اس کا ہدیہ قبول کرلیا، جاپان میں جو بت پرستی آج رائج ہے اس میں ایک یہ بھی ہے،

جس کو میں نے تحریر کیا، اب یہاں پر یہ کہا جائیگا کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک ایسی شی جو فطرت اور عقل کے بالکل خلاف ہو اور جس کا بطلان بالکل بدیہی ہو کیا اتنے دنوں تک باقی رہے گی، اور زمین پر اس کو اتنی بڑی عمر کس طرح ملے گی، یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ شاید باقی رہے گی، کیا عقل کے نزدیک یہ جائز ہے، کہ انسان بیوقوفی میں اس حد تک پہونچ جائے کہ یہ بھی نہ پہچان سکے کہ یہ پتھر جو میرے سامنے موجود ہے اس نے آسمان اور زمین وغیرہ کو نہ پیدا کیا ہوگا، کیونکہ اس پتھر کے بت کو تو ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، یہ کس طرح دوسروں کو پیدا کر سکتا ہے، ہماری عقل کبھی اس کو نہیں تسلیم کرتی، کہ یہ بڑی بڑی تعلیم یافتہ قومیں جن کے اندر بڑے بڑے عقلا اور حکما موجود ہوں، اس قسم کی بیوقوفی میں ہمیشہ ہمیشہ گرفتار رہیں، اور پھر بھی نہ سمجھ سکیں، لہذا ضروری ہے کہ اس بت پرستی کے اندر کوئی پوشیدہ اصول ہے، جس پر یہ قائم ہے، ورنہ ایک ایسی چیز جس کے لئے کچھ اصل نہ ہو اور محض دھوکا ہو عالم کے اندر کبھی اتنی بڑی عمر نہیں پا سکتی، اس کے جواب کے لئے وہ تمام باتیں ذکر کرنا ضروری ہیں جنکو میں جانتا ہوں، پس میں کہونگا، امام رازی فرماتے ہیں کہ زمین کے اندر کوئی ایسی قوم نہیں جو اللہ کے لئے ایسا شریک قرار دیتی ہو، جو اس کے وجود، قدرت اور علم وحکمت میں مساوی ہو، اور ایسی قوم اب تک وجود میں نہ آسکی، لیکن فرقہ ثنویہ دو خدا ثابت کرتا ہے، ایک دانا جو بھلائی کے کام کرتا اور دوسرا سفیہ جو برائی کے کام کرتا ہے، باقی خدا کے سوا دوسرے معبود تسلیم کرنے والے بہت زیادہ ہیں، جس کا خلاصہ میں یہاں پر تحریر کرتا ہوں، ۴۳

(اوّل) بعض قومیں ایسی تھیں جن میں کوئی بہت بڑا عظیم القدر شخص تھا، وہ مر گیا، اور لوگوں کا اس کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ مستجاب الدعوات ہے، تو لوگوں نے اس کی پرستش شروع کر دی، کہ اس کی مورت بنا کر اپنے پاس رکھنے لگے، اسی طرح زمانہ پر زمانہ گذرتا گیا، آخر وہ شخص معبود سمجھا جانے لگا اور تمام آنے والے اخلاف اس کو معبود سمجھتے ہوئے اس کی پرستش کرتے رہے، اور آج تک اس

پرستش کرتے ہیں، انتہا یہ ہوا کہ وہ معبود بن گیا اور تمام لوگ گمراہ ہو کر اس کی اصل بھول گئے،

(دوم) صابئین کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مادہ سے مجرد بنا کر پیدا کیا اور یہی فرشتے اس عالم کے اندر تصرف کرتے ہیں، اور یہی فرشتے ستاروں پر حاکم ہیں، اور ستارے زمین میں موثر ہیں آفتاب و ماہتاب اور تمام دوسرے ستارے اپنی روشنی زمین پر ڈالتے ہیں، اسی روشنی سے زمین پر زندگی ہے، اگر آفتاب کی روشنی نہ ہو تو کوئی حیوان اور نہ کوئی پودا زمین پر زندہ رہ سکتا ہے نیز یہ خیال تھا کہ اشخاص سعد و نحس ستاروں کے تابع ہیں جیسا کہ زندگی آفتاب کی روشنی کے تابع ہے،

غرض یہ کہ تمام عالم کے اندر تصرف کرنے والے فرشتے ہیں، پس یہ خیال آتے ہی ان لوگوں نے فرشتوں کی پرستش شروع کر دی تاکہ یہ فرشتے اللہ کے نزدیک اون کی شفاعت کریں. طول طویل زمانہ گذرنے کے بعد فرشتوں کے بجائے نفس ستاروں کی پرستش کرنے لگے، جب اس پر بھی کچھ زمانہ گذرا تو اپنے خیال کے مطابق ان لوگوں نے ستاروں کی تصویریں یا مورتیں بنائیں اور اون تصویروں اور مورتوں کو پوجنے لگے، تاکہ یہ کواکب تک پہونچا دیں، کیونکہ ان مورتوں اور ستاروں کے درمیان ایک مناسبت ہے، اور ستارے فرشتوں تک اور فرشتے اللہ تک پہونچنے کے لئے واسطہ ہو جائیں، اس فرقہ کے اندر اب تک ان مورتوں کی پرستش ہوتی ہے، اور اس پرستش کے لئے خاص قسم کی بخور اور دعائیں اور لباس استعمال کئے جاتے ہیں، مصر کی مجلس زار جو بہت معروف و مشہور ہے، یہ بھی صابئین کے مذہب کی ایک بدلی ہوئی صورت ہے، فرقہ صابئین کا خیال ہے کہ اللہ اور اوس کی مخلوق کے درمیان انسان کبھی واسطہ نہیں ہو سکتا، یہ لوگ انبیاء کا انکار کرتے ہوئے، صرف فرشتوں کو واسطہ ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں، کہ یہ انسان سے افضل ہیں کیونکہ وہ مادہ سے مجرد ہیں، شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں اس مسئلہ کے متعلق ایک مناظرہ نقل کیا ہے، اور آخر میں یہ بات ثابت کی ہے کہ انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں، کیونکہ ان کے اندر قوت روحی اور قوت جسمی دونوں موجود ہیں، اور جس کے اندر دو فضیلتیں ہوں

وہ ایک فضیلت والے سے افضل ہے،

بتوں اور اصنام کے متعلق قدیم مصریوں کے نزدیک ایسی چیز تھی کہ قوموں کے اندر اس کی مثال دی جاتی تھی، مصری کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے لیکن اللہ کے بعد انھوں نے عالم کو چند مرتبوں میں ترتیب دیا تھا، مثلاً مادہ کے لئے دو عدد، زحل ۳، مشتری ۴، مریخ ۵، آفتاب ۶، زہرہ ۷، عطارد ۸ اور قمر کے لئے ۹ عدد فرض کیا تھا، اور یہ لوگ ان تمام اعداد کے لئے مربع بنا کر سونے کی تختی میں لکھتے تھے، یہ مربع ایک عدد کو خود اس کے اندر ضرب دینے سے پیدا ہوتا ہے، لهذا اللہ کا مربع ایک، مادہ کا ۴، زحل کا ۹ مشتری کا ۱۶، اسی طرح قمر تک اور اس مربع کے اندر عجیب و غریب حساب ہے، اس کا خط افقی اور راسی اور قطری ہر طرف سے متساوی ہوتا ہے، یہ ان کے نزدیک عبادت تھی، جس سے وہ ستاروں کا تقرب حاصل کرتے تھے، اگر اس مربع کے عجیب و غریب حساب سے واقف ہونا چاہتے ہو تو مرحوم علی مبارک پاشا کی کتاب خواص اعداد کا مطالعہ کرو، فیثاغورث اس علم کا بڑا ماہر تھا، خواص اعداد کے عجائبات نے اوس کو مدہوش کر دیا تھا، یہاں تک کہ وہ اس بات کا قائل ہو گیا کہ عالم کی اصل عدد ہے،

(سوم) مذہب تثلیث، یونان کے قدیم فلاسفر جن کے علم کو مسیح کے بعد اسکندریہ کے علماء نے حاصل کیا، پھر ان سے عربوں نے حاصل کیا، یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے پہلے عقل اول پیدا کیا اور اس کے واسطے سے نفس کو پیدا کیا، پھر نفس سے تمام کواکب متحرک ہوئے اور طبیعت منظم ہوئی، اور تمہارے نفوس بھی اسی نفس کی شعاع ہیں، لهذا ان کے نزدیک اللہ اور عقل، اور نفس تین چیزیں ہیں،

علامہ دوان کہتے ہیں کہ ممفس کے گرجا کے پادری اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے تھے کہ پہلے اللہ نے دوسرے کو پیدا کیا، اور دوسرے نے پہلے کے ساتھ مل کر تیسرے کو پیدا کیا، دوسرے اقنوم کو یہ لوگ کلمہ کہتے تھے، جس کو اہل فلسفہ نے عقل کے ساتھ تعبیر کیا ہے، جب مصر کے بادشاہ توتیسو

کاہن شینتو کی سے یہ پوچھا گیا کہ تم سے پہلے کوئی تم سے بڑا ہوا ہے یا تمہارے بعد کوئی تم سے بڑا ہوگا، تو اس نے ۳۴
کہا "ہاں اللہ" پھر کلمہ اور ان دونوں کے ساتھ روح القدس، ان تینوں کی طبیعت ایک ہے اور یہ سب
واحد بالذات ہیں، اور انہی سے قوتِ ابدی کا صدور ہوتا ہے، پس اے فانی! اے تھوڑی زندگی
والے! ہٹ جا، یہاں سے چلا جا" ہندوؤں کے ہاں بھی تین خدا ہیں، برھما، وشنو اور شیو، یہ لوگ کہتے
ہیں کہ جب برھما نے مخلوق پیدا کرنی چاہی تو اس نے صفتِ فعل اختیار کی، تو اب برھما خالق ہوگیا، پھر
جب عمل میں زیادتی ہوئی تو دوسری صفت میں بدل گیا اور وشنو رحما فظ ہوگیا، اس کے بعد تیسری صفت
اختیار کی تو شیو (مہلک) ہوگیا، یہ لوگ تینوں کو ملا کر ترمی مورتی کہتے ہیں، یعنی اقانیم ثلاثہ، اللہ، بیٹا،
روح القدس، میں نے ایک کتاب میں اس تثلیث کی تصویر دیکھی ہے، جو علامہ موریس کی کتاب سے
نقل کی گئی ہے، یہ کتاب ہند کے آثار قدیمہ کے متعلق ہے، علامہ موصوف کہتے ہیں کہ میں نے ایک بہت قدیم
مندر کے کھنڈر میں ایک بت پایا جس کا دھڑ ایک، سر تین تھے، اس سے مقصود تثلیث کو ظاہر کرنا تھا، اسی
طرح بودھ مذہب میں بھی تثلیث موجود ہے، وہ کہتے ہیں کہ گوتم بدھ تین اقنوم میں سے ایک تھا، چینی بودھ
کی عبادت کرتے اور بدھ کو ایک اقنوم سمجھتے ہیں، اور اقانیم ثلاثہ کو لفظ اوم سے ظاہر کرتے ہیں، اسی طرح
ہندو بھی انہی حروف سے برہمہ، شیو اور وشنو کو ظاہر کرتے ہیں، چینیوں کی مذہبی کتابوں میں مذکور ہے
کہ ہر چیز کی اصل ایک ہے، اور ایک ہی جو اصل وجود ہے دوسرے کو پیدا کرنے پر مجبور ہوا، اور ان دونوں
سے مل کر ایک تیسرا پیدا ہوا، پھر ان تینوں سے عالم کی ہر ایک چیز صادر ہوئی، ہندو قوم اپنی تثلیث سے
اتر کر بالکل ذلیل درجہ تک پہونچ گئی، کیونکہ میں نے ہندوؤں کے مندر کا ایک مجسمہ دیکھا ہے جو برھما کا
ہے، اس کے اندر مذکر اور مونث دونوں علامتیں موجود ہیں، اور اس سے قوتِ ایجاد کو دکھلانا ہے،
غور کرو کس طرح تثلیث کا مسئلہ عقل سے اتر کر حیوانی درجہ تک پہونچ گیا، اب اس کے بعد کیا رکھا ہے
قدیم فارسیوں کے نزدیک یہی تثلیث موجود تھی، علامہ ہگین فرماتے ہیں، فارس والے متروس

کو کلمہ کہتے تھے، قدیم یونانیوں کا بھی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ مثلث الاقانیم یعنی تثلیث میں سے ایک ہے، اس تعلیم ثانوی کی اصل مصر سے ہے،

کتاب خرافات کا مصنف کہتا ہے، کہ رومی لوگ بھی مسیح کے قبل تثلیث کا اعتقاد رکھتے تھے علامہ نیث فرماتے ہیں کہ اوقیانوس کے جزیروں کے باشندے او میکسیکی جن پر اسپینیوں نے ظلم کیا اور اون کی تمام کتابیں جلا ڈالیں، یہ لوگ بھی تثلیث کے قائل تھے، ان کا نام باکاب تھا جو ایک دوشیزہ لڑکی سے پیدا ہوا تھا، اہالی نیپال ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں، جس کا نام اندر ہے، اسکو بھی، اسی طرح سولی دی گئی، جس طرح مسیح کو دی گئی تھی تاکہ انسان اپنے گناہ سے نجات پا جائے، میں نے اس سولی کی تصویر بعض کتابوں میں دیکھی ہے، مصریوں کا خیال ہے کہ اوسیریس انسان کا نجات دہندہ تھا، اور وہ مقتول ہوا، اور وہ خدا کا بیٹا ہے، قدماے یونان بھی تثلیث کے قائل تھے کاہن لوگ مذبح کے اوپر مقدس پانی کو تین بار چھڑکتے تھے، فارسیوں کے نزدیک اقانیم ثلاثہ یہ تھے اورموزد، متراث اور اہرمن، اورموز خالق، متراث اللہ کا بیٹا نجات دہندہ، و راہرمن مہلک سائبیریا کے قدیم باشندے بھی تین خدا کو تسلیم کرتے تھے، اول ہر چیز کا خالق، دوم لشکروں کا خدا سوم محبت سماوی کی روح،

غرض عالم کے اندر ہر جگہ بت پرستی جاری تھی، اور ہے، اور تم کو معلوم ہوگیا کہ یہ بت پرستی دو قسم کی تھی، ایک فرشتوں سے شروع ہو کر اصنام پر آکر ٹھہر گئی، اور دوسری قسم تثلیث پر آکر رکی، اس دوسری قسم نے تمام کرۂ ارض کو بھر دیا، چین، ہند، یورپ، وغیرہ میں مختلف صورتوں کے ساتھ موجود ہے، اور سب یہی کہتے ہیں کہ میں خالق کی عبادت کرتا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ تمام لوگوں نے بتوں کو خدا کی عبادت کے لئے واسطہ قرار دیا ہے، اور یہی مطلب اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (ہم ان بتوں کی پرستش صرف خدا سے تقرب حاصل کرنے کیلئے کرتے ہیں

لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ قرآن ہم لوگوں کو یہ حکم دیا کہ اے لوگو تم اپنی ذات کو کیوں مقید کرتے ہو، اور بتوں
کے غلام بنتے ہو تم بالکل آزاد ہو جاؤ، اور صرف خدا کی پرستش کرو، وَاللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (تم جہاں ۲۵
بھی رہو خدا تمہارے ساتھ ہے) پس تم اپنی ذات کو بتوں پتھروں اور مورتوں کے ساتھ ہرگز مقید نہ
کرو، بلکہ آسمان اور زمین میں غور و فکر کرو کہ کس طرح یہ سب پیدا کیے گئے، چنانچہ فرمایا اُعْبُدُوْا
رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۞ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ
فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ
(اوس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تمہارے پہلوں کو پیدا کیا، شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ جس نے
تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی برسا کر اس سے تمہارے لئے
پھلوں کو روزی بنایا) تم ان خوبصورت چیزوں میں غور کرو ان میں ایسی ایسی حسین صورتیں ہیں جو میری
قدرت اور علم اور حکمت پر دلالت کرتی ہیں، تم اپنی ذات کو ان چیزوں میں مقید کرو، اور ان بتوں کیساتھ
ہرگز اپنی ذات کو مقید نہ کرو، جن کو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، میرے اوس جمال کے مقابلہ
میں ان بتوں کی کچھ حقیقت ہی نہیں، جن کو میں نے اپنے آسمان و زمین اور پہاڑوں میں ودیعت کیا ہے،
اس عالم کے اندر ایسے ایسے عجائبات اور جمال ہیں جن میں عقلمند کے لئے کافی نصیحت موجود ہے، فَاَیْنَمَا
تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۞ (تم جس طرف توجہ کروگے اسی جگہ اللہ کو پاؤگے
اللہ بہت وسیع اور علم والا ہے)

## عربوں کے اصنام جن پر قرآن نازل ہوا

کہتے ہیں کہ عمرو بن لحی جب اپنی قوم کا سردار اور بیت الحرام کا متولی ہوا تو اتفاقاً اوس کو بلقا
کا سفر کرنا پڑا، وہاں اس نے ایک قوم کو بتوں کی عبادت کرتے دیکھا اس نے ان لوگوں سے پوچھا یہ

کیا ہے، تو لوگوں نے جواب دیا یہ ہمارے خدا ہیں، جب جب اون سے مدد چاہتے ہیں تو ہماری مدد کرتے اور بارش مانگتے تو بارش دیتے ہیں، یہ سن کر اس نے بھی ایک پتھر کا بت اون سے لے لیا، یہ وہی مشہور ومعروف بت ہبل تھا، اس بت کو لیکر مکہ پہونچا اور خانہ کعبہ کے اندر رکھ دیا، اور تمام لوگوں کو اس بت کی تعظیم وتکریم کے لئے کہا، یہ واقعہ تقریباً بادشاہ ساپور ذی الاکتاف کے وقت کا ہے، بتوں کے مشہور مکانوں میں سے ایک غمدان تھا جس کو ضحاک نے زہرہ ستارہ کے نام پر شہر صنعا میں بنوایا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اوس کو ویران کر دیا، اور ایک نوبہار بلخ تھا جس کو منوچہر نے ماہتاب کے نام پر بنوایا تھا، عربی قبائل کے لئے اور بھی بہت سے مشہور ومعروف بت تھے، مثلاً دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا مشہور بت **ود**، بنی ہذیل کا سواع، بنی مذحج کا **یغوث**، ہمدان کا **یعوق**، حمیر میں ذوالکلاع کا نسر، ثقیف کا طائف میں **لات**، یثرب میں خزرج کا **منات** کنانہ کا **عزیٰ** اور صفا ومروہ پر اساف اور نائلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا قصی لوگوں کو بتوں کی پرستش سے منع کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کہتے تھے، اسی طرح زید بن عمرو بن نفیل بھی لوگوں کو منع کرتے تھے جیسا کہ کہتے ہیں،

اربًا واحدًا ام الف رب　　ادین اذا تقسمت الامور

(ترجمہ) کیا ایک خدا کی تابعداری کروں یا ہزاروں خدا کی، جب امور بٹیں،

ترکت اللات والعزیٰ جمیعا　　کذالک یفعل الرجل البصیر

(ترجمہ) میں نے لات اور عزیٰ سب کو چھوڑ دیا، ایک عقلمند انسان ایسا ہی کرتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ سب کے اوپر ہے، عالم کے تمام انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (تم خدا کا مقابل بتوں کو نہ بنایا کرو، اور اوس تم جانتے ہو)

جب کہ ان معاندین کو ایسی عقل اور معرفت نہ تھی جس سے وہ اس عالم کے نظام کو پہچان سکیں اور یہ معلوم کر سکیں کہ اصنام عبادت کے مستحق نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے قرآن کی بلاغت کو پیش کیا، اور اون کو ایسی فصیح عبارت کہنے کا حکم دیا، گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم آسمان اور زمین کی حکمتوں کے ادراک سے عاجز ہو، اور تمھاری عقلیں اون کی حقیقت تک نہیں پہونچ سکتیں، اور تم پر جہالت غالب ہے، اور تم صرف بلاغت ہی کو سمجھ سکتے ہو تو یہ قرآن تمھارے سامنے موجود ہے اس کے الہامی ہونے کا اقرار کرو، ورنہ تم بھی کوئی ایسی کتاب لکھو، جب یہ لوگ عاجز ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کی دھمکی دی، اور نیک لوگوں سے جنت کا وعدہ فرمایا، پھر اس کے بعد جنت کی نعمتیں، حوروں اور اس کے پھلوں وغیرہ کے اوصاف بیان کئے، اور اس کے قبل دنیوی عالم کو بیان فرمایا، اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم و حکمت ہی سے نجات حاصل ہو سکتی ہے، اور بلند درجہ تک وہی شخص پہنچ سکتا ہے، جو عالم کی پیدایش وغیرہ میں غور و فکر کرے،

چنانچہ فرماتا ہے، فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ (پھر تم اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے) پس ان کے اصنام بھی اون کے ساتھ جہنم میں جلائے جائیں گے، تاکہ اون کی امیدوں کا خاتمہ ہو جائے، کیونکہ اون کو یہ امید تھی کہ یہ بت ہماری سفارش کریں گے، لہٰذا ان کی امید ضائع ہو جائیگی، اور ان کی کوششیں بیکار ہوں گی، اور اسی کا نام حسرت ہے، وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْھَا مِنْ ثَمَرَۃٍ رِّزْقًا قَالُوْا ھٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ (جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ہیں اون کو جنت کی بشارت دیدو جس کے نیچے نہریں جاری ہیں، جب بھی اون کو کوئی پھل کھانے کو دیا جائیگا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دنیا میں دیا جا چکا ہے) یعنی وہ پھل جو جنت میں ہیں دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہوں گے، کیونکہ نفس

اسی طرف مائل ہوتا ہے جس سے اوس کو الفت ہوتی ہے، یہ آیت آخرت کے علوم کی کنجی ہے، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے، کہ آخرت دنیا کا نتیجہ ہے، اور نتیجہ ہمیشہ مقدمات کے تابع ہوتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ زندگی میں انسان کے درجے متناسب اور متشابہ ہیں، بچپن کے بعد جوانی اور جوانی کے بعد بڑھاپا آتا ہے لیکن ان تمام ادوار میں انسان کی اصلی صورت محفوظ رہتی ہے، اگرچہ اوس کی حالتیں مختلف ہوتی رہیں مثلاً بیمار ہوجائے یا دبلا اور موٹا ہوجائے، اور طلبہ کو دیکھتے ہیں کہ ثانوی مدرسوں میں وہی چیزیں پڑھتے ہیں جو اون تعلیم کے مناسب ہوتی ہیں جس کو اونھوں نے ابتدائی مدرسوں میں حاصل کیا تھا، اور کالج کی تعلیم ثانوی تعلیم کے مناسب ہوتی ہے، فن تربیت کے عالم لوگوں سے کہتے ہیں کہ بچوں کو اون کی ابتدائی زندگی میں ایسی مثال سے سمجھاؤ جس سے وہ مانوس ہوتے ہیں، مثلاً بلی، بکری، گیند وغیرہ، اسی طرح علمائے حکمت کہتے ہیں، کہ مرنے کے بعد نفس کی حالتیں طریقۂ مذکورہ سے علیحدہ نہیں ہوسکتیں، لہذا جاہلوں فاسقوں، منافقوں، اور لالچی وغیرہ کی روحیں بدن سے علٰحدہ ہونے کے بعد فضا کے اندر انھی اخلاق اور اعمال کے جہنم میں ہوں گی،

اور صاحب فضل و احسان، اہل علم، اور اخلاق والے اپنے عمل کے نتیجہ میں فضا کے اندر بھی اسی حالت میں رہیں گے، جیسا کہ وہ دنیا میں تھے، اللہ تعالیٰ انتقامی طور پر کسی کافر اور فاسق کو عذاب نہیں دیگا، جیسا کہ انسان اپنے دشمنوں کو حسد کی وجہ سے انتقامی طور پر سزا دیتا ہے، تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا، بلکہ یہ عذاب جنس عمل کا بدلہ ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل اقوال سے معلوم ہوگا، جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (برائی کا بدلہ اسی کے مثل برائی ہے) بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (ہاں جس نے برائی حاصل کی اور گناہ نے اوس کو گھیر لیا بس یہی لوگ جہنم والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے،) اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تمکو وہی بدلہ دیا جائیگا جو تم کرتے تھے

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (کسی نفس کو معلوم نہیں ہے جو آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی چیزیں اس کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہیں، یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا) اس آیت کو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد بیان کیا ہے، تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ گویا جب ان عبادت کرنے والوں نے اپنے خدا کو پہچانا اور عبادت کے اندر ان کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوئی تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے خود عبادت کرنے والے ہی واقف ہو سکتے ہیں۔ لہذا ان کی جزا ان کے عمل کے لئے لازم ہوگی جس طرح باشندگان زمین کے لئے ہوا لازم ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ، تم دنیا میں بھی دیکھتے ہو کہ ایک صاحب علم دوسرے صاحب علم سے مانوس ہوتا اور آپس میں ملاقات سے خوش ہوتا ہے، اور ڈاکوؤں اور مجرموں کو دیکھتے ہو کہ قید خانہ میں بند کر دیئے جاتے ہیں اور اپنے اعمال کی سزا پاتے ہیں، لہذا آخرت میں بھی ان کی یہی حالت ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (کافر بدمعاش اور ابلیس کے لشکر سب جہنم میں دھکیل دیئے جائیں گے، اور یہ لوگ آپس میں جھگڑتے ہوئے کہیں گے کہ خدا کی قسم ہم لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے)

اسی وجہ سے علم اخلاق کا یہ مسئلہ ہے کہ انسان کو چار جماعتوں کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہیئے، بچے عورتیں، جاہل، اور برے اخلاق والے، ہاں اگر تعلیم وغیرہ کے خیال سے بیٹھے تو کوئی حرج نہیں ہے حدیث شریف میں وارد ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ قیامت کے روز اسی کے ساتھ ہوگے، جس کو تم دنیا میں محبوب رکھتے ہو، قرآن مجید میں یہ آیا، فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا

دیہ لوگ اون لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، وہ نبی، صدیق، شہداء اور صالح لوگ ہیں اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں،)

امام غزالی الاحیاء میں فرماتے ہیں، جس طرح تم دنیا میں بعض ایسے لوگوں کو دیکھو گے جو عمدہ کھانوں اور حسین عورتوں کے بجائے ریاست اور حکومت کو پسند کرتے ہیں، اور بعض ایسے ہیں جو ریاست وحکومت کے بجائے آسمان اور زمین کے عجائبات اور انکشافات علمی کو پسند کرتے ہیں، اسی طرح آخرت میں بھی بعض لوگ جنت کی نعمتوں کے بجائے دیدار خداوندی کو پسند کریں گے، کیونکہ جنت کی نعمتیں عمدہ کھانوں اور حسین عورتوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں، یہ لوگ وہی ہوں گے جو دنیا میں علم کی لذت اور اسرار ربوبیت کی واقفیت کو پسند کرتے تھے، اس لئے جب حضرت رابعہ بصریہ سے پوچھا گیا آپ جنت کے متعلق کیا کہتی ہیں؟ تو جواب دیا پڑوسی، پھر مکان، گویا رابعہ نے یہ ظاہر کیا کہ مجھ کو جنت کی نعمتوں کی طرف التفات نہیں بلکہ جنت کے خدا کی طرف التفات ہے، اور ہر شخص جس نے دنیا کے اندر خدا کو نہیں پہچانا تو وہ آخرت میں بھی خدا کو نہیں دیکھ سکتا، اور ہر وہ شخص جس نے دنیا کے اندر معرفت کی لذت نہیں حاصل کی تو آخرت میں بھی اوس کو حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ آخرت میں ہر ایک کو وہی چیز دیجائیگی جس کو اس نے دنیا میں حاصل کیا ہوگا، اور کوئی نئی چیز ہرگز نہیں دیجائیگی، انسان کا اسی پر حشر ہوگا جس پر وہ مرا تھا، اور وہ اسی پر مرے گا جس پر وہ زندہ تھا، پس دنیا میں اوس کو جس قسم کی معرفت حاصل تھی بعینہٖ یہی نعمت اوس کو جنت میں ملے گی، ہاں یہ فرق ہوگا کہ قیامت کے روز پردہ دور ہوجانے کی وجہ سے ہر چیز مشاہدہ میں آجائیگی، اور اس سے لذت میں بے انتہا زیادتی ہوجائے گی، جیسا کہ ایک عاشق کی لذت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب وہ معشوق کی خیالی تصویر کے بجائے اپنے سامنے خود معشوق کو کھڑا ہوا دیکھے، جنت کا یہ ایک عام اصول ہے کہ ہر شخص کو اس کی خواہش کے مطابق نعمتیں دیجائیں گی، پس جو شخص صرف اللہ کے دیدار کی خواہش رکھتا ہے اس کو یہی نعمت ملے گی اور اس کو

اسی میں لذت حاصل ہوگی، بلکہ دوسری نعمتوں سے اس کو تکلیف پہونچے گی، لہذا جنت کی نعمت اللہ کی محبت کے مطابق ہوگی اور اللہ کی محبت اس کی معرفت کے مطابق ہوتی ہے، پس اصل سعادت یہی معرفت ہے، جس کو اسلام نے ایمان کے ساتھ تعبیر کیا ہے،

خلاصہ یہ کہ ہر حرکت نفسی اور اعمال و اخلاق ہمارے نفس کے اندر اپنا اثر ڈالتے ہیں، حکماء رکھتے ہیں کہ علم اور اخلاقِ فاضلہ یہی چیزیں سعادت ہیں، اور جہالت اور سوء خلق دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں اصل شقاوت ہیں، اسی رمز اور باریکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے، وَاُتُوا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (جنت میں اون کو دنیاوی نعمتوں کے مشابہ نعمتیں دیجائیں گی اور پاک وصاف بیویاں ملیں گی، یعنی وہ بیویاں برے اخلاق، بری طبیعت اور حیض و نفاس وغیرہ سے بالکل پاک وصاف ہوں گی، کیونکہ وہ دنیا میں بیویوں سے لذت اندوز ۳۷
ہوتے تھے، اگرچہ دونوں جگہوں کے درمیان اس سے بھی زیادہ فرق ہے، جتنا کہ آفتاب و چراغ یا ذرہ اور پہاڑ میں فرق ہے،

## ضربُ الامثال

سورۂ بقرہ کے جتنے حصہ کی تفسیر گذر چکی ہے اس میں چند مثالیں ہیں، بعض تو بالکل ظاہر ہیں اور بعض غور و فکر کی محتاج ہیں، جو بالکل ظاہر ہیں وہ یہ ہیں، مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا (اون لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ سلگائی) اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ (یا منافقوں کی مثال آسمانی بارش کے مثل ہے) مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا (ان لوگوں کی مثال جنھوں نے خدا کے سوا اپنا حامی و مددگار بنا لیا ہے، مکڑی کی طرح ہے، اس نے گھر بنایا) اور اِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ

(جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کرسکتے، اگرچہ وہ سب مل کر اس کام کو انجام دینا چاہیں اور اگر مکھی اون سے کچھ لے لینا چاہے تو اوس کو نہیں بچا سکتے) یہ تمام مثالیں کافروں کی حالتوں کے متعلق لکھی گئی ہیں، اور وہ مثالیں جو محتاج تعارف ہیں وہ آخرت کی حالتوں کے متعلق ہیں، مثلاً قَالُوا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ (یہ تو وہی چیز ہے جو ہم کو پہلے دیجا چکی ہی) مطلب یہ ہے کہ آخرت دنیا کے مشابہ ہو جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا، مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ وَّاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (جس جنت کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ اس میں غیر متغیر پانی کی نہریں ہونگی اور دودھ کی نہریں ہوں گی جن کا مزہ نہیں بدل سکتا، اور شراب کی نہریں ہونگی جس کے پینے والوں کو بہت لذت حاصل ہوگی، اور پاک و صاف شہد کی نہریں ہونگی) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف تصریح کردی کہ یہ جنت کے امثال ہیں، نیز یہ کہ دنیا کی چیزیں آخرت کے احوال کی مثالیں ہیں، دوسری آیت میں اس معنی کو اور عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا، فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (تو کسی کو نہیں معلوم جو اون کے لئے آنکھوں کو سرور بخشنے والی چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں) حدیث شریف میں وارد ہے کہ جنت میں ایسی چیزیں ہیں جن کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے قلب پر کھٹکا، دوسری حدیث میں ہے، اُرِیتُ الجنۃ فاذا اکثر اھلھا البلہ و علیون لاولی الالباب (مجھے جنت دکھلائی گئی تو میں نے اس کے اکثر باشندوں کو بیوقوف دیکھا، اور اعلیٰ جنت عقلمندوں کے لئے ہے) ہمارے علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب لکھا ہے کہ آسمان اور زمین میں غور و فکر کرنے والے اور شریف نفوس ہی وہ لوگ ہیں جو حسی جنت سے بچیں گے، اور پاک روحوں کے ساتھ خدا کے جوار میں رہنے کی خواہش کریں گے، اور اسی کا نام علیوں ہے، لیکن وہ لوگ جو خدا کی عبادت صرف جنت کی لذتوں کے لئے کرتے ہیں تو انہی لوگوں کے نفوس آخرت میں لذات حسی کی طرف مائل ہوں گے،

یہ ہم کو معلوم ہی ہے کہ انسان کا حشر اسی حالت (رائے و عقیدہ) پر ہوگا جس پر وہ مرا۔ البتہ عبادت ظاہری جو اللہ کے جلال اور اس کی عظمت کی معرفت سے خالی ہو، اس کا بدلہ جنت حسی ہوگا جس سے انبیاء، حکماء اور شریف نفوس والے اعلیٰ تر جنت کی خواہش رکھتے ہیں، جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے ان اقوال وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ، اور وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (کتنے لوگ اوس دن تروتازہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے) اور لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ (اچھے کام والوں کے لئے اچھی چیزیں اور زیادہ ملیں گی) میں بیان فرمایا، زیادہ سے مراد دیدار الٰہی ہے۔ لوگوں نے اس کی مثال یہ پیش کی ہے کہ ایک بادشاہ کے عالیشان محل میں بہت سے لوگ حاضر ہوں، پس شریف لوگ تو بادشاہ کے نزدیک بیٹھنے ہی سے خوش ہونگے، لیکن محتاج اور رذیل لوگ اُسی چیز کی فکر میں ہوں گے جس سے اون کی بھوک بند ہو جائے، کیونکہ اختلافِ طبیعت کا یہی تقاضا ہے، دنیا کے اندر مختلف اخلاق اور عادات اور مختلف حالات کے انسان موجود ہیں، وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (اور ہر ایک کا ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے) اگر ہر انسان کا مشرب مختلف نہ ہوتا تو یہ عالم اس قدر منظم نہ ہوتا، جس چیز کو زید پسند کرتا ہے اس سے عمرو کو کراہت ہے، اسی اختلاف کی وجہ سے دنیا کا عجیب نظام ہو گیا، اگر تجارت اور صنعت سے زید کو کراہت نہ ہوتی تو وہ فقیر اور محتاج بھی نہیں ہوتا، اسی اختلاف کی وجہ سے ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اختراع اور علم اور تجارت وغیرہ میں کامل اور کامیاب ہو گئے، حالانکہ اس کام کے شروع کرنے کے قبل ان کے ہم جنس اس پر تمسخر کرتے تھے، جتنے بھی انبیاء اور صاحب علم اور صناع لوگ دنیا میں پیدا ہوئے، اپنے ابتداء امر میں وہ بھی محلِ حقارت و تمسخر سمجھے جاتے تھے، کیونکہ تمام لوگ بہت کم ان چیزوں کو سمجھتے ہیں، جن کو یہ لوگ سمجھتے ہیں، اسی وجہ سے عام لوگ ان کی حقارت کرنی شروع کر دیتے ہیں، اسی طرح کافروں نے بھی ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) حقیر سمجھا، اور آپ سے وہ لوگ تمسخر کرتے تھے، جب اونھوں نے پانی، آگ، اور مکھی وغیرہ کی مثالیں سنیں تو کہنے لگے

کیا خدا بھی ایسی حقیر چیزوں کو مثال میں پیش کرسکتا ہے، یہ بالکل عقل کے خلاف ہے، اگر استہزار اور تمسخر کسی بڑے شخص سے کیا جائے اور اس کے اندر عزیمت نہ ہو تو یہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا یہی وجہ ہو کہ دنیا کے اندر کامیاب لوگ بہت کم اور میدانِ عمل کے اندر گھرے ہوے بے شمار اور بکثرت نظر آتے ہیں، تمسخر کرنے والوں پر بہت کم لوگ غالب ہوتے ہیں، اسی غالب ہونے والوں میں انبیاے کرام کی جماعت ہے ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مردانہ وار ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور ان کی تردید فرماتے رہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا (اللہ تعالیٰ مثال پیش کرنے سے نہیں شرماتا) جو مثال بھی ہو اگر تم لوگ مکھی اور مکڑی کی مثال پیش کرنے سے شرماتے ہو تو شرماؤ لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ یا ادنیٰ مثال پیش کرنے میں کوئی شرم نہیں ہو، کیونکہ کسی چیز کی حقارت کا اظہار حقیر شے سے ہی ہوسکتا ہو، جیساکہ دنیا کے حقیر ہونیکی مثال مکھی کے پروں سے دی گئی ہو، انسانو! تم لوگوں کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم کے تو وہ لوگ ہیں جو چیزوں کو تاریک عینک اور کانی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، لہٰذا خیر کو شر اور شر کو خیر دیکھتے ہیں، جب تم نے رسول کو تعلیم دیتے ہوے دیکھا اور تم لوگوں کے دلوں کے حسد داخل ہوگیا تو تم نے قرآن مجید کی عیب جوئی شروع کردی اور تمسخر کرنے لگے، ۲۸

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو متواضع اور حق پسند ہیں لہٰذا حق بات قبول کرلیتے اور دنیا و آخرت کی ہلاکت سے نجات پانے کی کوشش کرتے ہیں، اور جس وقت کوئی مثال سنتے ہیں فوراً اوس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرلیتے ہیں، اسی لئے یہی لوگ کامیاب ہیں،

لوگوں کے اختلافِ مشارب اور طور و طریقہ کے متعلق میں ایک مثال پیش کرتا ہوں، جس سے اچھی طرح سمجھ میں آجائیگا، تم ایک حسین عورت کا تصور کرو، اس عورت کے متعلق تم کو لوگوں کے مختلف نظر آئیں گے، مثلاً اوس کی ماں اوس کو شفقت اور رحمت کی نظر سے دیکھتی ہو، باپ شفقت پدری کی نظر سے دیکھتا ہے، بیٹا التجا اور استعانت کی نظر سے دیکھتا ہے، شوہر مصلحت، مشارکت اور معاونت سے ملی:

سے دیکھتا ہے، قدیم منسوب (منگیتر) حسرت، محرومی، غیرت اور ندامت کی نظر سے دیکھتا ہے، غرض اس سے تعلق رکھنے والے اس کو مختلف نظروں سے دیکھتے ہیں، یہی اختلافِ مشارب ہے۔ اسی طرح حکمت، علم اور محسوسات وغیرہ ہیں، جن کا ادراک مختلف طور پر کرتے ہیں، پس وہ مثال جس کو انبیائے کرام علیہم السلام نے بیان فرمایا اور جو قرآن میں وارد ہے اس کو بھی وہی اختلافِ نظر لاحق ہوا، جو تمام موجودات کو لاحق ہے اسی لئے جاہل اور بے وقوف اس مثال کی طرف استہزا اور تمسخر کی نظر سے دیکھتا، لیکن ایک عاقل اور صاحبِ دماغ نصیحت اور عبرت کی نظر سے دیکھتا ہے، عربوں کے کلام میں اس قسم کی مثالیں بہت آئی ہیں، مثلاً اسمع من قراد اور اطیش من فراشۃ، اور اعز من مخ البعوض وغیرہ،

جب موجودات کی طرح اللہ کے کلام میں بھی لوگوں کی نظریں مختلف ہوگئیں تو ضرور اس سے بعض گمراہ اور بعض ہدایت یافتہ ہوں گے، جیسا کہ بعض نباتات قاتل اور بعض شفا دہندہ اور بعض قابلِ غذا ہیں، یہ نباتات اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں، اور قرآن اقوال ہے، پس جس طرح اللہ تعالیٰ زہر سے ضرر پیدا کرتا اور دوا سے شفا بخشتا اور گیہوں سے غذا پہونچاتا ہے، اسی طرح قرآن سے ایک شخص کو گمراہ کردیتا ہے جب کہ اس کی استعداد ناقص اور اس کا نفس خبیث ہو، جیسا کہ بخار کی حالت میں شہد پینے سے انسان مرجاتا ہے، اور کمزور معدہ والے کا مرض گوشت کھانے اور بہت ٹھنڈا پانی پینے سے بڑھ جاتا ہے، قرآن سے لوگ کس طرح گمراہ ہوتے ہیں، میں اس کو ایک دوسری مثال سے سمجھاؤنگا، تم قرآن مجید کی یہ آیت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تمھارے لئے رسول اللہ کے اندر بہترین نمونہ ہے) چار مولویوں کے نزدیک رکھ دو پھر ان سے جنگی ہتھیاروں کے متعلق فتویٰ پوچھو، ایک صاحب فرمائیں گے کہ ہمارے لئے رسول اللہ کے اندر بہترین اسوہ تھا، ہم خدا اور اس کے رسول کی مخالفت نہیں کرسکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اور نیزہ سے جنگ کی ہے، لہذا جنگ کے اندر دوسرے ہتھیاروں کو استعمال کرنا بالکل حرام ہے، جیسا کہ علمائے ترکستان کے متعلق مجھے خبر ملی ہو کہ امیر بخارا

سے آلاتِ جنگ کے متعلق اون سے فتویٰ پوچھا تو اونھوں نے وہی جواب دیا جسکا ابھی میں نے اوپر ایک مولوی کی زبان سے نقل کیا ہے، اور اس تاجر کے قتل کا فتویٰ دیا جو روس سے آیا تھا، اور جس نے یہ کہا تھا کہ دوسری قومیں توپ وغیرہ سے لڑتی ہیں ہم کو بھی اون کی تقلید کرنی چاہیے آخر اس فتویٰ کا یہ نتیجہ ہوا کہ پانچ سال کے بعد روسی بخارا کے اندر داخل ہوگئے، دوسرے مولوی صاحب فرمائیں گے کہ ہرگز نہیں ہم کو اللہ اور رسول پر توکل کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل کا حکم دیا ہے ہم کو اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے، تیسرے مولوی صاحب فرمائیں گے یہ فتویٰ بھی غلط، بلکہ ہم کو بخاری شریف اور سورۂ یٰسین پڑھنا چاہیے، ان کی برکت سے تمام دشمن خود بخود پسپا ہوجائیں گے، آج سے دس سال پہلے ایک جنگ میں ایسا ہی ہوا ہے، دوسرا اور تیسرا فتویٰ بزدل اور بیوقوف مولویوں کا ہے چوتھے مولوی صاحب کہیں گے اوپر کے تینوں فتوے غلط کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کیساتھ انہی ہتھیاروں اور آلات سے جنگ کرتے تھے جن کو لیکر آپ کے دشمن مقابلہ میں آتے تھے، اگر آپ کے دشمن توپ اور بندوق اور ہوائی جہازوں سے آپ کا مقابلہ کرتے تو یقیناً آپ بھی انہی ہتھیاروں اور آلات سے مقابلہ کرتے، لہذا مسلمانوں کو تمام موجودہ آلاتِ جنگ سے آراستہ ہوجانا چاہیے۔ دراصل یہی مولوی فقیہ ہے

غور کرو کس طرح تین مولوی گمراہ ہوگئے، اور ایک ہدایت پاگیا، جبکہ مسلم قوم کے اندر گمراہی زیادہ ہوگئی تو اس میں عقل مند افراد بھی کم ہوگئے، اور مسلمانوں کی حالت قابلِ رحم ہوگئی، اب وقت آگیا کہ مسلمانوں میں مفکر اور مبصر اور مدبر افراد پیدا ہوں، کیونکہ وہ گھرے ہوئے خطروں سے اسی طرح نجات پاسکتے ہیں

دس سال قبل ایک مدراسی امیر بھائی محمد نامی نے مجھ سے ملاقات کی اور مترجم کے واسطے سے کہا کہ میں آپ سے علم جغرافیہ اور تاریخ کے متعلق فتویٰ پوچھنے آیا ہوں، کیونکہ میں نے وہاں ایک مدرسہ کھولا ہے جس میں ان علموں کی تعلیم دلانا چاہتا ہوں، لیکن وہاں کے علمائے اسلام ان کی تعلیم کو حرام کہتے ہیں، یہ سنکر مجھ کو

سخت تعجب ہوا، اور میں نے یہ لکھ کر دیدیا کہ مسلمانوں کو تمام علوم اور صنعتوں کا حاصل کرنا فرض ہے، لیکن یہ فرض فرض کفایہ ہے، اگر مسلمان علم اور صنعت کو چھوڑ دیں گے تو اس کا گناہ دنیا اور آخرت میں تمام مسلمانوں کو ہوگا دنیاوی گناہ تو یہی ہے، کہ ذلت مصیبت اور غربت میں پڑے رہیں گے، اور آخرت میں جہنم کا عذاب ہوگا، اور جہنم کا عذاب بہت سخت اور باقی رہنے والا ہے، یہ تمام واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بلاد اسلام کے اندر علم بالکل ناقص ہے، اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہو، يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (اللہ تعالیٰ اس قرآن سے بہتوں کو ہدایت دیتا اور بہتوں کو گمراہ کرتا ہے، اور اس سے صرف فاسق ہی گمراہ ہوتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو اس کے استحکام کے بعد توڑ دیتے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے، اس کو کاٹتے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں) چونکہ بعض فاسق ایسے تھے جن کی اصلاح ممکن تھی تو اللہ تعالیٰ مقصد خامس میں عدم تفکر پر ان کی توبیخ کر رہا ہو،

## پانچواں مقصد

| | |
|---|---|
| كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ | تم کس طرح خدا کے ساتھ کفر کرتے ہو حالانکہ |
| اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ | تم مردہ تھے تو اللہ نے تم کو زندہ کیا، پھر تم کو |
| يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ | مردہ کریگا، اور زندہ کریگا، پھر اسی کی طرف |
| اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ | لوٹوگے، اوسی خدا نے تمھارے فائدے کے لئے |
| خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ | ان تمام چیزوں کو پیدا کیا، جو زمین میں موجود ہیں |
| جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ | پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا، اور اون کو |

فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ سات آسمان میں برابر کیا، خدا ہر چیز کو خوب
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ جانتا ہے،

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ انسانوں کا ذکر کر رہا ہے، کہ وہ پہلے معدوم تھے پھر موجود ہوئے پھر معدوم ہو جائیں گے، پھر مکرر زندہ ہو کر خدا کے سامنے حساب دیں گے یہی انسان کا قصہ اور اس کا مبدأ اور منتہیٰ ہے، اس کے بعد عالم یعنی آسمان، زمین، اون کی زینتیں اور اون کے نظام کو ذکر فرمایا، نیز یہ کہ یہ تمام بڑی بڑی چیزیں انسان کے لئے مسخر ہیں، اور اس کی سعادت کے لئے کوششیں کر رہی ہیں، تو پھر کیا یہ اچھی بات ہو کہ اللہ تعالیٰ کا انکار کیا جائے، اور کیا اس شخص کے لئے ایسا کرنا لائق ہے جو معدوم تھا پھر موجود ہوا اور اس کے فائدے کے لئے عالم کی تمام چیزیں بنائی گئیں، اور کیا یہ اچھی بات ہے کہ اللہ کا انکار کرتے ہوئے اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ نہ ادا کیا جائے،

اور اس آیت هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا میں مسلمانوں کی فضیلت کا اظہار کرنا مقصود ہے کاش میں جانتا کہ ہم لوگ زمین اور آسمان کے متعلق تمام قوموں سے کیوں زیادہ جاہل ہیں، ہم کو یہ بھی معلوم نہیں، کہ معدنیات پہاڑوں کے اندر کس طرح بنتے ہیں، بجلی اور روشنی اور حرارت وغیرہ کیا چیزیں ہیں، اور ان مخلوقات کے اندر کیا کیا خواص طبعی پوشیدہ ہیں، اگر ہم کو کچھ معلوم بھی ہے تو وہ ہے، جس کو یورپین قوموں نے ہم تک پہونچایا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا، (زمین کی تمام چیزیں اوس نے تمھارے لئے پیدا کی ہیں) خدا کی قسم وہ تمام علوم جن کو ان لوگوں نے آسمان اور زمین کے متعلق انکشاف کیا ہے قیامت کے روز ہم مسلمانوں کو خدا کے سامنے شرمندہ کردینے کے لئے کافی ہوں گے،

مسلمانو! خدائے تعالیٰ تم کو مخاطب کرتے ہوئے فرما رہا ہے، هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا، اور تم نہایت اطمینان کے ساتھ غافل ہو کر بیٹھے ہوئے ہو، آج تم زمین پر ایک کو

بھی مالک نہیں، مرجان جو سمندر میں پیدا ہوتا ہے وہ تمہارے غیروں کے ہاتھ میں ہے ہوتیوں کا شکار
تمہارے غیر کرتے ہیں، پہاڑ اور جنگل تمہارے غیر کے قبضے میں ہیں، افسوس مسلمانو! تم لوگوں نے اس آیت کا
مخاطب انگریزوں کو سمجھ لیا ہے، گویا اللہ تعالیٰ انگریزوں سے کہتا ہے کہ اے انگریزو! زمین کی تمام چیزیں
تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں، مسلمانو! کیا تم کو شرم نہیں معلوم ہوتی کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی نعمتیں دے رہا ہے
اور تم ان تمام نعمتوں سے جاہل اور غافل ہو، خدا کی قسم اسی کا نام کفرانِ نعمت ہے، اور یہی جہالت کی
انتہا ہے، ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم لوگ اللہ کے شکر گذار بندے ہیں، حالانکہ شکر یہ اسی وقت ہو سکتا
ہے جب بندہ خدا کی دی ہوئی تمام نعمتوں کا استعمال کرے، اللہ تعالیٰ صاف طور پر مسلمانوں کو کہہ رہا ہے
کہ زمین کی ساری چیزیں میں نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں، اگر کوئی بادشاہ تم کو نعمت دے، اور تم اس کی
تحقیر کرو تو یقیناً وہ تم پر بہت غضبناک ہوگا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اپنی نعمتوں سے اعراض
کرتے ہوئے دیکھا تو ہم سے خفا ہوگیا، اور دوسری قوموں کو ہم پر غالب کر دیا، نعمتوں سے انکار کرنے والے
کی یہی جزا ہے، اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (کیا
مومنوں کے لئے ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کہ ذکرِ خدا اور تلاوتِ قرآن کے لئے جو خدائے برحق کی طرف سے
نازل ہوا ہے، ان کے دل گداز ہوں) مسلمانو! اب بھی اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ، مضی ما مضی
جو گذر گیا گذر گیا، اور میدانِ عمل میں کوشش کرکے اپنی ان نعمتوں کو واپس لے لو، جس پر غیر اقوام نے قبضہ کر لیا ہے
قرآن مجید کے اندر غور کرو اسی سے تم عالم ہو سکتے ہو، اور فائدہ حاصل کر سکتے ہو، زمین آسمان اور جو کچھ ان میں
ہیں ان کو بغور دیکھو اور مسئلہ سموات کے متعلق جو کچھ میں تحریر کروں اس میں تامل سے کام لو، اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے، ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَھُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ؀ (پھر
آسمان کی طرف چڑھ گیا، پس ان کو سات آسمان ٹھیک کیا، اور وہ ہر چیز سے واقف ہے)

# سبع سمٰوات پر کلام

ہم انسان اس زمین پر بالکل مجبور اور مقید ہیں، مختلف شہوات اور آلام نے ہم کو گھیر لیا ہے، اسی وجہ سے ہم لوگ ان عوالم کی معرفت اور ادراکِ حقیقت سے بالکل غافل رہتے ہیں، ہم کو ان آلام اور شہوتوں سے کہاں فرصت کہ ہم عجائبات کی طرف متوجہ ہوں، ہاں جو لوگ اِن آلام اور شہوتوں پر غالب آگئے اونھوں نے اس طرف توجہ کی، ازبسکہ عالمِ سمٰوات تمام مشاہدات میں سب سے بڑا اور اس میں مختلف الانواع جمال اور حسن اور روشنی موجود تھی، تو بڑے بڑے عاقلوں کی نظریں اسی طرف متوجہ ہوئیں، آسمان کے متعلق سب سے قدیم علم ہمارے نزدیک وہی ہے جس کو یونان نے ذکر کیا ہے، ان لوگوں کی یہ رائے تھی کہ زمین مرکزِ عالم ہے اور تمام سیارات اس کے گرد گھومتے ہیں، ہر ایک سیارہ کے لئے ایک خاص فلک ہے، جو زمین کے گرد مشرق سے مغرب کی طرف گھومتا ہے، اور سیاروں کے لئے بھی خاص حرکت ہے، جو مغرب سے مشرق کی طرف ہوتی
ہے، فلک تو مشرق سے مغرب کو اور اس کے سیارے مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں، جیسے ایک ۴
چیونٹی گاڑی کے پہیے پر اس کی حرکت کے خلاف حرکت کرے، اسی کوکبی حرکت سے مہینے اور سال پیدا ہوتے ہیں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ دو فلک اور بھی ہیں جو ساتوں آسمان کو محیط ہیں، ان کا نام فلکِ ثوابت اور فلکِ اطلس ہے، آٹھویں آسمان کے فرض کرنے کی اس لئے ضرورت پڑی کہ تمام ثوابت سیارے اسی کے اندر ہوں، اور نویں آسمان کی اس لئے کہ حرکت یومیہ کا مبدا وہی ہو، اور آسمان کی ترتیب اس طرح کہ پہلا آسمان فلک القمر، دوسرا فلک عطارد، تیسرا فلک زہرہ، چوتھا فلک شمس، پانچواں فلک مریخ، چھٹا فلک مشتری ساتواں فلک زحل آٹھواں فلک الثوابت، اور نواں فلک اطلس ہیں، اس ترتیب پر بہت طول طویل دلیلیں ہیں، لیکن سب بالکل بیکار اور کمزور ہیں، یہاں تک کہ جب اونھوں نے فلک شمس کو چوتھا آسمان قرار دیا تو اس کو عورتوں کے ہار کے شمس کے ساتھ تشبیہ دی کہ جس طرح ہار کا شمس ہار کے بیچ میں ہوتا ہے، اسی طرح آسمان

شمس کو بھی وسطِ آسمان یعنی چوتھے آسمان پر ہونا چاہئے، اور باقی افلاک کے متعلق یہ کہا کہ کاسف کو مکسوف کے نیچے ہونا چاہئے لہذا فلک القمر عطارد کے نیچے ہوگا، کیونکہ قمر کاسف ہے، اور عطارد کو زہرہ کے نیچے ہونا چاہئے، کیونکہ عطارد اس کا کاسف ہے، علیٰ ہذا القیاس، نواں آسمان یعنی اطلس تک چلے جاؤ جو سب سے اوپر ہے، قدیم علماء کے علم کا یہی خلاصہ تھا، انجیل برنابا میں بھی اسی طرح وارد ہوا ہے،

مسیحؑ فرماتے ہیں، حق بات میں کہتا ہوں کہ آسمان نو عدد ہیں، جن کے اندر سیارات رکھدیئے گئے ہیں یہ سیارے ایک دوسرے سے اس قدر دور واقع ہیں کہ ایک انسان اس مسافت کو پانچ سو سال میں قطع کر سکتا ہے، اسی طرح زمین پہلے آسمان سے پانچ سو سال کی مسافت پر واقع ہے، لیکن پہلے آسمان و زمین کے حجم کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے کیونکہ زمین پہلے آسمان کے مقابلہ میں اس طرح ہے جس طرح زمین کے مقابلہ میں ریت کا ایک ذرہ، اسی طرح پہلا آسمان دوسرے اور دوسرا تیسرے کے مقابلہ میں ایک ذرہ کے برابر ہے، علیٰ ہذا القیاس، میں حق بات کہتا ہوں کہ جنت تمام آسمان اور زمین سے اسی طرح بڑی ہے جس طرح زمین ریت کے ایک ذرہ سے بڑی ہے، انجیل میں ہے کہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور اون کو ایک آئینۂ آفتاب کے مثل چمکتا ہوا دکھلایا جن میں یہ الفاظ لکھے تھے، قسم میری ذات کی میں ہی ابدی ہوں، جس طرح جنت تمام آسمان اور زمین سے بہت زیادہ بڑی ہے، اور زمین ایک ذرہ سے بہت زیادہ بڑی تر ہے اوسی طرح میں جنت سے بہت زیادہ بڑا ہوں، بلکہ ریت کے تمام ذروں اور سمندر کے تمام قطروں، اور تمام درختوں کی پتیوں اور تمام حیوانات کے چمڑوں کے مجموعہ عدد سے بھی بہت گونہ زیادہ جنت سے بڑا ہوں، (اللہ اکبر جل جلالہ) یہاں تک قدیم یونانی فلاسفر اور انجیل کے مذہب کا خلاصہ تھا، پھر یونانی فلسفہ کو شیخ ابو نصر فارابی، اور شیخ الرئیس ابن سینا وغیرہ نے عربی میں منتقل کیا، اور ثابت کیا کہ بیشک نو آسمان ہیں، اس زمانہ کے تمام علماے اسلام نے اس پر اعتقاد رکھ لیا، نیز یہ بیان کیا کہ آسمان تو سات ہیں، لیکن عرش اور کرسی ملا کر نو آسمان ہو جاتے ہیں، فلک الثوابت عرش اور فلک الافلاک کرسی ہے،

اس نظریہ اور عقیدہ پر چند صدیاں گذر گئیں، اس کے بعد اسلام کے بڑے بڑے علماء اور حکماء پیدا ہوئے اونھوں نے ثابت کیا کہ یہ مذہب یا نظریہ شریعت اور عقل کے مخالف ہے، اور قرآن کے اندر سات کا عدد آسمان کے لئے حاصر نہیں، جب کوئی شخص کہے کہ میرے پاس دو گھوڑے ہیں، تو یہ اس کے پاس ہزار گھوڑے ہونے کے مخالف نہیں ہو سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سات آسمان ہیں تو یہ زیادہ ہونے کے منافی اور مخالف نہیں ہو سکتا، قدیم یونانی فلاسفہ افلاک کی قدامت کے قائل تھے، جس کا فنا ہونا ناممکن تھا اسیطرح تمام ستارے ان کے نزدیک قدیم تھے، جو فنا نہیں ہو سکتے تھے، یہ نظریہ اور خیال بھی عقل اور مذہب دونوں کے مخالف ہے، تب ان علماء نے اپنا یہ نظریہ پیش کیا کہ زمین خود اپنے مرکز پر متحرک ہے، اور عالم کے اندر نہ فلک اطلس ہے، اور نہ کوئی دوسرا فلک بلکہ یہ تمام ستارے فضا کے اندر چکر کاٹ رہے ہیں،

چھٹی صدی اور ساتویں صدی ہجری میں دولت عربیہ کے زوال اور دولت ترکیہ کے ظہور کے وقت یہ جدید نظریہ وجود میں آیا، یہی وہ نظریہ ہے، جو جدید علم یعنی سائنس کے لئے اصل الاصول ہوا، اور آج یہی نظریہ تمام دنیا کے اندر تسلیم کیا جاتا ہے، جدید علم کا خلاصہ میں یہاں تحریر کرتا ہوں،

قدیم زمانہ میں یہ تمام عالم دھواں کی شکل میں فضا کے اندر پھیلے ہوئے تھے، اور اون کے ذرات بہت تیزی سے حرکت کیا کرتے تھے، ہزاروں ہزار اور لاکھوں لاکھ سال کی سرعت حرکت سے تمام آفتاب پیدا ہوئے، پھر ان آفتاب کی لاکھوں سال کی حرکت کے بعد ان سے سیارات پیدا ہوئے، عطارد، زہرہ زمین، مریخ، مشتری، زحل، اورانوس اور نیپچون، پھر ان لوگوں نے بذریعہ دوربین مریخ اور مشتری کے درمیان تقریباً چھ سو چھوٹے چھوٹے ستارے دیکھے، اگر یہ تمام ستارے ایک جگہ جمع کر دیئے جائیں، تو بھی جرم قمر کے برابر نہیں پہونچیں گے، ان چھوٹے ستاروں میں سب سے بڑا جس کا نام سرس ہے اس کا قطر پانچسو میل سے زیادہ نہیں، اور بعض کا قطر صرف دس میل ہے، ہو سکتا ہے کہ اس جگہ اور بھی زیادہ چھوٹے ستارے ہوں جن کا نظر آنا غیر ممکن ہو،

پھر یہ آٹھوں سیارے آفتاب کے گرد چکر کاٹتے ہیں، عطارد اپنا دورہ ہمارے دنوں کے اعتبار سے
۸۸ دن میں پورا کرلیتا ہے، زہرہ ۲۲۴ دن میں، مریخ ۳۲۱ دن، زمین ایک سال، مشتری گیارہ سال اور تین سو
تیرہ دن، زحل انتیس سال اور ۱۷۰ دن اور، یورنس ۸۴ سال اور سات دن، اور نیپچون ۱۶۸ سال اور ۲۸۴ دن
میں اپنا اپنا دورہ پورا کرتے ہیں، ان کا گمان ہے کہ آفتاب کے گرد اور بھی دوسرے سیارے ہیں جو اب تک ۴۱
ظاہر نہیں ہوئے ہیں،

علم کے عجائبات سے ایک یہ ہے کہ موجودہ دور کے علماء نے ان چھوٹے چھوٹے ستاروں کی تحقیق جو مریخ
اور مشتری کے درمیان ہیں، ایک اصول کے ماتحت کی ہے جس کو انھوں نے آفتاب سے سیاروں کی
دوری معلوم کرنے کے لئے وضع کیا ہے، (وھو ھذا)

ان کے نزدیک سیاروں کی دوری اس طرح ہے،

| نام سیارہ | عدد | عدد زیادہ | مجموعہ | ۹ میں ضرب | ملین میل |
|---|---|---|---|---|---|
| عطارد | ۰ | ۴ | ۴ | ۳۶ = ۹ × | 〃 |
| زہرہ | ۳ | ۴ | ۷ | ۶۳ = ۹ × | 〃 |
| زمین | ۶ | ۴ | ۱۰ | ۹۰ = ۹ × | 〃 |
| مریخ | ۱۲ | ۴ | ۱۶ | ۱۴۴ = ۹ × | 〃 |
| .... | ۲۴ | ۴ | ۲۸ | ۲۵۲ = ۹ × | 〃 |
| مشتری | ۴۸ | ۴ | ۵۲ | ۴۶۸ = ۹ × | 〃 |
| زحل | ۹۶ | ۴ | ۱۰۰ | ۹۰۰ = ۹ × | 〃 |
| یورانوس | ۱۹۲ | ۴ | ۱۹۶ | ۱۷۶۴ = ۹ × | 〃 |
| نیپچون | ۳۸۴ | ۴ | ۳۸۸ | ۳۴۹۲ = ۹ × | 〃 |

ہیں موجود ہے، تا انشاؔ جس کو آج انسان نے معلوم کیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حکمت اچھی طرح اس زمانہ میں ظاہر ہوتی ہے، قدیم فلاسفہ اور انجیل کا کلام ملتا جلتا ہے انجیل کہتی ہو کہ ہر دو آسمان میں انسانی رفتار سے پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور دونوں کہتے ہیں کہ آسمان نو ہیں، مسلمانوں کے نزدیک سات اور عرش و کرسی اس پر زیادہ ہیں، پس تمام آسمان کی مجموعی مسافت انسانی رفتار سے چار ہزار پانچ سو سال کی ہوتی ہے، یہ مسافت بالکل کم اور حقیر ہے، اس مسافت کے سامنے جس کو موجودہ علماء نے ثابت کیا ہے، کیونکہ انجیل اور قدیم فلاسفہ اس مسافت کو روشنی چند منٹوں میں قطع کردے گی، گویا گذشتہ لوگوں کے نزدیک اللہ کی تمام سلطنت اس مسافت کے نصف سے زیادہ نہ تھی، جو زمین اور شمس کے درمیان ہے، اور اس مسافت کو روشنی آٹھ منٹ اٹھارہ سکنڈ میں ختم کردیتی ہے، اس لحاظ سے انجیلی مسافت کو آفتاب کی روشنی چار منٹ میں ختم کردیگی، آفتاب بھی کچھ زیادہ دور نہیں بلکہ قریب ہے خیال کرسکتے ہو کہاں آٹھ منٹ کی مسافت اور کہاں چار سال جو قریب ترین ثوابت کے لئے ہے، اسی طرح کہاں یہ چار سال کی مسافت اور کہاں اس ستارے کی مسافت جس کی روشنی کو زمین پر پہونچنے کے لئے ایک ہزار برس لگ جاتے ہیں، انسان کی عقل اور فکر بالکل حیران ہے، متقدمین نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اس قدر کہاں پہچانی جس قدر تم نے پہچانی، اگر تم اس زمانہ کی مقدار معلوم کرنا چاہتے ہو جس میں ستاروں کی روشنی ہم تک پہونچتی ہو، تو تم اس میں کچھ بھی شک نہ کرو، کہ اکثر ستاروں کی روشنی نے کرۂ ارض کے پیدا ہونے کے قبل اس طرف کا سفر اختیار کیا، لیکن وہ اب کرۂ زمین تک پہونچی ہے، اور بعض ستارے کرۂ ارض کے پیدا ہونے کے قبل ہلاک اور برباد ہوگئے، لیکن وہ روشنی جس کو اس کرہ نے اس طرف چھوڑا تھا ہم اوس کو آج مشاہدہ کرتے ہیں، اور یہ روشنی ابھی تک ہماری طرف سفر کررہی ہے،

## چند اعتراضات جو مفسر پر وارد ہوئے

جب میں تحریر کرتا ہوا اس مقام تک پہونچا تو اس وقت ایک عالم فاضل ملاقات کیلئے

تشریف لائے، میری یہ تحریر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا خدا آپ کا بھلا کرے آپ نے اللہ تعالیٰ کے جلال وجمال اور اس کی صنعت کے عجائب کو اچھی طرح بیان کیا ہے، تاہم آپ نے کچھ قرآن کی مخالفت کی ہے، میں نے کہا وہ کیسے ؟

فاضل موصوف نے جواب دیا کہ آپ کا خیال ہے کہ تمام سیارے فضا میں چکر کاٹ رہے ہیں میں نے کہا کہ جس شخص کا یہ خیال ہے کہ کواکب فضا میں سیر کر رہے ہیں تو وہ قدیم اور جدید کسی فلسفہ کا بھی عالم نہیں کیونکہ قدیم فلاسفہ نے ثابت کیا کہ فضا موجود نہیں، وہ کہتے ہیں کہ خلا محال ہے، کیونکہ جب ہم کسی خالی مکان کا تصور کریں تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ تاریک ہوگا یا روشن، پھر روشنی اور تاریکی یا تو دونوں جوہر ہیں یا عرض، یا ایک جوہر ہے اور ایک عرض، پس اگر دونوں جوہر ہیں تب تو ہمارا دعویٰ ثابت کیونکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ خلا محال ہے، اور یہی ثابت ہوا کہ خالی مکان میں جوہر کا وجود ہو گیا، اور اگر دونوں عرض ہیں تو عرض بغیر کسی جوہر کے موجود نہیں ہو سکتا، لہذا ثابت ہوا کہ اس خالی مکان میں کوئی جوہر ہوگا جس میں یہ عرض یعنی روشنی یا تاریکی قائم ہے تو خلا محال ہے، اور اگر ایک جوہر اور دوسرا عرض ہے تب تو بالکل صاف ہے کہ وہ مکان جس کو ہم نے خالی کہا ہے، فی الحقیقت خالی نہیں اس میں کوئی جوہر ضرور ہے، لہذا ثابت ہوا کہ عالم کے اندر خلا محال اور فضا موجود نہیں، پھر سیارے فضا کے اندر کس طرح سیر کریں گے،

جدید فلاسفہ کہتے ہیں کہ کواکب کی روشنی زمین تک پہونچتی ہے، اور روشنی عرض ہے جس کا وجود بغیر کسی جرم کے نہیں ہو سکتا لہذا زمین تک پہونچنے کے لئے اس کو کسی جرم پر محمول ہونا چاہئے (اسی نظریہ کے ماتحت ان لوگوں نے وائرلیس ایجاد کیا ہے) لہذا ثابت ہوا کہ قدیم اور جدید کسی فلسفی کے نزدیک عالم کے اندر فضا موجود نہیں، پس جس شخص کا یہ خیال ہے کہ سیارے فضا کے اندر سیر کرتے ہیں، تو یقیناً یہ شخص تمام علوم سے جاہل ہے، تب فاضل موصوف نے کہا کہ یہ میں نے تسلیم کیا کہ تمام سیارے کسی موجودہ جرم میں چکر کاٹ رہے ہیں، لیکن پھر اللہ تعالیٰ یہ کیوں کہتا ہے، کہ آسمان سات ہیں"، میں نے کہا جب جرم اثیری کا وجود جس میں

تمام سیارے گھوم رہے ہیں، ثابت ہوگیا، تو اب قرآن مجید کا سمجھنا بالکل آسان ہے، آپ کو معلو
کہ اس عدد کا کوئی مفہوم اور معنی نہیں ہے، بڑے بڑے مفسرین اور حکما نے یہی کہا ہے، جب اللہ
کہا تو یہ زیادہ ہونے سے مانع نہیں، جب آپ کو معلوم ہو چکا کہ یہ جرم عجیب اور لطیف جو تمام
ممتد ہے، ایک ایسی چیز ہے کہ وہاں انسانی فکر نہیں پہونچ سکتی، اس کے اندر اس قدر
ور مخلوقات ہیں، جن کا شمار نہیں ہو سکتا، پس خواہ سات ہوں یا ہزار ہوں کل اللہ کے افعال ۴۳
جمال و کمال پر دلالت کرتے ہیں، تمام سیاروں کے لئے خاص خاص مدار ہیں، اسی طرح ہر شمر
خاص خاص مدار ہے، ان تمام کا فاعل خدائے تعالیٰ ہی ہے جو فاعل مختار مفیض الخیرات اور صا
ہے، امام غزالی تہافۃ الفلاسفۃ میں فرماتے ہیں "جب حدوث عالم ثابت ہوگیا تو اب وہ گول
مسدس ہو اسی طرح آسمان اور اس کے ماتحت تیرہ طبقے ہوں یا اس سے کم یا زیادہ ہوں
اللہ کا فعل ہونا ہے، جس طرح بھی ہو"

تم لفظ سبع سے گھبرا کر بحث و تحقیق کو ہرگز نہ چھوڑو، یہ عدد آسماں کے لئے کچھ
بزدلوں اور ڈرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ جو سمجھتے ہیں کہ یہ قرآن کے منافی ہے، یا ان لوگو
محض اس قسم کی بات سنتے ہی ملحد اور کافر کہدیتے ہیں، یہ صرف ان کی سخافت عقل اور قلب
یہ لوگ بھی اسی فریق میں داخل ہیں، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا، يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا (اس
اکثر کو گمراہ کر دیتا ہے) میرے دوست نے کہا تو کیا آپ مذہب جدید (سائنس) کی تائید کرتے ہیں
مجھے قدیم اور جدید سے کیا مطلب، ہاں پہلے ہم نے قرآن کو مذہب قدیم پر منطبق کیا، پھر یہ مذہ
جدید مذہب ظاہر ہوا تو میں نے اس مذہب کو قرآن سے زیادہ قریب پایا، ورنہ قرآن مجید
وارفع ہے، ہو سکتا ہے زمانہ مستقبل میں کوئی اور مذہب ظاہر ہو تو کیا قرآن فٹ بال ہے
ادھر گھمائے پھرتا ہے، ؟ ہرگز نہیں، ہاں اس تطبیق کو میں نے صرف اس لئے ذکر کیا

مطمئن ہو جائے، اور یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی صنعت اور اس کے اعمال اس کے کلام کے منافی نہیں ہو سکتے،
لہذا یہ تطبیق محض اطمینان کے لئے ہے،

پھر فاضل موصوف نے کہا، جدید مذہب کیوں قرآن کے زیادہ قریب ہے،" میں نے کہا،

(۱) قرآن مجید میں ہے، وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے ہو) مذہب جدید نے ہم کو اللہ کی مخلوقات کی وسعت دکھلائی، اور یہ ثابت کیا کہ ان سب کا ادراک نہیں کیا جا سکتا

(۲) قدیم فلاسفہ کا خیال تھا کہ آسمان اور ستارے فنا نہیں ہوں گے، جدید مذہب کہتا ہے کہ یہ پیدا ہوتے اور فنا بھی ہوتے ہیں، جس طرح حیوان اور انسان پیدا اور فنا ہوتے ہیں، ان لوگوں نے ایسے ستاروں کو بھی دیکھا ہے، جو ابھی دور تکون میں ہیں، اور یہ تقریباً ساٹھ عدد ہیں، بعض ستارے بالکل معدوم ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (جس دن زمین غیر زمین اور آسمان غیر آسمان سے بدلئے جائیں گے) فنا ہو جانے والوں میں سے وہ سیارہ بھی ہے جو مریخ اور مشتری کے درمیان تھا، اور اب اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے باقی ہیں، پس یہ قرآن کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ فرمایا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں) روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم معراج کیلئے آسمان پر تشریف لے گئے تو ایک جگہ فرشتوں کو ادھر سے ادھر آمد و رفت کرتے ہوئے دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پوچھا یہ لوگ کہاں جاتے ہیں، جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا مجھے کچھ نہیں معلوم، لیکن ان کو اپنی پیدائش کے وقت سے اسی طرح جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اور جن کو پہلے دیکھ چکا ہوں پھر دوبارہ ان کو نہیں دیکھا، پھر ایک فرشتہ سے پوچھا اوس نے کہا مجھے نہیں معلوم ہاں اتنا جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چار لاکھ سال میں ایک ستارہ پیدا کرتا ہے اور اللہ نے جب سے مجھ کو پیدا کیا اس وقت سے چار لاکھ بار ستارے پیدا کر چکا، سبحانہ ما اعظم شانہ جل جلالہ،

فاضل موصوف نے کہا آپ اپنی تمام تقریر کا خلاصہ بیان کیجئے، میں نے کہا،

(۱) عام انسانوں کو ایک ہی آسمان نظر آتا ہے،

(۲) مذہب نے اس کو سات قرار دیا، اور فلاسفہ نے نو ثابت کیا،

(۳) علماے اسلام کے قدیم فلاسفہ نے آسمان کو سات کہا اور باقی دو آسمانوں کو عرش و کرسی ثابت کیا، انجیل برنابا نو آسمان تسلیم کرتی ہے، قدیم مذہب بالکل باطل ہے،

(۴) جدید مذہب نے ظاہر کیا کہ اللہ کی عظمت اس سے بہت زیادہ ہے، جس کو قدما نے ذکر کیا ہے، اور دونوں عظمتوں میں گویا ذرہ اور پہاڑ یا قطرہ اور دریا کی نسبت ہے،

(۵) عالم کے اندر خلا نہیں، قدیم اور جدید دونوں مذہبوں میں آسمان بالفعل موجود ہیں،

(۶) سات آسمان ہیں اور یہ بالکل حق ہے اور وہ طبقہ بطبقہ ہیں،

(۷) جدید مذہب فناے عالم اور فناے کواکب کو ثابت کرتا ہے، اور یہ قرآن کے موافق ہے،

(۸) ہم نے جو لکھا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کسی مذہب کے تابع ہے، بلکہ مذہب جدید بھی بعض
جگہ اسی طرح باطل ہے، جس طرح مذہبِ قدیم، لہذا قرآن ان سب سے برتر ہے، ہاں تطبیق اس لئے دی گئی ہے ۴۱
کہ مسلمان علم سے مانوس ہوں، اور اون کی نظروں میں جو قرآن کے الفاظ بظاہر مخالف معلوم ہوتے ہیں اون کی
وجہ سے وہ علم سے نفرت نہ کریں،

میرے دوست نے کہا بس مجھے کامل تشفی ہوگئی، لیکن صرف ایک سوال اور ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو سات کیوں کہا، اور ایک کیوں نہیں کہا، حالانکہ لوگوں کو ایک ہی آسمان نظر آتا ہے، دوسرے کو کسی انسان نے دیکھا بھی نہیں ہے،

میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ ایک ہی آسمان کہتا تو مسلمانوں کی عقل اسی پر ٹھہر جاتی اور وہ دوسرے کی تحقیق نہ کرتے، لیکن جب اونھوں نے باوجود ایک آسمان دیکھنے کے سات کا لفظ سنا تو فلسفۂ یونان کا مطالعہ شروع کر دیا، اور اوس کی تحقیق میں مصروف ہوگئے، پھر ہمارے نزدیک جدید فلسفہ آیا تو ہم نے اللہ

کی نعمت اور حکمت کو اس میں بہت زیادہ دیکھا، لہذا اس میں مصروف ہوئے، گویا سائنٹ کے ساتھ تعبیر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور ابتلا ہے، کیونکہ یہ لفظ تحقیق کرنے والوں کی عقل کو حیران کر دیتا ہے، پس جو شخص کم ہمت اور کم عقل ہے ڈر جاتا اور گھبرا کر کہنے لگتا ہے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں، پھر یہ شخص موجودات عالم کی تحقیق نہ کرکے یہ گمان کرتا ہے کہ خداوند عالم اس شخص سے بہت خفا ہوگا جو اوس کے جمال وجلال کی تحقیق کرے، لیکن جس کی عزیمت قوی اور ہمت بلند ہے وہ اس عالم میں تحقیقی نظر ڈالتا، اور خدا تعالیٰ کے افعال کو پہچان کر اپنے جی میں کہتا ہے کہ یہ اللہ کا فعل ہے، اور میں اوس کے کلام کو پڑھتا ہوں، دونوں خدا کی ہستی پر دلالت کرتے ہیں، صرف جاہلوں کے نزدیک خدا کا کلام اس کے فعل کے مخالف ہو سکتا ہے،

اور میں اوس کی صنعت کی تحقیق کرتا پھر اوس کے کلام کو اس پر منطبق کرتا ہوں، اس طرح کرنے سے مسلمان ترقی کر سکتے ہیں، کتنے ہوشیار مسلمانوں نے جدید علوم حاصل کئے لیکن اس کے بعد مذہب کے ساتھ کفر کرنے لگے، اون کو یہ خیال ہو گیا کہ مجھے وہ علوم معلوم ہیں جو انبیاء کرام کو بھی معلوم نہ تھے، اور کتنے ایسے غبی مسلمان ہیں جو ان مباحث سے واقف ہو کر ان سے نفرت کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام مباحث مذہب کے بالکل خلاف ہیں، (مترجم کہتا ہے کہ اس سے بدتر حالت ہندوستان کے مسلمانوں کی ہے، نوجوان انگریزی خواں انگریزی کی چند سطریں پڑھکر مذہب کا انکار کرنے لگتے ہیں، حالانکہ وہ سائنس اور فلسفہ سے بہت کم واقف ہوتے ہیں، اسی طرح عالموں کا طبقہ بھی اس ذلیل خیال سے خالی نہیں کہ یہ علوم شریعت کے بالکل مخالف ہیں، اس طبقہ کی حالت پر جس قدر رویا جائے بالکل کم ہے، اسلام اور مذہب کو ان لوگوں نے چند عملی مسائل میں منحصر کر دیا، اور پھر آپس میں ان مسائل پر اس طرح جھگڑتے ہیں، کہ ایک دوسرے کو جہنم میں ہی پہنچا کر دم لیتے ہیں، آہ اون کو کچھ بھی معلوم نہیں کہ ہمارے مذہب کو علوم سے کس قدر تعلق ہے، اور قرآن نے سارے اصولی احکام کے ماتحت علوم طبعی سے کیوں استدلال پیش کیا، ؟ یہ لوگ اپنی عمر کو فقہ اور ادب کے ایسے مسائل کی تعلیم میں صرف کر دیتے ہیں جو کبھی کارآمد نہیں ہو سکتے، نہ اون کی تمام عمر میں کوئی ایسا استفتا آسکتا ہے، ہماری

اس تحریر سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دونوں طبقے کے تمام افراد ایسے ہی ہیں، ہرگز نہیں بلکہ دونوں جماعتوں میں ایسے افراد بھی موجود ہیں جن پر مسلمانوں کو فخر و ناز ہے لیکن ان چند ہستیوں سے کیا ہو سکتا ہے) حق بات یہ ہے کہ بہت تھوڑے تعلیم یافتہ مسلمان علوم کے ساتھ مذہب کی تصدیق کرتے ہیں ورنہ اکثر متمرد ہیں اور مذہب کی تصدیق کرنے والے زیادہ تر جاہل اور مذہبی عالم ہوتے ہیں اور موجودہ دور کے اکثر طلبہ کا تو یہ خیال ہے کہ مذہب الگ چیز اور علوم دوسری چیز ہیں، چونکہ یہ مقام بہت ادق تھا، اور اس میں خدا کی سب سے بڑی نعمتوں کا ذکر تھا، اور باوجود اس قدر ظاہر و واضح ہونے کے بھی لوگوں نے اس کا انکار کر دیا تھا، اس لئے میں نے اس مقام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کو بیان فرماتا ہے، کیونکہ وہ بھی ایک نعمت ہے،

## چھٹا مقصد

| | |
|---|---|
| وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ | جب تیرے خدا نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین |
| فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا | میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے |
| مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ | کہا کیا تو زمین پر ایسے شخص کو خلیفہ بنائیگا جو اس |
| وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ | میں فساد کریگا، اور خون بہائیگا حالانکہ ہم تیری |
| لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ | تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں، اللہ نے کہا میں وہ |
| وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ | جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے ہو، اور آدم کو |
| عَلَي الْمَلٰۗئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِــُٔـوْنِىْ | تمام چیزوں کا نام سکھلا دیا پھر اون کو فرشتوں کے |
| بِاَسْمَاۗءِ هٰٓؤُلَاۗءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ | پیش کرکے کہا اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کا نام |
| قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ | بتاؤ، فرشتوں نے کہا اے خدا تو تو پاک ہے |

إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ
يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ ج فَلَمَّا
أَنبَأَهُم بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ
أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ
وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ وَإِذْ قُلْنَا
لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا
إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ
مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ وَقُلْنَا يَا آدَمُ
اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ
كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص وَلَا
تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝
فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا
كَانَا فِيهِ ص وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ
مَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ
كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ
الرَّحِيمُ ۝ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ج فَإِمَّا
يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ

ہم کو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے سکھلایا تو جاننے والا
حکمت والا ہے۔ اللہ نے کہا اے آدم ان کو تمام چیزوں
کے نام بتلا دو جب آدم علیہ السلام نے بتا دیا تو اللہ
نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان
اور زمین کے غیب کو جانتا ہوں، نیز وہ بھی جانتا ہوں
جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے ہو، اور جب
ہم نے فرشتوں کو آدم کے سجدے کے لئے کہا تو سب نے
سجدہ کیا لیکن ابلیس نے انکار کر دیا، اور غرور کیا او
کافروں میں سے ہو گیا، اور ہم نے کہا اے آدم تم میاں بیوی
جنت میں ٹھہرو اور جہاں چاہو آرام سے کھاؤ لیکن
اس درخت کے قریب نہ جاؤ ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے
شیطان نے ان دونوں کو بہکایا اور جس میں تھے اُس
سے نکال ڈالنے کا باعث ہوا، اور ہم نے کہا تم لوگ اترو
تم لوگ آپس میں دشمن رہو گے، اور ایک مدت معین تک
تم لوگوں کو زمین پر ٹھہرنا اور کام چلانا ہوگا، بعد ازاں
آدم علیہ السلام نے اپنے خدا سے چند کلمے پائے تو اللہ
نے اون کی توبہ قبول کر لی بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا
رحیم ہے، ہم نے کہا تم سب اتر جاؤ، پھر ہمارے پاس سے
ہدایت آئیگی، تو جو شخص میری ہدایت کی اتباع کریگا

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ نہ اوس کو خوف ہوگا اور نہ غم، اور جس نے انکار
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ کیا، اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، یہی لوگ جہنم
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے زمین کے فرشتوں یا عام فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، یہ خلیفہ آدم علیہ السلام اور دوسرے انبیائے کرام ہیں یہی لوگ بندوں کی سیاست اور ہدایت میں اللہ کے خلیفہ ہیں، کیونکہ عام بندوں کا مرتبہ فیض الٰہی سے بہت دور ہے، اس لئے فیضان الٰہی کو بلاواسطہ نہیں قبول کر سکتے، لہذا مخلوقات کے لئے فیضان الٰہی کے پہونچانے میں یہی انبیائے کرام واسطہ بنا بھیجے گئے، جس طرح غضروف (ایک نرم ہڈی جسکو کری کہتے ہیں) ہڈیوں تک غذا پہونچاتی ہے کیونکہ گوشت اور ہڈی آپس میں مختلف ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بیچ میں یہ نرم ہڈی پیدا کر دی تاکہ یہ نرم ہڈی گوشت سے غذا لیکر ہڈی تک پہنچائے، فرشتوں نے کہا اے خدا کیا تو ایسی ہستی پیدا کرنا چاہتا ہے جو وہاں جاکر فساد کرے گی، اور خون بہائیگی، تو اہل طاعت کو چھوڑ کر اہل معصیت کو پسند کرتا ہے کل اسماء کی تعلیم کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مختلف اجزا اور متباین قوتوں سے پیدا کیا، جس سے اون کے اندر تمام معقولات، محسوسات، تخیلات اور موہومات کے ادراک کی استعداد پیدا ہوگئی، اور تمام اختراعات اور صنعتیں بذریعہ الہام بتلادی گئیں جب آدم علیہ السلام نے الفاظ معلوم کر لیئے تو پھر کل معانی کو بھی جان لیا، اس کے بعد اشیاء کو فرشتوں پر پیش کیا، اور اللہ نے اون کو خاموش کرنے کے لئے یہ کہا کہ تم ان کے نام بتاؤ کیونکہ جو شخص مراتب اشیاء کی معرفت پر قادر نہ ہو، وہ خلیفہ ہونے کا حق نہیں ہو سکتا، فرشتوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا پھر آدم کو بتلانے کا حکم ہوا، جب آدم علیہ السلام نے بتلادیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں، کہ ان میں کیا مصلحت ہے، نیز تمہارا یہ خیال بھی مجھے معلوم تھا، کہ تم خلافت کے طالب ہو، سجود ملائکہ کا مطلب تسخیر اور انقیاد ہے، یعنی یہ فرشتے آدم اور بنی آدم کی منفعت اور فائدے کے لئے ہمیشہ کوشش

کریں گے، جس سے اون کی معیشت درجۂ کمال کو پہونچ جائے، فرشتوں نے اس بات کا اقرار کیا لیکن ابلیس نے انکار کر دیا، اس کا کفر اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، پھر اللہ نے آدم اور اون کی بیوی کو جنت میں ٹھہرنے کا حکم دیکر ہر جگہ سے کھانے کی اجازت دیدی لیکن ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا، یہ کس چیز کا درخت تھا اس کی تعیین بہت مشکل ہے، اور چنداں اہم بھی نہیں اس لئے ہم نظر انداز کرتے ہیں، آخر شیطان نے اون کو بہکادیا، اور عزت کے مقام سے نکال دیا، پھر آدم، حوا اور اون کی ذریت کو زمین پر اتر جانے کا حکم ہوا، وہ بھی اس طرح کہ زمین پر ایک دوسرے کے دشمن رہیں گے، اور ایک وقت مقرر یعنی موت تک کام میں مصروف رہیں گے،

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے خدا اگر میں توبہ کروں اور اپنی اصلاح کروں، تو کیا پھر ہم کو جنت میں جگہ دی جائیگی، اللہ نے فرمایا ہاں، پھر آدم علیہ السلام نے توبہ کی، اور اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرماکر اون پر رحمت نازل فرمائی،

یہ تمام آیتیں کس قدر عجیب اور بدیع ہیں، قرآنی نظام اور ترتیب کی روسے اس وقت ہم پہلی سورۃ کی تفسیر کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اوس کو حضرت آدم ابو البشر کے قصہ سے شروع فرمایا اور نوع انسانی کے نظام کے لئے مبدء قرار دیا ہے، تعجب کرو کیوں اللہ نے اس سورہ کو سب پر مقدم کیا اور قرآن کی ابتدا اس سورہ سے فرمائی؟ شاید تم یہ کہو کہ یہ انسان کے باپ کا قصہ ہے، اور باپ طبعاً مقدم ہوا کرتا ہے اسی لئے ترتیب میں بھی مقدم کیا، میں کہتا ہوں کہ اس قسم کی دلیلیں نئے مصنفین کی ہوتی ہیں، اور ایسی توجیہ جاہل کیا کرتے ہیں، اس قسم کے ذلیل نکات خدائی کلام کے لائق نہیں جو تمام کلیات اور جزئیات کا عالم ہے، لہذا میں جو کچھ کہتا ہوں اوس کو غور سے سنو، تم کو معلوم ہو کہ یہ قصہ علم الاخلاق اور حکمت کا سبق ہے، پہلے میں ایک مقدمہ تحریر کرتا ہوں،

حکمت کی دو قسمیں ہیں علمی اور عملی، ریاضیات، طبعیات، اور الٰہیات یہ سب حکمت علمی میں داخل ہیں،

سیاستِ شخصی، تدبیر منزل، اور سیاستِ مدن یہ سب حکمت عملی میں داخل ہیں، اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدایش کے ضمن میں طبعیات کے وصف کو بیان فرما دیا، اور حکمتِ الٰہی طبعیا کو لازم ہے، جس طرح عرض جوہر کو لازم ہوتا ہے، حکمت عملیہ میں انسان کے اندر تین اصول تسلیم کئے گئے ہیں، قوت شہویہ، قوت غضبیہ اور قوت عقلیہ قوت شہویہ کے ماتحت کھانا پینا اور شادی بیاہ وغیرہ ہے، قوت غضبیہ کے ماتحت لڑائی، فخر، غرور، خود پسندی اور حسد وغیرہ ہے، اور قوت عقلیہ کے ماتحت حکمت وعلم ہے، تعجب اور سخت تعجب تو یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ان تمام علوں کو شامل ہے، مثلاً ابلیس کے حسد اس کے فخر و غرور اور اوس کی سرکشی سے قوت غضبیہ کی طرف اشارہ فرمایا، حضرت آدم و حوا کے جنت میں پھل کھانے پھر جنت سے نکل کر بھوکے رہنے سے انسان کی قوت شہویہ کی طرف اشارہ ہے اور، عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کے ماتحت تمام حکمتیں اور علوم داخل ہوگئے ۴۶
حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تمام آسمان، زمین، خشکی، سمندر اور پہاڑ وغیرہ مسخر کر دیئے گئے، اور مخلوقات کے تمام اسمار، وصفات اور خواص کا علم دیا گیا تاکہ ان مخلوقات سے نفع حاصل کر سکیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اوس شخص کے لئے ایسا ہونا لازم ہے، جس کے لئے تمام آسمان و زمین مسخر کر دیئے گئے ہوں، اور فرشتوں نے انقیادی سجدہ کیا ہو تاکہ وہ عرفان کے ساتھ مزین ہو اور مخلوقات کو پہچان سکے، اور زبان کی تنظیم و ترتیب کر سکے کیونکہ بغیر زبان کے عالم کی معرفت نہیں ہو سکتی، اسی وجہ سے مبدٔ عالم نے اوس کو یہ تمام باتیں سکھلا دیں، اب اس جگہ قرآن کے عجائب اور فرقان کے بدائع ظاہر ہوگئے، غور کرو کس طرح اس قصہ کا مبدء یہ تھا کہ یہ عجیب وغریب آیتیں ہیں جو ہمکو علم الاخلاق اور اوس کے اسرار کی تحقیق و تفتیش کی طرف متوجہ کرتی ہیں،

## اللہ، ملائکہ اور خلیفہ آدم

اس قصہ کے اندر عجیب عجیب باتیں اور حکمتیں مضمر ہیں، کیونکہ اللہ نے صرف ایک آیت وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً میں اپنا اور ملائکہ کا اور آدم کے خلیفہ ہونے کا ذکر فرمایا اس لئے ضروری ہے کہ ہم آدم اور اون کی خلافت اور ملائکہ کا ذکر کریں، اللہ تعالیٰ اور فرشتے کی معرفت انسانی عقل اور سمجھ سے بالاتر ہے اور اوس کو ایک انسان صرف مثال اور محسوسات ہی سے سمجھ سکتا ہے، کیونکہ ہم اس دنیا کے اندر ملاء اعلیٰ سے محجوب کر دیئے گئے ہیں، ہمارے نزدیک سب سے زیادہ قریب ہمارا نفس ہے، لہذا جو شخص اس میں غور کریگا، اوس کو ایسے شواہد ملیں گے جو عالم محسوسات اور معقولات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اسی وجہ سے انسان اللہ کا خلیفہ ہے، جب ہم اپنے نفس اور اوس کی خلافت کو معلوم کرلیں گے تو ایک حد تک فرشتہ اور اللہ کی تدبیر کو سمجھ سکتے ہیں، قدیم فلاسفہ کی یہ عادت تھی کہ وہ خدا کی ہستی کو شواہد سے سمجھایا کرتے تھے، جیسا کہ سقراط نے اپنے شاگرد کے جواب میں کہا تھا، شاگرد نے سوال کیا "کس طرح ہم کو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عالم کے اندر عقول موجود ہیں، سقراط نے جواب دیا کیا تمھارا جسم مادہ خاکی، آبی ہوائی اور حرارت وغیرہ سے مرکب نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں، سقراط نے کہا جب ان ذلیل اجزا سے تمھارا جسم مرکب ہے تو اس کی تدبیر کے لئے تمھارے اندر عقل اور فکر پیدا کی گئی پھر اتنا بڑا عالم عقل اور فکر سے کس طرح محروم ہو سکتا ہے، اس لئے جس کو یہ یقین ہے کہ ہمارے ذلیل مادے کے اندر عقل اور نفس ہے، تو یقیناً اوس کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس عجیب وغریب عالم کے اندر بھی کوئی عقل (فرشتہ) اور خدا ہوگا، لیکن قرآن نے یہاں پر انسانی خلافت کا ذکر کیا ہے، جو طویل شرح کی محتاج ہے، میں طوالت سے بچتے ہوئے تمھارے سامنے مختصراً تحریر کرتا ہوں،

علمائے سابقین نے انسان کے جسم اور نفس کی تشریح کرتے ہوئے، انسان کو عالم کے مشابہ قرار دیا، نفس اس میں اسی طرح متصرف اور مدبر ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ اس بڑے عالم میں متصرف و مدبر ہے، کہتے ہیں کہ جسم کے اندر چار طبقے ہیں، ایک طبقہ زمین کے مشابہ دوسرا پانی، تیسرا ہوا اور چوتھا کواکب کے مشابہ جس طرح زمین نیچے تھی پانی اوس کے اوپر ہوا دونوں کو محیط اور روشنی سب کے اوپر، جو سیارے اور آفتاب سے تم کو

پہونچتی ہے، اسی طرح ہمارے پاؤں ہیں جن پر وہ تمام چیزیں قائم ہیں جن کے ساتھ پانی مخلوط ہے، جیسے معدہ اور انتڑیاں وغیرہ اس کے اوپر ہوا ہے جو دونوں پھیپھڑوں میں پہنچتی ہے، اور سب کے اوپر آنکھوں کی روشنی اور فکر کی روشنی ہے، پھر جبکہ اس بڑے عالم کے اندر بخارات، ہوا، بادل، بارش، حیوانات، نباتات، اور معادن وغیرہ ہیں تو اسی طرح ہمارے جسم سے بھی بلغم، تھوک، اور آنسو نکلتے ہیں، اور اس میں بھی ہوا اور رطوبتیں ہیں، گویا ہمارے بدن زمین، اس کی ہڈیاں پہاڑ، دماغ معدن، جوف سمندر، انتڑیاں نہریں، رگیں چھوٹی نہریں، گوشت مٹی، اور بال نباتات کے مثل ہیں، سانس ہوا، کلام رعد، آواز صاعقہ، ہنسی روشنی، رونا بارش، حزن وغم تاریکی، سونا موت، بیداری زندگی، بچپن فصل ربیع، جوانی گرما، کہولت خریف اور شیخوخت ایام سرما کی طرح ہے، یہ تو انسان کے جسم کے متعلق ہیں، لیکن نفس، تو نفس کے لئے بھی بہت سی قوتیں ہیں، گویا ہمارا نفس بادشاہ کے مثل ہے، جس کے لئے پانچ جماعتیں ہوں، اور ہر جماعت بادشاہ کے نزدیک اپنے اطراف سے اس قسم کی خبریں پہنچاتی ہوں، جن کو دوسری جماعتوں سے کچھ تعلق نہ ہو، اسی طرح نفس کے پاس حاسۂ بصر ایسے جو رنگ، حرکات، سکنات، ظلمت اور روشنی وغیرہ کے متعلق خبریں پہنچاتا ہے، حاسۂ سمع کو ان تمام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا، سامعہ صرف حرکات ہوائی کو ادراک کر سکتا ہے، جس کو ہم آواز کہتے ہیں، حاسۂ شم (سونگھنا) کسی قسم کی صورت اور آواز کو نہیں ادراک کر سکتا، صرف اس بو کو ادراک کر سکتا ہے جو ہوا میں پھیلتی ہوئی ہماری ناک تک پہونچے، حاسۂ ذوق صرف مزہ مثلاً میٹھا، کڑوا، کھٹا، کسیلا وغیرہ کو پہچانتا، صورت، روشنی، آواز اور بو وغیرہ کا اس کو کچھ علم نہیں، اور حاسۂ لمس حرارت، برودت، رطوبت اور یبوست وغیرہ کا ادراک کر سکتا ہے لیکن مذکورۂ بالا چیزوں کو کبھی نہیں ادراک کر سکتا، یہ تمام حاسے اپنی اپنی خبریں اون وزیروں تک پہونچاتے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کی اعانت اور امداد کرتے ہیں، پہلا وزیر قوت متخیلہ ہے، جس کے نزدیک یہ تمام خبریں مجتمع ہوتی ہیں، پھر یہ دوسرے وزیر قوت مفکرہ کے حوالہ کر دیتا ہے، تاکہ یہ وزیر ان خبروں میں کوئی حکم لگا کر ضرورت کے وقت تک خزانہ میں رکھدے، اسی خزانہ کو قوت حافظہ کہتے ہیں، پھر ترجمان

آتا ہے، جو زبان ہے، اور ان خبروں کو کلموں اور لفظوں میں ظاہر کرتا ہے، پھر ایک دوسری قوت آتی ہے، جو ان کو کتابی صورت میں منتقل کرتی ہے، دوستو! غور کرو تعجب کرو! کیا دیکھتے نہیں کہ نفس انسانی بھی ایک بادشاہ ہے، جو عالم جسمانی اور معنوی دونوں پر حکومت کرتا ہے، اور ہمارا جسم اس عالم کے مشابہ ہے جس کے اندر ہم اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، گویا یہ جسم اس بڑے عالم کا نمونہ ہے: میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے تمہارے سامنے تمام چیزیں بیان کر دیں، لیکن اب تم باقی کو اپنے غور و فکر سے حاصل کر سکتے ہو، اور یہ سمجھ لو کہ جن کو علوم کے اندر مہارت نہیں وہ میری اس تحریر کو محض تخیل سمجھیں گے، واللہ اعلم۔

## انسان کے اندر حیوانی خصائص کا اجتماع

حیوان کے ہر نوع کے اندر ایک خصوصیت ہے، جس پر اوس کی خلقت ہوئی ہے، اور یہ تمام خصوصیتیں انسان کے اندر موجود ہیں، مثلاً انسان اپنی منفعت مندرجہ ذیل طریقوں سے حاصل کرتا ہے، کبھی تو خوشامد اور چاپلوسی سے جیسے کتا، کبھی مکر و فریب سے جیسے مکڑی، کبھی شیر کی طرح غلبہ سے، کبھی وہ حشرات، گوش، ہرن اور چڑیوں کی طرح ہلاکت کے خوف سے بھاگتا، کبھی ساہی کی طرح دشمنوں کو ہتھیار سے دفع کرتا اور کبھی کیڑے مکوڑے اور چوہے کی طرح زمین میں قلعہ بند ہو جاتا ہے، وہ شیر کی طرح بہادر بھی ہے اور خرگوش کی طرح بزدل بھی، مرغ کی طرح سخی بھی ہے اور کتے کی طرح بخیل بھی، یہ مچھلی کی طرح عفیف بھی ہے، اور کوے کی طرح مغرور بھی، چیتے کی طرح وحشی ہے تو کبوتر کی طرح مانوس بھی، اور لومڑی کی طرح مکار ہے تو بکری کی طرح سلیم الطبع بھی، وہ تیز رفتار ہے جیسے ہرن، سست رفتار ہے جیسے ریچھ، زبردست ہے جیسے ہاتھی، ذلیل ہو جیسے اونٹ، چور ہے جیسے عقعق (ایک قسم کی چڑیا جو کوے کے مشابہ ہوتی ہے) عاشق ہے جیسے مور، اور ہادی ہے جیسے قطا، (یہ ایک چڑیا ہے جو وسیع جنگلوں میں ہوتی ہے اور کہیں بھی چلی جائے اپنا راستہ نہیں بھولتی ہے) شتر مرغ کی طرح گمراہ بھی ہے، شہد کی مکھی کی طرح ماہر بھی، اونٹ کی طرح حلیم بھی، اور گدھے کی طرح حاسد بھی، خچر کی طرح سخت

عداوت رکھنے والا بھی وہ بھیڑیئے کی طرح خون کرنے کو حلال سمجھنے والا چیتے کی مانند مضر اور سور کے مثل جاہل بھی ہو، غرض یہ تمام انسان کے اخلاقی اعمال ہیں جن کو وہ بذریعہ خاندان یا تعلیم یا وراثت کے حاصل کرتا ہے، پھر انسان کے اعضا اور اجزا کے اندر بے شمار قوتیں ہیں جن کی تعداد خدا ہی کو معلوم ہے، اور یہ تمام قوتیں دماغ کے ساتھ ملی ہوئی ہیں، جو نفس کا عرش ہے، کیا دیکھتے نہیں کہ اگر آنکھ کی وہ رگ کاٹ دیجائے جو آنکھ کو دماغ کے ساتھ ملاتی ہے، تو انسان کوئی چیز بھی نہیں دیکھ سکتا، گو بظاہر اوس کی آنکھ بالکل صحیح اور تندرست معلوم ہوگی، اسی طرح جس کے بدن کا کوئی جزو سن ہوگیا ہو تو وہ سوئی کے چبھنے کو محسوس نہیں کرسکتا، کیونکہ اوس کا جو اتصال دماغ کے ساتھ ہوتا ہے وہ باطل ہوجاتا ہے، انسان کی یہی حسی اور معنوی تصویر ہے جو زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے اسی خلیفہ کی معرفت سے ہم خلیفہ بنانے والے کی بعض صفتیں، اس کی تدبیر اور اوس کے ملائکہ کو پہچان سکتے اور سمجھ سکتے ہیں، مثلاً نفس ایک ہے جو مدبر جسم ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ایک ہے اور مدبر عالم ہے، کیونکہ ہمارا جسم عالم صغیر اور یہ عالم کبیر ہے، لہذا جو حالت عالم صغیر کی ہوگی وہی عالم کبیر کی بھی ہونی چاہئے، نفس کے لئے چار طبقے ہیں، خاکی آبی ہوائی، اور آتشی جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لئے بھی زمین، پانی ہوا، اور شمس و کواکب ہیں، نفس کے لئے پانچ حواس ہیں، جو مختلف کام پر مامور ہیں، تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قوم، ملک، مذاہب، مختلف دنیائیں اور مختلف حیوانات پیدا کئے جو اپنے اپنے قانون کے مطابق میدان عمل کے اندر دوڑ رہے ہیں، اور ایک دوسرے کی حالت سے بالکل ناواقف ہیں، جس طرح عالم ارض عالم کواکب کو نہیں جانتا، نہ بندروں کی دنیا کو دوسرے عالم کی خبر ہے، نہ زمین کے باشندے دوسرے کرہ کے باشندے کی خبر رکھتے ہیں، اور یہ تمام عالم اپنے اپنے کام کرتے ہوئے آخر میں سب خدا ہی کی طرف رجوع کریں گے، اسی طرح ہمارے حواس اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں، اور آخر میں سب نفس کی طرف رجوع کرتے ہیں، میں اس جگہ
ساری مشابہتیں لکھ کر طول دینا نہیں چاہتا، آگے تمھاری عقل خود سوچ سکتی ہے، جب کہ ہمارے جسم کے ۴۸
تمام اعضا کے اندر بے شمار قوتیں موجود اور پھیلی ہوئی ہیں، نیز نفس کے ساتھ مرتبط ہیں جو دماغی عرش ہے

بیٹھا ہوا ہے، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسی طرح اس عالم کبیر کے اندر بے شمار فرشتے موجود اور پھیلے ہوئے ہیں، جن کا ارتباط خدائے حکیم کے ساتھ ہے، یہ فرشتے ہماری ان قوتوں کے مقابلہ میں ہیں جو ہمارے تمام جسم کے اندر پوشیدہ اور پھیلی ہوئی ہیں، اور جب ہمارے جسم کے اندر ایسی چیزیں موجود ہیں جو نہایت دقت کے ساتھ پوشیدہ لطیف قوتوں سے منتظم کی گئی ہیں، جیسے آنکھ کے طبقے دماغ اور اوس کے خلیوں کی ترکیب، وغیرہ تو تو اسی طرح کواکب، شمس وقمر، حیوانات اور نباتات وغیرہ ایک ایسے لطیف عالم سے منتظم کئے گئے ہیں، جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں، انہی کو ہم ملائکہ سے تعبیر کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان عوالم کے اندر بھیجے گئے ہیں، جس طرح ہمارے جسم کی لطیف قوتیں ہمارے نفس کی طرف سے بھیجی گئی ہیں اور جس طرح ہمارا نفس جسم کی ہر حرکت، ہڈیوں کی تمام تکلیفوں اور دماغی فکروں کو محسوس کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام عالم کو محیط اور اس کے تمام کلیات اور جزئیات کا عالم ہے، پس سمجھنے کے لئے اس قدر کافی ہے میں نے یہ بیان کر دیا کہ کس طرح انسان اللہ کا خلیفہ ہے اور کس طرح اس کا جسم اور اوس کی قوتیں اس عالم کبیر اور ملائکہ کے مشابہ ہیں، اب تم کو معلوم ہو گیا کہ انسان اس دنیا کے اندر اس بات کی ایک مثال ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا عالم اور وہی مدبر عالم ہے، نیز انسان اوس کی وحدانیت پر زبردست دلیل ہے، جیسا کہ انسان کو خود اوس کے نفس کے مشاہدہ سے معلوم ہو سکتا ہے، یہ تمام باتیں میں نے یہاں اس لئے تحریر کر دی ہیں کہ جب ہم قرآن مجید کی کسی ایسی دوسری آیت پر پہونچیں جو اس معنی کو ظاہر کرتی ہے تو ہم کو دوبارہ نہ لکھنا پڑے، جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ، (تم خود اپنے نفسوں میں کیوں نہیں غور کرتے) گویا انسان اس زمین پر عالم صغیر ہے، جو عالم کبیر کے مشابہ ہے اسی وجہ سے اس کا نام خلیفہ پڑا اس خلافت کا ذکر یہاں اس لئے کیا گیا کہ انسان اس کے ماتحت اللہ تعالیٰ اور عالم ملائکہ کو پہچان سکے، اس آیت اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً نے جس طرح علم النفس اور علم تشریح کو لفظ خلیفہ کے اندر جمع کر لیا ہے، اسی طرح علم الاخلاق کے اصول بھی ان الفاظ اَتَجْعَلُ فِيْهَا

مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کے ماتحت جامع ہیں،

## ملائکہ پر تفصیلی کلام

میں نے مذکورہ بالا تحریر میں علم النفس کے متعلق بہت کچھ لکھدیا ہے، نیز یہ بیان کردیا کہ وہ قوتیں جو ہمارے جسم کے اندر پوشیدہ ہیں وہ ملائکہ کی تمثیل ہیں، لیکن یہ کوئی دلیل نہ تھی بلکہ بطور مثال سمجھانا تھا اب میں تمھارے سامنے ایک دلیل اقناعی پیش کرتا ہوں، اس کے بعد فرشتوں کی بابت مختلف قوموں کے خیالات اور نظریئے تحریر کروں گا۔ معدنیات، حیوانات، نباتات اور انسان میں غور کرو تم دیکھوگے جو جس قدر جہالت کے درجہ میں گرفتار ہوگا تو اوس کے مرتبہ میں بھی اسی قدر کمی ہوتی چلی جائیگی، اور جو عقل کے جتنے درجہ میں ہوگا، کمالات بھی اس کے اندر اسی قدر ہوں گے، مثلاً لوہا یہ کیڑے مکوڑے سے کم درجہ رکھتا ہے، اور کیڑے شیر وغیرہ سے کم درجہ رکھتے ہیں، پھر شیر وغیرہ بندر سے کم درجہ میں ہیں اور بندر وحشی انسانوں سے کم درجہ رکھتے ہیں، پھر ان وحشیوں کو انسان کے اچھے لوگ تعلیم دیتے ہیں اور ان اچھے لوگوں کو علمار، حکما اور انبیائے کرام تعلیم دیتے ہیں، ان حضرات کا درجہ عالم کی ہر ایک چیز سے بڑھا ہوا ہے، یہ حقیقت ہے کہ انسان کے شہوت پسند افراد اپنے مقصد میں ہرن اور سور کے مثل ہیں، ان لوگوں سے فوج اور لشکروں کا درجہ بلند ہے، جو بمنزلہ شیر اور چیتے کے ہیں، پھر ان لوگوں کی سیاست بادشاہ، حکمار اور انبیار کرتے ہیں، غور کرو یہ عالم موجودات کس طرح حشرات سے ترقی کرکے ہرن تک اور اس سے ترقی کرکے شیر، پھر بندر، پھر انسان، پھر حکیم پھر عالم تک پہونچتا ہے،

انسان جہاں تک ترقی کرسکتا ہے، اس کی انتہا علم اور حکمت ہے، اور موجودات عالم میں طرف ادنیٰ نہایت پست اور ذلیل حالت میں ہے، تو کیا بر سبیل قیاس نہیں کہا جاسکتا کہ ان موجودات کا طرف اعلیٰ غایت کمال میں ہوگا، اور یہی طرف اعلیٰ ملائکہ ہے، ان کے اندر قوت ادراک بالکل تام اور

کامل ہوگی، جیسا کہ یہ قوت کیڑے مکوڑے کے اندر غایت نقص میں ہے، خلاصہ یہ کہ موجودات کے اندر شہوت بلا عقل بہائم میں، اور شہوت او عقل انسان کے اندر ہے، تو کیا یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس موجودات کے اندر صرف عقل کامل بھی ہوگی جس کے اندر شہوت کو مطلق دخل نہ ہو، یہی عقل کامل ملائکہ ہیں،

## فرشتوں کے متعلق حکماء اور اہل مذاہب کے نظریئے

بعض لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے کہا کہ فرشتے لطیف ہوائی اجسام ہیں، وہ مختلف شکلوں کے بدلنے پہ قدرت رکھتے ہیں، اون کا مسکن آسمان ہے،

۴۹ بعض کہتے ہیں کہ یہ فرشتے کواکب کے سعد ونحس کے بھیجنے والے ہیں اور کواکب زندہ اور ناطق ہیں جیسے انسان، ان کواکب کی تدبیر یہی فرشتے کرتے ہیں، جس طرح نفس ہمارے جسم کی تدبیر کرتا ہے،

بعض تاریکی کو شیطان کا عنصر اور نور کو ملائکہ کا عنصر کہتے ہیں،

بعض کہتے ہیں کہ ارواح جو پاک وصاف ہوتی ہیں یہی ملائکہ ہیں، اور خبیث انسانی روحیں شیطان ہیں، مرنے کے بعد وہ ملائکہ ہو جاتی ہیں اور یہ شیطان،

بعض کہتے ہیں کہ یہ ملائکہ ہمارے نفس ناطقہ کو مدد پہنچانے والے ہیں، اور ان دونوں میں وہی نسبت ہے جو شمس اور اوس کے نور میں ہے، بعض فرشتے تو بالکل اللہ کی معرفت میں مستغرق رہتے اور بعض عالم سفلی کے مدبر ہیں، لہذا جو خیر کے مدبر ہیں وہی ملائکہ ہیں، اور جو شر کے مدبر ہیں وہی شیطان کہلاتے ہیں،

پہلا قول بعض علماء اسلام کا، دوسرا قول بت پرستوں کی ایک جماعت کا، تیسرا قول اکثر مجوسی اور ثنویہ کا، چوتھا نصارا اور پانچواں فلاسفہ کا ہے،

بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ کو عقل سے ثابت ہی نہیں کر سکتے، بعض کہتے ہیں عقل سے ثابت کر سکتے ہیں، فلاسفہ کا بھی یہی خیال ہے، اور اس پر دلیل امتناعی بھی پیش کرتے ہیں، مثلاً انسانی صنعت، عمدہ، خوبصورت

او رمضبوط اسی وقت ہو سکتی ہے، جب اوس کا صانع نہایت ہوشیار اور عاقل ہو، عالم موجودات کو ہم دیکھ رہے ہیں، کہ اوس کی صنعتوں میں حسن اور استحکام بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے، لہذا ایسے نفوس کا ہونا ضروری ہے جنھوں نے اوس کی مصنوعات عالم کو مصور کیا ہوگا، اور دوسرے ایسے نفوس کا بھی ہونا ضروری ہے، جنھوں نے اس صنعت کو سکھلایا ہوگا، پہلی قسم کا نام نفوس اور دوسری قسم کا نام عقول ہے، جیسا کہ خود انسان کی حالتوں میں بھی ہے، کہ ہر علم اور صنعت کے لئے ایک معلم اعلیٰ کا ہونا ضروری ہے، جو کسی شخص کی صنعتی استعداد کو بالفعل کر سکے،

اصحاب مجاہدات کہتے ہیں کہ ہم نے ملائکہ کو اپنے مکاشفہ سے معلوم کر لیا ہے، لہذا ملائکہ کا ثبوت اون کے حق میں یقین اور دوسروں کے حق میں تشفی کن ٹھہریگا،

ملائکہ کے وجود پر میں نے ایک دلیل راجا یوقا نامی کتاب میں دیکھی ہے، یہ کتاب ہندی سے انگریزی میں ترجمہ کی گئی ہے، اس کا مصنف کہتا ہے: اکثر لوگ اصحابِ علم کی باتوں کی تصدیق کر دیتے ہیں، گو یہ تصدیق کرنے والے ان علوم کو نہیں جانتے، کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم بھی ان علموں کو جانتے تو وہی کہتے جس کو علم والوں نے کہا ہے، مثلاً تمام انسان ڈاکٹروں کی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ دنیا کے اندر ایک قسم کے ایسے جراثیم پائے جاتے ہیں جو چیچک اور طاعون وغیرہ پیدا کرنے کے باعث ہوتے ہیں، اسی طرح علمائے فلک کی باتوں کی بھی تصدیق کر دیتے ہیں، تو پھر فرشتوں کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان تمام حضرات کا اجماع ہے جن کے نفوس پاک وصاف اور ریاضت کے اعلیٰ درجے تک پہونچ گئے ہیں، کہ ان لوگوں نے اپنی ریاضت سے فرشتوں کو معلوم کر لیا ہے، اور صاحب حاجت کے استغاثہ کے وقت ان لوگوں نے انہی نفوسِ شریفہ کے ذریعہ اون کی مدد کی ہے، یہ خیال تمام مذاہب کے مجاہدوں کا ہے، پھر ہم لوگ اون کی بات کی کیوں نہیں تصدیق کریں جب کہ دوسرے اہلِ علم کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں، فرشتوں کے وجود پر نقلی دلیلیں بے شمار ہیں، اس میں تو کوئی نزاع ہی نہیں کہ تمام انبیائے کرام فرشتوں کے وجود پر متفق ہیں، فرشتوں کے متعلق

ہم نے کلام کو طول کر دیا ہے تاکہ دوسری آیتوں میں تکرار بحث کی ضرورت نہ پڑے، حاصل یہ کہ آدم علیہ السلام کا قصہ علم الاخلاق کے لئے بیان کیا گیا، اور اس کو کبر ابلیس، حرص آدم، اور حسد قابیل کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا،

## آدم، قابیل اور ہابیل کے قصے سے علم الاخلاق کا بیان

اخلاق کی چار قسمیں ہیں جو مفارقت بدن کے بعد بھی نفس کے ساتھ باقی رہتی ہیں، کبھی زائل نہیں ہوتیں، وہ یہ ہیں:-

اخلاق مکتسبہ معتاد، علوم تعلیمی، آراء معتقدہ، اور وہ اعمال جو بالاختیار حاصل کئے گئے ہوں۔ پھر اخلاق مکتسب کی دو قسمیں ہیں، شریفہ اور رذیلہ، اخلاق رذیلہ کل تین اصول کی طرف رجوع کرتے ہیں، کبر ابلیس حرص آدم، حسد قابیل، اور یہی تینوں خصلتیں ام الخبائث ہیں،

کبر کے اندر مندرجہ ذیل خصلتیں داخل ہیں، اپنی رائے پر عجب، قبول حق سے انکار، ترک حق، حد سے تجاوز، ظلم وجور، معاملہ میں ترک انصاف، واجبات میں سستی، لوازم حقوق سے اعراض، بے شرمی، فحش کلامی، خطاب میں سفاہت، جنگ وجدال، مزاج میں تندی، معاملہ میں مکر وفریب، حقیر سمجھنا، اپنے کام پر فخر، کسی ۵۰
کی فضیلت کا انکار، اور بغاوت وعدوان وغیرہ،

حرص، یہ دوسری خصلت ہے اس کے ماتحت مندرجہ ذیل خصلتیں داخل ہیں، جھوٹی لالچ، سخت رغبت، طلب میں زیادتی، کوشش میں عجلت، بدنی اور نفسی مشقت، ذخیرہ کرنا، زیادہ چاہنا، محتاجی کے خوف سے جمع مال، بخل، لوم، منع، ذلت، موجودہ مال کیساتھ قلت انتفاع، مال مجمع سے محرومی، معاملات کے اندر تنگی، حساب میں سختی، امین کے ساتھ سوء ظن، قابل اعتماد لوگوں پر تہمت، امانت میں خیانت، حرام کی طلب، ارتکاب فحش، خرید وفروخت میں حیلہ ومکر، عام طور پر جھوٹی قسم، تجارتی کاروبار میں جھوٹی قسم، برے اعمال وافعال،

عداوت اور دوسرے اخلاقِ رذیلہ،

حسد، تیسری خصلت ہے، اس کے ماتحت مندرجۂ ذیل خصلتیں داخل ہیں، کینہ کپٹ، فریب، دغل، بغاوت، غضب، حرص، عداوت، سخت دلی، بے رحمی، گندہ وہنی، غلظت طعن و تشنیع، لغویات و فواحش پھر فواحش سے یہ خصلتیں پیدا ہوتی ہیں، جھگڑا لڑائی حیلہ، دھوکہ، مکر و فریب، خیانت، چغلی، غیبت، جھوٹ، نفاق وغیرہ، قطع رحمی، بھائیوں سے دوری، احباب سے مفارقت، وحشت، حزن و ملال، اور دین و دنیا میں خسران، نعوذ باللہ من ھذہ الخصال، یہ تمام باتیں اخوان الصفا سے ماخوذ ہیں،

تعجب کرو، ہمارے علمائے کس طرح اخلاقِ سیئہ اور اعمالِ قبیحہ کی تفصیل کی ہے، اور ان تمام کو کبر ابلیس حرص آدم اور حسد قابیل سے بطور نتیجہ حاصل کیا ہے، اس سے تمکو معلوم ہو گیا، کہ قرآنی قصے کیسے بلند مقصد کے لئے بیان کئے گئے ہیں،

آدم علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں مکرر مذکور ہے، اور مختلف سورتوں میں بیان کیا گیا ہے، اس سے یہی مقصد ہے کہ انسان کے اندر تطہیرِ نفوس، صفائی قلب، سعادتِ حیات اور محاسنِ اخلاق سے اتحاد امت پیدا ہو، لیکن عام لوگوں، ملانوں اور حافظوں کے نزدیک ان قصوں کا یہی فائدہ ہے کہ انکو خوش الحانی کے ساتھ پڑھا اور سنا جائے، اور قرآن کی صرف و نحو، فصاحت اور بلاغت وغیرہ کی معرفت حاصل کیجائے، اب مجھے یقین ہے کہ مسلمانوں کے اندر مستقبل میں ایسے افراد پیدا ہونگے جو قرآن کے مقاصد اور اوس کے عجائب و غرائب کی تحقیق کریں گے، نیز سمجھیں گے کہ ان قصوں کی باتوں میں کس قدر مکارمِ اخلاق پوشیدہ ہیں، انہی اخلاق کی محرومی کی وجہ سے ہمارے ملک مصر کے اندر تجارتی شرکت، سچا معاملہ اور خرید و فروخت میں امانت بالکل کم ہے،

لیکن انگریزوں کو دیکھو کہ تمام ملک کے اندر وہی صاحبِ سیاست اور مالک تجارت ہیں، انکی تجارت سودمند اور اون کی سیاست کامیاب ہے، اون کے مکانات بالکل پاک و صاف، تجارتی

نرخ محدود، ہنستے چہرے، اور وعدہ کے سچے ہیں، اس لئے علماے اسلام پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے اندر سے کسل کے غبار کو جھاڑ کر تمام مسلمانوں کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے کھڑے ہوں، کیونکہ یہی وہ طریقہ ہے جس سے مسلمانوں کو دنیا و دین میں سعادت نصیب ہوسکتی ہے، میں نے بعض مصری مسلمانوں کو جنھوں نے معاملہ وغیرہ کے اندر سچائی اور امانت سے کام شروع کر دیا ہے دیکھا ہے، اور انشاء اللہ آیندہ ایسے سچے افراد پیدا ہونگے جو تمام اخلاقِ حسنہ کے ساتھ متصف ہوں گے، اور عنقریب تمام عالم کے اندر اسلام کی فضیلت ظاہر ہوگی،

جب کہ بنی اسرائیل تمام قوموں سے زیادہ قدیم تھے، اور آدم کی اولاد ہیں تو اب اللہ تعالیٰ انکے حالات کی تشریح اور اون کے اعمال کی مذمت بیان فرماتا ہے، نیز یہ کہ اونھوں نے آدم علیہ السّلام کے قصہ سے کچھ عبرت نہیں حاصل کی، حالانکہ یہ قصہ تورات میں بھی مذکور ہے، تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ جو قوم خدا کی نافرمانی اور تکبر کرتی ہے، اوس کی نعمتیں سلب کر لی جاتی ہیں، اور وہ قوم ہمیشہ ہمیشہ حسرت میں گرفتار رہتی ہے،

## ساتواں مقصد اور اوس میں دو فصلیں ہیں،

### (فصل اوّل)

اس فصل میں قدیم یہودیوں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اون کو نعمتیں دیں، لیکن اونھوں نے شکریہ نہیں ادا کیا، توراۃ کے سفر خروج میں یہی باتیں مذکور ہیں، اور نزول قرآن اس کے لئے مصدق ہے، اس پہلی فصل میں دس یاقوت ہیں،

# پہلا یاقوت

## مصریوں کے عذاب سے بنی اسرائیل کی نجات

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ
الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ
اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝
وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا
مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ
وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ
فَاتَّقُوْنِ ۝ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ
اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا
مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ
بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ
الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاسْتَعِيْنُوْا
بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا
عَلَي الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ
اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝
يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ

اے بنی اسرائیل میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے
تم پر کیا، اور میرا اقرار پورا کرو تو میں تمہارا اقرار
پورا کروں، اور مجھ ہی سے خوف کھاتے رہو اور
مانو جو کچھ میں نے تم پر اتارا ہے جو تمہارے پاس کی
چیز کو سچ بتاتی ہے، اور نہ ہو اس کے پہلے انکار
کرنے والے، اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت پر
نہ بیچو، اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو، اور حق کو باطل
کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر سچ کو نہ چھپاؤ،
اور نماز کو کھڑی کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جھکنے
والوں کے ساتھ جھکو، کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم
دیتے ہو، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ
تم کتاب پڑھتے ہو، کیا تم نہیں سمجھتے، اور صبر اور
نماز کے ساتھ قوت پکڑو، اور وہ البتہ بھاری ہے
مگر انہی پر جن کے دل گھلے ہیں، جو خیال کرتے
ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار سے ملنا ہے اور
اسی کی طرف الٹ جانا ہے، اے بنی اسرائیل

| | |
|---|---|
| اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى | میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا ہے |
| الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ | اور وہ جو میں نے تم کو جہان کے لوگوں پر بڑا کیا ہے |
| نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ | اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی شخص کسی کے کام |
| مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا | نہ آئیگا۔ اور اوس کی کوئی سفارش قبول نہیں |
| عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ | کی جائیگی، اور نہ اس کے بدلے کچھ لیا جائیگا |
| وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ | اور نہ ان کی مدد کیجائیگی، اور جب کہ ہم نے |
| يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ | تم کو فرعون کے لوگوں سے بچایا جو تم کو بڑی |
| يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ | تکلیف پہنچاتے تھے، جو تمہارے بیٹوں کو ذبح |
| نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ | کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے |
| مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ | تھے، اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف |
| (بقرہ ۶) | سے بڑی آزمایش تھی، |

فرمایا یَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (اے اسرائیل کی اولاد) یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد، اسرائیل انکا لقب تھا عبرانی لفظ ہے، جس کے معنی اللہ کا برگزیدہ اور اللہ کا بندہ بھی ہے، اُذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ (میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھیں) یعنی مال، اولاد، صحت اور حواس وغیرہ دیئے، تمہارے آباؤ اجداد کو فرعون سے نجات دلائی، اور گائے کی پرستش کے بعد بھی اون کے گناہوں کو معاف کر دیا، پھر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا، جو توراۃ کے مصدق ہیں تم ان نعمتوں میں غور کرو اور انکا شکر ادا کرو، اس طرح کہ نیک کام کرو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاؤ، وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ (اور میرے عہد کو پورا کرو) یعنی ایمان لاؤ اور نیک عمل کرو، کیونکہ میں نے تمہارے نزدیک عالم کو ان سے دلائل پیش کر دیئے ہیں خصوصاً قرآن مجید زبردست دلیل ہے، اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ (تو میں بھی تمہارے عہد کو

پورا کروں گا) وہ اس طرح کہ تم کو غلامی سے نجات دوں گا، اور جنت میں جگہ ملے گی، وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ، (اور تم مجھی سے ڈرو) اپنے تمام اعمال اور افعال میں وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (اور قرآن پر ایمان لاؤ جو تمہاری کتاب کی تصدیق کر رہا ہے) یہ تخصیص بعد التعمیم ہے، اس سے قرآن مجید کی شان کا اہتمام دکھانا مقصود ہے، کیونکہ بنی اسرائیل کے معاہدہ میں یہ سب سے اہم تھا، اور اس عہد کا ایفا سب پر مقدم ہے، کہ وہ قرآن پر ایمان لائیں، کیونکہ قرآن توراۃ وانجیل کا مصدق، حلال کے حلال کرنے اور حرام کے حرام کرنے میں تورات وانجیل کے موافق ہے، وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (تم کو قرآن مجید کا سب سے پہلا منکر نہ ہونا چاہئے، اور میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لیا کرو) یعنی جب تم اہل نظر اور اہل کتاب تھے اور تم کو میرے رسول کی آمد کی بشارت مل چکی تھی تو تم پر واجب تھا کہ سب سے پہلے ایمان لاتے، اور منکر نہ ہوتے، پھر تم اہل کتاب ہو کر کس طرح اس کا انکار کرتے ہو اور کس طرح دنیاوی اسباب کے بدلے اپنے ایمان کو بیچ لیتے ہو، حالانکہ دنیاوی اسباب ایک معمولی چیز ہیں، میرے نزدیک ایمان کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ہے، وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ (لہذا مجھی سے ڈرو اور ایمان لاؤ، وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (اور حق کو باطل کے ساتھ مخلوط نہ کرو) یعنی میرے نازل کئے ہوئے حق کو تم اپنے اختراعی باطل کے ساتھ مخلوط نہ کرو، وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ (اور حق کو نہ چھپاؤ) ان لوگوں سے جن کو معلوم نہیں ہے، وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (حالانکہ تم جانتے ہو) کہ ہم حق کو چھپا رہے ہیں، اور صحیح راستہ سے ہٹے ہیں، وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ، (اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو) یعنی جیسا کہ میں نے تم کو نبی صلعم اور قرآن پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اسی طرح میں تم کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا بھی حکم دیتا ہوں، نماز با جماعت ہونی چاہئے، کیونکہ باجماعت نماز منفرد نماز پر ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے، کیونکہ اس میں اجتماع اور اتحاد نفوس پیدا ہوتا ہے،

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

(تم لوگوں کو اچھے کام کا حکم دیتے ہو اور خود نہیں کرتے حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر اوس میں غور و فکر نہیں کرتے) یہود کے عالم پوشیدہ طور پر لوگوں کو محمد صلعم پر ایمان لانے اور ادائے زکوٰۃ وغیرہ کا حکم دیتے لیکن خود اپنی دنیا پرست کے زوال کے خوف سے ان باتوں پر عمل نہیں کرتے تھے، حالانکہ توریت اون کے سامنے موجود تھی، اس میں اس شخص کے متعلق سخت وعید ہے جس کا قول اس کے فعل کے خلاف ہو، آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک برا آدمی نہی عن المنکر نہیں کر سکتا، ہرگز نہیں، بلکہ اسی قدر مطلب ہے کہ افعال اور اقوال کی مطابقت واجب ہے، ورنہ یہ کچھ ضروری نہیں، ایک شخص جو اچھے کام نہیں کرتا وہ دوسروں کو بھی اچھے کام کی ترغیب نہ دے، اور برائی سے نہ روکے، لہذا یہ آیت ہم کو جمع بین الامرین کا حکم دیتی ہے، یہ حکم نہیں دیتی کہ اگر ہم ایک نہیں کرتے تو دوسرے کو بھی چھوڑ دیں، اے یہودی عالمو جب تم قرآن کی اتباع اور محمد صلعم پر ایمان لانے میں اپنی ریاست نہیں چھوڑتے، اور محتاجی سے ڈرتے ہو تو یاد رکھو صبر اور نماز ہی سے تمھاری مصیبت دور ہو سکتی ہے، صابر لوگ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرتے ہیں جب تک وہ مضطر رہیں گے خدا اون کی دعا قبول کرتا رہیگا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (صبر اور دعا کے ذریعہ مدد چاہو) اس جگہ صلوٰۃ بمعنی دعا ہے جس کی نیت صادق اور عزیمت پختہ ہو گی ضرور اوس کی دعا مقبول ہو گی، بعضوں نے صلوٰۃ سے مراد نماز لی ہے، وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (اور یہ نماز خدا سے ڈرنے والوں کے سوا اوروں کو بہت بھاری معلوم ہوتی ہے) یعنی صبر اور دعا سے اعانت طلب کرنا برے لوگوں کے لئے بہت مشکل کام ہے، ہاں جو لوگ خدا سے ڈرنے والے ہیں اون کے لئے کچھ مشکل نہیں، اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (وہ جو خدا سے ملنے کی امید رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اوسی کی طرف رجوع کریں گے) يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمھیں دیں، اور میں نے تم کو جہان والوں پر فضیلت دی، یعنی اس زمانے والوں پر) مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تم کو جہان والوں

پر فضیلت دی، وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ (اور اوس روز سے ڈرو جس روز کوئی شخص کسی کی طرف سے کچھ بدلہ نہیں دے سکتا، نہ سفارش قبول کی جاویگی، نہ کچھ فدیہ لیا جائیگا، اور نہ اون کی مدد کیجائے گی) یعنی گنہگاروں کی طرف سے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نہیں قبول کی جائے گی، نہ اون کی طرف سے فدیہ قبول کیا جائیگا، اور نہ کوئی مددگار اون کی مدد کرسکتا ہے، معتزلہ نے اسی آیت سے اپنے دعوی پر استدلال کیا ہے کہ مرتکب کبیرہ کے لئے شفاعت نہیں ہو سکتی، لیکن جمہور نے اس آیت کو کافروں کے ساتھ مختص قرار دیا ہے، کیونکہ بہت سی آیتیں اور حدیثیں شفاعت کے متعلق وارد ہوئی ہیں،

ان آیات میں عہد شفاعت اور بنی اسرائیل کی فضیلت پر کلام ہے، لہذا ہم اسی طرف متوجہ ہوتے ہیں.

یہودیوں کو جس عہد کے ایفا کا حکم دیا گیا یا تو اس عہد کا مقصود طاعت کرنا اور گناہوں سے بچنا ہے، یا اس سے مراد وہ بشارتیں ہیں جو ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آسمانی کتابوں میں موجود ہیں، اس عہد کا دوسرے مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے. مثلاً امام رازی وغیرہ جیساکہ توراۃ کے سفر اول کی نویں فصل میں ہے، فرشتوں نے ہاجرہ کو بشارت دی کہ تمھارے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمام مخلوقات سے بلند ہوگا اسی طرح پانچویں سفر کی گیارہویں فصل میں، اور کتاب اشعیا کی بائیسویں فصل میں ہے، جب میں نے توراۃ کا مطالعہ کیا تو اوس میں یہ بشارتیں موجود نہ تھیں غالباً حذف کر دی گئی ہیں، گذشتہ آسمانی کتابوں میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس تک تحریف کرنے والوں کے ہاتھ نہ پہونچ چکے ہوں، ہاں ایک انجیل برناباہے، جو نصاریٰ کے ہاتھ میں ایک چھپا راز تھا، ڈاکٹر خلیل بک سعادہ نے ابھی حال میں انگریزی سے اس کا ترجمہ کیا ہے، اور ہمارے دوست سید محمد رشید رضا اڈیٹر المنار نے اوس کو شائع کیا ہے،

انجیل برنابا کی بہترویں فصل میں ہے یسوع نے فرمایا تم اپنے قلب کو پریشان نہ کرو، اور نہ خوف

۵۳ کرو کیونکہ میں نے تم کو نہیں پیدا کیا، بلکہ اللہ نے تم کو پیدا کیا، وہی تمہاری حفاظت کرتا ہے، میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ اللہ کے اس رسول کے لئے راستہ صاف کر دوں جو میرے بعد عالم کو رہائی دینے کیلئے تشریف لائیں گے، لیکن دھوکہ میں پڑنے سے بچو، کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی پیدا ہوں گے جو میرے کلام کو لیں گے، اور میری انجیل کو ناپاک کریں گے، اندراوس نے پوچھا حضرت ہم کو کچھ علامت بتا دیجئے جس سے ہم اون کو پہچان سکیں یسوع نے فرمایا وہ نبی تمہارے زمانے میں نہیں آئیں گے، بلکہ تمہارے زمانے کے بہت دنوں کے بعد تشریف لائیں گے، جس وقت میری انجیل باطل ہو جائیگی، اور دنیا میں تیس مومن بھی نہیں باقی رہیں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر رحم کرے گا، اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا، جن کے سر پر سفید بادل ہوں گے، اللہ کے اچھے بندے اون کو پہچان لیں گے اور وہ نبی فاجروں پر بڑی قوت سے آئیں گے، اور بت پرستوں کو ہلاک کریں گے، میں اس کو پوشیدہ کرتا ہوں، کیونکہ یہ خبر انہی کے واسطہ سے ظاہر ہوگی، اور وہ اللہ کی بڑائی بیان کریں گے، اور میری سچائی کو ظاہر کریں گے، اور ان لوگوں سے بھی انتقام لیں گے جو کہیں گے کہ میں انسانوں سے برتر ہوں، میں تم سے حق کہتا ہوں کہ وہ بچپن میں بھی ہوشیار ہوں گے، اور جب بڑے ہوں گے تو دنیا والے اون کو چھوڑ دینے سے ڈرینگے، کیونکہ وہ تمام بت پرستوں کو سزا دیں گے، اللہ کے بندے موسیٰ نے بھی بہت سے بت پرستوں کو قتل کیا تھا، اور وہ تمام نبیوں سے زیادہ روشن حق کے ساتھ آئیں گے اور جو عالم کے اندر حسن سلوک نہیں کرتے ان کی توبیخ فرمائیں گے، لہذا جس وقت زمین کے اندر بت پرستی کا زوال مشاہدہ کیا جائے اور یہ اعتراف کیا جائے کہ میں تمام انسانوں کی طرح ایک انسان ہوں تو میں تم سے حق کہتا ہوں، کہ اللہ کے نبی کے آنے کا وہی وقت ہے،

(انجیل برنابا فصل ۸۲) پھر یسوع نے ایک عورت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عورت تم سامری ہو اور ایسی چیز کی عبادت کرتی ہو جس کو تم نہیں پہچانتی ہو لیکن ہم عبرانی ہیں اور صرف ایک

خدا کو سجدہ کرتے ہیں، میں تم سے حق کہتا ہوں کہ اللہ روح اور حق ہے اور اسی کے لیے سجدہ کرنا واجب کیونکہ
کا عہد سلیمان کے ہیکل میں یروشلم کے اندر لیا گیا تھا کسی دوسری جگہ نہیں لیکن تم مجھے سچا سمجھو کہ ایک
آئے گا جسمیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت دوسرے شہر میں دیگا، پھر ہر جگہ خدا کے لئے سجدہ کرنا ممکن ہو جائے گا
اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہر جگہ حقیقی نماز قبول فرمائیگا، عورت نے جواب دیا ہم ایک میسیا کا انتظار
ہیں، آپ ہم کو بتائیے وہ کب آئیں گے، یسوع نے کہا اے عورت کیا تو جانتی ہے کہ میسیا ضرور آئیگا، اس
جواب دیا ہاں، اس وقت یسوع نے لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہوئے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو ایک
عورت ہے، لہذا تو جان لے کہ میسیا پر ہی ایمان لانے سے اللہ کے تمام برگزیدہ بندے رہائی پائیں گے
ہمارے لئے اون کی آمد کے وقت کو معلوم کرنا ضروری ہے، عورت نے کہا شاید آپ ہی میسیا ہیں، یسوع
نے جواب دیا حقیقۃً میں تو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں، اور اون کو رہائی دلانے والا نبی ہوں لیکن
میسیا میرے بعد آئیں گے، جو تمام عالم کے لئے خدا کی طرف سے مبعوث ہوں گے، انہی کی وجہ سے اللہ
دنیا پیدا کی اوس وقت تمام دنیا میں خدا کے لئے سجدہ کیا جائیگا، اور سب رحمت پائیں گے، یہاں تک
جوبلی کا سال جو ہر سو سال کے بعد آتا ہے میسیا اوس کو ہر جگہ ایک سال کے بعد کر دیں گے، اس و
عورت نے اپنا گھڑا چھوڑ دیا، اور تیزی سے شہر کی طرف یسوع سے سنی ہوئی باتوں کی خبر دینے کے
لئے بھاگی،

(انجیل برنابا فصل ۹۲) جب نماز ختم ہو گئی تو کاہن نے بلند آواز سے کہا اے یسوع آپ ٹھہر
کیونکہ ہماری قوم کی تسکین کے لئے ضروری ہے کہ ہم آپ کو پہچانیں کہ کون ہیں، یسوع نے کہا میں یسوع
مریم نسل داؤد سے ایک فانی انسان ہوں، اللہ سے ڈرتا ہوں، تمام بزرگی اور تعظیم صرف خدا کے لئے
ہوں، کاہن نے کہا موسیٰ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ہمارا خدا ایک میسیا کو بھیجے گا، تاکہ وہ ہم کو اُن
کی خبر دیدیں جن کو اللہ چاہتا ہے، اور تمام عالم کے لئے اللہ کی رحمت لائیں گے، اسی لئے ہم کو ا

آپ ہم سے حق بات کہیں، کہ ہم جس میسیا کا انتظار کر رہے ہیں، کیا وہ آپ ہی ہیں، یسوع نے جواب دیا یہ حق ہے
کہ اللہ نے ایسا وعدہ کیا ہے لیکن وہ میں نہیں ہوں، کیونکہ وہ میرے قبل پیدا ہوئے اور میرے بعد آئیں گے یہاں تک
کہ مسیح نے کہا اس خدا کی قسم جس کے سامنے میرا نفس حاضر ہے، وہ میسیا میں نہیں ہوں جس کا انتظار زمین کے
تمام قبائل کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیمؑ سے وعدہ کیا تھا کہ زمین کے تمام قبائل کو
تیری نسل سے برکت دوں گا، جب اللہ مجھکو اس عالم سے اٹھالے گا تو شیطان دوبارہ اس فتنہ ملعونہ کو
پھیلائیگا کہ میں اللہ ہوں، اور اللہ کا بیٹا ہوں، اس وجہ سے میرا کلام اور میری تعلیم نجس ہو جائے گی، یہاں تک
کہ تیس مومن بھی باقی نہیں رہیں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر رحم کریگا، اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا
جس کی وجہ سے تمام چیزوں کو پیدا کیا، یہ رسول جنوبی طرف سے زبردست قوت کے ساتھ آئیں گے، بتوں
اور بت پرستوں کو تباہ کر دیں گے، شیطان کا جو غلبہ انسان پہ ہو چکا ہے اوس کو دور کر دیں گے، اور اللہ
کی رحمت کے ساتھ ان لوگوں کی رہائی کے لئے آئیں گے جو ان پر ایمان لائیں گے، اور جو اون کے کلام پر ایمان
لائیں گے، وہ مبارک ہوں گے، اس کے بعد فرمایا لیکن میری خوشی اس رسول کی آمد میں بہت زیادہ ہے
جو میرے متعلق تمام جھوٹی باتوں کو دور کریں گے، اور اون کا دین پھیل کر سارے عالم کا احاطہ کرے گا کیونکہ
اللہ نے ہمارے باپ ابراہیمؑ سے یہی وعدہ کیا ہے، اور اون کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی، کیونکہ اللہ اوسکو
بہت صحیح اور محفوظ رکھے گا، چند سطروں کے بعد یہ ہے، اس وقت کاہن نے پوچھا اس میسیا کا کیا نام ہوگا
اور اون کے ظہور کی کیا علامت ہے، یسوع نے فرمایا میسیا کا عجیب نام ہے، جب اللہ نے ان کے نفس
کو پیدا کیا تو اللہ نے خود نام رکھا، خدا نے کہا صبر کر، اے محمدؐ کیونکہ میں تمہاری وجہ سے جنت دنیا، اور تمام مخلوق
کو پیدا کرنا چاہتا ہوں، جو تمکو مبارک کہیں گے، وہ مبارک ہونگے اور جو تم پر لعنت کریں گے وہ خود ملعون
ہوں گے، میں تم کو دنیا میں اپنا رسول بنا کر بھیجوں گا، اور تمہارا کلمہ سچا ہوگا، حتیٰ کہ آسمان و زمین تم کو تہنیت ۴
دیں گے، تمہارا مبارک نام محمدؐ ہے، اوس کو سنکر سب نے اپنی آواز بلند کی اور کہنے لگے اے اللہ تو اپنے

رسول کو بہت جلد بھیج، اے محمدؐ دنیا کی رہائی کے لئے بہت جلد تشریف لائیے،

(انجیل برنابا فصل ۱۳۶) اتنے سال کے بعد جبرئیل جہنم کے قریب آئیں گے، اور جہنم والوں کو یہ یہ کہتے سنیں گے، اے محمدؐ آپ کا وعدہ کہاں ہے کہ جو شخص میرے دین پر ہو گا وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا، پھر یہ فرشتے جنت میں آئیں گے اور نہایت احترام کے ساتھ اللہ کے رسول کے پاس جاکر جہنم والوں کی باتیں عرض کریں گے، تب یہ رسول، اللہ سے عرض کریں گے اور کہیں گے اے خدا تو اپنے وعدہ کو یاد کر میں تیرا بندہ ہوں، تونے کہا تھا کہ جو شخص میرے دین کو قبول کرے گا وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا، اللہ جواب دیگا، اے میرے محبوب کیا چاہتے ہو، مانگو، تم جو کچھ طلب کرو گے وہ تم کو دیا جائیگا،

(انجیل برنابا فصل ۱۳۷) پھر اللہ کے رسول کہیں گے، اے خدا جہنم میں ایسے لوگ ہیں جو اس میں ستر ہزار برس سے ٹھہرے ہوئے ہیں، تیری رحمت کہاں گئی، خدایا میں عاجزی کے ساتھ کہتا ہوں کہ تو اون کو عذابوں سے آزاد کر دے، تب خدائے تعالیٰ چار مقرب فرشتوں کو حکم دے گا، کہ جاؤ اور ہر وہ شخص جو اس رسول کے دین پر ہو، اوس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دو، فرشتے ایسا کریں گے، رسول اللہ کے مذہب میں یہی بہت بڑا فائدہ ہے، کہ ہر وہ شخص جو اون پر ایمان لائے گا سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہو گا، گو وہ شخص ایک بھی عمل صالح نہ کرے، کیونکہ وہ اون کے دین پر مرا، میں کہتا ہوں کہ یہ تمام بشارتیں اگر ثابت ہوں تو مؤول ہوں گی، ورنہ ہر چیز کا علم اللہ کو ہے، میں نے ان بشارتوں کو اس لئے نقل کیا ہے کہ انجیل میں موجود ہیں،

(انجیل برنابا فصل ۱۴۲) کاتبوں اور فریسیوں نے رئیس کاہن سے کہا ہم لوگ اس وقت کیا کریں گے اگر فی الواقع یہ شخص بادشاہ ہو گیا، تو ہم پر وبال ہو جائیگا، کیونکہ یہ اللہ کے بندوں کی اصلاح قدیم سنت کے مطابق کرنا چاہتا ہے، فی الواقع ہم اور ہماری اولاد سب ہلاک ہو جائیں گی، کیونکہ جب ہم اپنے کاموں سے الگ کر دیئے جائیں گے تو پھر ہم کو روٹی بھی نہیں مل سکتی، لیکن الحمد للہ اس وقت

ہمارے اوپر ایسے بادشاہ اور والی ہیں جو ہماری شریعت سے بالکل اجنبی ہیں، اور یہ دونوں ہماری شریعت کی کچھ پروا بھی نہیں کرتے جس طرح ہم اون کی شریعت سے بے پروا ہیں، اس لئے اس وقت ہمارے اندر یہ قدرت ہے کہ جو چاہیں کریں، اگر ہم خطا کرتے ہیں تو ہمارا خدا رحیم ہے، قربانی اور روزہ سے اوس کو خوش کرنا ممکن ہے لیکن جب یہ شخص ہمارا بادشاہ ہو جائیگا تو خدا کی عبادت دیکھنے کے سوا اور کسی چیز سے راضی نہیں ہو سکتا جیسا کہ موسیٰ نے لکھا ہے، سب سے برا یہ ہے کہ یہ کہتا ہے کہ مسیا نسلِ داؤد سے نہیں بلکہ نسلِ اسمٰعیل سے ہوگا اور وعدہ اسمٰعیل سے کیا گیا تھا نہ کہ اسحٰق سے، پھر ہمارا کیا نتیجہ ہوگا جب ہم اوس شخص کو زندہ چھوڑ دیں، یہ یقینی ہے کہ اسمٰعیل رومیوں کے نزدیک باعزت اور ذی وجاہت ہو جائیں گے پھر ہمارا ملک اون کے ہاتھ میں چلا جائیگا، اور تمام بنی اسرائیل قدیم زمانہ کی طرح غلام بن جائیں گے، جب رئیس کاہن نے یہ بات سنی تو اس نے جواب دیا کہ ہیرودوس اور گورنر کے ساتھ ہم لوگوں کا اتفاق کرنا ضروری ہے، کیونکہ قبیلوں کا میلان اسکی طرف زیادہ ہے، یہاں تک کہ ہم لوگ بغیر فوج کی مدد کے کچھ نہیں کر سکتے، اور انشاء اللہ فوج کی مدد سے ہر کام بخوبی انجام پا سکتا ہے،

(انجیل برنابا فصل ۱۹۱) کاتب نے کہا کہ میں نے ایک قدیم مکتوب موسیٰ کے ہاتھ کا دیکھا ہے، وہ موسیٰ کی حقیقی کتاب ہے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ اسمٰعیل مسیا کے باپ ہیں، اسی طرح یہ کتاب کہتی ہے کہ موسیٰ نے کہا اے اسرائیل کے رحیم وقدیر خدا تو اپنی بزرگی کی روشنی میں اپنے بندے کو ظاہر کر دے، تو خدا نے اپنے رسول کو دکھا دیا، وہ اسمٰعیلؑ کے دونوں ہاتھوں پر تھے، اور اسمٰعیلؑ ابراہیمؑ کے دونوں ہاتھوں پر، اور اسی جگہ اسمٰعیلؑ کے قریب حضرت اسحٰقؑ تھے، حضرت اسمٰعیلؑ اپنی انگلی سے رسول اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے، یہی وہ ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق پیدا کی تب موسیٰ نے خوشی میں بلند آواز سے کہا اے اسمٰعیل تیرے دونوں ہاتھوں پر تمام عالم اور جنت ہے، مجھے بھی یاد کرتے رہنا، میں اللہ کا بندہ ہوں، تاکہ تیرے بیٹے کی وجہ سے اللہ کی نظر میں نعمت کا مستحق ہو جاؤں،

(انجیل برنابا فصل ۱۹۲) اس کتاب میں یہ نہیں لکھا ہوا ہے کہ اللہ بھیڑ اور بکریوں کا گوشت کھاتا ہے نہ یہ مذکور ہے کہ اللہ نے اپنی رحمت کا انحصار صرف اسرائیل میں کر دیا ہے، بلکہ اللہ ہر اوس انسان پر رحم کرتا ہے جو خدا کو طلب کرے، میں اس کتاب کو ختم نہ کر سکا کیونکہ رئیس کاہن جس کے مکتبہ کے اندر میں تھا اوس نے مجھ کو اس کتاب کے مطالعہ سے منع کرتے ہوئے یہ کہا کہ اس کتاب کو کسی اسماعیلی نے لکھا ہے، تب یسوع نے فرمایا دیکھو آیندہ سے حق باتیں نہ چھپاؤ، کیونکہ مسیا ہی پر ایمان لانے سے اللہ تعالیٰ انسان کو رہائی دیسکتا ہے، بغیر اس کے کوئی نہیں نجات پا سکتا،

یہی وہ بشارتیں ہیں جو انجیل برنابا میں وارد ہوئی ہیں میں نے ان بشارتوں کو یہاں پر نقل کر دیا ہے کیونکہ اس انجیل کی عدم اشاعت اور اس کے جلا دینے کا حکم نافذ ہو چکا ہے، اب مصر میں کوئی شائع نہیں کر سکتا لہذا موقع غنیمت سمجھ کر یہاں پر نقل کر دیا، تاکہ ہمارے بعد والوں کے لئے تذکرہ باقی رہے، یہ انجیل ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں طبع ہوئی تھی، اب اس کے چند نسخے باقی رہ گئے ہیں جو عنقریب معدوم ہو جائیں گے پھر آنے والی نسلیں اوس کو بالکل بھول جائیں گی، اس انجیل کے متعلق محققین کی مختلف رائیں ہیں، لیکن یہ مسلم ہے کہ تمام مسلمان عصر نبوت سے لیکر اس اخیر زمانہ تک اس انجیل کو بالکل نہیں جانتے تھے، نہ کسی مناظر نے کبھی اس انجیل کا ذکر کیا، اس انجیل میں چند جگہ بالکل صاف اور صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا ہے، بعض معترضین کہتے ہیں کہ یہی چیز شک میں ڈالنے والی ہے، کیونکہ آسمانی کتابوں میں بشارتوں کی تصریح اس حد تک غیر معروف ہے، موئدین کہتے ہیں کہ اس انجیل کو کسی مسلم نے تو نہیں لکھا کیونکہ مسلمانوں کے کتب خانوں کی فہرستوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے، ہاں پوپ جلاسیوس اول جس وقت ۴۹۲ھ میں پاپائیت کی گدی پر بیٹھا، تو اس نے چند کتابوں کے مطالعہ نہ کرنے کا حکم دیا تھا، جن میں سے ایک کتاب انجیل برنابا بھی تھی لہذا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ انجیل ظہور اسلام کے بہت پہلے دنیا میں موجود تھی بہر کیف باحثین کا اتفاق ہے کہ یہ انجیل علم و حکمت اور اخلاق و عفت سے پر ہے، یہ تمام اناجیل سے افضل ہے

ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح کے اندر اس قدر ملکہ علمیہ اور حکمت عالیہ کہاں تھی، کچھ بھی ہو کتاب معلومات کے لحاظ سے
نافع اور سود مند ہے، واللہ اعلم،

برنابا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے، ان کی انجیل دوسری انجیلوں کی مخالف ہے مثلاً انجیل برنابا
میں ہے کہ مسیح کو سولی نہیں دی گئی، بلکہ سولی پانے والا خائن یہودا تھا جس کو مسیح کے مشابہ بنا دیا گیا تھا
یہ بالکل قرآن کے مطابق ہے، وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ، اسی طرح اس انجیل
میں ہے کہ مسیح فرماتے ہیں، میں خدا نہیں نہ خدا کا بیٹا ہوں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کی
تشریح وغیرہ،

**شفاعت** اہل سنت کا خیال ہے کہ مستحقین عذاب سے عذاب ساقط ہو جائیگا، یہ اس طرح کہ
قیامت کے دن میدان محشر میں اون کی شفاعت کیجائے گی، یہاں تک کہ جہنم میں نہیں داخل ہونگے
اور اگر جہنم میں داخل ہو گئے تو شفاعت کی وجہ سے اوس میں سے نکال کر جنت میں داخل کر دیئے جائینگے
معتزلہ کہتے ہیں کہ شفاعت مستحقین ثواب کے لئے ہوگی، وہ اس طرح کہ استحقاق سے بڑھکر اون کو ثواب
حاصل ہوگا، اس پر دونوں فریق کا اتفاق ہے کہ کافروں کے لئے شفاعت نہیں ہوگی، میں نے
موضوع کی بابت محی الدین ابن عربی اور امام غزالی کے کلاموں سے اقتباس کر کے ایک مقالہ لکھا تھا
جس کو میں یہاں عقلمندوں کی عبرت اور مسلمانوں کی بصیرت کے لئے نقل کر دیتا ہوں، کیونکہ زمانہ مستقبل
میں اسلامی تربیت کے لئے اس سے بہت کچھ تقویت حاصل ہوگی،

## شفاعت کی بحث

تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلعم اپنی امت کی شفاعت کریں گے، اس شفاعت کے
متعلق سنی شیعہ معتزلہ اور فلاسفہ کے مابین کوئی اختلاف نہیں، ہاں اس کے مقصود میں اختلاف ہے

میں تمھارے سامنے بالکل واضح طور پر پہلے شفاعت کی حقیقت بیان کروں گا، پھر تمام اقوال آیات اور احادیث کو اس پر تطبیق دوں گا، تاکہ تمام دینی مشرب تربیت اسلامی کے لئے متفق ہوجائیں، اس بیان کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا ہے، اور مجھے اس پر کامل یقین ہے،

تم کو معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب کے مثل تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا، آفتاب اپنی روشنی تمام چیز مثلاً خشکی سمندر، ٹیلہ، غار، نباتات، درخت پتھریلی زمین، عمدہ زمین، وغیرہ پر ڈالتا ہے، یہ تمام چیزیں اپنی استعداد کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کرتی ہیں، اسی آفتاب کی حرارت کی وجہ سے سمندر میں بخار بنتا پھر بادل بن کر برستا ہے، اور زمین سرسبز ہو جاتی ہے، پہاڑ بھی اپنی استعداد کے مطابق اسی آفتاب کی روشنی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، کیونکہ برف کی تہیں جو پہاڑوں پر منجمد ہوتی ہیں آفتاب کی حرارت سے پگھل کر اور پانی بنکر آہستہ آہستہ پہاڑ کے اندر جمع ہوتا ہے، پھر وہاں سے چشمے نکل کر زمین کو سیراب کرتے ہیں، اسی طرح ہوا ہے، کیونکہ آفتاب کی حرارت سے ہوا کے اندر تمدد اور پھیلاؤ پیدا ہوتا ہے، پھر اسی سے آندھی اور مختلف ہوائیں بنتی ہیں، عمدہ زمین بھی اس سے فائدہ حاصل کرتی ہے، کیونکہ آفتاب ہی کی وجہ سے مختلف رنگ کی چیزیں اس میں پیدا ہوتی ہیں، لیکن پتھریلی زمین میں کچھ نہیں ہوتا، غرض اسی طرح ہر چیز اپنی استعداد کے مطابق آفتاب سے فائدہ حاصل کرتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی انسانوں کے اعتبار سے یہی مثال ہے، پاک و صاف دل سمندر، صالحین کے قلوب عمدہ زمین، اور فاجروں کے قلوب پتھریلی زمین کے مشابہ ہیں جنمیں کچھ بھی نفع کی امید نہیں، بادشاہ، امراء اور ارکین دولت اور واعظ سب ہوا کے مثل ہیں، جو زمین کی تمام چیزوں کو حرکت دیتی، کسی کو سیدھا اور کسی کو ٹیڑھا بناتی ہے، اسی طرح یہ لوگ لشکروں سے انسانوں کی حفاظت کرکے اون کو ظالموں کے ظلم سے بچاتے ہیں، لہذا جس طرح باوجود ایک آفتاب ہونے کے موجودات عالم کی چیزیں مختلف ہیں، اسی طرح وہ قوم جو کسی نبی کی اتباع کرتی ہے باوجود ایک نبی ہونے کے اپنے اطوار

حالات میں مختلف ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا نور ہے، اوس نے اپنی روشنی رسول اللہ صلعم پر ۵۶
ڈالی، اور آپ نے انسانوں پر ڈالی، اس لئے یقیناً تمام انسان اس روشنی کے قبول کرنے میں اپنی استعداد کے مطابق مختلف ہوں گے، اور آخرت میں ان کی حالتیں اسی اختلاف کے موافق ہوں گی، انبیاے کرام تعلیم انسانی کے لئے واسطہ ہوتے ہیں، اور انسان اس واسطے کی اتباع میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق مختلف ہیں، قیامت کے دن تمام انسانوں سے اون کے اعمال کے متعلق بازپرس ہوگی، جس طرح عمدہ زمین، پتھریلی زمین اور سمندر قابلیت میں مختلف ہیں، اسی طرح آخرت میں بھی انسانوں کی حالتیں ان کے اس کسب کے مطابق ہوں گی جس کو انھوں نے دنیا کے اندر واسطہ سے حاصل کیا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ، (زمین اپنے خدا کی روشنی سے چمک اوٹھی، کتاب رکھدی گئی، نبیوں اور شہیدوں کو لایا جائیگا، اور تمام لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ ہوگا، اور ان پر ظلم نہ ہوگا)

اسی کے قریب وہ حدیث ہے جو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا "جس ہدایت اور علم کو اللہ نے میرے ساتھ بھیجا ہے، وہ بارش کے مثل ہے، جو زمین عمدہ ہوتی ہے وہ پانی کو قبول کرلیتی ہے، پھر اس میں سبزیاں اُگتی ہیں، اور جو زمین گہری ہے وہ پانی کو اپنے اندر روک لیتی ہے، پھر لوگ اوس کو پیتے اور کھیتی باڑی کرتے ہیں، لیکن جو زمین بنجر ہوتی ہے نہ تو وہ پانی روکتی اور نہ اوس میں گھاس پیدا ہوتی ہے، یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں غور و فکر کیا، سیکھا، سکھلایا، اور جس نے میری ہدایت کو نہ قبول کیا وہ شخص بنجر زمین کی طرح ہے"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نتیجہ کا اختلاف انسانی اطوار اور حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسا کہ زمین اپنے حالات کے اختلاف کی وجہ سے نتائج میں مختلف ہے،

تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ شفاعت کے لئے بیج، درخت اور پھل بھی ہے، شفاعت کا بیج علم، درخت عمل،

اور اخروی نجات پھل ہے، انبیاء علیہم السلام نے دنیا میں انسانوں کو تعلیم دیکر گویا شفاعت کا بیج بو دیا، اب اگر تمام انسان اس تعلیم پر عمل کریں تو شفاعت کا درخت پیدا ہو گیا اور وہ نتیجہ کے قابل ہو گئے، پھر قیامت کے دن ان کو اس درخت کا پھل ملے گا یعنی نجات حاصل ہو جائے گی، لیکن یہ پھل ان کے اعمال کوشش اور اخلاق کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ شفاعت کا مبدء علم، اوسط عمل، اور انتہا اخروی ترقی اور کامیابی ہے بعض اوقات خدائی توفیق سے دنیاوی زندگی میں بھی یہ پھل مل جاتا ہے حدیث شریف میں ہے، قیامت کے دن تین شخص شفاعت کریں گے، انبیاء، علماء اور شہداء، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شفاعت اقتداء کے تابع ہے، کیونکہ انبیاء کرام نے علماء کو تعلیم دی اور علماء نے عام لوگوں کو تعلیم دی انبیاء کرام کے بعد تمام لوگوں سے افضل علماء ہیں، اور شہداء نے چونکہ اپنی ذات کو اللہ کے راستہ میں آگے بڑھایا تو گویا یہ بھی لوگوں کے پیشوا ہو گئے، کیونکہ انھوں نے اپنے عمل سے لوگوں کو جنگ میں بڑھنے کا سبق دیا، لہذا لوگوں کو ہدایت دینے میں ان کا درجہ علماء کے بعد ہوا، کیونکہ علم بہت وسیع ہے، اور شہادت بالکل کم لیکن کامیاب ہے جس شخص نے اللہ کے احکام پر عمل نہیں کیا، اور حق سے علیحدگی اختیار کر لی تو اس نے شفاعت کا بیج بالکل بے کار کر دیا، لہذا پھل سے محروم ہو جائیگا، حالانکہ شفاعت کا بیج پانے میں وہ بھی تمام مسلمانوں کے مساوی تھا، لیکن اس بیج کی پرورش نہ کرنے میں مخالف ہو گیا لہذا پھل سے محروم رہا، اسی اصول پر یہ حدیث محمول ہو سکتی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن ایسا نہ پاؤں کہ اوس کی گردن پر بکری ہو اور وہ آواز کرتی ہو، اور وہ کہے یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے، تو میں کہوں گا کہ آج کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تو تبلیغ کر دی تھی، اس حدیث میں غور کرو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کو شفاعت کا بیج قرار دیتے ہوئے ہم پر عمل کو لازم کہتے ہیں کیونکہ بغیر اس کے نجات نہیں، نجات عمل کے تابع ہے،

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رمایا میں قیامت کے دن تین شخصوں کا دشمن رہوں گا ایک تو وہ جس نے میرے ساتھ اقرار کیا پھر بے وفائی کی دوسرا وہ جس نے کسی شریف آزاد شخص کو بیچ کر اوس کی قیمت کھائی تیسرا وہ جس نے کسی کو مزدور رکھکر پورا کام لیا اور پوری مزدوری نہیں دی،

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے کعب بن عجرہ اے کعب اللہ تعالیٰ تم کو بیوقوفوں کی امارت سے پناہ دے، کیونکہ عنقریب ایسے امراء رہوں گے کہ جو لوگ اون کے ماتحت ہوں گے وہ اون کے ظلموں میں اون کی مدد کریں گے اون کے جھوٹ کو سچ سمجھیں گے ایسا شخص مجھ سے نہیں، نہ میں اس سے ہوں، اور وہ حوض کوثر پر نہیں آسکتا، اور جو شخص ان کے ظلموں میں مدد نہیں کریگا نہ اون کے جھوٹ کو سچ سمجھے گا، تو وہ مجھ سے اور میں اوس سے ہوں، اور وہ حوض پر آسکتا ہے، اے کعب نماز قربانی، اور روزہ ڈھال ہے، اور صدقہ گناہوں کو بجھا دیتا ہے، جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اے کعب جنت میں وہ گوشت نہیں داخل ہو سکتا، جس کی پرورش مال حرام سے ہوئی ہو،

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم قبرستان میں داخل ہوے تو آپ نے
فرمایا السلام علیکم، مومنین کے مکان میں انشاء اللہ تمھارے ساتھ ملنے والا ہوں، اور میں اپنے بھائیوں ۵۷
کو بہت دیکھنا چاہتا ہوں، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم لوگ آپ کے بھائی نہیں ہیں، آپنے فرمایا تم لوگ میرے اصحاب ہو، میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ اپنی آنیوالی امت کو کس طرح پہچان لیں گے، آپ نے فرمایا، کیا تم دیکھتے نہیں، اگر کسی شخص کا ایک چپکلیان رنگ کا گھوڑا کالے گھوڑوں کی جماعت میں ہو تو کیا وہ اپنے گھوڑے کو نہیں پہچان سکتا، لوگوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا میری امت کے لوگ بھی قیامت کے دن وضو کی وجہ سے چکلیان رنگ کے ہوں گے اور میں حوض کوثر پر اون کا سردار رہوں گا، خبردار رہو میرے حوض سے بہت لوگ علیحدہ کر دیئے جائیں گے

جس طرح دیوانہ اونٹ دور کر دیا جاتا ہے، میں اون کو پکاروں گا، آؤ، آؤ تو کہا جائیگا کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد بہت کچھ تغیر و تبدل کر دیا تھا، تو میں کہونگا، دور کرو، دور کرو،

یہ تمام حدیثیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مناسب ہیں، فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (جو شخص ایک ذرہ برابر بھی عمل کریگا، وہ اوس کو دیکھیگا اور جو شخص ایک ذرہ برابر بھی برائی کریگا، وہ اوس کو دیکھے گا) دوسری جگہ فرمایا اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے (اور) آج اپنا حساب لینے کے لئے تو آپ ہی بس کرتا ہے)

الحاصل یہ لوگ جنھوں نے امرا کے ظلم کی مدد کی جنھوں نے نبی کے بعد ان کے طریقے بدل دیئے اور یہ لوگ جو بکریاں لادے ہوئے آئیں گے، ان تمام کے لئے شفاعت کا بیج بو دیا گیا تھا. لیکن ان لوگوں نے خود اپنے کو اس کے پھل سے محروم کر دیا، بالکل صحیح بدلہ ہے، جب کہا جاتا ہے کہ اہل کبائر کی شفاعت کیجائیگی یا نکوکاروں کی نیکیوں کی زیادتی کے لئے شفاعت ہوگی، تو یہ دونوں مذہب بھی اس اصول میں داخل ہیں جس کو میں نے ابھی واضح کیا، اور جب تم ابو ہریرہ کی یہ حدیث سنو، کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا کون شخص زیادہ مستحق ہوگا، تو آپ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ تم سے پہلے ایسا سوال کسی نے نہیں کیا ہے، کیونکہ تم کو حدیث کی زیادہ حرص ہے، میری شفاعت کا مستحق قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جس نے صدق دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا، یہ بخاری کی حدیث ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ شخص یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے کہنے والے نے شفاعت کا بیج پالیا ہے، جو علم ہے، اور علم کے بعد عمل ہوتا ہے لہذا پھل سے محروم نہیں ہو سکتا، صاحب علم کی شفاعت ہوگی، کیونکہ اس کے نزدیک شفاعت کے دو رکنوں میں سے ایک قوی رکن موجود ہے، یعنی علم صرف عمل باقی رہگیا، اور عمل تو علم کے تابع ہے، اسی پر تمام حدیثوں کو قیاس کرلو، میں نے شفاعت کے اس معنی اور اصول کو محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ سے حاصل کیا ہے، امام غزالی اور امام رازی بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں،

امام غزالی الاحیاء میں فرماتے ہیں کہ بندہ کی مغفرت کی امید کو کھیت والوں کی امید پر قیاس کیا جائے، ہر وہ شخص جو کسی اچھی زمین کو تلاش کرکے اوس میں عمدہ بیج ڈالے، اوس کی حفاظت کرے یعنی وقت مقررہ پر اوس کو سیراب کرتا رہے کھیت سے کانٹے اور گھاس پات صاف کرے پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کا منتظر ہو کر بیٹھ جائے کہ وہ تمام آسمانی آفتوں شلاً بجلی وغیرہ کھیت کو محفوظ رکھے، یہاں تک کہ کاٹنے کا وقت آجائے، ایسے شخص کے انتظار کو رجا اور امید کہہ سکتے ہیں، اور اگر کوئی پتھریلی اور خشک زمین میں بیج بوئے نہ اوس میں پانی دے نہ گھاس پات کو صاف کرے پھر کاٹنے کے وقت کا انتظار کرے تو اس شخص کے انتظار کو حماقت اور غرور کہیں گے، رجا اور امید نہیں کہہ سکتے، اگر کسی عمدہ زمین میں بیج بویا لیکن اس کے لئے آب پاشی کا سامان نہیں اور وہ بارش کے پانی کا انتظار کرنے لگا لیکن یہاں نہ پانی زیادہ برستا، اور نہ اس کا برسنا ناممکن ہے، تو اس انتظار کو آرزو کہیں گے، امید نہ کہیں گے، اس بناء پر امید کا لفظ وہاں بولا جائیگا جہاں ایک ایسی مرغوب چیز کا انتظار ہو جس کے وہ تمام اسباب مہیا ہوں جو بندے کے اختیار میں داخل ہیں، اور صرف وہ چیز باقی رہ گئی ہو جو اس کے اختیار میں نہیں، یعنی خدا کا فضل جو اوس کے موانع اور مفسدات کو روک دے، اسی طرح جب بندہ ایمان کے بیج بو کر اون کو عبادت کے پانی سے سیراب کرے اخلاق فاسدہ کے کانٹوں سے اپنے قلب کو پاک وصاف کرے اور موت تک ثابت قدم رہنے کیلئے اللہ کے فضل کا انتظار کرے، پھر خدا سے مغفرت کی امید رکھے، تو اوس کو امید حقیقی کہہ سکتے ہیں، اگر کوئی ایمان کے بیج سے محروم رہے یا طاعت کے پانی سے اوس کو سیراب نہ کرے، یا اپنے قلب کو رذائل اخلاق سے پاک وصاف نہ رکھے، اور دنیاوی لذتوں کی طلب میں منہمک رہتے ہوئے بھی مغفرت کا منتظر ہے، تو اس کے انتظار کو حماقت اور غرور کہیں گے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا، احمق وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشوں کی اتباع کرے، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ امید رکھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا، ایک جگہ فرمایا

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُولُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے باغ والے کی مذمت بیان فرمائی جب کہ اوس نے باغ میں داخل ہو یہ کہا، وَقَالَ مَا اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا، (اوس نے کہا میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ باغ کبھی نہیں برباد ہوگا، نہ کبھی قیامت ہوگی، اور اگر میں خدا کے پاس گیا تو اوس سے عمدہ باغ پاؤنگا) لہذا وہ بندہ جو طاعت میں کوشش کرتا اور معاصی سے بچتا ہوا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتمامِ نعمت کا انتظار کرے، تو یہ مناسب ہے، جنت میں داخل ہونا ہی اتمامِ نعمت ہے، لیکن جب ایک عاصی توبہ کرے اور تلافیِ مافات کی کوشش کرے تو وہ توبہ کی مقبولیت کی امید رکھ سکتا ہے، توبہ کی توفیق اسی وقت ہو سکتی ہے، جب معصیت کو مکروہ سمجھے، نیکی اچھی معلوم ہو، اور اپنے نفس کو ملامت کرتا رہے، کیونکہ معصیت کو مکروہ سمجھنا اور توبہ کی حرص، قائم مقام اس سبب کے ہوجاتی ہے، جو انسان کو توبہ تک پہونچاتا ہے، لیکن رجاء اور امید ہمیشہ اسباب کی درستگی کے بعد ہی ہوگی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ، یعنی مومن، مہاجر اور مجاہد ہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہو سکتے ہیں، اس آیتِ کریمہ کا یہ مقصود نہیں کہ رجا یا امید کا وجود انہی لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ ان کے غیر بھی امید رکھتے ہیں، بلکہ استحقاق رجا کی تخصیص انہی لوگوں کے ساتھ ہے، وجود رجا اور استحقاق رجا دو الگ الگ چیزیں ہیں، مگر جو شخص مکروہاتِ دنیاوی میں منہمک ہو، اپنے نفس کو ملامت بھی نہیں کرتا، نہ توبہ کا عزم رکھتا ہے، تو ایسے شخص کی مغفرت کی امید حماقت ہے، جیسے وہ شخص جو سنگلاخ زمین میں بیج بو کر بغیر اوس کو سیراب کئے ہوئے پیداوار کی امید رکھتا ہو" امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ختم ہوئی،

مسلمانوں میں اسی طرح علم الاخلاق کی تقریر کرنی چاہئے تاکہ نوجوان کوشش کی طرف متوجہ ہوں،

اور اون کو معلوم ہو کہ انسان اپنے اخلاق اور عمل کے تابع ہے، اور یہی فطرت اور اسلام کے موافق ہے حدیث شریف میں ہے، تم اوسی کے ساتھ رہو گے جس کو تم محبوب رکھتے ہو، علما اپنے طریقہ میں انبیاء کی اتباع کرتے اور عام لوگ علما کی اتباع کرتے ہیں، لہذا دنیاوی زندگی کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قدر اتصال ہوگا قیامت کے دن بھی اوسی قدر ہوگا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حوض پر وہی شخص آسکتا ہے، جو آپ کے ساتھ دنیا میں متصل تھا یعنی آپ کی شریعت کا عامل، اور آپ کے طریقہ پر چلنے والا تھا، تمام لوگوں کا حشر اون کے اسی اخلاق کے مطابق ہوگا، جن پر وہ مریں گے، کیونکہ ثواب وعقاب نتائج اور ثمرات ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب دیکر اپنا غصہ فرد کرنا یا اپنی تشفی نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ وہ تو تمام عالم کا رب مخلوقاتی صفات سے منزہ اور پاک وصاف ہے، اخروی زندگی محبت کے تابع ہے، اور ایک انسان اسی سے محبت رکھتا ہے، جو اوس کے مشابہ ہو، آخرت بھی دنیا کے مثل ہے جس طرح انسان سمندر میں مچھلی کے ساتھ زندگی نہیں بسر کرسکتا نہ مچھلی خشکی میں رہ سکتی ہے اور نہ بحر و بر کے حیوان فضاے آسمانی میں اڑ سکتے ہیں اور نہ پرندے سمندر میں زندگی بسر کرسکتے ہیں، اسی طرح آخرت میں بھی بنی آدم اوسی جگہ میں رکھے جائیں گے جس کے وہ مستحق ہوں گے، اور اپنے اخلاقی کسب کی وجہ سے وہاں سے تجاوز نہیں کرسکتے، حدیث میں ہے انسان کا حشر اسی پر ہوگا جس پر وہ مرا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ ہوگا) شفاعت کی یہ تفسیر جس کو میں نے تحریر کیا ہے، جس طرح تمام اقوال، احادیث، آیات قرآنی اور نظام عالم کو شامل ہے، اسی طرح یہ تفسیر وہ بھی ہے کہ جس پر زمانہ مستقبل میں تمام امت اسلامی گامزن ہوگی، کیونکہ آج تمام قومیں علم وحکمت میں ترقی کرچکی ہیں، صرف مسلمان اپنے جاہل واعظوں کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، میں سچ کہتا ہوں کہ اس طرح کی تفسیر مسلمانوں کے اندر نشاط، کوشش اور عمل پیدا کرے گی، پھر مسلمان علم وعمل میں ترقی کریں گے،

اب ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (یس جو شخص ذرہ بھر نیکی کریگا وہ اس کو دیکھ لے گا، اور جو ذرہ بھر برائی کریگا وہ اوس کو دیکھ لے گا) اور یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیسا عادل ہے، ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو، از مکافاتِ عمل غافل مشو،

موجوداتِ عالم کے اندر بے شمار ایسی شہادتیں موجود ہیں جو ثابت کرتی ہیں، کہ انسان جو بوئیگا وہی کاٹے گا، اگر ایسا نہ ہو تو نظامِ زندگی درہم برہم اور مختل ہو جائے، جب ہم برسیم گھاس چوپایوں کیلئے یا گیہوں اور سیب انسان کے لئے بوویں تو پھل ہم کو بیج کے مطابق ہی ملے گا، اگر یہ نظام بغیر کسی قانون کے ہوتا، برسیم کے بدلے سیب اور سیب کے بجائے گیہوں پیدا ہوتا، تو یقیناً انسان اپنے تمام کام میں حیران ہو جاتا، دنیا کے اندر بھٹکتا پھرتا نہ کوئی نظام ہوتا نہ زندگی بہتر ہوتی، اور نہ کوئی عدل ہوتا، کیونکہ ہر شخص اپنی اپنی فکروں میں لگا ہوا رات دن اپنی لذتوں میں مشغول ہوتا، اور اپنے ماحول کے حالات سے بالکل غافل ہوتا، وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (اور آسمان وزمین میں کتنی ایسی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ غافلانہ گذر جاتے ہیں) اس وقت ہم لوگ شمس وقمر اور کواکب کے طلوع وغروب کو ایک نہایت عمدہ مرتب نظام کے ماتحت دیکھ رہے ہیں، لیکن اکثر لوگوں کو یہ نظام معلوم نہیں، ایسا نظام کہ اگر ایک منٹ کے لئے بھی مختل ہو جائے تو تمام چیزیں ہلاک و برباد ہو جائیں، مثلاً اگر آفتاب ظہر کے وقت اپنے اصلی وقت سے ایک منٹ کے لئے بھی موخر ہو جائے، تو ہزاروں ہزار انسان اور لاکھوں لاکھ کا مال و دولت ضائع ہو جائے کیونکہ اسی تاخیر سے ریلوں میں تصادم ہوگا، جس سے کتنے مسافر مر جائیں گے، اور تجارتی معاملات بالکل درہم برہم ہو جائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ ہملوگ اس زمین پر ایک زبردست نظام کے اندر غرق ہیں، جب اس قدر زبردست نظام اس دنیا کے اندر ہے تو آخرت کا نظام کہیں زیادہ عمدہ اور زبردست ہوگا دونوں جگہوں کا منتظم بھی

یلسی ہی ہے، کیا اس تقریر سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ہمارے اعمال کے نتیجے ہیں، جس طرح نباتات درخت
کے لئے نتیجے ہوتے ہیں، کیا انبیاء اور علماء جو اون کے تابع ہیں ضو شمس اور بارش کے مشابہ نہیں،
جس طرح زمین کے مختلف حصوں میں بارش کا مختلف اثر ہوتا ہے، اسی طرح انبیائے کرام اور علماء کا بھی
مختلف انسانی عقلوں پر مختلف اثر ہوتا ہے، پھر اسی اثر کے مطابق اعمال اور نتیجے پیدا ہوتے ہیں، ۵۹

## حکایت

مصر میں ایک روسی عورت آئی جو برلن، پیرس، ویانا اور یورپ کے دوسرے بڑے بڑے شہروں کی علمی مجلس کی
ممبر تھی، اور اچھی عالمہ تھی، مختلف زبانیں بھی جانتی تھی، اوسکا زیادہ تر میلان علم تصوف کی طرف تھا، اسکے استاد مارکس جرمنی
نے اوسکو علم تصوف کی کسی کتاب کا فرانسیسی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا تھا، اسنے ترجمہ کیلئے قیشری کا رسالہ پسند کیا، جس کو
قشیری نے مسلمان صوفیوں کے لئے چوتھی صدی ہجری میں تصنیف کیا تھا، جب وہ مصر پہونچی تو وزیر معارف
نے اس کی مساعدت کے لئے مجھ سے کہا، نو سال تک میں کتاب کے سمجھنے میں اوس کی مدد کرتا رہا،
وہ مسلمانوں کے علوم اور اون کے ذوق و شوق پر بہت تعجب کرتی تھی، اخیر وقت میں جنگ عظیم سے کچھ پہلے
ایک روز اوس نے مجھ سے کہا کہ اب مجھے معلوم ہو گیا کہ دین اسلام وہ نہیں ہے جو میں پہلے سمجھتی تھی،
بے شک اسلام بھی حق ہے لیکن پھر بھی دین مسیحی سے کم ہے، اس کے پہلے تو مجھے اس قدر بھی اعتقاد
نہیں تھا، میں نے کہا یہ کیوں؟ اوس نے جواب دیا کہ ایک نوجوان سے میری ملاقات ہوئی جو طور سینا
کے راہبوں سے علم سیکھتا تھا، اوس کے پاس جرمن یونیورسٹی کی سندیں بھی تھیں، یورپ کی بعض زبانیں بھی
جانتا تھا، اوس نے مجھ سے اسلام کے متعلق باتیں کرنی شروع کر دیں، مجھ سے کہا، کہ محمد صلعم کے اندر بچپن ہی
سے نبوت کے آثار پائے جاتے تھے، جب بحیرا راہب نے اون کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا، اور اپنے دل میں
کہا یہ لڑکا ضرور نبی ہوگا، لیکن کیا اچھا ہوتا کہ مسیحی ہو جاتا، چنانچہ بحیرا راہب نے اون کو دین مسیحی کی تعلیم دی

لیکن یہ راہب تعلیم دینے میں بعض جگہ غلطی کر گیا، کیونکہ اوس نے زبان کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھا دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی، اس میں شک نہیں کہ بحیرا راہب نیک تھا، مگر وہ عبرانی زبان کا کوئی بڑا ماہر عالم نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام ظاہر ہوا، اور اس میں سولی سے انکار کیا گیا، حالانکہ مسیح پہلے شخص ہیں جن کو اللہ نے مردہ کر کے زندہ کیا، تاکہ یہ واقعہ قیامت کی زندگی کے لئے برہان ہو جائے، اسی حکمت کی وجہ سے اون کو سولی دی گئی، اور تمام لوگوں کے گناہوں کے فدیہ ہوگئے، عورت نے کہا کہ میں اسی روز سے اسلام کو حق سمجھنے لگی، لیکن دین عیسوی سے کم، جب اس کی بات ختم ہوگئی تو میں نے کہا کیا تم کچھ میری باتیں بھی سن سکتی ہو؟ اس نے کہا ہاں میں نے تو اسی لئے ذکر کیا ہے کہ تمہاری رائے بھی سنوں میں نے کہا اس نوجوان راہب کا یہ کہنا کہ مسیح پہلے شخص ہیں جو دنیا میں مرکر زندہ ہوئے، صحیح نہیں کیونکہ توراۃ میں مذکور ہے کہ ایک جماعت مر گئی پھر اللہ نے اوس کو زندہ کر دیا، کیونکہ یہ لوگ طاعون کے خوف سے بھاگے تھے، لہذا مسیح پہلے شخص نہیں جو زندہ ہوئے، توراۃ میں ایسے واقعات بہت زیادہ ہیں

اسی طرح اس نوجوان کا یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام تمام لوگوں کے گناہوں کا فدیہ ہوگئے، یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کا مطلب وہ نہیں ہے جس کو جاہل مسیحی سمجھتے ہیں، اس نے کہا پھر کیا ہے؟ میں نے کہا دیکھو دو آدمی ہیں ایک تو اپنی اولاد کو اچھے ادب کی تعلیم دیتا ہے، اور دوسرا کہتا ہے کہ میرے بچو تم بالکل آزاد ہو، جاؤ قتل کرو، چوری کرو، زنا کرو، میں تم سے تمام مصیبتوں کو دور کر دوں گا، بتلاؤ ان دونوں شخصوں میں کون افضل ہے، اس نے کہا پہلا شخص جو اخلاقی تعلیم دیتا ہے، تو مسیح تمہارے اعتقاد کے مطابق خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی صورت میں اور ہم مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق ایک رسول ہونے کی صورت میں اس فاضل شخص سے علم اور تعلیم میں کم تھے، اس نے کہا ہرگز نہیں بلکہ اوس سے افضل اور کہیں زیادہ عالم تھے، میں نے کہا تو پھر علم تربیت میں یہ ناجائز ہے کہ ایک نبی خدا کی جانب سے یہ کہے کہ لوگو جو چاہو کرو، میں تمہارے گناہوں کا فدیہ ہو جاؤں گا، یا بالفاظ دیگر خود اپنی شریعت کے اصول کو توڑ

اور لوگوں کو بداخلاقی کی تعلیم دے حالانکہ انبیاے کرام اچھے اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے آتے ہیں، اس نے کہا خدا کی قسم تمھاری بات بالکل حق اور معقول ہے، پھر مجھے سمجھاؤ کہ تمھارے خیال میں مسیح کے فدیہ ہونے کا کیا مقصد اور مطلب ہے، میں نے کہا میرا مذہب تو سولی سے انکار کرتا ہے لیکن بڑے بڑے علماے اسلام کہتے ہیں کہ سولی کا مطلب یہ ہے کہ قوم کو اپنے اخلاق میں مسیح کی اقتدا کرنی چاہئے، کیونکہ مسیح نے اپنی کوششیں اللہ کی راہ اور لوگوں کو جہالت اور گناہوں سے بچانے میں بہت زیادہ صرف کیں یہاں تک کہ اون کو سولی بھی دی گئی، لہذا قوم کو بھی اون کی اقتدا کرنی چاہئے حتی کہ اگر اون کو بھی خدا کے راستہ میں سولی کا موقع ملے تو خوف نہ کریں، پس مسیح اس معنی کے لحاظ سے ان کے لئے نجات دہندہ ہوں گے کیونکہ وہ اپنے اخلاق کی ترقی کے لئے کوشش کریں گے، یہاں تک کہ اللہ کے راستہ میں شہادت بھی پائیں گے، لیکن عام مسیحی اس بات پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں کہ مسیح قیامت کے دن فیصلہ کے ہاتھ سے اونکو نجات دلادیں گے اگر یہی مطلب ہو تو پھر مسیحی مذہب انسانیت کا ہادم اور مدنیت کا دشمن ہوگا، اور انسان کو وحشت کی طرف لیجانے والا ہوگا، فرانس کی اس خبر کا بعینہٖ یہی سبب ہے کہ فرانس کے اندر ملحد اور دہریئے زیادہ سچے اور با اخلاق ہیں اور مذہب سے تعلق رکھنے والے بالکل بداخلاق، کیونکہ عدالت کے اندر مذہب والوں سے پوچھا جاتا تھا کہ تم نے ایسا برا فعل کیوں کیا تو کہتے تھے کہ ہم کو دوشیزہ (مریم) اور فلاں بزرگ سے شفاعت کی امید ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ مذاہب جن پر بہت طول طویل زمانہ گذر چکا ہے، اور اس میں کوئی مجدد نہیں پیدا ہوا تو ان میں مختلف خرابیاں پیدا ہوگئیں، اور اون کے پیرو ترقی سے بالکل دور جا پڑے، فرانس کے ملحد زیادہ با اخلاق ہیں، کیونکہ وہ اپنی عقل اور فطرت سے کام لیتے ہیں، اور اچھے کو اچھا اور برے کو برا سمجھتے ہیں، اور ہر انسان کی فطرت میں اصول اخلاق داخل ہے، لیکن مذہب والوں نے اپنی فطرت چھوڑ دی اور اپنے نفس کو مذہب کے سپرد کردیا، ایسا مذہب جو تحریف و تبدیل کے نذر ہوچکا تھا، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مذہب والوں کے اخلاق بالکل گر گئے، اور اون کی فطرت اصلی حالت

پر نہ رہی، میں نے دیکھا کہ عورت میری تقریر سے خوش ہوگئی، اور اس نے کہا "تمھاری تقریر سے مجھے بہت فائدہ ہوا، اور تم نے علمی باتیں بیان کیں"

مسلمانو! اوپر کی حکایت پر غور کرو، جس کو میں نے بے وجہ نہیں بیان کیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں غور کرو، آپ کے اخلاق، عادات، معاشرت اور جنگی سیرت وغیرہ کو اختیار کرو، اگر تم سمجھتے ہو کہ شفاعت کے وہی معنی ہیں جس کو عام لوگ سمجھتے ہیں، تو پھر وہ دن کچھ دور نہیں، کہ مسلمانوں کا نام صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹ جائے، اور یہ مذہب اسلام ترقی کا موید نہیں، بلکہ تنزل کا سبب ٹھہرے، لہٰذا اب وقت آگیا کہ مسلمان مقام نبوت کو پہچانیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال، اخلاق، سیرت اور آداب عالیہ، وسیع معارف، اور اس دین کی جو سعادت اور نیک اعمال کی طرف ہدایت دیتا ہے، اتباع کریں، اسی سے مسلمان ترقی کر سکتے ہیں، اور دین و دنیا دونوں جگہوں میں سعادت کے مستحق ہو سکتے ہیں، وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

# شفاعت کی وضاحت

دنیا میں لوگوں کی عادت ہے کہ وہ بادشاہ اور امرا کے دربار میں کسی صاحبِ جاہ و منزلت شخص کے واسطہ سے تقرب حاصل کرتے ہیں، اور یہ مرتبہ والے حضرات عام لوگوں کے لئے شفیع ہوتے ہیں جس سے عام لوگوں کو کچھ وظیفہ اور مال وغیرہ شاہی دربار سے مل جاتا ہے، شفاعت کی اصل لفظِ شفع ہے، شفع کے معنی جوڑا ہیں، گویا صاحبِ حاجت تنہا ہوتا ہے تو شفیع اس کے لئے جوڑا بن جاتا ہے، لیکن یہ صورت صرف انہی امور میں ہو سکتی ہے جو مادی ہوں اور انسان کی قدرت میں ہوں، علوم و معارف میں نہیں ہو سکتی، کیونکہ اگر کوئی بڑا سے بڑا بادشاہ یا بڑا سے بڑا مالدار اپنے کند ذہن لڑکوں کی تعلیم کے لئے بہت سے

عالموں پر کثیر مال و دولت صرف کرے تاکہ وہ عالم ہو جائے تو یہ اون کی قدرت سے باہر ہوگا ہاں اگر یہی مالدار کسی فقیر کو چاہے تو فی الحال اس کو مالدار بنا سکتا ہے، اسی طرح انبیاء کرام کی شفاعت مالی نہیں بلکہ وہ نفحات علمی، اخلاق حکمی اور آداب نبوی ہے پس جس شخص نے انبیائے کرام کے احکام اور اقوال کو سمجھا، ان کی اتباع کی، پھر شفاعت کے بیج سے پھل کا خواہاں ہوا تو اس کے لئے شفاعت ہوگی لیکن سست، بزدل اور توکل کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ محض لفظی اتباع ہمارے لئے مفید ہو جائیگی یہ لوگ سخت دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، میرا یہ خیال اہل سنت اور معتزلہ کے خیال کے مخالف نہیں ہے کیونکہ عاصیوں کا جہنم سے خروج، یا صالحین کے اعمال میں حسنات کی زیادتی صرف آنحضرت صلعم کی شفاعت اور آپ کی اتباع ہی سے حاصل ہوگی، بلکہ ثواب اور نجات آپ کی اتباع ہی پر منحصر ہے اسلئے کہ اگر رسول اللہ صلعم ہمارے لئے شریعت نہ لاتے تو ہم حیوانیت کے بالکل قریب ہوتے، لہذا ہم صرف آپ کی اتباع ہی سے آپ کی شفاعت کے امیدوار اور اخروی سعادت کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

## شفاعت کے لئے موجودہ زمانہ کی ایک مثال

ایک ایسی قوم جو قلیل التعداد تھی، اور جس کا دامن دولت و ثروت سے خالی تھا، اس کے پڑوسی دشمن ہو گئے، اور جب یورپین قومیں ہر طرف سے اس پر کود پڑیں تو وہ اپنے دشمنوں کے سامنے ذلیل اور سرنگوں ہو گئی، پھر اس میں فوج کا ایک سپہ سالار کھڑا ہوا، اور تمام لوگوں سے چیخ کر کہا کہ لوگو اپنی نیند سے بیدار ہو جاؤ، اپنی صفیں درست کر لو، خدا تمھاری مدد کرے گا، کیونکہ اکثر قلیل التعداد جماعتیں خدا کے حکم سے کثیر التعداد جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں، اس کی اس دعوت پر ملک کے سارے مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں نے لبیک کہا، اور سب مل کر مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے، یہاں تک کہ دشمنوں کو شکست دیکر اپنے ملک سے باہر کر دیا، اور تمام

اجنبی قومیں اپنے ملک کو چلی گئیں، اور کمزوروں کی فتح ہوگئی، تم کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں وہ کون قوم ہے، جو اس طرح کامیاب رہی، ؟ یہ ترک قوم ہے، دوستو! کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ فتح اس طرح کیسے حاصل ہو سکتی تھی کہ تم تنہا دشمنوں سے مقابلہ کرو اور ان کو شکست دو، ہم گھروں میں بیٹھ کر تمہاری تعریف کریں گے اور تمہارے لئے بھلائی کی دعا چاہیں گے، یا ایک ساتھ مل کر کھڑے ہونے اور باہم جد وجہد کرنے سے ہوئی، یہی مثال انبیاء کرام کی ان کی امتوں کے ساتھ ہے، انبیاء جو تمام لیڈروں کے لیڈر ہیں لوگوں کو سعادت اور شفاعت کی طرف لیجانے والے ہیں، اور اگر ان کے پیرو گھروں میں بیٹھ رہیں اور ان کے احکام پر عمل نہ کریں تو کسی حالت میں بھی انبیاء کی شفاعت انکو حاصل نہیں ہو سکتی اب ذرا ذیل کی آیتوں پر غور کرو، فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ (شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ان کو مفید نہیں ہو سکتی) مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (ظالموں کا کوئی مددگار، و
۶۱ شفیع نہ ہوگا) وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (نہ ان سے فدیہ لیا جائے گا نہ ان کو شفاعت نفع دے گی، اور نہ ان کی مدد ہوگی) مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ فروخت ہوگی نہ یاری اور نہ شفاعت ہوگی، اور کافر ہی ظالم ہیں،)

اوپر کی آیتوں میں کیا شفاعت سے مراد یہ ہے کہ لوگ انبیاء پر بھروسہ کرلیں، اور عمل سے بالکل غافل ہو جائیں، اگر اللہ تعالیٰ کا یہی مقصد ہوتا کہ ہم لوگ صرف انبیاء پر توکل کرلیں، تو ان کی عمروں کو طول طویل کر دیتا، حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ ہم مسلمانوں کے بعض افراد کی عمریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ ہوئی ہیں، لہذا عمر مشہور میں آپ کے انتقال فرمانے کی یہی حکمت ہے کہ قوم مسلم خود اپنے پاؤں پر کھڑی ہو، اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ بنائے، شاید تم کہو یہ کیا ہے کہ تمام بڑائی اور بزرگی صرف انبیاء کیساتھ مخصوص کرتے ہو، حالانکہ اس زمانے میں بعض ایسے غیر معمولی اشخاص پیدا

ہوئے جنھوں نے اپنی قوت اختراع سے بجلی روشن کر دی، اور اپنی عقل سے جنگ کے بیشمار عجیب و غریب آلات ایجاد کئے، نیز گذشتہ اور موجودہ عہد میں سقراط، افلاطون اور روسو فرانسیسی وغیرہ جیسے فلاسفہ بھی پیدا ہوئے جو دل و دماغ کے اعتبار سے عام آدمیوں کے مقابلہ میں بہت بلند پایہ تھے، اور جنھوں نے کائنات انسانی کو بہت فائدہ پہنچایا، پھر تم ہدایت اور ارشاد کو انبیاء کے ساتھ کیوں مخصوص کرتے ہو، اور کیوں خصوصیت کے ساتھ یہ کہتے ہو کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سِرَاجٌ مُّنِيْرٌ (روشن چراغ) ہیں، علما انھی کی اتباع کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اوسی معنی کے اعتبار سے ہوگی جس کو میں نے تحریر کیا، یوں تو تمام لوگ سیکھتے اور علم حاصل کرتے ہیں،

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو تمام عالم پر چمکا رہا ہے، پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے شمس و قمر، کواکب، بجلیاں، زیتون اور شمع کے اندر حسی روشنی ودیعت فرمائی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک عمدہ کامل اور تمام روشنیوں سے زیادہ چمک والی روشنی ہمارے انسانی نفوس وعقول اور حواس و ادراک اور حیوانوں کے اندر بھی ودیعت فرمائی ہے، ہر حیوان میں خاص قسم کی ہدایت ہے، جس سے اوس کی سعادت کامل ہوتی ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ ہدایت عطا فرمائی اور اوس کو اتم و اکمل مقام میں رکھا، نیز چند افراد کو ملہم کرتا ہو جو سب سے زیادہ کامل ہوتے ہیں اور جو اپنے دوسرے بھائیوں کو نیک کاموں کی ہدایت فرماتے ہیں،

اب تمھارا یہ کہنا کہ بعضوں نے بعض کو بجلی اور اُس کے تاروں کے پھیلانے کی طرف رہنمائی کی، تو میں کہوں گا کہ ایسی ہدایت انھی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ یہ ہدایت تمام حیوانوں اور انسانوں کے اندر عام ہے، لوگوں کو امور معیشت مثلاً آلات وغیرہ کی ہدایت دینا عام ہدایت سے خارج نہیں مثلاً آفتاب کی روشنی موجود تھی، بجلی کے موجد نے فقط اس موجودہ روشنی میں کچھ اضافہ کر دیا ہے، تم کو معلوم ہے کہ نفسی اور روحانی ہدایت حسی ہدایت سے بہت زیادہ بہتر اور بلند ہے، کیونکہ اگر

ہم کو ادراک اور عقل ہی نہ ہوتی تو ہم مادہ سے کچھ بھی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے تھے، لوگوں کو ہدایت دینے والے چار طبقے ہیں، حاکم ۱ بادشاہ وامراء، واعظین ۲، حکما ۳، اور انبیاء ۴، واعظین عام لوگوں کے لئے، حکما خاص لوگوں کے لئے ہوتے ہیں، اور بادشاہ واعیان ملک صرف لوگوں کے اجسام پر حکومت کرتے ہیں عقول پر نہیں، لیکن انبیاے کرام تو تم دیکھ رہے ہو کہ عام وخاص اور واعظین وحکما سب ہی اون کی اتباع کرتے ہیں، اور تمام انسانوں پر اون کی حکومت ہوتی ہے،

میں اس جگہ وہی لکھ رہا ہوں جو بالفعل واقع اور نوع انسانی میں موجود ہے، مثلاً سقراط اور کی حکمت اور رائے کو صرف خاص لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں، واعظ صرف جاہلوں کو ہی سمجھا سکتا ہے، اور یہ تمام جماعتیں انبیاے کرام کی اتباع کرتی ہیں، جب تمام انسان اپنے حواس اور عقل اور حکما اور موجدین وغیرہ سے ہدایت پاتے ہیں، تو یہ تمام انبیاے کرام سے ہدایت پاتے ہیں، اسلئے تمام بڑائی اور بزرگی انبیاے کرام کے ساتھ ہی مختص ہوگی، جب تم کو یہ معلوم ہوگیا تو اب اللہ تعالیٰ کے ان اقوال کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہو، فرمایا، إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (ہم نے تجھکو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا، اور خدا کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا، اور روشن چراغ بنا کر بھیجا) سورۂ نبا میں فرمایا وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا (اور ہم ہی نے خوب روشن مشعل بنائی، اور ہم ہی نے بادلوں سے زور کا پانی برسایا، تاکہ اس سے دانے، پودے اور گھنے گھنے باغ پیدا کریں) اس آیت میں آفتاب کے بعد بادل کا ذکر فرمایا، کیونکہ آفتاب ہی کی حرارت سے بخار بنتا، پھر بخار سے بادل بن کر پانی برستا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کو بارش کے پانی کیساتھ تشبیہ دی، اور رسول اللہ صلعم کو روشن چراغ بتایا، بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ وہ علم، جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا بارش کے مثل ہے الخ ان تمام مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم محسوسات

ومعقولات باہم مشابہ ہیں، عام علم نبوی تمام انسانوں کے سینوں میں نازل ہوتا ہے خواہ وہ عالم ہوں یا عام لوگ یا خاص لوگ، لیکن اس علم عام کے علاوہ ہر انسان کے خاص خاص اعمال بھی ہوتے ہیں، یہی علم عام شفاعت عام ہے جو تمام انسانوں پر صادق آتی ہے، پھر اس کے بعد خاص خاص اعمال ہیں جن کے مطابق حشر ونشر ہوگا، مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ، (تمھارے پروردگار سے ایک ذرہ برابر بھی آسمان وزمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں، ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب میں موجود ہے)

## ۶۲ بنی اسرائیل کی بزرگی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے بنی اسرائیل میں نے تمھاری اولاد کے دلوں میں حمیت، شہامت، اور شوکت وغیرہ پیدا کردی، کیونکہ میں نے موسیٰ کو وحی کی کہ تم بنی اسرائیل سے کہدو کہ تم لوگ مجھ سے تعلق رکھنے والے اور سارے جہان والوں سے افضل ہو، کسی قوم کو بیدار کرنے کا یہی بہترین طریقہ ہے کہ اس کے اندر امید پیدا کی جائے اور یاس وحرمان کو اس سے دور کیا جائے، اور نوجوانوں کو سمجھایا جائے کہ تم لوگ شریف اور صاحب عزت ہو، قسم بخدا ان قوموں کے اندر جن کو حوادث زمانہ نے بالکل ہلاک اور برباد کردیا ہو، جیسا کہ بنی اسرائیل تھے، حرکت علمی اور عملی پیدا کرنے کا یہی ایک طریقہ اور مفید علاج ہے، بنی اسرائیل کے لڑکے ذبح کر دیئے جاتے تھے، اور ان کی لڑکیاں زندہ رکھی جاتی تھیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلا اور امتحان تھا، سفر خروج کے اصحاح اول میں مذکور ہے،

ملک مصر کے بادشاہ نے ان دو عبرانی دائیوں سے باتیں کیں جنہیں سے ایک کا نام سفرہ اور

دوسری کا نام فوعہ تھا، بادشاہ نے کہا تم دونوں تمام عبرانی عورتوں کی نگہداشت کرتی رہو جب کوئی لڑکا پیدا ہو تو فوراً قتل کردو، اور اگر لڑکی ہو تو زندہ چھوڑ دو، تیرہویں اصحاح میں ہے، بنی اسرائیل ابیب کے مہینہ میں مصر سے نکلے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اون کو حکم دیا کہ وہ سات روز تک کوئی نشہ والی چیز نہ کھائیں، اور ہر سال کے ساتویں دن اللہ تعالیٰ کے شکریہ میں آزادی کی عید منائیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اون کو ذلت اور غلامی کی جگہ سے نکال کر شاہراہ افت اور آزادی کی جگہ میں پہنچا دیا تھا، کیا یہ واقعہ انسان کو تعلیم نہیں دیتا کہ اگر کسی کی زندگی غلامی اور ذلت کے جال میں پھنس جائے تو فوراً اپنی اس زندگی کو بدلنے کی کوشش کرے، کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

وللموت خیر من حیاۃ دنیئۃ　　وللموت خیر من مقام علی الذل

ترجمہ، ذلیل زندگی سے موت بہتر ہے،　　اور ذلت کی جگہ پر قیام کرنے سے موت بہتر ہے،

تعجب کرو کس طرح توراۃ میں ان دونوں دائیوں کی مروت مذکور ہے، کہ اونھوں نے کسی لڑکے کو بھی قتل نہیں کیا، اور خدا سے ڈر کر بنی اسرائیل کے بچوں کی حفاظت کی، آخر فرعون کو معلوم ہو گیا اور یہ کام اس نے خود اپنے ہاتھ میں لیا، اور مصریوں کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے تمام لڑکوں کو قتل کر کے دریائے نیل میں پھینکدیں،

لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ ہر تنگی کے بعد کشادگی عطا فرماتا ہے، چنانچہ اس اصول کے ماتحت اس نے بنی اسرائیل کو بھی نجات دی، اور فرعون کو اوس کے لشکر کے ساتھ غرق کر دیا،

## دوسرا تیسرا چوتھا اور پانچواں یاقوت

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ　　اس روز کو یاد کرو جب ہم نے تمھاری
وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ　　وجہ سے دریا پھاڑ دیا، اور تم کو نجات دیکر

تَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى
اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ
الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ
ظٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى
الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ
اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا
اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ
ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ
بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ اِنَّهٗ
هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝
وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ
نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ
جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ
وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ
بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ

فرعون والوں کو غرق کر دیا، اور تم
اون کو دیکھ رہے تھے، او جب ہم نے
موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا تو تم نے
ان کے جانے کے بعد بچھڑے کی پرستش شروع
کر دی تم لوگ ظالم ہو، پھر ہم نے تمھارے
گناہ معاف کر دیئے تاکہ تم میرا شکر ادا کرو
اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرقان
عطا کی تاکہ تم ہدایت پاؤ، اور یاد کرو جب
موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم تم
نے بچھڑے کی پرستش کی وجہ سے اپنے اوپر
سخت ظلم کیا ہے، لہذا خدا کے دربار میں
توبہ کرو، اپنے آپ کو قتل کرو، یہ تمھارے
خدا کے نزدیک بہت بہتر ہو، پھر اللہ نے
تمھاری توبہ قبول کی بے شک وہ توبہ قبول
کرنے والا رحیم ہے، یاد کرو جب تم نے کہا اے
موسیٰ ہم بغیر اللہ کے صاف دیکھے ہوئے تم پر نہیں
ایمان لا سکتے، تو تم کو صاعقہ نے پکڑ لیا اور تم اسکو
دیکھ رہے تھے، پھر ہم نے تمکو تمھارے مرنے
کے بعد زندہ کر دیا تاکہ تم لوگ شکر گذار ہو جاؤ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ ‏ ‏ اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ
ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ ‏ ‏ کر دیا،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس دن کو یاد کرو جب ہم نے تمہارے لئے دریا کا پانی دونوں جانب کرکے
بیچ میں راستہ بنادیا تھا، تاکہ تم دشمنوں سے بچ کر بھاگ جاؤ، ہم نے چالیس راتوں کا وعدہ اس لئے کیا تھا،
کہ ان کے ختم ہونے پر موسیٰ کو توراۃ دیں گے، مگر موسیٰ کے جانے کے بعد تم نے اس بچھڑے کی پرستش
شروع کردی، جس کو سامری نے بنایا تھا پھر بھی ہم نے تمہارے گناہوں کو معاف کردیا، تاکہ تم ہماری
۶۳ نعمتوں کا شکر ادا کرو، اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو توراۃ دی، جو حق و باطل میں فرق
کرنے والی تھی، اور یاد کرو جب کہ موسیٰ نے بچھڑے کی پرستش کرنے والوں سے کہا تھا کہ تم لوگ حد سے
زیادہ بڑھ چکے، اب تمہاری توبہ یہی ہے کہ بے گناہ گنہگار کو قتل کرے، اور خدا کے نزدیک تمہارے
لئے یہ قتل ہی بہتر تھا، پھر اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی، اور یاد کرو جب کہ تم نے موسیٰ سے کہا (توبہ قبول
ہونے کے بعد موسیٰ نے ستر آدمی اپنے ساتھ لے لئے تھے، تاکہ خدا کے پاس بت پرستوں کی طرف سے گناہوں کی معافی مانگیں
اور اونھوں نے کوہ طور پر خدا کے کلام کو سنا تھا) کہ بغیر اللہ کو صاف طور پر دیکھے ہوئے
ہم تم پر ایمان نہیں لاسکتے، آخر صاعقہ نے تم کو پکڑ لیا، یعنی آگ نے جلا ڈالا، اور یہ حادثہ تم دیکھ رہے تھے
پھر ہم نے تم کو دوبارہ زندہ کردیا تاکہ تم نعمتوں کا شکر کرو، اور میدانِ تیہ میں آفتاب کی گرمی سے
بچنے کے لئے تمہارے اوپر بادل کا سایہ کردیا،

ان یاقوتوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے وہی واقعہ ذکر فرمایا ہے، جو توراۃ کے سفر خروج میں مذکور ہے کہ کس طرح فرعون اپنے لشکر کے ساتھ غرق ہوا، اور موسیٰ علیہ السلام اور اون کی قوم نے نجات پائی، جیسا کہ سفر مذکور کے چودھویں اصحاح میں ہے، خدا تعالیٰ نے مصریوں کو بیچ دریا میں ڈال دیا، ٹھیک اسی وقت پانی آکر مل گیا، فرعون اور اوس کی فوج وغیرہ سب غرق ہوگئی ایک بھی نہ بچا،

لیکن بنی اسرائیل وسط دریا میں خشکی پر چلتے رہے، پانی اون کے دائیں بائیں جانب دیوار کی طرح کھڑا ہوا تھا، (مترجم کہتا ہے کہ یہ خدا کی قدرت سے کچھ دور نہیں، ابھی ہمارے گذشتہ زلزلہ میں گنگا کا پانی اسی طرح ہوگیا تھا، پھر چھ سات منٹ کے بعد اپنی اصلی حالت پر آگیا)

سفر خروج کے بارہویں اصحاح میں ہے، بنی اسرائیل شہر عمسیس سے نکلے، جو شہر سویس کے قریب تھا، بال بچوں کے علاوہ چھ لاکھ مرد تھے، مصر میں بنی اسرائیل کا قیام چار سو تیس برس رہا، اللہ تعالیٰ نے ان کو یوم آزادی کی یادگار منانے کا حکم دیا، تاکہ حریت کا جذبہ ہمیشہ اون کے اندر باقی رہے، اور غافل مسلمانوں کے لئے باعث عبرت ہو،

آج مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کیونکہ ان کی حالت بھی بنی اسرائیل کے مثل ہوگئی ہے جس طرح بنی اسرائیل نے خدا کی کتاب توراۃ کو پس پشت ڈال دیا تھا، اسی طرح آج مسلمانوں نے بھی قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں نے صحیح راستہ سے اعراض کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اون کو ذلیل ورسوا کردیا، غرض جب بنی اسرائیل سیدھے راستہ سے بھٹک گئے، تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا، اور وہ عذاب یہ تھا کہ بنی اسرائیل کے مومنوں نے ان لوگوں کو جنھوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی، قتل کردیا،

توراۃ میں مذکور ہے کہ مقتولین کی تعداد تین ہزار تھی، ستر ہزار غلط ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے، بتیسویں اصحاح میں ہے" محلہ کے دروازہ پر موسیٰ کھڑے ہوگئے، اور کہا، جو خدا کو مانتا ہو، وہ میرے پاس آئے، اس کو سنکر تمام بنی لاوی اون کے نزدیک جمع ہوگئے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا خدا کا حکم یہی ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی تلوار لیکر محلہ کے ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک جائے اور اپنے بھائی یا قریبی رشتہ دار کو قتل کرے، موسیٰ کے حکم کے مطابق بنی لاوی نے ایسا ہی کیا، اس روز تقریباً تین ہزار مرد مقتول ہوئے،

# چھٹا اور ساتواں یاقوت

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ — اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اتارا، اور
السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ — کہا کہ ہماری دی ہوئی پاک روزی
مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا — کھاؤ، اور اون لوگوں نے تو ہمارا کچھ نہیں
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ — بگاڑا لیکن خود اپنا ہی کھوتے رہے، اور
وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ — جب ہم نے کہا اس قریہ میں داخل ہوجاؤ
الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا — پھر جہاں چاہو بافراغت کھاؤ، اور
حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا — دروازہ میں سجدہ کرتے اور حطہ
الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ — کہتے ہوئے داخل ہوجاؤ، تو ہم تمہارے
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ — گناہ معاف کردیں گے، اور محسنین پر زیادہ
الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا — کریں گے، تو ظالموں نے اس لفظ کے بجائے
قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا — جو اون کو کہا گیا تھا دوسرا لفظ بدل دیا،
عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ — پس ہم نے ان ظالموں پر اون کی نافرمانی
السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ — کی سزا میں آسمان سے عذاب نازل کیا،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو میدان تیہ میں من وسلویٰ دیا اور کہا کہ یہ پاک روزی کھاؤ، اور جمع نہ کرو، لیکن تم نے کفران نعمت کیا، اور اوس کو جمع کرنا شروع کردیا، پھر تم سے یہ روزی چھین لی گئی اور تم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا، پھر میدان تیہ سے نکلنے کے بعد یوشع علیہ السلام کے سے ان کو کہا کہ بیت المقدس میں خشوع اور خضوع کے ساتھ داخل ہونا جس سے مراد عدا

یہ عذاب طاعون تھا، مَنّ ترنجبین کو کہتے ہیں، اور وہ فجر کے وقت سے لیکر طلوعِ آفتاب تک شبنم کی طرح نازل ہوتا تھا، سلویٰ بٹیر کو کہتے ہیں،

سفرِ خروج کے سولھویں اصحاح میں ہے "خدا نے موسیٰ سے کہا کہ تم بنی اسرائیل سے کہدو کہ وہ شام کو گوشت کھائیں، اور صبح کو روٹی سے سیر ہو حاصل کریں، ذریعہ جان لیں کہ میں ان کا خدا ہوں شام کے وقت بٹیریں آتی اور تمام محلے میں پھیل جاتی تھیں، اور صبح کے وقت نیز شبنم کیطرح کوئی چیز چکیتی تھی جو طلوعِ آفتاب کے بعد زمین پر پتلے چھلکے کی طرح پھیلی ہوئی نظر آتی تھی، موسیٰ نے ان سے کہا یہی وہ روٹی ہے جو تم کو اللہ تعالیٰ نے کھانے کیلئے دی ہے، اور یہی وہ چیز ہے جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہر شخص اپنی خوراک بھر حاصل کرے۔"

لیکن بنی اسرائیل اپنی جہالت کی وجہ سے پھر گمراہ ہوگئے، اور قبہ کے اندر داخل ہوتے وقت جس لفظ کے کہنے کا انھیں حکم دیا گیا تھا اوس کو اونھوں نے بدل دیا، وہ لفظ حِطَّةٌ تھا یعنی اے خدا تجھ سے ہمارا یہ سوال ہے کہ تو ہمارے گناہوں کو معاف کردے لیکن وہ بطور استہزاء حِنْطَةٌ کہنے لگے، اس سے ان کا یہ مقصد تھا کہ ہم لوگوں کو گناہ اور توبہ وغیرہ کی کچھ پرواہ نہیں بلکہ ہمارا مقصد کھانا پینا اور دنیاوی لذت حاصل کرنا ہے، غرض اون کے یہ شرمناک اخلاق اور کھلے ہوئے عیوب توراۃ و قرآن میں بیان کردیئے گئے، اور وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئے، تاکہ سمجھنے والوں کے لئے موجب عبرت اور مسلمانوں کے لئے وجہ بصیرت ہوں،

## آٹھواں اور نواں یاقوت

| | |
|---|---|
| وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ | یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے |
| فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ | خدا سے پانی طلب کیا تو ہم نے کہا اپنے |

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ
عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ
مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا
فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝
وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ
عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا
رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ
الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا
وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ
قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ
اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا
مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ
وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ
الْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ
اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ
النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ
بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

عصا سے پتھر پر مارو، پس اس سے بارہ
چشمے بہ نکلے، تمام لوگوں نے اپنے پانی
پینے کی جگہ معلوم کرلی، اللہ کی دی ہوئی
روزی سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد
پھیلاتے نہ پھرو، اور جب تم نے کہا اے
موسیٰ ہم سے تو ایک کھانے پر نہیں رہا جاتا
تو آپ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ ہمارے
لئے ایسی چیزیں پیدا کرے جو زمین میں اگتی
ہیں خواہ ساگ ہو یا ککڑی یا گیہوں یا مسور
یا پیاز، موسیٰ نے کہا کیا تم اعلیٰ درجہ کی
چیزوں کے بجائے ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو
پسند کرتے ہو، کسی شہر میں اتر پڑو، وہاں
تم کو مطلوبہ چیزیں ملیں گی اور ان پر ذلت
اور محتاجی [illegible] دی گئی، اور وہ اللہ
کے غضب میں گرفتار ہو گئے کیونکہ وہ
اللہ کی آیتوں سے انکار اور ناحق نبیوں
کو قتل کرتے تھے، اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے
اور حد سے بڑھ جاتے تھے، بے شک مسلمان
اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا
وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ
آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ
عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝
وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا
فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا
آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ
مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا
فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ وَلَقَدْ
عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ
فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا
قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝ فَجَعَلْنَاهَا
نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا
خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ۝

جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان لائے
اور اچھے کام کرتے رہے تو اون کو اون کے
پروردگار کے ہاں ان کا اجر ملے گا اور نہ
اون کو کچھ خوف ہوگا نہ وہ مغموم ہوں گے
یاد کرو جب ہم نے تم سے اقرار لیا اور تمہارے
اوپر طور کو بلند کیا، اور کہا جو ہم نے تم کو دیا ہے
وس کو مضبوطی سے پکڑو، اور جو کچھ اس میں ہے
اسکو یاد رکھو تاکہ پرہیزگار بن جاؤ، پھر تم نے
اس کے بعد منہ موڑ لیا پس اگر تم پر خدا کا فضل نہ
ہوتا اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً تم خسارہ
پانے والوں میں سے ہوتے، اور تم ان لوگوں
کو تو جان ہی چکے ہو جنھوں نے تم میں سے سنیچر
کے دن میں زیادتی کی تو ہم نے اون سے کہا کہ
بندر بن جاؤ، کہ جہاں جاؤ دھتکارے جاؤ،
پس ہم نے اس واقعہ کو اون لوگوں کیلئے
جو اوس وقت موجود تھے، اور ان لوگوں
کے لئے جو اس کے بعد آنے والے تھے عبرت بنایا
اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت،

اس جگہ اللہ تعالیٰ ان چند نعمتوں کا ذکر فرما رہا ہے، جو بنی اسرائیل کو ملی تھیں، جب موسیٰ علیہ السلام

کی قوم میدان تیہ میں پیاسی ہوئی، تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پانی طلب کیا، پھر خدا کے حکم کے مطابق اپنے عصا سے پتھر پر مارا تو بارہ چشمے بہ نکلے، ایک ایک قبیلہ کے لئے ایک ایک چشمہ تاکہ مقررہ چشموں سے پانی پئیں، وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ کا مطلب یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے عہد سے منہ موڑ لیا ۶۵
تو اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑ کر اون کے اوپر بلند کیا، یہ مذکورہ عہد توراۃ کے احکام پر عمل کرنے کا تھا، ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ کس طرح اون کے لئے پتھر سے چشمے بہ نکلے، پھر ان تمام نعمتوں بادل کا سایہ، من وسلوی کا نزول وغیرہ کے بعد کس طرح اونھوں نے اللہ کے حکم سے منہ موڑ لیا، اور وہ کس قدر جاہل تھے، کہ حریت کے بجائے غلامی، عزت کے بجائے ذلت اور عمدہ کھانے کے بجائے خراب کھانے پسند کئے، اور کس طرح خدا کے ناشکر گذار ہو کر رسولوں کو قتل کیا، اور توراۃ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، پھر جب اپنے سروں پر طور پہاڑ کو دیکھا تو مجبوراً اوسے قبول کر لیا، اور کس طرح داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کی ایک جماعت شہر عقبہ میں گمراہ ہوئی، سنیچر کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت کے باوجود اپنی جہالت سے حیلہ پیدا کر کے سنیچر کے دن مچھلی کا شکار کیا، گویا اون کی صورتیں انسانوں کی اور نفوس بندر کے تھے،

یہی حالت غافل اور جامد مقلدین کی ہوتی ہے، جو کہتے ہیں کہ ہمارے فلاں شیخ نے یہ فتویٰ دیا حالانکہ یہ شیخ قیامت کے روز کچھ بھی کام نہیں آئے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اِذْ یَتَحَاجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفَآءُ لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْۤا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ۔ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْۤا اِنَّا کُلٌّ فِیْهَاۤ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَکَمَ بَیْنَ الْعِبَادِ، (جس وقت یہ لوگ جہنم میں جھگڑیں گے تو ماتحت اپنے سردار سے کہیں گے ہم تو تمہارے تابع تھے، کیا تم تھوڑی سی آگ بھی ہم پر سے ہٹا سکتے ہو؟ تو سردار جواب دیں گے ہم سب کے سب جہنم میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے)، آج مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنا

اور اون کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ جھوٹے دجّال نما اور لمبے لمبے گیسو رکھنے والے پیر کچھ کام نہیں آسکتے بلکہ یہی مدعیانِ تقدس ہیں جنھوں نے مسلمانوں میں کاہلی، بزدلی، اور بد اخلاقی وغیرہ پھیلا رکھی ہے یہانتک کہ آج تمام مسلمان فرشِ راحت پر پاؤں پھیلائے سو رہے ہیں، اور آج مسلمان صرف جسم ہی جسم ہیں، روح اور زندگی سے محروم ہیں، وہ اعمال حسنہ سے خالی اور نیکی و سعادت سے بے بہرہ ہیں،

## آیت:۔ اِهْبِطُوا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ

## کی تفسیر

مسلمانوں کے لئے بنی اسرائیل کے قصہ میں زبردست تعلیم اور تذکیر ہے، جب بنی اسرائیل میدانِ تیہ میں تھے اور صحرا کی پاک وصاف ہوا میں زندگی بسر کر رہے تھے، تو شہر کے فسق و فجور، مکر و فریب، حرص و بخل، کذب و نفاق وغیرہ تمام اخلاقی مفاسد اور برائیوں سے بہت دور تھے، ان کی حالت شہریوں کی طرح نہ تھی جو رات دن خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل میں منہمک، گناہوں کی تاریکی میں بھٹکنے والے اور تمام عیوب کے ساتھ متصف ہوتے ہیں، رؤسا کی طرح نہ تھے جو بالکل ذلیل، بداخلاق، سخت منافق، خائن اور بھلائی سے کوسوں دور ہوتے ہیں، اور خدا کے خوف سے غافل اور حکامِ شہر سے ڈرنے والے ہوتے ہیں، اور جن میں انواع و اقسام کے کھانے کھانے کی وجہ سے بیماریوں کی کثرت ہوتی ہے، بالکل بزدل اور خوف زدہ ہوتے ہیں اور اگر اچانک کوئی دشمن اون پر آپڑے تو بھاگ کر گھروں میں چھپ جاتے ہیں، شہریوں کے عام اخلاق یہی ہوتے ہیں، ان اخلاقی مفاسد سے کوئی شہر مستثنیٰ نہیں، گو وہ بڑے بڑے ممالک جن کے پاس فوجیں ہوتی ہیں، اپنی آپ حفاظت کر لیتے، اور دشمنوں کو شکست دیدیتے ہیں، لیکن اہلِ شہر انفرادی طور پر دنی ذلیل و خوار، اور پر شہوت ہوتے ہیں، لڑائیوں میں اون کی کامیابی صرف اسلحۂ جنگ کی کثرت، اژدرِ دہاں توپوں کی زیادتی اور ہوائی جہازوں

کی بہتات پر موقوف ہے، لیکن عام طور پر دیہاتی اور اہل بادیہ شہریوں کی تمام مذکورہ برائیوں سے دور ہوتے ہیں، وہ قوی اندام، بلند ہمت، نہایت شریف اور شجاع ہوتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کو شہریوں کے ہتھیار مل جائیں تو تھوڑی دیر میں شہریوں کو برباد کر دیں، یہی وجہ ہے کہ جب شہر کے باشندے حدت سے تجاوز کر جاتے ہیں تو اون پر یہی دیہاتی غالب ہو کر اون کی زمین جائداد اور املاک کے وارث ہو جاتے ہیں، پھر یہ دیہاتی بھی شہر میں رہتے رہتے شہریوں کے طریقے اختیار کر لیتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دوسروں کو اون پر غالب کر دیتا ہے، تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ. یہی ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے، اور ہمیشہ ہوتا رہے گا،

جب رومی سلطنت نہایت ترقی کر چکی اور تہذیب و تمدن میں مشہور ہو چکی تو بدوی اور وحشی
٦٦ قوموں نے اون پر حملہ کر دیا، اور اون کو تباہ و برباد کر کے اون کے ملک و دولت پر قابض ہو گئیں، آج یورپ میں جو رؤسا، امراء، اور صاحب اقتدار ہیں یہ انہی وحشی قوموں کی اولاد ہیں، ان کو یورپ میں آئے ہوئے تقریباً ہزار سال گذر گئے، اب آج یہ بھی قدیم قوموں کی طرح لذات اور شہوات میں منہمک ہو گئے ہیں، ظلم اور معاصی کے عمیق سمندر میں غوطے لگا رہے ہیں، ان کے مدارس میں یہی تعلیم دی جا رہی ہے کہ دوسری اقوام کو کس طرح اپنے پنجۂ ظلم میں لانا چاہئے، لہٰذا اب اون کیلئے بھی وہ وقت پہونچ گیا کہ کوئی وحشی قوم اون کو تباہ و برباد کر کے اون کی جگہ پر قابض ہو جائے جس طرح ان کے آباء و اجداد نے قدیم رومی سلطنت کو تاراج کر دیا تھا،

یہی حالت عرب قوم کی بھی ہوئی، جب قرآن مجید ان پر نازل ہوا، اور اس نے اون کے اندر دینی جوش اور جذبہ پیدا کر دیا، تو وہ تمام اطراف عالم میں آناً فاناً پھیل گئے اور اگر ایک طرف فارس کی زبردست سلطنت کے مالک ہوئے تو دوسری طرف روم تک پہونچ گئے، اور دونوں قوموں کے جاہ و جلال کے وارث ہو گئے، پھر جب اون پر عیش و فراخی کا کچھ زمانہ گذرا، او

ناز و نعمت نے ان کو مدہوش کر دیا، تو مشرق سے تاتاری، اور مغرب سے یورپین قومیں اون پر حملہ آور ہوئیں، اور انھوں نے اس بری طرح مسلمانوں کو مدہوش کیا کہ آج تک سو رہے ہیں، اب پھر یہ لوگ دوبارہ اپنی اصلی جگہ حاصل کرنا چاہتے ہیں،

خلاصہ یہ کہ ہر قوم کی اسی میں سعادت ہے کہ لذتوں اور عیش و عشرت سے دور رہے، بنی اسرائیل مصر میں مدنیت کے لذت شناس اور عیش و راحت سے بالکل مانوس ہو گئے تھے، اور بالکل ذلیل حالت میں تھے، تب اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ تم اون لوگوں کو مصر سے نکال لاؤ، آخر مصر سے نکل گئے، لیکن پھر میدان تیہ میں جاکر گمراہ ہو گئے، وہاں یہ لوگ چالیس سال تک مقیم رہے، جب اونھوں نے اپنے اندر قوت محسوس کی اور دیکھا کہ وہ اپنے ان اسلاف سے قوی ہیں، جن کو عیش و عشرت نے مصر میں تباہ و برباد کر دیا تھا، تو پھر یہ لوگ بھی شہری عیش و آرام اور لذتوں کی طرف مائل ہو گئے اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ ہم لوگ ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے، ہم کو لذت بخش چیزیں ملنی چاہئیں جیسا کہ شہروں میں ملا کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اون کو سمجھایا کہ کیا تم لوگ اچھی اور اعلیٰ چیزیں چھوڑ کر بری اور ادنیٰ چیزیں پسند کرتے ہو، تم اس میدان کی پاک و صاف زندگی اور تازہ ہوا کو چھوڑ کر شہری زندگی طلب کرتے ہو، جہاں تمھارے اندر مختلف بیماریاں پیدا ہوں گی، تم کو حکام کے سامنے ذلیل ہونا پڑے گا، اور اپنی ذات پر بھروسہ نہیں رہے گا، اس لئے کہ شہریوں کی حفاظت فوج سے کی جاتی ہے، جس طرح وہ بزدل ہوتے ہیں اسی طرح تم بھی ذلیل ہو جاؤ گے، تم خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے، تم کو ذلت کا لباس زیب تن کرنا پڑے گا، اگر تم شہر ہی میں جانا چاہتے ہو، اور ہماری باتوں کو تسلیم نہ کرتے ہو تو جاؤ کسی شہر میں چلے جاؤ، وہاں تم کو تمھاری مرضی کے مطابق چیزیں ملیں گی اور تمھارے ساتھ ذلت اور مسکنت ہمیشہ کے لئے لازم کر دی گئی، تم لوگ خدا کے غضب میں گرفتار ہو چکے، یہ خطاب جو بنی اسرائیل سے کیا گیا ہے، اس کے مخاطب درحقیقت ہم مسلمان اور ہماری

معاصر قومیں ہیں، اسی طرح انبیاے کرام کے تمام واقعات بھی ہمارے لئے تنبیہ اور ارشاد ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ (جو باتوں کو سنکر ان میں سے اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں) اور فرمایا، اِتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ (تمھارے پروردگار کی طرف سے جو اچھی اچھی باتیں تم پر نازل ہوئی ہیں ان پر چلو) ایک جگہ فرمایا لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ط (عقلمندوں کے لئے ان کے قصوں میں بہت کچھ عبرت ہی) قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، خدا کی قسم بنی اسرائیل گذر گئے، غیروں کے قصے سننے سے کوئی فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ ان سے مسلمان عبرت حاصل کریں،

تاریخ میں مذکور ہے کہ جب بنی اسرائیل ملک کنعان میں داخل ہوے، اور وہاں سینکڑوں سال تک رہ گئے، تو وہ عیش و عشرت کے دلدادہ ہو گئے۔ اسی لئے بخت نصر نے حملہ کرکے اون کو قید یا جلا وطن کیا، اور اون کے سارے شہروں کو برباد کر دیا، پھر ایک زمانہ کے بعد جب وہ وطن میں آئے تو مسیح کے بعد رومیوں نے دوبارہ بنی اسرائیل کو جلا وطن کر دیا، اور اب یہ لوگ پراگندہ ہو کر ادھر اودھر بھٹکتے پھرتے ہیں، فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّہِیْمُوْنَ

## اس آیت سے کیا کیا طبّی فائدے مستنبط ہوتے ہیں

طب جدید نے اس زمانہ کے تمدن کی برائیوں کو اچھی طرح ظاہر کر دیا ہے، ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ زیادہ گوشت کھانا، شراب پینا، تمباکو کھانا، قہوہ اور چاے وغیرہ پینا انسانوں کے لئے سخت مضر اور مہلک ہے،

ڈاکٹر کہتے ہیں کہ آج شہری زندگی ناقابل برداشت ہو گئی ہی، تمام لوگوں کو چاہئے کہ اسپتالوں

کی دوائیں بہت کم استعمال کریں، بلکہ بعض تو کہتے ہیں کہ ان دواخانوں کو سرے سے معدوم ہی کردینا
جاہیئے، کیونکہ نوع انسانی کو ان سے بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے، اونھوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے ۶۷
کہ مرغن غذائیں جن کو کثرت سے استعمال کیا جارہا ہے بہت مضر ہیں، کھانے کے بعد فوراً پانی نہیں
پینا چاہیئے، نیز گرم کھانا اور گرم پانی دانت حلق اور زبان کو سخت نقصان پہنچاتا ہے، ڈاکٹر دن کا
خیال ہے، کہ دیہاتی عقل اور جسم کے اعتبار سے زیادہ ممتاز و قوی ہوتے ہیں اسلیے کہ اُن کا گذارہ صرف
گیہوں، مکئی اور سادہ غذاؤں پر ہوتا ہے، اگر کوئی شخص صرف فواکہات پر زندگی بسر کرے
تو زیادہ بہتر ہے،

موجودہ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ خدا کی عنایت خود ہماری اصلاح کی کفیل ہے، کیا دیکھتے نہیں،
کہ زخم بغیر کسی عمل اور دوا کے خود بخود آہستہ آہستہ مندمل ہوجاتا ہے، یہ صرف خدائی عنایت ہے، جو ہماری
طبیعت میں موجود ہے، لہذا ہم کو چاہیئے کہ پاک صاف ہوا اور ورزش کا زیادہ خیال رکھیں مرغن
غذاؤں سے پرہیز کریں، گوشت کم کھائیں، معتدل کام کریں، ٹھنڈے یا نیم گرم پانی سے غسل کریں
اگر معتاد ادویہ چھوڑ سکیں تو چھوڑ دیں،

جرمنی کے مشہور ڈاکٹر گران اسٹائن نے اسپتالوں کی مرکب دواؤں کے استعمال کرنے سے
منع کیا ہے، تعجب تو یہ ہے کہ ڈاکٹر موصوف ہر قسم کی دواؤں کے استعمال کرنے سے منع کرتے ہیں خواہ
وہ اچھی ہوں یا بری، ڈاکٹر کیسر بھی یہی کہتے ہیں، کہ مریض جہاں تک ہوسکے ڈاکٹروں سے اور دواؤں سے
بچتا رہے، جیسا کہ ایک انسان زہر قاتل سے بچتا ہے، ڈاکٹر اسٹیفنس جو نیویارک کے مڈیکل کالج
کے پروفیسر ہیں. فرماتے ہیں کہ ڈاکٹروں کا جس قدر تجربہ بڑھتا جاتا ہے، اسی قدر جڑی بوٹیوں
کی تاثیر کے متعلق اون کا اعتقاد کم اور قوائے طبعی کی اثر آفرینی پر زیادہ ہوتا جاتا ہے، ڈاکٹر اسمتھ بھی
تقریباً یہی کہتے ہیں، غرض اسی قسم کی رائیں انتہی سے زیادہ ڈاکٹروں نے دی ہیں،

جوانی کے زمانے میں مجھے ایک بیماری لاحق ہوگئی تھی، میں اس وقت ریف میں تھا، علاج کے لئے کوئی اچھا ڈاکٹر یا طبیب نہ مل سکا، اتفاق سے مجھے امام ذہبی کی کتاب طب نبوی ہاتھ آگئی میں نے اس کے مطابق عمل کیا اور اچھا ہوگیا، سخت تعجب ہے کہ یورپین ڈاکٹروں کی جو رائیں میں نے تحریر کیں، بعینہٖ اس کتاب میں پائی جاتی ہیں، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان ڈاکٹروں نے اپنی رائیں اسی کتاب سے نقل کی ہیں، ہرگز نہیں، بلکہ یہ تشابہ آرا رہے، اس کتاب میں ہے کہ دوائیں انسان کے لئے مضر ہیں، صرف مجبوری کے وقت استعمال کی جاسکتی ہیں، چونکہ مرض بھی نباتات کی طرح بڑھتا اور وقت مقررہ کے بعد گھٹ جاتا ہے، اس لئے طبیب کا سوائے اس کے اور کچھ کام نہیں ہوتا کہ مرض میں تخفیف پیدا کردے،

بغیر سخت ضرورت کے مسہل نہیں لینا چاہئے، جب تم کو قدرت ہو کہ غذا سے دوا کرو تو جڑی بوٹیوں سے علاج نہ کرو، کھانے کے بعد فوراً پانی نہ پیو، میں نے اس حکم پر عمل کیا، اور فائدہ اٹھایا، میں اس زمانہ میں تقریبًا کھانے کے تین چار گھنٹے کے بعد پانی پیتا تھا، اس سے مجھ کو بہت فائدہ ہوا، وللہ الحمد،

ایک زمانہ تک میں طب نبوی کے نظریوں کی تائید موجودہ زمانہ کے اطبار کے اقوال سے تلاش کر رہا تھا، آخر کار یورپ کے ڈاکٹروں نے اس کی تائید کی، اور ان لوگوں نے اپنے خیالات قوم کے سامنے پیش کئے، کیا یہ وہی خیالات نہیں ہیں، جو قرآن نے اس آیت اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ میں بیان کئے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے، کہ صرف من وسلویٰ اور پاک وصاف ہوا کے ساتھ دیہات کی آزاد زندگی شہری زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے، جہاں انواع واقسام کے کھانوں سے قسم قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، حکام کا ظلم وستم برداشت کرنا پڑتا ہے، اور دوسری قوموں کے حملوں کا خوف ہمیشہ غالب رہتا ہے کہ کہیں ان پر اچانک

حملہ نہ کر بیٹھیں،

آیتوں کی تفسیر اسی طرح کرنی چاہئے، اور قرآن کو اسی طرح سمجھنا چاہئے، تمام مسلمان مذکورۂ بالا باتوں پر خود بھی عمل کریں، اور اپنے بچوں کو نصیحت کریں کہ وہ گوشت کم کھائیں، شراب سے پرہیز کریں، پاک و صاف ہوا میں سیر و تفریح کریں، اور فوجی ورزش کریں، تمام مسلمانوں کو فوجی تعلیم حاصل کرنا، اور خواہشات نفسانی اور عیش و آرام سے بچنا چاہئے، آخرت کی نعمتیں دنیاوی نعمتوں کے چھوڑنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کے اس قول اِهْبِطُوا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کے مفہوم سے ڈریں قرآن مجید اور حدیث کی اکثر تعلیمات اس طرف اشارہ کرتی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِىْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ (تم اپنی دنیا کی زندگی میں اپنے مزے اڑا چکے، اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو تو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائیگی، یہ اس لئے کہ تم زمین پر ناحق تکبر اور فسق و فجور کیا کرتے تھے،) غور کرو اگرچہ اچھی چیزیں ہمارے لئے حلال ہیں، لیکن اون کی کثرت استعمال بدن میں امراض پیدا کر دیتی ہے، اور خواہشات نفسانی کے ہیجان سے ہم اخروی عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں، دوسری جگہ فرمایا۔ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (اور جب ہم کو کسی گاؤں کا ہلاک کرنا منظور ہوتا ہے، تو ہم اس کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، اور وہ اس میں فسق و فجور کرتے ہیں، پھر وہ قریہ عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے، پھر ہم اوس کو مار کر تباہ کر دیتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ عیش و عشرت سے اون میں بزدلی اور مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں، پھر دشمن ان کا قلع قمع کر دیتے ہیں، اس مشہور گفتگو کا یہی راز ہے، جو ابن زیاد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان

۶۸ ہو ئی تھی، ابن زیاد نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ اپنے لئے عمدہ کھانے اور بہترین گوشت کھانا اختیار کریں،
تو بہت مناسب ہے، حضرت عمرؓ نے جواب دیا اگر میں چاہتا تو میرا کھانا گیہوں کی روٹی اور صناب
ہوتا (صناب ایک قسم کا کھانا ہے، جو کھجور اور رائی سے تیار کیا جاتا ہے) لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ
ایک قوم کو عبرت دلاتے ہوئے فرماتا ہے، اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا الآیۃ
میں مکرر تمام مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کو فنون حربیہ کی جیری تعلیم دیں، ان کو
کسل اور سستی سے روکیں، اور ان میں شہامت، قناعت اور شجاعت پیدا کریں، ہمارے عباسی
اور اموی اسلاف اسی طرح کرتے تھے، وہ اپنے بچوں کو دیہاتوں میں بھیج دیتے تھے، تاکہ اون کے
بدن مضبوط ہوں، اون کی صحت اچھی رہے، اور اون کے عقول کی نشو و نما ہو، آج کل امریکہ والے
بھی اپنے بچوں کو سرخ ہندوؤں کے پاس بھیج دیتے ہیں، یہ بچے اون کے ساتھ پہاڑوں میں آفتاب
کی روشنی کے نیچے کھلی اور صاف ہوا میں زندگی بسر کرتے ہیں، مصریوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے
بچوں کو دیہاتی مصری بھائیوں کے پاس بھیج دیں، تاکہ مدرسہ میں داخل ہونے سے پہلے مصر کے پہاڑوں
اور جنگلوں میں رہ کر اون کے بدن اور قوی خوب مضبوط ہو جائیں، اخباروں میں یہ خبر شائع
ہو چکی ہے کہ آجکل ہمارے ایرانی بھائی اس میں زیادہ ترقی کر چکے ہیں، وہ اپنے بچوں کو بچپن ہی سے
شہ سواری اور بہادری کی تعلیم دیتے ہیں، اور درحقیقت یہ اسلام کے زبردست مقاصد میں سے ہے۔
لیکن خواہشات نفسانی اور عیش و عشرت میں منہمک ہونا بلا شبہ اپنے کو غلامی کی طرف لے جاتا ہے، کیونکہ
عیش و عشرت کیلئے معاصی لازم ہیں اور ظاہر ہے کہ معاصی ناصح کی نصیحت کو قبول کرنے نہیں دیتے، بلکہ اکثر
اوقات گناہ گار لوگ حکما اور علما کو قتل کر دیتے ہیں، اور اون کو ملک سے جلاوطن کر دیتے ہیں اسی طرح
اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا، وَيَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوۡا وَّ
كَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ (اور وہ انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے، اسلئے کہ وہ نافرمانی اور حد سے تجاوز کر جاتے تھے

ما کے تین اہم اسباب ہیں اوّل عیش وعشرت میں مصروفیت، دوم عصیان اور حد سے تجاوز، سوم قتل انبیا
بطو مُصِرّ اُسے پہلے کی طرف ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا سے دوسرے کی طرف اور یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ
تیسرے سبب کی طرف اشارہ ہے،

## آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا کی تفسیر

منافقین، یہود، نصاریٰ، اور فرشتوں کواکب اور بتوں کے پرستار صابی، ان میں سے
لوگ اللہ اور آخرت پر سچے دل سے ایمان لائیں اور نیک کام کریں تو وہ خدا کے نزدیک اپنا اجر پائیں گے،

یہ آیت ہم کو بتاتی ہے کہ ہم اپنے معاملات میں مکارمِ اخلاق سے کام لیں، ایک جاہل اپنے
یف دینے والوں سے کینہ رکھتا اور معاف نہیں کرتا ہے، بلکہ انتقام کی فکر میں رہتا ہے لیکن عقلمند کی
شان ہے کہ جب گنہگار اپنے گناہوں سے رجوع کرے تو اس کے گناہ معاف کر دے، اسی طرح
افقین اور اہل کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے اگر سچے دل سے مسلمان ہو جائیں،
ر توبہ کر لیں تو وہ بھی مسلمانوں کے بھائی ہو جائیں گے، دونوں کا نفع اور نقصان ایک ہوگا، دنیا
، تمام سلطنتیں بھی اسی اصول پر گامزن ہیں، اگر کوئی سلطنت اپنی سیاست کو کسی ایسی سلطنت کیساتھ
ن کرتی ہے، جس نے اس کو ذلیل کیا تھا، تو کہتی ہے کہ اب میری مصلحت یہی ہے کہ میں تمہارے ساتھ
ہو جاؤں، لہٰذا دونوں سلطنتیں عداوت کو محبت سے بدل دیتی ہیں علماے اخلاق کہتے ہیں کہ انسان کی
سیاست کو قوم کی سیاست پر قیاس کرنا چاہئے، کیونکہ ایک فرد بھی قوم کے مثل ہے، قرآن مجید کی
باست علماے اخلاق کی اس سیاست سے بہت بلند اور ارفع ہے، یہ وہ مقامِ نبوت ہے جس کی
روشنی جلالِ اقدس اور نورِ اعلیٰ سے پھیلتی ہے، جب دنیاوی سیاست کا یہ حال ہے کہ وہ لوگوں کے

گناہ معاف کر دیتی ہے، تو کیا خدائی دربار ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کے گناہ معاف کر دے، اسی لئے
جب کوئی انسان خدا کے حضور میں صدق دل سے توبہ کرتا ہے، تو اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں،
٦ لہذا ہم کو بھی خدائی سنت کے مطابق چلنا چاہئے، اور کسی سے حسد اور کینہ وغیرہ نہ رکھنا چاہئے، خدا
ہم کو اچھے کاموں کی توفیق دے اور برائیوں سے بچائے،

# فصل اوّل کا دسواں یاقوت

## گائے کا قصہ اور اس میں حکمتیں

| | |
|---|---|
| وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ | اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ |
| اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا | تم کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے' |
| بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ | ان لوگوں نے کہا کیا تم ہم سے ٹھٹھا کرتے |
| قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ | ہو، موسیٰ نے کہا کہ خدا مجھ کو اپنی پناہ |
| مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ | میں رکھے کہ میں ایسا نادان بنوں، وہ بولے |
| لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا | کہ تم اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ |
| مَا هِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ | ہم کو اچھی طرح سمجھا دے کہ وہ کیسی ہو، |
| اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ | موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے |
| لَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ | بوڑھی ہو نہ بچھیا، بلکہ ان دونوں کے درمیان |
| ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝ | ہو، پس تم کو جو حکم ہوتا ہے، اوس کو کرو، |
| قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا | وہ بولے اپنے پروردگار سے ہمارے لئے |
| مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ | درخواست کرو کہ ہم کو اچھی طرح سمجھا دے |

| | |
|---|---|
| اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ | کہ اس کا رنگ کیسا ہو، موسیٰ نے کہا کہ اللہ |
| لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝ | فرماتا ہے کہ وہ خوب زرد رنگ کی گائے ہو دیکھنے |
| قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ | والوں کو بھلی معلوم ہو وہ بولے کہ اپنے پروردگار |
| يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ اِنَّ الْبَقَرَ | سے ہمارے لئے درخواست کرو کہ ہم کو اچھی طرح |
| تَشٰبَهَ عَلَيْنَا وَاِنَّآ | سمجھا دے کہ وہ کیسی ہو کیونکہ ہم پر گائیں مشتبہ |
| اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ | ہوگئی ہیں۔ اور اگر خدا چاہے تو ہم ہدایت پاجائینگے |
| قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ | موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ فرمانبردار نہ |
| لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ | ہو جو کھیت جوتتی ہو اور کھیتی کو پانی دیتی ہو، ہر قسم کے |
| وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ | عیب سے پاک ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو، ان لوگوں |
| لَّا شِيَةَ فِيْهَا قَالُوا | نے کہا اب تم نے ٹھیک بات بتائی ہے اور انھوں نے |
| الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا | اسکو ذبح کیا حالانکہ وہ اسکو نہ کرنا چاہتے تھے، اور |
| وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَاِذْ قَتَلْتُمْ | جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا اور آپس میں جھگڑا کیا اور |
| نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ | اللہ تمھاری پوشیدہ باتوں کو ظاہر کرنیوالا ہے تب ہم نے |
| مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا | کہا اس مردہ کے بدن پر گوشت کے ایک ٹکڑے سے |
| اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ | مارو، اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے، اور |
| يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ | تمکو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم سمجھو، اس کے |
| لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ | بعد پھر تمھارے دل سخت ہوگئے، گویا وہ پتھر ہیں |
| مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ | یا اس سے بھی زیادہ سخت کیونکہ بعض پتھروں سے نہریں |
| اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ۝ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ | بہتی ہیں اور بعض جب پھٹ جاتے ہیں تو اس سے |

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

پانی نکل آتا ہے، اور بعض تو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں، اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے،

مفسرین نے اس موقع پر بنی اسرائیل کی ایک حکایت نقل کی ہے، جس سے والدین کی محبت اور اللہ کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور جس کو بنی اسرائیل نسلاً بعد نسلٍ بیان کرتے ہوئے چلے آرہے ہیں، ہم اوس کو مختصراً نقل کرتے ہیں،

کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک مرد تھا اس کے ایک چھوٹا لڑکا، اور ایک گائے تھی، ایک دن یہ شخص اپنی گائے جنگل میں لے گیا اور کہا اے خدا میں یہ گائے اپنے بیٹے کے لئے تیرے سپرد کرتا ہوں، جب وہ بڑا ہوجائے تو اس کے حوالہ کردے، یہ شخص مرگیا اور لڑکا بڑا ہوگیا، یہ لڑکا اپنی ماں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا، رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتا، ایک ثلث میں نماز پڑھتا، دوسرے میں سوتا اور تیسرے ثلث میں اپنی ماں کے سرہانے خدمت کے لئے بیٹھ جاتا، دن کو لکڑیاں چنتا، اور اوس سے جو آمدنی ہوتی اوس کے تین حصے کرتا، ایک حصہ خیرات کردیتا ایک حصہ خود کھاتا، اور ایک حصہ اپنی ماں کو دیتا، ایک دن ماں نے کہا میرے بیٹے تم فلاں جنگل میں جاؤ، اس میں ایک گائے ہے، اور اوس کی یہ یہ علامتیں ہیں، اور یہ وہ ہے، جس کو تمہارے باپ نے تمھارے لئے جنگل میں رکھدیا ہے، جب یہ لڑکا جنگل میں گیا تو گائے کو پہچان کر اپنی ماں کے پاس لے آیا، ماں نے کہا اسکو بازار میں تین دینار میں بیچ آؤ، لیکن قیمت لگنے کے بعد مجھ سے مشورہ کرلینا، لڑکا اوس کو بازار لے گیا، اور تین دینار سے زیادہ اس کی قیمت لگی، لیکن ماں کے مشورہ کے بغیر بیچنے پر راضی نہ ہوا، اور خریدار سے کہا کہ اگر اس کے چمڑے میں بھر کر سونا بھی دوگے تو ماں سے مشورہ کئے بغیر نہیں بیچوں گا، وہ اوس کو اپنی ماں کے پاس واپس لے آیا، ماں نے کہا ابھی نہ بیچو،

عنقریب اس گائے سے کوئی بڑی چیز ظاہر ہوگی،

اتفاق وقت کہ بنی اسرائیل میں ایک مالدار بوڑھا تھا وراثت کے لالچ میں بھتیجے نے اسکو قتل کر دیا، اور شہر کے دروازہ پر نعش پھینک دی، اور وہ اور خاندان کے اور لوگ اس کے خون کے دادخواہ ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے کہا کہ تم لوگ ایک گائے ذبح کرو، تو ان لوگوں نے کہا کیا آپ ہم لوگوں سے مذاق کرتے ہیں، آپ نے کہا، معاذ اللہ میں جاہلوں کا سا کام نہیں کرتا، انھوں نے کہا پھر وہ گائے کتنے سال کی ہو، موسیٰ علیہ السّلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ تو وہ بچھیا ہو اور نہ بوڑھی اس کے بین بین ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر وہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو کافی ہو جاتا، لیکن خود انھوں نے
اپنے اوپر سختی اور پابندی پسند کی، لہذا اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی فرمائی، پھر ان لوگوں نے رنگ ۷۰
کے متعلق سوال کیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا، اس کا رنگ خوب زرد ہو، دیکھنے والوں کو بھلی معلوم ہو، مزید سوالات پر آپ نے جواب دیا کہ وہ کھیت جوتنے والی نہ ہو، بالکل صحیح وسالم ہو، اور اس میں کوئی داغ بھی نہ ہو یعنی اصلی رنگ کے برخلاف کوئی دوسرا رنگ نہ ہو، انھوں نے کہا اب بات پوری ہوگئی، ان اوصاف اور رنگ کی گائے سوائے اس یتیم لڑکے کے اور کسی کے پاس نہ تھی، ان لوگوں نے اسی گائے کو خریدا اور اس کے چمڑے میں بھر کر سونا قیمت میں دیا، پھر اس کو ذبح کیا، اسی واقعہ کو اللہ تعالیٰ یہاں پر ذکر کرتا ہے، کہ تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر تم آپس میں جھگڑنے لگے، تو اللہ نے تم کو یہ حکم دیا کہ گائے کے گوشت کے کسی ایک ٹکڑے سے مقتول کو مارو وہ زندہ ہو جائے گا، چنانچہ وہ زندہ ہوگیا، اور کہا کہ مجھکو فلاں فلاں نے قتل کیا ہے، پھر مر گیا، اس کے قاتل درحقیقت وہی لوگ تھے جو اس کے وارث تھے، اور خون کا مطالبہ کر رہے تھے، سب قاتل میراث سے محروم ہوگئے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح ہم نے اس

اس مقتول کو زندہ کیا، اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کریں گے، اور اللہ تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے تاکہ تم سوچو اور سمجھو، پھر اس کے بعد یہودیوں کو توبیخ کرتا ہے، کہ اون کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں کیونکہ بعض پتھروں سے تو نہریں بہتی اور چشمے ابلتے ہیں، اور بعض خدا کے حکم سے گر پڑتے ہیں لیکن یہودیوں کے دل اس قدر معجزات دیکھنے کے بعد بھی نرم نہ ہوئے اور وہ خدا سے نہ ڈرے، یہاں تک آیت کی اجمالی تفسیر ہے،

## ان آیتوں کی وضاحت اور اون کے عجائبات

بنی اسرائیل بہت زمانہ تک مصری قوم کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے، ان کے دلوں کے اندر بت پرستوں کے عادات و رسوم اور فرعونی اخلاق و اطوار اچھی طرح اثر کر گئے تھے، حتیٰ کہ ان لوگوں نے مصریوں کی طرح گوسالہ پرستی بھی اختیار کی، اور مصریوں کے دوسرے بتوں کو مقدس سمجھنے لگے، مصریوں کے تمام اخلاق و عادات تقلیداً ان میں آ گئے، جس طرح مغلوب قوم غالب قوم کے عادات و رسوم اور اخلاق و خصائص اختیار کر لیتی ہے، اور جس طرح موجودہ دور میں مشرقی قومیں مغربی اقوام کے تمدن و تہذیب اور معاشرت و اخلاق کو اختیار کرتی جاتی ہیں، اسی طرح بنی اسرائیل نے مصریوں کے اخلاق و عادات اختیار کر لئے، غور کرو کہ مصریوں کے ساتھ رہتے رہتے گائے کی عبادت اور دوسرے عادات کس طرح بنی اسرائیل پر غالب ہو گئے، یہاں تک کہ جس طرح مصری قوم ایپس کی پرستش کرتی تھی اسی طرح اونھوں نے گائے کی پرستش شروع کر دی، اور اوس کو اپنا معبود بنا لیا، عام انسانوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اپنے سے مضبوط اور طاقتور انسانوں کے خیالات و معتقدات، رسوم و عوائد اور اعمال و اخلاق اختیار کر لیتے ہیں، چنانچہ آج ہر مشرقی طالب علم اپنے ہر دعوے کے ثبوت میں یہی کہتا ہے کہ موسیو فلاں نے یہ کہا اور موسیو فلاں یہ کہتے ہیں، لیکن بھولے سے بھی اپنے کسی

سلف صالح کا نام نہیں لیتا، یہ نتیجہ ہے غلامانہ ذہنیت اور محکومانہ فطرت کا، کہ اپنی کوئی بات اچھی ہی نہیں معلوم ہوتی،

موسیٰ علیہ السلام نے اس واقعہ کو غنیمت سمجھا اور آپ نے فرمایا کہ گائے ذبح کرو اور اس کے گوشت سے مقتول کو مارو، اس حکم سے دو فائدے مقصود تھے، اولاً یہ کہ گائے معبود نہیں کیونکہ وہ ذبح کی جاتی ہے، دوم یہ کہ مردے زندہ ہو سکتے ہیں لیکن پھر بھی بنی اسرائیل کے قلوب نرم نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے پتھر کو ان کے قلب پر ترجیح دی، کیونکہ پتھر سے پانی نکلتا ہے، اور چشمے پھوٹتے ہیں، اوپر گذر چکا ہے کہ وہ پتھر جس میں عصا کے ضرب سے پانی نکلا تھا وہ ایک معجزہ ہے جو نبی کے ہاتھ سے ظاہر ہوا لیکن اس جگہ خداوند عالم اپنی عام وسیع رحمت کی طرف اشارہ کر رہا ہے، دنیا کے اکثر پہاڑ پانی کے مخزن ہیں کیونکہ بارش کا پانی پہاڑوں کے اندر چلا جاتا ہے، اور پھر ٹھنڈک سے برف بنجاتا ہے، اور برف شدتِ صلابت سے سخت پتھروں اور چٹانوں کو توڑ دیتا ہے، جن سے پانی کی نہریں بہنے لگتی ہیں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر موسیٰ نے پتھر کو اپنے عصا سے مارا تو میرا عصا بھی ناموس عجیب اور ابداع غریب ہے، جس سے میں پتھر مارتا ہوں، کیونکہ منجمد پانی کے لئے میں نے ایک الگ خاصہ اور طریقہ مقرر کر دیا ہے، وہ یہ ہے کہ جب پانی منجمد ہو جاتا ہے تو برف بنجاتا ہے، اور جب برف بنجاتا ہے تو اس کا حجم بہت بڑھ جاتا ہے، اس لئے وہ سخت سے سخت پتھر کو بھی پھاڑ دیتا ہے، تمھارے خدا کا یہی وہ عصا ہے، جس سے وہ پتھر توڑ کر اپنی مخلوقات کے لئے چشمے جاری کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قسم کے معجزوں کی کوئی انتہا نہیں، اور وہ قیامت تک ظہور پذیر ہوتے رہیں گے، وہ جاہلوں کی نظروں سے اوجھل اور عالموں کی نگاہوں کے سامنے روشن و تاباں ہیں، اور یہی معجزات انسان کو علوم طبیعیہ میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہیں، مسلمانوں کے لئے

بڑی شرم کی بات ہے، کہ وہ خدا کے اس غیر مرئی عصا سے جاہل رہیں جو شب و روز، صبح و شام پتھر توڑنے اور اون سے چشمے نکالنے میں مصروف رہتا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضرب کو پتھر کے ساتھ یوں ہی مختص نہیں فرمایا، کیا یہ غافل اور جاہل مسلمانوں کے لئے تنبیہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پانی پتھروں میں جمع ہوتا ہے، پھر اس سے چشمے جاری ہوتے ہیں، غور کرو موسیٰ کو کسی درخت یا گائے یا اور کسی چیز پر مارنے کا حکم کیوں نہیں دیا، اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اون کو بذریعہ وحی اپنے عصا سے ایسی چیز پر مارنے کی ہدایت فرمائی، جو انسانی نفوس میں حکمت اور علم میں غور و فکر کا ذوق پیدا کرے، تاکہ وہ ان علوم کے فہم و تعقل کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کے اس قول وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا (ہم معجزات کو صرف ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں) اور اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ (کیا اون کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بے شک اس میں اس قوم کے لئے رحمت اور نصیحت ہے، جو ایمان لاتی ہے) کا یہی راز ہے، ہدایت کا یہی طریقہ ہے، اور اسی سے مسلمان بیدار اور دنیا کے منافع سے متمتع ہو سکتے ہیں،

پہاڑوں سے چشمے اس طرح بہتے ہیں کہ جب پانی منجمد ہو جاتا ہے، تو اوس کا حجم بڑھ کر پتھر کو توڑ دیتا ہے، پھر یہی برف پگھل کر چشمے کی صورت اختیار کر لیتا ہے، غور کرو کس طرح آفتاب اپنی حرارت سے ہوا میں تموج پیدا کرتا ہے، پھر یہی ہوا پانی کے پوشیدہ قطروں کو جن کو بخارات کہتے ہیں لادے ہوئے ادھر ادھر گھومتی پھرتی ہے، یہاں تک کہ کسی بلند پہاڑ سے ٹکراتی ہے اور اسکی سردی کی وجہ سے وہ بخارات بادل بن جاتے ہیں، پھر یہی بادل پہاڑوں، کھیتوں، اور باغوں کو سیراب و شاداب کرتے ہیں، تمام زمین رنگارنگ اور بوقلموں سبزیوں سے ڈھک جاتی اور خوش منظر

بن جاتی ہے، گویا پہاڑ بند کے مشابہ ہے، جس طرح وہ کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی کو روکے رہتا ہے، اسی طرح یہ پہاڑ بھی بادل کو روکے رہتا ہے، اور پانی کا یہی ذخیرہ جو پہاڑ پر ہوتا ہے، برف بن کر پتھر کو توڑ دیتا ہے، اور چشموں کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے، پانی کی کرشمہ زائیوں پر جس قدر تعجب کرو کم ہے، کیا یہ استحالہ و تغیر تعجب خیز نہیں ہے کہ حرارت اسی پانی کو بخار بنا دیتی، اور پھر سردی اسی بخار کو پانی کی شکل میں تبدیل کر دیتی ہے،

یہ سب خدا کے معجزات اور اس کی خلاقی اور ربوبیت کی نشانیاں ہیں، آہ مسلمانوں پر کس قدر افسوس ہے کہ انھوں نے حکمت اور تعقل و تدبر کو مطلقاً چھوڑ دیا، حالانکہ قرآن تیرہ سو سال سے انکو حکمت اور عقل و دانش کی دعوت دے رہا ہے، مسلمانوں نے اپنے وجود کے حق کو بالکل بھلا دیا، حالانکہ ہنگامۂ عالم میں سب سے زیادہ حصہ انہی کو لینا چاہئے تھا، اسلامی ممالک پر جس قدر افسوس کرو کم ہے، علم سے جاہل ہو کر گویا قبروں میں سو گئے، مسلمانو! خواب غفلت سے بیدار ہو اور قرآن مجید میں غور کرو دیکھو تو اللہ تعالیٰ کس طرح کہہ رہا ہے، اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ط وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ o (پتھروں میں تو بعضے ایسے بھی ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ بہتی ہیں، اور بعضے ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، اور ان سے پانی جھرتا ہے اور بعضے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں)

اگر تم جاہل رہنا چاہتے ہو تو عصائے موسوی اور حجر موسوی کے ظاہری معنوں سے آگے نہ بڑھو لیکن اگر عالم ہونا چاہتے ہو تو حکمت خداوندی کے حاصل کرنے کی کوشش کرو، کائنات اور اس کی نیرنگیوں پر غور کرو، تمھیں معلوم ہونا چاہئے، کہ تمام پہاڑ اللہ کے پتھر ہیں، اور نوامیس طبعی اس کے عصا ہیں، تم طبیعیات کا مطالعہ کرو، کیونکہ قرآن مجید میں پتھر اور چشمے کے ذکر کرنے کا یہی مقصد ہے، اور خدا کے لئے جاہل نہ بنو،

# عجائبِ قرآن

بنی اسرائیل کا یہ مذکورۂ بالا قصہ موسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا، اور قصوں کی طرح یہ قصہ بھی قرآن مجید میں مسلمانوں کی عبرت اور موعظت کے لئے آیا ہے لیکن بنی اسرائیل کے اس قصہ سے مسلمانوں کو کیا سبق لینا چاہیئے، کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کو مذہبی جلسوں میں بیان کیا جائے، جیسا کہ جاہل واعظ بیان کرتے ہیں، اگر نہیں تو پھر اس قصہ میں کون سا علم اور کون سی حکمت پوشیدہ ہے۔ اس میں دو فائدے ہیں، اوّل یہ کہ بنی اسرائیل گائے کی عبادت کرتے تھے، حضرت موسیٰؑ نے یہ دکھایا کہ جو چیز ذبح کیجائے وہ مستحقِ عبادت نہیں، دوسرے یہ کہ موت کے بعد بھی روحیں زندہ رہتی ہیں، لیکن قرآن حکیم کا ان دونوں فوائد کے علاوہ اور مقصد بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اولاً تو اس وقت یعنی عہد اسلام میں گائے کی عبادت رائج نہ تھی، دوسرے یہ کہ گوشت کے ضرب سے مردہ کا زندہ ہونا ایک سماعی امر ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس قصہ میں کوئی دوسری حکمت پوشیدہ ہو، میں کہتا ہوں کہ معجزاتِ انبیاء کے لئے کسی مبدء کا ہونا ضروری ہے، جس سے ہم معجزات سمجھ سکیں، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ رویائے صالحہ نہ دیکھتے اور کبھی یہ خواب بعینہٖ عالمِ وجود میں نہ آتا تو وہ اخبار بالغیب میں کبھی بھی انبیاء کی تصدیق
۷۲ نہ کرتے، قرآن مجید لوگوں کی تعلیم کے لئے نازل ہوا ہے، اور لوگ تقلیداً یا تصدیقاً یا اتباعاً اس پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن قرآن میں جس جگہ انسان کی عقل کام نہیں کرتی وہاں پر کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی کہ ایسا کیوں ہوا، یہاں تک کہ کوئی اس کے مقصود کو پہچاننے والا پیدا ہو اور وہ لوگوں سے بیان کرے،

سورۂ بقرہ میں چار عجائب ہیں، عجیبۂ ۱ ربا، عجیبۂ ۲ خمر، عجیبۂ ۳ احضار الارواح، اور عجیبۂ ۴ تنویم مقناطیسی (مسمریزم) ربا کی بحث عنقریب آخر سورہ میں آئے گی، جرمنی اور دول یورپ میں جنگِ عظیم اور ردوس

میں اشتراکیت کے ظہور کا باعث صرف سرمایہ داری تھی، اور اشتراکیوں نے اپنی حکومت کو صرف سرمایہ داری ہی کی وجہ سے بدل دیا، اور اسی وجہ سے اونھوں نے سود کو ممنوع قرار دیا تھا؛ ان سب کا بیان اسی جگہ ہوگا، ہم نے جنگ عظیم کے تین سال پہلے ربا والی آیت کی تفسیر لکھی تھی اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ داری کی وجہ سے سلطنتوں کے درمیان ضرور جنگ ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ میں نے لکھا تھا، مختصراً یہ کہتا ہوں کہ سود کا ضرر اس زمانہ میں بہت اچھی طرح واضح ہو چکا ہے، روس نے سود کو مطلقاً ممنوع کر دیا، حالانکہ تمام زمانہ کے مسلمان اس کے استیصال پر قادر نہ ہوسکے، بلکہ اکثر مصری علماء تو یہ سمجھتے تھے کہ قرآن کا سود کو حرام قرار دینا ہی مسلمانوں کے تنزل کا باعث ہوا (نعوذ باللہ) لیکن جب ان لوگوں نے انقلاب دولت روس اور تحریم سود کو سنا تو سبھوں کے منہ میں خاک پڑ گئی،

عنقریب شراب کے متعلق بھی بحث آئیگی، مسلمان اس کی بعض قسموں میں اختلاف کرتے تھے، مثلاً نبیذ، ڈاکٹر بھی مریضوں کو پینے کی اجازت دیتے تھے، بعض لوگ قرآن حکیم پر تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہتے تھے، کہ کیوں قرآن نے اس کو حرام کہا حالانکہ یورپ کی زبردست تعلیم یافتہ قومیں اس کو پیتی ہیں، اب اس زمانہ میں امریکہ نے ہر قسم کی شرابوں کے پینے کی قانوناً ممانعت کر دی ہے، اور اسی کی پیروی اناطولیہ میں ترکی گورنمنٹ نے بھی کی ہے، جس کے صدر غازی مصطفیٰ کمال پاشا ہیں، ان سطروں کی تحریر کے وقت یہ لوگ آستانہ پر غالب ہوئے ہیں، غور کرو کس طرح قرآن نے آج سے تیرہ سو سال پہلے شراب کو حرام کہا تھا، لیکن اکثر مسلمان شراب نوشی میں منہمک رہتے تھے، اور اسلامی حکومت بھی اون کو نہیں روکتی تھی، قانونی ممانعت کا سہرا دوسری قوم کے سر پر رہا، جس نے اس کے ضرر کو مذہب سے نہیں بلکہ اپنی عقل سے معلوم کیا،

تنویم مقناطیسی (مسمریزم) کا بیان جس کو آج ایک مستقل علم کی طرح پڑھا جاتا ہے، اور جس سے فن ڈاکٹری میں مدد لی جاتی ہے۔ انشاء اللہ ہاروت و ماروت کے قصے میں آئے گا،

علم تسخیر الارواح بھی اسی قصہ زیر تفسیر سے مستنبط ہوتا ہے، ان آیتوں کو تمام مسلمان پڑھتے اور ایمان لاتے تھے، یہاں تک کہ امریکہ میں علم تحضیر الارواح ظاہر ہوا، اور دیکھتے دیکھتے تمام یورپ میں پھیل گیا، میں اس کے متعلق کچھ تحریر کروں گا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس علم کی ابتدا کیونکر ہوئی، اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے عالم آخرت اور حیات بعد الموت کا کامل یقین ہو جاتا ہے چونکہ اس علم میں حق و باطل اور صدق و کذب کا اختلاط بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس کے متعلق دو جماعتیں ہو گئی ہیں، ایک جماعت منکر اور دوسری مصدق ہے، طرفین کے اپنے اپنے مسلک کی تائید میں بہت سے دلائل ہیں، جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں، اس علم کے مطالعہ کرنے والوں کو مختلف حالات کی وجہ سے بہت کچھ شکوک اور التباسات پیدا ہو جاتے ہیں،

حق تو یہ تھا کہ مسلمان پہلے اس علم کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے، اور تمام قوموں سے سبقت لیجا کر نوع انسان کو صحیح راستہ کی ہدایت کرتے کیا وہ اس آیت کو نہیں دیکھتے جو اسی سورہ میں مذکور ہے، وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ٥ (جب ابراہیم نے کہا اے خدا تو مردہ کو کس طرح زندہ کریگا، وہ مجھے دکھا دے اللہ نے کہا کیا تم کو اس پر ایمان نہیں، ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں لیکن میرے قلب کو اطمینان ہو جائے، اللہ نے کہا چار پرندے لو اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرو، اور ایک ایک پہاڑ پر ان کا ایک ایک حصہ رکھدو پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس تیزی سے آجائیں گے، بلا شبہ اللہ زبردست اور حکمت والا ہے) حضرت ابراہیم نے زندوں

کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، اور اون کو بلایا، وہ آئے تو اون کے قلب کو اطمینان ہوگیا، کیا ہم لوگ ابراہیم علیہ السلام
سے بھی زیادہ ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال ہیں، ہرگز نہیں پھر جب ابراہیم علیہ السلام برای العین دیکھنے کی
خواہش کرتے ہیں تو ہم لوگ بدرجۂ اولیٰ اس کے مستحق ہیں،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو سب سے پہلے علم تحضیر الارواح معلوم کرنا، اور اس کے
قواعد واصول کو مرتب کرنا چاہیئے تھا، نہ کہ امریکہ والوں کو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ہمارے
لئے یہ قصہ بھی ذکر فرمایا، کہ بنی اسرائیل نے مقتول کو گوشت کے ٹکڑے سے مارا تو وہ زندہ ہوا، اور اپنے
قاتلوں کی خبر دی، ایسی صورت اگر ایک فرد میں صحیح ہوسکتی ہے، تو تمام افراد انسانی میں بھی صحیح
ہونی چاہئے، اس کا یقین کرنا اس وقت تک غیر ممکن ہے جب تک کہ اس زمانہ میں ہم خود اس کو
نہ دیکھ لیں، اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے، جب کہ ہم علم وعمل میں شب وروز محنت ومشقت سے کام لیں،

میں نے ایک کتاب تصنیف کی ہے، جس کا نام کتاب الارواح ہے، اس میں یورپ اور امریکہ
کے تحضیر الارواح کی تمام کیفیتیں مفصل بیان کردی گئی ہیں، اسی طرح وہ تمام باتیں بھی مذکور ہیں، جو ۳
اس کے متعلق قرآن وحدیث اور صالحین کے ملفوظات میں وارد ہوئی ہیں، اس علم کے متعلق دونوں قوموں
میں کامل اتفاق ہے،

اب میں اس جگہ پہلے وہ نقل کرتا ہوں جو توراۃ میں مذکور ہے، پھر کچھ کتاب الارواح سے
نقل کردوں گا، میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ تم میری تقلید کرو، بلکہ مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسی
جماعت پیدا ہو جو خلوص دل کے ساتھ اس علم کے حصول میں مصروف ہو اور روحوں کو حاضر کرنے
کا علم سیکھے، اور اس بارے میں یورپ اور امریکہ کی محتاج نہ ہو، بلکہ اپنی تحقیق سے صحیح علم اقوام عالم
تک پہنچائے، روحوں کو حاضر کرنے کا طریقہ کتاب الارواح میں اچھی طرح ذکر کردیا گیا ہے، اب توراۃ
کا واقعہ ذکر کرتا ہوں،

توراۃ کے سفر صموئیل اول میں مذکور ہے کہ یہودیوں کے لئے طالوت نامی ایک بادشاہ بنایا گیا، جس کو اللہ نے عمالقہ سے جہاد کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن بادشاہ ہوتے ہی اس نے عمالقہ کے چوپایوں پر دست درازی کرنی شروع کر دی، جس کی وجہ سے وہ بادشاہت کے رتبہ سے گر گیا اسی درمیان میں صموئیل نبی کا بھی انتقال ہو گیا، اور طالوت تمام ساحروں اور جھاڑ منتر جاننے والوں کو قتل کرنے لگا، یہ دیکھ کر فلسطین والے اس سے برگشتہ ہو گئے، اور طالوت سے جنگ کرنے کی غرض سے قیافہ شناسوں اور منتر جاننے والوں کو جمع کر کے ایک زبردست لشکر تیار کیا، جب اس کی خبر طالوت کے کانوں تک پہونچی تو وہ بہت پریشان ہوا، چونکہ کوئی نبی یا حاکم یا ساحر اوس کو تسلی اور تشفی دینے والا نہ تھا، اس لئے اوس کو اور بھی بہت قلق اور رنج ہوا، پھر اوس نے خدا سے سوال کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی کچھ جواب نہیں دیا، تب اوس نے ایک غلام کو حکم دیا کہ کسی جن حاضر کرنے والی عورت کا سراغ لگائے، غلام نے بتایا کہ اسی جگہ مقام عین دور میں ایک ایسی عورت رہتی ہے،

یہ سن کر طالوت نے اپنا بھیس بدلا اور دو غلاموں کو ساتھ لے کر رات میں اوس عورت کے پاس گیا، اور اس سے کہا کیا تم ایسے شخص کی روح حاضر کر سکتی ہو جس کے متعلق میں تم سے کہوں، عورت نے کہا کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ طالوت نے کس طرح بڑے بڑے جن حاضر کرنے والوں کو زمین سے نیست و نابود کر دیا ہے، پھر تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو، کیا تم مجھے بھی قتل کرانا چاہتے ہو، طالوت نے قسم کھائی کہ تم کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہونچے گا، اس وقت عورت نے پوچھا کہ کس کی روح حاضر کروں، طالوت نے کہا صموئیل کی روح حاضر کرو، جب عورت نے صموئیل کو دیکھا تو بہت بلند آواز سے چیخی اور طالوت سے کہا میں ایک خوفناک بوڑھے شخص کو دیکھتی ہوں، جو خدا کے فرشتہ کے مثل ہے، اور برنس پہنے ہوئے ہے، طالوت سمجھ گیا کہ یہی صموئیل ہیں، جن کو اللہ نے بھیجا ہے، بس وہ فوراً سجدہ میں گر پڑا، صموئیل نے کہا اے طالوت تم نے کیوں مجھ کو بلایا ہے، اس نے کہا چونکہ

زمین مجھ پر تنگ ہوگئی ہے فلسطین والے مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی عنایت بھی مجھ سے دور ہوگئی ہے، اس لئے میں نے آپ کو مشورہ کے لئے بلایا ہے، صموئیل نے کہا اب یہ ملک تمہارے ہاتھ سے نکل کر داؤد کے ہاتھ میں چلا جائیگا عمالقہ کے مویشیوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم پر اور تمام بنی اسرائیل پر بے حد خفا ہوگیا ہے، فلسطین والے ضرور تم پر غالب ہوں گے، اور کل تم بھی میرے ساتھ مردوں میں ہوگے، یہ سنتے ہی طالوت بے ہوش ہوگیا عورت اور دونوں غلاموں نے اوس کو ہوش میں لانے کی کوشش کی یہاں تک کہ وہ ہوش میں آیا، اونھوں نے اس سے کچھ کھانے کی درخواست کی لیکن اس نے نہ مانا، اور مغموم ہوکر موت کا انتظار کرنے لگا، آخر بڑے اصرار کے بعد وہ کھانے پر راضی ہوا، تو اونھوں نے ایک فربہ بچھڑا ذبح کیا، اور کھانا تیار کرکے اوس کو کھلایا صبح ہوتے ہی طرفین میں جنگ شروع ہوگئی آخرکار عبرانیوں کو شکست ہوئی اور وہ بہت زیادہ تعداد میں مقتول ہوئے طالوت اور اوس کے تینوں بیٹے بھی اس جنگ میں کام آگئے، تورات کا یہ قصہ تحضیر الارواح پر دلالت کرتا ہے،

موجودہ دور کا علم تحضیر الارواح جو مسئلہ قتیل بنی اسرائیل مسئلہ ابراہیم خلیل اور مسئلہ صموئیل نبی کے مشابہ ہے، جس کو توراۃ میں لفظ شاول سے تعبیر کیا گیا ہے، میں اوس کو کتاب الارواح سے یہاں نقل کرتا ہوں،

شیر محمد نے کہا، کیا استاذ یہ بتلائیں گے کہ موجودہ زمانہ میں اس علم کی ابتدا کس طرح ہوئی ہے انہوں نے کہا یہ علم تو زمین پر انسان کے وجود کے ساتھ ہی ظاہر ہوا اور زمانہ دراز تک اقوام عالم کے ساتھ باقی بھی رہا، لیکن قرن حاضر میں جبکہ دنیا بالکل تاریک ہوچکی تھی، ہر چیز کی حقیقت پر پردہ پڑ چکا تھا، اور اکثر انسان الحاد کی طرف مائل ہوچکے تھے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو الحاد و بیدینی سے روکنے کے لئے امریکہ میں ایک عجیب و غریب واقعہ ظاہر فرمایا، وہ یہ کہ نیویارک کے اطراف میں ایک گاؤں

ہیڈس فیل ہے۔ اس میں ایک شخص فیکمان نامی رہتا تھا، ۱۸۴۶ء میں اس کے گھر میں رات کے وقت
۴، لگاتار کھٹ کھٹ کی آوازیں متواتر کئی دن تک سنائی دیتی رہیں، اس کے گھر والے اس قدر خوفزدہ
ہوگئے کہ چند ماہ بعد انھوں نے اس مکان کو چھوڑ دیا، ان کے چلے جانے کے بعد ایک دوسرا شخص
جان فوکس نامی اپنی ایک بیوی اور دو بیٹیوں کے ساتھ اوس مکان میں مقیم ہوا، اور پھر وہی کھٹ کھٹ
اور پٹ پٹ کی آوازیں آنے لگیں، گاؤں کے لوگ اس خوفناک آواز کی تحقیق کے لئے دوڑے معلوم
ہوا کہ کسی غیر مادی چیز سے یہ کھٹ کھٹ کی آواز پیدا ہورہی ہے، ایک شخص مدام فوکس نامی نے یہ خیال ظاہر
کیا کہ یہ کام کسی روح کا ہے، اور بتایا کہ یہ اوس مسافر مقتول کی روح ہے جس کا نام شارل ریان تھا
واقعہ یہ ہے کہ چند سال پہلے یہ سفر کرتا اور گھومتا ہوا اس گاؤں میں آیا اور رات کو اس مکان میں ٹھہرا،
ایک دوسرے شخص نے جو پہلے سے اس مکان میں ٹھہرا ہوا تھا اس کے مملوکات اور روپیہ پیسہ کے چھین
لینے کے خیال سے اوس کو قتل کر دیا، مقتول کی عمر اکتیس (۳۱) سال کی تھی، یہ خبر ہر جگہ مشہور ہوگئی، لوگ اس
واقعہ کا مذاق اڑانے لگے اور بعضوں نے تو کہا یہ صریح جھوٹ ہے، ایسا نہیں ہوسکتا، اس کے بعد جان فوکس
اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ایک دوسرے شہر روسٹر نامی میں چلا گیا،

اس شہر میں بھی یہ خبر پھیلی اور تمام ملحدین اور پادری اس غریب کو تکلیف دینے کے لئے تیار ہوگئے، وہاں
کے لوگوں نے واقعہ کی تحقیق کے لئے علما کی ایک کمیٹی بنائی، تحقیق کے بعد اس کمیٹی نے اعلان کیا کہ جادو
منتر، شعبدہ اور حیلہ وغیرہ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے، یہ اعلان سنتا تھا کہ روسٹر کے باشندوں میں
پھر ہیجان پیدا ہوگیا اور مزید تحقیق کے لئے دوسری کمیٹی مقرر کی گئی، اس کمیٹی نے بھی پہلی کمیٹی کی تائید کی،
پھر تیسری کمیٹی بنائی گئی، اس نے بھی وہی اعلان کیا، تب روسٹر کے لوگوں نے جان فوکس کی دونوں
بیٹیوں کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا، اور مذکورہ کمیٹیوں کے ممبروں کو سب وشتم کا آماج گاہ بنالیا، اخبارات
کے لئے یہ تمام واقعات سرمایۂ ظرافت بن گئے، اور اونھوں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا، لیکن آپ تعجب سے

سنیں گے کہ صرف چار سال کے اندر اندر یہ مذہب تمام ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پھیل گیا، یہاں تک کہ کوئی گھر کوئی خاندان وسیط (عامل یعنی روح حاضر کرنے والا) سے خالی نہیں رہا۔ لوگ ایک بڑی میز کے گرد بیٹھ جاتے اور حروف تہجی پڑھتے، جب حرف مقصود پر پہونچتے تو میز کے پائے ہلنے لگتے۔ سنہ ۱۸۵۴ء ابھی نہیں گذرا تھا کہ ان غیر طبعی حوادث کی تحقیق واشنگٹن کی پارلیمنٹ نے اپنے ذمہ لی، یعنی حادثہ مذکورہ کے آٹھ سال بعد خود واشنگٹن کی مجلس اعیان کے ممبروں نے اس کی تحقیق کی طرف توجہ کی، کیونکہ پندرہ ہزار شخصوں کے دستخطوں کے ساتھ ایک طویل درخواست اعیان پارلیمنٹ کی خدمت میں پیش کی گئی، جو یہ تھی،

"ہم ذیل کے دستخط کنندگان ریاستہائے متحدہ امریکہ کے باشندے آپ کی موقر مجلس میں عرض کرتے ہیں کہ چند حوادث غیر طبعی اور غیر عقلی تھوڑے دنوں سے اس ملک میں اور یورپ کے اکثر اطراف میں ظاہر ہو رہے ہیں، اور جو شمالی، غربی اور وسطی امریکہ میں زیادہ ظہور پذیر ہوتے ہیں، ان حوادث کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کیا چیز ہیں، عام پبلک بالکل مضطرب اور حیران و پریشان ہے، چونکہ اس درخواست کا اصل مقصد آپ حضرات کو اس طرف متوجہ کرنا ہے، اس لئے اس عریضہ میں کچھ حوادث کا بالاجمال تذکرہ کر دیتے ہیں،

(۱) ہزاروں عقلا نے ایک پوشیدہ قوت کا مشاہدہ کیا ہے جو بڑے بڑے اجسام کو حرکت دیدیتی اور ہر طرح اس کو الٹ پلٹ دیتی ہے، جو بظاہر اصول طبعی کے خلاف اور ادراک بشری کے حدود سے باہر ہے، اب تک کوئی شخص بھی ان حوادث کی صحیح توجیہ نہیں کر سکا،

(۲) تاریک کمرہ میں مختلف شکل اور رنگ کی روشنی ظاہر ہوتی ہے، حالانکہ پہلے سے اس کمرہ میں کوئی اس قسم کا مادہ نہیں ہوتا، جو تولید عمل کیمیاوی، یا تنویر فاسفورسی، یا سیال کہربائی کا باعث ہو،

(۳) ان حوادث میں سب سے عجیب بات جس پر توجہ کی زیادہ ضرورت ہے یہ ہے کہ مکان

کے اندر مختلف قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں، بعض وقت کھٹ کھٹ کی ایسی آواز آتی ہے، جو کسی نظر نہ آنے والے عاقل کے وجود پر دلالت کرتی ہے بعض وقت مشینوں کے کارخانوں کے مثل آواز ہوتی ہے کبھی سخت آندھی کی طرح سرسراہٹ کی آواز معلوم ہوتی ہے، کبھی ایسی آواز ہوتی ہے جیسی ہوا کی وجہ سے کسی دیوار پر موج کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے، کبھی کڑک اور توپ جیسی آواز نکلتی ہے حتی کہ آس پاس کے تمام مکانات گونج اٹھتے اور لرز جاتے ہیں بعض وقت یہ آواز انسانی آواز کے مشابہ ہوتی ہے کبھی اس مکان سے باجے کی آواز نکلتی ہے، حالانکہ اس مکان میں کوئی باجہ نہیں ہوتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گراموفون، یا ہارمونیم، یا ستار، یا سارنگی یا پیانو وغیرہ بج رہا ہے، کبھی تو ہر باجے کی آواز علحدہ علحدہ، کبھی ایک ساتھ پیدا ہوتی ہے، کبھی یہ تمام باجے خود بخود مکان میں موجود ہو کر بجنے لگتے ہیں بجانے والا کوئی نہیں ہوتا، کبھی باجوں کی موجودگی کے بغیر یہ تمام آوازیں نکلتی رہتی ہیں، یہ تمام آوازیں قانون طبیعت کے مطابق نکلتی ہیں، یعنی انکا حدوث تموجات ہوائی سے ہوتا ہے، اور ہمارے کانوں تک پہونچتی ہیں محققین نے ان آوازوں کے ظاہر کرنے والوں کو معلوم کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن اب تک اس میں کامیاب نہیں ہوئے، ہم لوگ مناسب سمجھتے ہیں کہ ان دونوں اصولوں کو بھی اس جگہ بیان کردیں ٥٠
جن کو اس مشکل کے حل کرنے کے لئے فرض کیا گیا ہے، اول یہ کہ ان تمام حوادث کی نسبت مردوں کی ارواح کی طرف کی گئی ہے، نیز یہ کہ ان ارواح کا اثر ان عناصر دقیقہ میں ہوتا ہے، جو تمام اشکال ہیولی میں جاری اور ساری ہیں، اس کی تشریح خود اس پوشیدہ قوت نے کی تھی، جب اس سے اس کے متعلق سوال کیا گیا، ہمارے ملک کی بڑی بڑی ممتاز ہستیاں اس کی موافقت کرتی ہیں، لیکن دوسری ممتاز ہستیاں اس کا انکار کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ اس کی تحقیق علوم نظری کی قوت کے ماتحت ہونی چاہئے تاکہ اس سے کوئی صحیح سبب حقیقی معلوم ہوسکے، جو ان تمام حوادث کے لئے صحیح سبب بن سکے،

ہم لوگوں کو اس رائے سے موافقت نہیں کیونکہ تحقیق کے بعد ہم لوگ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں

کہ کوئی ایسی چیز ہے جو ہر اُس علت کی مخالف ہے جس کو ان حوادث کی علت اور سبب قرار دیا جاسکتی ہے، ہم لوگ آپ حضرات کی موقر مجلس سے پرزور درخواست کرتے ہیں کہ حوادث جو ظاہر ہورہے ہیں وہ بالکل سچ اور یقینی ہیں، نیز اون کی تحقیق و تفتیش جنس بشری کی مصلحت کے لئے ادق علمی بحث کو چاہتی ہے، لہذا آپ حضرات کی توجہ کی سخت ضرورت ہے،

کیا ہر عقلمند یہ نہیں سمجھ سکتا کہ شاید ان حوادث کی تحقیق کوئی ایسا اہم نتیجہ پیدا کرے جو باشندگان امریکہ کی ادبی، مادی اور عقلی حالتوں کے لئے بہت زیادہ مفید ہو، اور ہمارے اصول صحت، اصول حیات اور اصول عمل میں انقلاب پیدا کرشے، اور بہت ممکن ہے کہ ہمارے اصول معیشت ہی کو بدل دے، نیز ہمارے ایمان اور ہمارے فلسفہ کی اصلاح کردے، یا نظام عالم ہی کی ہیئت کو تبدیل کردے،

ہم لوگ ایسے مسائل کی تحقیق کے لئے جن سے ہیئت اجتماعی کے لئے کوئی اہم نتیجہ پیدا ہو آپ حضرات کی موقر مجلس ہی کی طرف رجوع کرنا اپنے نظام اجتماعی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں،

ہم ابنائے وطن آپ حضرات سے نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کرنے آئے ہیں کہ ان عجیب حوادث کے متعلق ہم لوگوں کی رہنمائی کریں، یہ اس طرح ہو کہ اس کے لئے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کردی جائے، خواہ اس کے لئے کتنا ہی خرچ کیوں نہ ہو، ہم لوگوں کو کامل یقین ہے کہ کمیٹی جو کچھ کرے گی اس کے نتائج سے ہماری ہیئت اجتماعی کو بہترین نفع پہونچے گا، ہم لوگوں کو یہ امید ہے کہ آپ کی موقر مجلس ہماری اس عاجزانہ مگر اہم درخواست کو ضرور قبول کریگی،

اس کے بعد یہ علم تمام ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پھیل گیا، یہاں تک کہ ۱۸۹۵ء میں امریکہ کے اندر اس مذہب کے متبعین دو کرور تھے، اور ۱۸۹۵ء میں عام روحانی مجلسیں مع اور خاص خاص انجمنیں ایک سو پانچ، اور دو سو سات لکچرار اور عام وسیط بائیس تھے، اس کے زبردست اور مشہور عالموں میں ادمون تھے جو پارلیمنٹ میں کئی بار منتخب ہوچکے تھے، علامہ روبرٹ ہیر امریکی نے اسکے متعلق

ایک کتاب تصنیف کی، اسی طرح علامہ رابرٹ ڈال اوین نے بھی ایک کتاب عثارفی حدود عالم انیف کے نام سے امریکہ میں تصنیف کی، گذشتہ صدی کے آخر میں تقریباً بائیس ایسے اخبارات تھے جو ان کمیٹیوں اور انجمنوں کے کارنامے شائع کرکے عام پبلک تک پہنچاتے تھے،

یہ تمام علما اس کی تحقیق صرف اسی وجہ سے کرتے تھے، کہ لوگوں کو گمراہی سے بچائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اون کو طبعیات، ریاضیات، اور فلسفہ وغیرہ سے بہرہ یاب کیا تھا جب اس واقعہ اور اس سے متعلق علمائے امریکہ کی تحقیقات کی خبر انگریزوں کے کانوں تک پہنچی تو انگلستان میں بھی بڑے بڑے علما اس کی تحقیق وتفتیش میں مصروف ہوگئے، لیکن علم روحانیات کی اس تحقیق وکاوش میں خرافات داکاذیب کا بڑا حصہ شامل ہوگیا، جس کو بعد میں علامہ ولیم کروکس جو کیمیا اور طبعیات کے زبردست عالم ہیں، اور علامہ روسل والاس جو مشہور عالم ڈارون کے ساتھی اور مددگار ہیں، اور علامہ اگسٹ دی مرجان صدر انجمن ریاضیات لندن، اور سر فارلی موجد آلہ کہربائی وغیرہ نے اس کی تحقیق کی،

لندن کی علمی انجمن نے جو ۱۸۶۷ء میں قائم ہوئی تھی، اپنے ایک جلسہ منعقدہ ۶ جنوری ۱۸۶۹ء میں یہ تجویز پیش کی کہ اس قسم کے روحانی حوادث کی تحقیق کے لئے ایک کمیٹی مقرر کیجائے، جو لوگوں کو صحیح حالات سے واقف کرے، چنانچہ کمیٹی متواتر اٹھارہ مہینے تک تحقیق وتفتیش میں مصروف رہی، جب اوس نے اپنی تحقیق کے بعد حادثہ روحانی کی صحت کا اعلان کیا تو انگریزی قوم مبہوت اور متحیر ہوکر رہ گئی، علامہ والاس نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام عجائب روحانی ہے، ان علما میں سے جو اس حادثہ کے سخت مخالف تھے ڈاکٹر جارج سامسن بھی تھے، اونھوں نے مخالفت چھوڑ کر پندرہ سال تک اس کا گہرا مطالعہ کیا، وہ کہتے ہیں، کہ مجھے روحانیت پر کامل یقین ہے، اور میں نے اپنے متوفی عزیزوں، بزرگوں اور دوستوں سے بات چیت بھی کی ہے، ڈاکٹر شامبرس ڈاکٹر ہیگین اور علامہ میرس وغیرہ نے بھی اس کی تحقیق کی، لندن میں ایک انجمن مباحث نفسیہ ہے،

جس کی طرف سے ایک مجلہ اثبات الاحیاء کے نام سے بھی شائع ہوتا ہے، جو اس قسم کے روحانی وغیر طبعی حوادث وواقعات سے متعلق تحقیقات لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے،

امریکہ اور انگلینڈ کی طرح فرانس کے ارباب علم وفن کو بھی اس سے دلچسپی پیدا ہوئی، اور سب سے پہلے اس کی تحقیق کے لئے بیرن جیلانستو یہ کھڑے ہوئے اور ایک کتاب تصنیف کی، جس کا نام حقیقت وجود الالہ واضح ہے، اور اس کو اونھوں نے ۱۸۵۸ء میں یعنی حادثہ امریکہ کے گیارہ سال بعد شائع کیا، اجلیت فاکیری نے ایک کتاب ثنیات النایسخ اور وکٹر ہوگو فرانسیسی شاعر نے بھی اس موضوع پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، شاعر موصوف کہتا ہے کہ جو حادثہ روحانی سے اعراض کرتا ہے، وہ حقیقت مسلمہ سے اعراض کرتا ہے، مورخ اوجین بونشیر علامہ فلامار یون فلکی، علامہ موریس لاشاتر مصنف قاموس، اور ڈاکٹر جیبار وغیرہ نے بھی کتابیں تصنیف کیں،

اسی طرح یہ علم روحانیات جرمنی، روس، اٹلی، بلجیم، اسپین، پرتگال، ہالینڈ، سویڈن، ورناروے وغیرہ میں بھی پھیل گیا،

یہاں تک ہماری کتاب مذہب روحانی کا خلاصہ تھا، جو عربی زبان میں اس علم کے متعلق موجودہ دور کی بہترین تصنیف ہے،

میں نے تمھارے سامنے پچھلی نصف صدی کے حوادث روحانیہ اور یورپ کے ارباب علم وفن کی اون سے عمیق دلچسپی کا حال بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، اب قرآن حکیم پر تعجب کرو، کس طرح اسنے حیات بعد الموت کے مسئلہ کو ابراہیم خلیل کے قصہ میں ذکر فرمایا، جیساکہ میں نے پہلے بیان کیا کہ ان کو چڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا حکم ملا، اور یہ سب زندہ ہوکر اون کے پاس آگئیں، لیکن تم کو معلوم ہے کہ ہم اس طرح کرنے سے عاجز ہیں، یہ تو ایک نبی کا معجزہ تھا، جب یہ نبی ایمان لانے کے بعد اطمینان قلب کے لئے اللہ تعالی سے بچشم خود دیکھنے کی التجا کرتے ہیں، تو پھر تو ہم بدرجۂ اولی اسکے

مستحق ہیں، کیونکہ ہمارا ایمان انبیاء کے مقابلہ میں کمزور ہے لیکن حضرت ابراہیمؑ کے قلب مبارک کو جس طریقہ سے تسلی ہوئی وہ راستہ ہمارے لئے بالکل مسدود ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بنی اسرائیل کے مقتول کا قصہ بیان کیا، کہ وہ گوشت کے ضرب سے زندہ ہوگیا، اسی دفعہ سے احضار الارواح کے علم کا دروازہ کھلتا ہے مقصد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہم لوگ بھی اپنے اطمینان قلب کے لئے حقائق کی جستجو اور اسرار فطرت اور نوامیس طبعی کی پردہ کشائی کریں، بنی اسرائیل کے قصۂ مقتول کے بیان کا منشا ہی یہ ہے کہ ہم وہ طریقہ معلوم کریں۔ جس سے ہم روحوں کو حاضر کرسکیں، لیکن ظاہر ہے کہ یہ بہت مشکل ہے، اگر تم کو موسیٰ کا راستہ بھی مشکل معلوم ہو تو کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو، وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (انسان جیسی کوشش کریگا ویسا ہی پائیگا) اس سورہ میں مردوں کو زندہ کرنے کی متعلق دو آیتیں اور بھی ہیں، وہ یہ ہیں، اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَ ھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ (کیا آپ کو ان لوگوں کا قصہ معلوم نہیں جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے اپنے ملک سے نکل بھاگے، تو اللہ نے ان کو مردہ کرکے پھر زندہ کردیا) دوسری آیت حضرت عزیرؑ کے متعلق ہے، جبکہ اونھوں نے بیت المقدس میں فرمایا اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ (اللہ کس طرح مرنے کے بعد زندہ کریگا، تو اللہ نے اون کو سو سال تک کے لئے مردہ کردیا، پھر زندہ کرتے ہوئے پوچھا تم کب تک مردہ رہے، عزیرؑ نے کہا ایک دن یا چند گھنٹے، اللہ نے کہا نہیں بلکہ ایک صدی تک مردہ رہے) پھر عزیرؑ نے اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھا تو سب علیٰ حالہ باقی تھیں، اور اپنے گدھے کو دیکھا کہ زندہ ہو رہا ہے، اور بعض ہڈیاں بعض کے ساتھ مل رہی ہیں اور ان پر گوشت بھی منڈھ رہا ہے، تب اون کو معلوم ہوا کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بیشک

اللہ ہر چیز پر قادر ہے،

جب مسلمان ان آیتوں کو جو بنی اسرائیل کے قصص و حکایات سے متعلق ہیں، پڑھتے ہیں، تو اون پر صدق دل سے ایمان لے آتے ہیں، اور اسی پر کفایت کر لیتے ہیں، لیکن خواص بچشم خود دیکھنے، اور ان مافوق العادۃ واقعات کی تحقیق اور اس کے اسباب و علل کی دریافت کے آرزومند ہوتے ہیں، اس قسم کے واقعات اور حوادث کی تحقیق کے دو طریقے ہیں، ایک طریقہ تو وہ ہے جو زاہدوں اور مجاہدوں کا ہے لیکن جو خطروں سے محیط اور غیر دین کا اس کی تصدیق کرنا ناممکن ہے، دوسرا طریقہ استحضار الارواح کا ہے، اور یہ عام ہے، اور یورپ کے تمام ملکوں میں رائج ہے، لیکن یہ طریقہ بھی بہت مشکل ہے علم استحضار الاروح کے ماہرین کہتے ہیں کہ پاک و صاف روحیں صرف پاک و صاف دل والوں ہی سے مخاطب ہوتی ہیں، اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ صوفیوں کے طریقے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے، یورپ کے موجودہ علما کے نزدیک اس کا مدار اخلاص صدق اور توجہ الی اللہ پر ہے بہر حال تمام لوگوں کے نزدیک سچائی، اخلاص، اور دل کی پاکیزگی ہی اصل ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو ارواح حاضر کرتے ہیں جب ان پر دنیاوی محبت غالب آجاتی ہے، تو پھر اون کے نزدیک جھوٹی روحیں حاضر ہوتی اور جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کرتی ہیں، سورہ بقرہ میں حیات عزیر، مسئلہ ابراہیم خلیل، طاعون سے بھاگنے والوں کے قصے جو بیان ہوئے ہیں اور ان تمام میں حیات بعد الموت کا جو ذکر ہے، اور یہ کہ خدا کو یہ معلوم تھا کہ ہم اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں تو ان سب کے قبل مثل گائے والا واقعہ اور اسی سے متعلق تفصیلات کو بیان کیا جو درحقیقت مبنی تھا علم استحضار الارواح کا، تو اس سے اللہ تعالی کا مقصد یہ تھا کہ جب ہم آخر سورہ میں احیائے موتی کا ذکر پڑھیں تو ناامید نہ ہو جائیں، اور احیائے موتی کا مسئلہ اچھی طرح سمجھ جائیں، اور روحوں کے حاضر کرنے کا ملکہ پیدا کریں، و اسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (اور اگر نہ معلوم ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو) لیکن روحوں کے حاضر کرنے والوں کو انبیاء و مرسلین مثلاً عزیز

ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام کی طرح صاف دل اور پاکیزہ نفس ہونا چاہئے، اللہ کہتا ہے کہ ان لوگوں نے محض خلوصِ قلب کی وجہ سے بچشم خود دیکھ کر اطمینانِ قلب حاصل کرلیا، میں نے تمھارے نبی کو ان لوگوں کی اقتدا کا حکم دیا ہے، لہذا تم بھی ان کی اقتدا کرو، اور روحوں کو حاضر کرکے اطمینانِ قلب حاصل کرلو، مگر اس کے پہلے اپنے قلوب پاک کرو، کیونکہ یہ امور تجربہ اور عمل سے معلوم ہوتے ہیں، قیاس عقلی، حدس فکری، اور نظر وغیرہ سے نہیں،

## تصدیق کے چار درجے

(۱) تصدیق بالایمان، (۲) حکما کی طرح عقلی بحث کے بعد تصدیق کرنا، (۳) صوفیوں کی طرح مکاشفہ اور مراقبہ سے تصدیق کرنا، (۴) علم تحضیر الارواح کے ذریعہ تصدیق کرنا، سب سے زیادہ عام تصدیق بالایمان ہے اور سب سے زیادہ اہم تصدیق بالمکاشفہ ہے،

شاید کوئی یہ کہے کہ میں نے صوفیہ کے طریقہ کی اتباع کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، اور کوئی کہے میں نے تحضیر الارواح کا طریقہ اختیار کیا، لیکن کوئی فائدہ نظر نہیں آیا، تو میں کہوں گا کہ دونوں طالب العلم ہو اور اپنے امتحان میں ناکامیاب ہوگئے ہو، میں نے اس کے متعلق ہزاروں مصنفین سے جنھوں نے بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کی ہیں اطمینانِ قلب کرلیا ہے، لہذا ان کے اقوال کی طرف مائل ہونا زیادہ بہتر ہے، اب تم دونوں کے لئے صرف حکمار کا راستہ باقی رہ گیا ہے، اگر تم کہو کہ ہم کو اس کی طاقت نہیں تو پھر تصدیق بالایمان پر قناعت کرو، ورنہ سستی اور دنیاوی لذتوں سے جو کفر و الحاد پیدا ہوتا ہے وہ موجود ہی ہیں لیکن یہ سمجھ لو کہ دنیا اور آخرت میں کہیں تمھارا ٹھکانا نہیں اور تمہاری ضلالت و گمراہی نہ جانے کہاں جا کر دم لے گی، شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ اس قسم کی بحثوں سے کیا فائدہ، جس سے کوئی نفع نہیں، میں کہوں گا کہ ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ طریقہ اختیار کریں جس سے حیاتِ ابدی اور

دولت سرمدی کی مسرت حاصل ہو، اور دین و دنیا ہر جگہ شاد و کامیاب و بامراد رہوں، اگر لوگوں نے علم تحضیر الارواح وغیرہ علوم کی تحقیق نہ کی اور یورپ کی متمدن قوموں کی طرح اون سے فائدہ نہیں اوٹھایا، تو اون کے لئے ناکامی ہی ناکامی ہے، ان کے علوم و فنون، سلطنت و حکومت، دولت و ثروت، مذہب اور فلسفہ سب بیکار ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بغور دیکھو، عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ (یہ لوگ کس چیز کے متعلق پوچھتے ہیں، اس بڑی خبر کے متعلق جس میں یہ لوگ مختلف ہیں) بڑی خبر سے مراد بعث بعد الموت ہے، یعنی مرنے کے بعد کی طویل و نا مختتم زندگی جو دائمی اور ابدی ہے، لہذا ہم کو اسی لازوال زندگی کے حصول کی کوشش کرنا چاہئے، مذکورۂ بالا مباحث تمام تر اسی زندگی سے متعلق ہیں، وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

# دوسری فصل

اس فصل میں ان یہودیوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں، جو نبی کریم صلعم کے زمانہ میں تھے، اس میں پانچ جواہرات ہیں،

## پہلا دوسرا اور تیسرا جوہر

| | |
|---|---|
| أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ | (مسلمانو!) کیا اب بھی تم کو توقع ہے کہ |
| وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ | کہ یہ یہودی تمہارے کہنے سے ایمان لائیں گے |
| كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ | حالانکہ کچھ لوگ ان میں ایسے گذرے ہیں جو |
| مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ | اللہ کے کلام کو سنتے تھے اور سمجھ لینے کے بعد اس میں دیدہ و دانستہ |
| يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ | تحریف کرتے تھے، اور جب وہ ایمان والوں |

| | |
|---|---|
| آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا | سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاچکے اور |
| خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ | جب تنہائی میں ایک دوسرے کے پاس ہوتے |
| قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا | ہیں تو کہتے ہیں کیا تم ان کو وہ باتیں بتلاتے ہو |
| فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ | جو اللہ نے تم پر کھول دی ہیں، نتیجہ یہ ہوگا کہ |
| عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ | یہ لوگ خدا کے نزدیک تم کو حجت میں مغلوب کردیں گے |
| أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا | کیا تم اس کو نہیں سمجھتے، کیا یہودیوں کو معلوم |
| يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ○ وَمِنْهُمْ | نہیں کہ اللہ کو ان چیزوں کی بھی خبر ہے جسکو |
| أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ | وہ ظاہر کرتے ہیں، اور جسکو وہ چھپاتے ہیں اور |
| إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ○ | ان میں سے بعض ان پڑھ ہیں جو کتاب کو نہیں |
| فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ | جانتے مگر آرزوئیں، اور وہ صرف خیالات پکاتے |
| بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا | ہیں، پس افسوس ہے ان پر جو اپنے ہاتھوں سے |
| مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا | کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف |
| قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ | سے ہے تاکہ اس کے ذریعہ کچھ نقد وصول |
| أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ | کریں، پس افسوس ہے ان پر کہ انھوں نے اپنے |
| وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا | ہاتھوں سے لکھا اور پھر افسوس ہے ان پر کہ وہ |
| مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ | ایسی کمائی حاصل کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم |
| عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ | کو آگ نہیں چھوئیگی مگر چند دن، اے پیغمبر کہدیجے |
| أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا | کہ کیا تم نے اللہ سے عہد لیا ہے کہ اللہ اپنے |
| تَعْلَمُونَ ○ بَلَىٰ مَن كَسَبَ | معاہدہ کے خلاف نہیں کریگا، یا اللہ کے ذمہ |

سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ — ایسی باتیں لگاتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں، ہاں
خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ — جس نے برائی حاصل کی اور اس کے گناہوں نے
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ — اس کو گھیر لیا تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں، وہ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور جو لوگ ایمان لائے
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ — اور نیک کام کئے ایسے ہی لوگ جنتی ہیں وہ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ — اس میں ہمیشہ رہیں گے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسلمانو! یہودیوں کے ایمان لانے کی امید نہ رکھو کیونکہ ان کے احبار علما کی یہ حالت تھی کہ وہ توراۃ سنتے تھے اور سمجھ لینے کے بعد اس میں تحریف کرتے تھے حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ برا کام کر رہے ہیں، جب منافقین یہود مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور محمدؐ پر ایمان لائے ہیں، اور جب رؤساء منافقین تنہائی میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کیا تم مسلمانوں کو وہ باتیں بتلاتے ہو جن کو تم نے توراۃ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دیکھا ہے، ان باتوں کو وہ لوگ قیامت کے دن خدا کے سامنے بطور حجت پیش کریں گے، اتنی سی بات بھی تم لوگ نہیں سمجھ سکتے، پھر اس کے بعد فرمایا بعض یہودی جاہل ہیں، اون کو توراۃ کا صحیح علم نہیں، صرف چند چھوٹی باتیں معلوم ہیں اور نبی صلعم کے انکار وغیرہ میں محض اپنے ظن سے کام لیتے ہیں پھر فرمایا ان یہودیوں کو سخت عذاب ہوگا، جنھوں نے توراۃ میں نبی صلعم کے صفات بدل دیئے، اور اون کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا، ایسا کرنے سے اون کا مقصد صرف پیسے حاصل کرنا تھا، قیامت کے دن اون کو اس عمل کا سخت بدلہ ملے گا، یہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم لوگ جہنم میں صرف اتنے دن رہیں گے جتنے دن تک ہمارے آباؤ اجداد نے گائے کی پرستش کی تھی، یعنی کل چالیس دن اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے کہدیجئے کہ کیا اس کے متعلق تم نے خدا سے معاہدہ کر لیا تھا، أَتَّخَذْتُمْ میں ہمزۂ استفہام ہے، اور ہمزۂ وصل محذوف ہے،

اَمْ تَقُوْلُوْنَ سے مراد بَلْ تَقُوْلُوْنَ ہے، یعنی بلکہ تم لوگ اللہ کے ساتھ ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جن کو تم نہیں جانتے بَلٰی کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے ضرور جہنم میں جاؤگے،

ہر قوم میں تین گروہ ہوتے ہیں، پہلا سرداران قوم کا، دوسرا ان پڑھ لوگوں کا، تیسرا فریبی اور مکاروں کا، دسرداران قوم زیادہ تر علمائے سو ہی ہوتے ہیں، چنانچہ یہودیوں میں بھی یہ تین گروہ موجود تھے، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے اور آپ کی دعوت کو روکنے کی کوشش کی تھی، علمائے سو نے تو تورات کے ان معانی میں تحریف کرکے جو آنحضرت صلعم کی تائید میں تھیں، لوگوں کو گمراہ کیا، مکاروں اور فریبیوں نے منافقانہ روش اختیار کرکے عوام کو دھوکہ دیا، اور جاہلوں نے بغیر سمجھے بوجھے ان دونوں گروہ کی تقلید کی،

چونکہ موخرالذکر دونوں گروہ کے پیشوا اور سردار علما تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے وعید کے ساتھ انہی کو مخاطب کیا، اور عذاب کا بادل انہی پر نازل فرمایا، نیز عذاب کی سختی کو ظاہر کرنے کے لئے لفظ ویل کو مکرر ارشاد فرمایا،

تفسیر کے مطالعہ کرنے والو ان آیتوں میں غور کرو کس طرح علمائے دین شہوتوں اور لذتوں میں منہمک رہ کر قوم کو گمراہ کرتے تھے، وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ ہم لوگ جہنم میں صرف چالیس دن تک رہیں گے، یا دنیا کی عمر کے مطابق سات ہزار سال جہنم میں رہیں گے، ان پڑھ لوگ ایسی باتوں کو سن کر دھوکہ میں پڑجاتے تھے، حالانکہ ان کے آبا واجداد کی گائے پرستی اور ان کے حاصل کردہ گناہوں کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے، علمائے یہود اپنے ان دونوں دعووں میں جھوٹے تھے، جیساکہ دنیا کی عمر کے مقرر کرنے میں جھوٹے تھے، کیونکہ دنیا کی زندگی ان کی مقرر کردہ عمر سے لاکھوں اور کروڑوں گنی زیادہ ہے، اب ہم ان آیات اخلاق کی تفسیر کرتے ہیں جن پر اسرائیلی قوم کا نظام اخلاق قائم تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

# چوتھا جوہر

| | |
|---|---|
| وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ | اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل |
| لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ | سے اقرار لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور |
| إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ | ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں |
| وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ | کے ساتھ احسان کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی |
| حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ | طرح باتیں کرنا، نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے |
| ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ | رہنا، تم میں سے چند کے سوا باقی سب پھر گئے، |
| وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ وَإِذْ أَخَذْنَا | اور تم لوگ ہو بے پروا، اور یاد کرو وہ وقت |
| مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ | جب ہم نے تم سے اقرار لیا کہ تم آپس کے خون |
| وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ | نہ بہانا، اور نہ اپنے شہروں سے اپنے لوگوں |
| دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ | کو نکالنا، پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور اس کے |
| تَشْهَدُونَ ثُمَّ أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ | تم خود گواہ تھے، پھر تم ہی اپنوں کو قتل |
| تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ | کرتے ہو، اور اپنوں میں سے کچھ لوگوں کو ناحق |
| فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ | اور زبردستی ایک دوسرے کے مددگار بنکر |
| تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ | انکے دیس سے نکلوا دیتے ہو، اور اگر گرفتار |
| وَالْعُدْوَانِ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ | ہو کر تمہارے پاس آتے ہیں تو فدیہ دیکر انکو |
| أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ | رہا کر دیتے ہو، حالانکہ اون کا نکالنا تم پر حرام |
| عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ | ہے، تو کیا کتاب کی بعض باتوں کو مانتے ہو |

| | |
|---|---|
| بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍۚ | اور بعض کے ماننے سے انکار کرتے ہو پس تم میں سے |
| فَمَا جَزَآءُ مَنۡ يَّفۡعَلُ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ | جو شخص ایسا کرے اس کا بدلہ اس کے سوا اور |
| اِلَّا خِزۡىٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ | کیا ہو سکتا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں ذلیل |
| وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُرَدُّوۡنَ اِلٰٓى | و خوار اور قیامت کے دن سخت عذاب میں |
| اَشَدِّ الۡعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ | گرفتار ہو اور اللہ تمہارے کرتوتوں |
| عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ | سے غافل نہیں ہے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے |
| اشۡتَرَوُا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ | آخرت کے بجائے دنیا کی زندگی بسر کی سو نہ |
| فَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ | تو اون سے عذاب ہی ہلکا کیا جائیگا اور نہ |
| وَلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ۝ | اون کی مدد کیجائے گی، |

ہر قوم کی زندگی کے تین دور ہوتے ہیں، پہلا دور ترقی اور اقبال کا، دوسرا دور پراگندگی و پریشانی کا، تیسرا دور زوال اور فنا کا، یہ ایک عام قانون ہے، اور یہی خدائے تعالیٰ کی سنت ہے، وَلَا تَجِدُ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا (اللہ کی سنت نہیں بدلتی) مذکورہ بالا آیتوں میں انہی تین دور کی طرف اشارہ ہے،

پہلا دور ترقی و اقبال کا، یہ اس وقت تک قائم رہتا ہے، جب تک کہ قوم ان آٹھ باتوں کا لحاظ کرتی رہے، اللہ کی عبادت، والدین کا اکرام، صلہ رحمی، یتیموں کے ساتھ احسان، مسکینوں کے حسن سلوک، تمام انسانوں کے ساتھ اچھی معاشرت اور خوش خلقی، نماز کی ادائیگی جو باعث الفت ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی اور ان تمام پر اللہ تعالیٰ کی محبت کی زیادتی،

دوسرا دور پراگندگی و پریشانی کا، یہ دور اس وقت شروع ہو جاتا ہے، جب قوم کے افراد آپس میں خون ریزی کرنے اور ایک دوسرے کو قید کرکے فدیہ وصول کرنے لگیں،

تیسرا دور زوال اور فنا کا: جب کسی قوم میں دوسرے دور کی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں، تو قوم

کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، اور وہ فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے،

## لطیفہ

جب میں مدرسہ دار العلوم کی چوتھی جماعت میں تعلیم پا رہا تھا تو استاذ مرحوم شیخ حسن طویل نے مجھکو مذکورۂ بالا آیتوں کی تفسیر لکھنے کا حکم دیا، میں نے مندرجۂ ذیل مقالہ لکھکر استاد مرحوم کی خدمت میں پیش کی، تو اونھوں نے بہت پسند فرمایا، پھر میں نے اس مقالہ کو اخبار اللواء اور المؤید میں شائع کرا یا، جو اب کتاب النظام والاسلام کے مقالات میں شامل ہے، جگہ کی مناسبت اس بات کی مقتضی ہے کہ میں اس مقالہ کو یہاں نقل کروں،

## کسی قوم کا شیرازہ کس طرح بندھتا اور بکھرتا ہے

اگر کوئی شخص قرآن مجید کی آیتوں اور اوس کے قصوں کے اندر جو اسرار و رموز پنہاں ہیں اون پر غور کرے تو با سانی یہ معلوم کر سکتا ہے، کہ کسی قوم کا شیرازہ کس طرح بندھتا اور بکھرتا ہے، میں اس جگہ ایک آیت نقل کرتا ہوں، جس میں بنی اسرائیل کو میثاق الٰہی پر پابند رہنے اور بارہ احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا تھا، مگر اونھوں نے ان احکام پر عمل نہیں کیا تھا، اس آیت کے نقل کرنے سے پہلے بطور تمہید کچھ لکھنا ضروری ہے،

ہر قوم پر تین حالتیں گذرتی ہیں پہلی تو یہ کہ اس کے افراد میں وحدت و اتفاق ہو، صلہ رحمی، والدین اور قرابت داروں کی تعظیم کا جذبہ ہو، فقراء، مساکین اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک ہو، تمام انسانوں کے ساتھ حسنِ معاشرت ہو حتی کہ یہ صفات ان کے اندر راسخ ہو جائیں، تو ایسی قوم کے حکام عدل و انصاف سے فطری محبت رکھیں گے، دوسری حالت یہ ہے کہ والدین اور اقربا

سے قطع تعلق ہو، قومی جذبات ان سے رخصت ہو جائیں جیسا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے، فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (تو کیا تم سے کچھ بعید ہے کہ اگر بیٹھو تو زمین میں فساد کرنے لگو، اور اپنے رشتوں کو توڑ دو، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہیں) ایسی حالت میں تمام افراد کے قلوب فاسد اور خراب ہو جاتے ہیں لیکن اس دوسری حالت میں کچھ عقل عملی بھی باقی رہتی ہے، جس سے ان کا عام دستوری نظام محفوظ رہتا ہے وہ دشمنوں کو دوست نہیں بنا لیتے نہ کچھ ایسا کام کرتے ہیں جس سے ان کے نظام عمومی میں خلل واقع ہوتا ہو، تیسری حالت یہ ہے کہ ان سے قلبی محبت بالکل زائل ہو جائے، رابطہ جسمی باقی نہ رہے، بعض بعض کو قتل کرنے لگیں، اپنے دشمنوں سے دوستی پیدا کریں، اور اپنے بھائیوں کے مکان خود اپنے ہاتھوں سے برباد کرنے لگیں، جب یہ حالت پیدا ہو جائے تو پھر دنیا میں ان کا ذلیل و خوار ہونا لازمی ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت اور باقی رہنے والا ہے، بنی اسرائیل کے میثاق کی آیت یہ ہے، وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ، ان آٹھوں صفات سے قوم کی پہلی حالت کی طرف اشارہ ہے، ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ۝ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ سے دوسری حالت کی طرف، اور ثُمَّ أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ سے تیسری حالت کی طرف اشارہ ہے

تفرق قلوب ہی سے پیدا ہوتا ہے جس قوم میں اختلاف عمل پیدا ہوا تو سمجھو کہ اس قوم کا غیر کے ماتحت ہوجانا یقینی ہے، اور یہ تمام ذلتوں سے بڑھکر ذلت ہے، اس کے علاوہ دنیاوی زندگی کا بھی ایک نظام ہے کہ کوئی ظالم حکومت طویل زمانہ تک نہیں باقی رہتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے وقت مقرر کردیا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ ایسی حکومت پر جو اپنے محکوموں کی نگہداشت نہیں کرتی، اور اون کا آپس میں لڑتے رہنا اور ایک دوسرے کا قتل وخون کرنا پسند کرتی ہے، ایسی قوم کو غالب کردیتا ہے، جو لوگوں میں ظلم وستم اور جور وتعدی کے بجائے عدل ومساوات اور اخوت اور بھائی چارہ قائم کرتی ہے. وہ جاہل قوم جو اپنی تدبیر زندگی سے بالکل غافل ہو، چوپایوں اور جانوروں کی طرح ہے، جن کو اپنے نظام زندگی کا کچھ علم نہیں ہوتا جس طرح اللہ تعالیٰ نے عاقل انسان کو بے عقل چوپاؤں پر غالب کردیا تاکہ عاقل انسان ان کی نگہداشت کرتا رہے، اسی طرح جاہل قوم پر کسی ایسی عاقل قوم کو غالب کردیتا ہے، جو اس کی نگہداشت کرتی رہتی ہے خدائے تعالیٰ کی یہ سنت سارے نظام عالم میں جاری وساری ہے، اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ میں اشارہ فرمایا ہے،

آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے توراۃ کے بعض احکام پر عمل کیا وہ یہ کہ اپنے قیدی بھائیوں کو قید سے رہا کرایا، کیونکہ توراۃ میں قیدیوں کے رہا کرانے کا حکم ہے. اور بعض احکام کو بالکل چھوڑ دیا، وہ یہ کہ توراۃ میں ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل نہ کریں یا کسی کو جلا وطن نہ کریں لیکن ان لوگوں نے اس کے برعکس کام کیا، یہودیوں کے دو گروہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کا بھی یہی حال تھا یہ دونوں گروہ انصار مدینہ کے حلیف تھے، قبیلہ قریظہ اوس کا اور قبیلہ بنو نضیر خزرج کا حلیف تھا، ہر فریق اپنے حلیف کے ساتھ مل کر دوسرے فریق سے جنگ کرتا تھا، لہٰذا یہ لوگ خود اپنے بھائیوں کو قتل کرتے

ان کو ملک سے نکالتے اور اپنے بھائی کے دشمنوں کی مدد کرتے تھے، پھر اس جنگ میں جو ان کا بھائی قید ہوکر آتا تھا تو اوس سے فدیہ لے کر رہا کر دیتے تھے، غرض ان کے اعمال میں تناقض تھا تو راۃ کے بعض احکام پر تو عمل کرتے تھے اور بعض کو چھوڑ دیتے تھے، اس لئے ان کا جو حشر ہوا وہ تمام دنیا کو معلوم ہے، یہ اصول کچھ یہودی قوم کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ تمام اقوام عالم کے ساتھ وابستہ ہے،

## ظالم قوموں کے حکام اور علماء کے اوصاف

اللہ تعالیٰ نے ظالم قوم کے حکام اور علمار کے یہ اوصاف بیان فرمائے ہیں، رشوت لینا، اور گناہ کی مغفرت کے بارے میں اللہ پر توکل کرنا جیسا کہ آج کل جاہل اور سادہ لوح مسلمان اللہ پر توکل کئے بیٹھے ہیں، کہ اللہ اون کی حالت کو درست کر دے گا، ان کے لئے ہر جگہ سے وافر روزی پہنچا ئیگا، اور ان کے اندر ١٨
اجتماعی نظام پیدا کر دیگا، ان کو خود جد و جہد حرکت و عمل اور تلاش و جستجو کی قطعاً ضرورت نہیں، توکل و اعتماد علی اللہ کے اونھوں نے کتنے غلط معنی سمجھے ہیں، خدا اون مسلمانوں پر رحم کرے جو خواب غفلت میں پڑے سو رہے ہیں، اور انجام سے غافل ہیں، خدا کی بخشش گاری و رحیمی میں کوئی شبہ نہیں لیکن گناہوں میں سر سے پاؤں تک غرق رہ کر خدا کے عفو و مغفرت کی توقع رکھنا انتہائی خیرہ سری اور حد درجہ شقاوت ہے، خدا ایسے لوگوں پر قطعاً رحم نہیں کرتا، اور اون کو دنیا سے ناپید کر دیتا ہے، اور اون کے بجائے صالح اور نیکوکار قوم کو سلطنت و حکومت کی باگ سونپ دیتا ہے، یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے، اور ہمیشہ ہوتا رہے گا، قوموں جماعتوں، حکومتوں اور سلطنتوں کے بارے میں خدا کا یہی قانون ہے، ناممکن ہے کہ کوئی قوم ظالم و جابر ہوکر زیادہ دنوں تک زندہ اور لذائذ دنیوی سے متمتع ہوسکے) خدا نے فرمایا فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ج وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ط اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتَابِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ

اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِیْهِ ط (پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث ہوکر اس دنیائے دون کی چیز لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہماری مغفرت ہوجائیگی، حالانکہ اگر ان کے سامنے اسی طرح کی کوئی چیز آجائے تو اسے بھی لے کر رہیں، کیا ان سے وہ عہد جو کتاب میں لکھا ہے نہیں لیا گیا کہ حق بات کے سوا دوسری بات خدا کی طرف منسوب نہ کریں گے، اور ادھوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اسکو پڑھ بھی لیا) اس آیت میں اون کی یہ صفت بیان فرمائی کہ توبہ کے خیال سے مغفرت پر توکل کیے ہوئے ہیں، اور کتاب کے عہد کی مخالفت کرتے ہیں،

## ظالم قوم کی جنگ کے اوصاف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، لَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًی مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰی (وہ لوگ تمھارے ساتھ کسی محفوظ قریہ میں رہ کر یا دیوار کے پیچھے سے جنگ کرسکتے ہیں، ان کے آپس میں سخت اختلاف ہے، تم ان کو متحد سمجھتے ہو، حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں)، اس آیت میں اون کی یہ صفت بیان فرمائی کہ اون کے دل متفرق ہیں، دشمن سے کھلے طور پر مقابلہ کے لئے نہیں نکل سکتے، یہاں تک کہ وہ دشمن اون کو قلعہ اور مکانوں میں محصور کردے، اس وقت بھی وہ ایک دوسرے سے بغض وعداوت رکھیں گے، پھر اس کی وجہ بیان فرمائی، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ (یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ بے عقل ہیں) یہاں پر عقل سے مراد عقل عملی ہے نظری نہیں،

## تنزل کے بعد کی عام حالت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ

یَسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ط (اور جب تمہارے پروردگار نے یہ جتا دیا تھا کہ وہ ان پر قیامت تک ایسی قوموں کو غالب کرتا رہے گا، جو اون کو سخت عذاب دیتی رہیں گی)، تعجب یہ ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہی سے یہودی قوم کی تمام شوکت و ابہت فنا ہو گئی، وہ زمین کی وراثت اور ملکیت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی، زمین پر اون کا کوئی ملک باقی نہیں رہا، اون کی سیاسی قوت کا خاتمہ ہو گیا، یہ بات تاریخ کے اوراق الٹنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے، اس تھوڑی سی تحریر کو میں نے پڑھنے والوں کے لئے عبرت اور خداوندی شریعت میں غور وفکر کرنیوالی قوم کے لئے نصیحت کے طور پر ذکر کر دیا ہے، تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ قصے صرف تفنن طبع اور تفریح خاطر کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کی عبرت اور نصیحت کے لئے قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں،

اب ذرا ان آیتوں کے مقاصد و مطالب معلوم ہو جانے کے بعد مسلمانوں کے موجودہ زبون حالات پر غور کرو، آج مسلمانوں کی عقلیں خرافات اور بیجا فخر و مباہات کے نذر ہو گئی ہیں، یہ لوگ اپنے ظلم وجور کو قضا و قدر پر مبنی کرتے ہوئے خدا کی مغفرت و بخشش گاری پر متوکل ہیں، بعینہ یہی حالت یہودیوں کی تھی، راہبوں نے ان میں مشہور کر دیا تھا کہ ان لوگوں کو صرف چالیس دن عذاب ہوگا پس یہ سنتے ہی تمام قوم منہیات، فواحش اور زمائم و مثالب کے سمندر میں کود پڑی، اسی طرح آج مسلمان قوم بھی اپنے اوہام وظنون کے جوش اتباع میں اپنی اصلی حیثیت بالکل بھول گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ ذلت نے انکو بھی اسی طرح گھیر لیا، جس طرح یہودیوں کو گھیر لیا تھا مسلمانوں نے قرآن اور حکمت کو چھوڑا کائنات عالم سے اعراض کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ مغربی قومیں ان پر غالب آگئیں، اور اون کی دنیاوی زندگی میں ذلت کا عذاب اون پر مسلط ہو گیا، اور آج وہ مغربی قوموں کے مقابلہ میں، سیاسی، معاشی اور اقتصادی ہر حیثیت سے فرومایہ ہو کر رہ گئے ہیں،

# پانچواں جوہر اور اس میں دس زبرجد ہیں

## پہلا زبرجد

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ | اور ہم نے موسیٰ کو کتاب توراۃ دی اور ان کے |
| وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ | بعد پیے درپے رسول بھیجے، اور ہم نے مریم |
| وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ | کے بیٹے عیسیٰ کو کھلے معجزے عطا فرمائے، اور |
| الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ | روح القدس سے اون کی تائید کی تو کیا جب |
| الْقُدُسِ ط اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ | جب تمھارے پاس کوئی رسول تمھاری اپنی خواہشوں |
| رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ | کے خلاف کوئی حکم لے کر آیا تو تم اکڑ بیٹھے، پھر بعض |
| اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ | کو تم نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کرنے لگے، اور |
| وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا | یہودی کہتے ہیں کہ ہمارے دل محفوظ ہیں، بلکہ |
| قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ | ان کے کفر کے سبب سے ان پر اللہ کی لعنت ہے، پس |
| اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا | وہ شاذ ہی ایمان لاتے ہیں اور جب اونکے پاس |
| يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمْ | اللہ کی طرف سے ایک کتاب آئی جو اونکی کتاب |
| كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ | کی مصدق ہے، حالانکہ اس کے قبل کافروں پر |
| لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ | اس سے مدد چاہتے تھے لیکن جب ان کے پاس وہ |
| يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا | چیز آگئی جس کو وہ خوب پہچانتے ہیں تو اونھوں نے |
| فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ | اس کا انکار کر دیا پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے، |

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا

برا ہے جو اونھوں نے اپنی جانوں کو اسکے بدلے خریدا

بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۹۰

کہ وہ اللہ کی اتاری ہوئی چیز کا انکار کریں محض اس

بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى

سرکشی کی بنا پر کہ اللہ اپنے فضل سے جس بندہ پر چاہتا

مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ

نازل کرتا ہے پس یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہوگئے

عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ

اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا جب ان سے کہا جاتا

مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا

ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ

کہ ہم اسی پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل ہوئی اور

عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۤ وَهُوَ

اس کے ماسوا تمام کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ یہ

الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ

کتاب بھی حق ہے، اون کی کتاب کی مصدق ہے

تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ

اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر واقعی تم مومن ہو تو پھر تم کیوں

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اس سے پہلے اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء کو قتل کرتے تھے

کتاب سے مراد توراۃ، بینات سے مراد کھلے معجزات اور روح القدس سے جبرئیل یا انجیل مراد ہے۔ یہود نے ایک فریق یعنی عیسیٰ اور محمد علیہما السلام وغیرہ کو جھٹلایا، اور ایک فریق یعنی ذکریا اور یحییٰ علیہما السلام وغیرہ کو قتل کیا، كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ، میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے، وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ یہودی اپنے دشمنوں سے جنگ کے وقت آنیوالے نبی کے واسطہ سے مدد چاہتے تھے، اور کہتے تھے کہ اے اللہ تو ہمارے اس نبی کے واسطہ سے مدد کر جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوگا، اور جس کی تعریف توراۃ میں مذکور ہے، لیکن جب یہ نبی آسمانی کتاب لے کر ان کے پاس آئے تو اون کو نبی تسلیم کرنے سے انکار کردیا، لہذا یہ لوگ دوگونہ غضب میں گرفتار ہوگئے، ایک غضب تو عیسیٰ علیہ السلام کے انکار سے اور دوسرا غضب محمد صلعم کے انکار سے نتیجہ ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم توراۃ ہی پر ایمان رکھتے ہو تو

اس کے پہلے انبیاے کرام کو کیوں قتل کرتے تھے، کیا توریت پر ایمان لانے کا یہی مقصد تھا، یہودیوں نے تمام نصیحتیں ترک کر دیں، کتنے نبیوں کو قتل کیا، جیسے زکریا علیہ السلام وغیرہ کو اور کتنے انبیا کو ان لوگوں نے جھٹلا دیا، مثلاً عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کو اب پھر یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک باقبال نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنے مصلح اور مرشد کے ہاتھوں کو مضبوطی سے نہ پکڑ لے، اس قوم پر جس قدر بھی افسوس کرو کم ہے، جس کے اندر آپس میں عداوت اور بغض ہو جو ترقی سے کوسوں دور ہو اور جس پر راہ عمل بالکل مسدود ہو، جیسا کہ یہودیوں پر خیر و فلاح کی راہ مسدود تھی، اور اون کے سینے بغض و عداوت سے لبریز تھے کسی قوم کی سعادت کا معیار اور نیکوکاری و فلاح کی میزان یہ ہے کہ تم اس کے مصلحین کو دیکھو اگر وہ اپنے مصلحین کی تکریم اور اون کے ارشاد کی تعمیل کرتی ہے تو سمجھ لو کہ ترقی اور فلاح کی طرف قدم بڑھا رہی ہے، اور اگر نعوذ باللہ اس کے برعکس اوس کا عمل ہے، تو پھر اس قوم کی بربادی ضروری ہے، مسلمانوں میں آج بڑے بڑے نفوس قدسیہ اور بڑے بڑے عاقل اشخاص نظر آنے لگے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر مسلمان عنقریب اپنی گم گشتہ شرافت اور عظمت کو واپس کر لیں گے، میں یہ بات اس لئے لکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کو اپنے مصلحین و رفارمر کی تکریم اور اون کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اور میں اپنی قوم پر فخر کرتا ہوا علیٰ رؤس الاشہاد اعلان کرتا ہوں کہ سعادت ان کی طرف چلی آرہی ہے، کیونکہ اصلاحی کام شروع ہوگیا ہے، جو آخر ایک روز اپنی غایت اور کمال کو پہونچ ہی جائیگا پھر غرور و استکبار اور شر و فساد کے بادل خود بخود چھٹ جائینگے

## دوسرا ترجمہ

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ جَاۤءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ | اور تمہارے پاس موسیٰ کھلے نشان لیکر آہی چکے |
| ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ | تھے اس پر بھی تم ان کے پیچھے بچھڑے کو لے بیٹھے حالانکہ |

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا — تم لوگ ظالم تھے، جب ہم نے تم سے عہد لیا اور

مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ — تمہارے سروں پر طور پہاڑ کو بلند کیا، اور کہا جو ہم

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ — دیتے ہیں اوس کو مضبوطی سے پکڑو اور سنو تو اسوقت

اسْمَعُوْا قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَ — اونھوں نے کہا ہم نے سنا لیکن ہم سے عمل نہ ہوگا

اُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ — کیونکہ ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑا انکے دلوں میں سرایت

بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ — کر گیا تھا، آپ کہدیجئے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو

اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ — تمہارا ایمان تم کو بری تعلیم دیتا ہے،

آیت میں بینات سے مراد وہ نو معجزے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے تھے، اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد گائے کی پرستش شروع کر دی، تمہارے آباواجداد موسیٰ کے ساتھ کفر کرتے تھے تو تم لوگ محمد (صلعم) کے ساتھ کفر کرتے ہو، رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ دھمکی دی کہ اگر تم لوگ توراۃ کو نہیں قبول کروگے تو یہ پہاڑ جو تمہارے سر پر بلند ہے تم لوگوں پر گرا دیا جائیگا، تب ان لوگوں نے ڈر سے یہ کہا کہ ہم نے آپ کی بات سنی
لیکن عمل نہ ہوسکے گا، قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ سے ان کے ایمانی ننگ اور اون کے عقیدہ ۸۲
کی برائی ظاہر کرنا مقصود ہے، ان تمام رذائل کا ذکر پہلے گذر چکا، پھر اون کو یہاں پر مکرر زجر و توبیخ کے لئے بیان کیا گیا ہے، تاکہ مسلمان سوچ سمجھ کر قدم بڑھائیں اور کسی چیز کو اپنے دشمنوں کی آنکھوں سے نہ دیکھیں جیسا کہ یہودیوں نے قدمائے مصر کی آنکھوں اور عقلوں سے گائے کے مسئلہ کو دیکھا اور سمجھا، قدیم مصریوں کو انکے علمائے نے گائے کے احترام کا حکم صرف اس وجہ سے دیا تھا، کہ اس کی نسل کی بقا سے زراعت میں ترقی ہو اور بہت سے دوسرے فائدے حاصل ہوں، لیکن ان لوگوں نے اپنے دین میں غلو کرکے گایوں کی پرستش شروع کر دی، حالانکہ اون کو صرف انکی احترام کا حکم ملا تھا، اس طرح یہ لوگ گمراہ ہوگئے، بنی اسرائیل نے

بھی اپنی جہالت سے گائے کے بارے میں مصریوں کی تقلید کی، اگرچہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے
موجودہ مصریوں کی حالت قدیم مصریوں کے بالکل خلاف ہے، یہ لوگ ایسے جانوروں سے بالکل ناواقف ہیں جو زراعت کیلئے مفید ہیں، اسلئے انکی زراعت بہت بری حالت میں ہے، ان لوگوں نے ابو قردان (یہ بگلے کیطرح ایک چڑیا ہے جسکی چونچ لمبی ہوتی ہے) کو بالکل تباہ کردیا، جو کیڑے کوڑے کھاتی اور زراعت کو مضر کیڑوں سے بچاتی تھی، موجودہ مصری سخت تفریط میں مبتلا ہیں کہ وہ مفید جانوروں کو بھی اپنے ملک سے تباہ کر رہے ہیں، قدیم مصری افراط میں مبتلا تھے کہ ہر مفید جانور کو خدا سمجھ کر اسکی پرستش کرنے لگتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں عذاب میں مبتلا ہوئے، قدیم مصری تو اپنی وہم پرستی کیوجہ سے واقعہ قمبیز میں تباہ و برباد ہوئے (قمبیز ایک ایرانی سپہ سالار تھا جس نے قدیم زمانہ میں مصر پر حملہ کیا تھا، اس نے ایرانی اور مصری فوجوں کے درمیان ایک بلی رکھدی، مصری بلی کو اپنا معبود سمجھتے تھے، اونھوں نے بلی کو دیکھتے ہی حملہ سے ہاتھ روک لیا، قمبیز نے اس کو غنیمت سمجھا اور یکبارگی اون پر حملہ کر کے تباہ و برباد کردیا) موجودہ مصری ان تمام جراثیم سے تباہ ہو رہے ہیں جو اس زمانہ میں پیدا ہوگئے ہیں، اے خدا میں نہایت عاجزی سے درخواست کرتا ہوں کہ تو ہمارے ملک والوں کو علم عطا فرما، ان سے تمام مصیبتوں کو دور کردے، تو حلیم و رحیم ہے، تو ان کو یہودیوں جیسا مت بنا، یا اللہ تو ان کو ہدایت کردے کہ حیوان قابل رحم اور شفقت ہیں، جس طرح درخت فضا میں چڑیوں کو پناہ دیتے ہیں، اسی طرح اے مصر والو تم بھی ان کو پناہ دو، اور اون کی حفاظت کرو۔

جب میں ۱۹۱۰ء میں دار العلوم میں مدرس تھا، تو اس تفسیر کے لکھنے کی ابتدا کی تھی، میں نے اسی سال ایک طویل مقالہ سورۂ یوسف کی تفسیر کے متعلق ملاجی عباسیہ میں شائع کیا، میں نے اس میں ثابت کیا تھا کہ قدیم فراعنہ موجودہ مصری ارباب حکومت اور علمائے یورپ سے زیادہ عالم اور دانش مند تھے اور یہ کہ بادشاہ کا خواب درحقیقت اہتمام زراعت کے ساتھ تعلق رکھتا تھا، چڑیوں کے مسئلہ پر بھی میں نے توجہ کی اور حکومت کو ان کے بقا و تحفظ کے لئے متنبہ کیا، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ حکومت نے ۱۹۱۲ء میں پبلک کو مفید چڑیوں کے شکار سے منع کردیا، آج ۱۹۲۲ء میں جب کہ یہ تفسیر طبع کے لئے جا رہی ہے

میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حکومت، بو قرداں چڑیا کی پرورش کر رہی ہے، اور حسب سابق یہ چڑیا تمام ملک میں پھیل گئی ہے، میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور آیات قرآنی کی برکت سے چڑیوں کے محفوظ رہنے پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں، چڑیوں کی نسل کے بقا و تحفظ اور پرورش و کفالت کے متعلق میں نے اوپر جو کچھ لکھا ہے، اگر کوئی عوام کے لئے مفید سمجھتا ہے، تو ان تک پہنچا دے، انشاء اللہ سورۂ یوسف کی تفسیر کے موقع پر اپنے اس اہم مقالہ کو نقل کروں گا،

## تیسرا زبرجد

| | |
|---|---|
| قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ | کہہ دیجئے اے پیغمبر کہ اگر دار آخرت بلا شرکت غیرے |
| عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ | صرف تمہارے ہی لئے ہے تو اگر تم اس خیال میں |
| فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَنْ | سچے ہو تو موت کی آرزو کرو، لیکن اپنے کارناموں |
| يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ط | کی وجہ سے یہ لوگ ہرگز موت کی آرزو نہیں کر سکتے |
| وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ | اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے، اور آپ تو ان کو |
| أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ وَمِنَ | عام لوگوں اور مشرکوں سے زیادہ جینے کا حریص |
| الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ | پائیں گے، ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر |
| لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ | ہزار برس کی ہو جائے لیکن کوئی بڑی عمر پانے |
| مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ط وَاللَّهُ | سے وہ عذاب سے تو نہیں بچ سکتا، اور |
| بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ | اللہ ان کے اعمال سے واقف ہے، |

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو آخرت کی سعادت کا یقین ہوتا ہے تو وہ اسے حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ کوششیں کرتا ہے، دنیا کو چھوڑ آخرت کی امید میں رہتا ہے، لیکن اے یہودیو! تم لوگ تو تمام لوگوں

بلکہ عرب کے مشرکوں سے بھی زیادہ دنیاوی زندگی کی خواہش رکھتے ہو، جو شخص طویل عمر کی آرزو رکھتا ہو وہ آخرت کو کب طلب کر سکتا ہے، یاد رکھو کہ اخروی قصر حیات کی بنیاد خدا کی نسبت ہے، اس کا ستون شوق و وارفتگی ہے، اور اس کی چھت لطف و مدارات ہے، جسم سے مفارقت کے بعد ایک انسان کیلئے اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور صدیقوں سے بڑھکر کون چیز محبوب ہو سکتی ہے، لیکن تم لوگ نفوس مجردہ سے نفرت رکھتے ہو، جیسا کہ اللہ نے چوتھے زبرجد میں فرمایا،

## چوتھا زبرجد

| | |
|---|---|
| قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ | کہدیجئے کہ جو شخص جبرئیل فرشتے کا دشمن ہو یہ |
| فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ | قرآن اسی فرشتے نے خدا کے حکم سے جو آپ تمہارے |
| اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ | دل میں ڈالا ہے، اور قرآن ان کتابوں کی بھی |
| ۹۷ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ | تصدیق کرتا ہے، جو اس سے پہلے موجود ہیں اور |
| مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ | مومنین کے لئے ہدایت اور بشارت ہے، جو شخص |
| وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ | اللہ اور فرشتوں، اور رسولوں، اور جبرئیل اور |
| فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ | میکائیل کا دشمن ہو تو اللہ بھی ایسے کافروں |
| لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ | کا دشمن ہے، |

ایک روز عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کے ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے، آپ نے یہودیوں سے جبرئیل کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ تو ہمارا دشمن ہے، جو ہمارے راز سے محمدؐ کو مطلع کر دیتا ہے، جبرئیل تمام عذابوں کا مالک اور میکائیل خوشحالی اور سلامتی کا مالک ہے، حضرت عمرؓ نے پوچھا خدا کے نزدیک ان دونوں کا کیا درجہ ہے، یہودیوں نے کہا جبرئیل خدا کے دائیں جانب اور میکائیل

بائیں جانب رہتے ہیں اور ان دونوں میں سخت عداوت ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو تو وہ دونوں آپس میں دشمن نہیں ہیں، بلکہ تم لوگ خود کافر ہو، جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کا دشمن ہوگا تو وہ دوسرے کا اور اللہ کا دشمن ہوگا تو وہ دوسرے کا اور اللہ کا دشمن ہوگا، اس کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے تو دیکھا جبرئیل وحی لیکر آچکے ہیں، رسول اللہ صلعم نے فرمایا عمر اللہ تعالیٰ نے تمہارے قول کی تائید فرمائی ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ انبیاء کرام اور فرشتوں کے درمیان ایک قسم کا اتصال ہوتا ہے لہٰذا کفر صرف ملاء اعلیٰ تک ہی محدود نہیں رہے گا۔ اسی وجہ سے جب یہودیوں نے فرشتوں کے ساتھ کفر کیا جو اللہ اور اس کے انبیاء کے درمیان رسول ہیں تو پھر ان کے نزدیک ایسی ہستی کے ساتھ جو انہی کے مثل بشر ہو کفر کرنا بالکل آسان ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ آئندہ زیر جدوں میں بیان فرماتا ہے۔

## پانچواں چھٹا اور ساتواں زیر جد

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ | (اے پیغمبر) ہم نے تمہارے پاس کھلی نشانیاں |
| مُبَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا | بھیجی ہیں، اور ان سے انکار نہیں کرتے، مگر وہی |
| الْفٰسِقُوْنَ ○ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا | جو نافرمان ہیں، جب کبھی ان لوگوں نے کوئی عہد |
| عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ | کیا تو ضرور اس کو کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز |
| اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَمَّا | کر دیا بلکہ اکثر تو اس پر ایمان ہی نہیں رکھتے، جب |
| جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ | ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک پیغمبر آئے جو |
| مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ | ان کی کتاب کی تصدیق کرتے ہیں تو ان اہل کتاب |
| مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ | کی ایک جماعت نے اللہ کی کتاب ہی کو ایسا پس پشت |
| اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ كَاَنَّھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ | ڈال دیا گویا ان کو کچھ خبر ہی نہیں، اور وہ ایسی چیز |

| | |
|---|---|
| وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَى | کے پیچھے پڑ گئے جس کو شیاطین سلیمان کے ملک میں |
| مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ | پھیلاتے تھے، اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر |
| وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا | کیا، کہ وہ لوگوں کو سحر کی تعلیم دیتے تھے نیز اس چیز کی بھی |
| يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَا | (تعلیم دیتے تھے) جو دونوں فرشتوں ہاروت |
| أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ | اور ماروت پر بابل میں نازل کی گئی تھی، اور وہ |
| هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۗ وَمَا | دونوں کسی کو نہ بتلاتے تھے، جب تک کہ یہ نہ |
| يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰى | کہدیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے، لہذا |
| يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ | کافر نہ ہو، پھر بعض لوگ ان سے ایسا سحر سیکھ |
| فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ | لیتے تھے، جس کے ذریعے سے شوہر اور اس کی بیوی |
| مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ | میں تفرقہ پیدا کردیتے تھے، یہ لوگ حکم خداوندی |
| الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۗ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ | کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہیں پہونچا سکتے اور |
| بِهٖ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۗ | وہ ایسی چیزیں سیکھتے ہیں جو ان کو ضرر رساں ہیں |
| وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ | اور نافع نہیں ہیں، یہ لوگ جانتے ہیں کہ جو شخص |
| وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۗ وَلَقَدْ عَلِمُوا | اس کو اختیار کریگا، اس کے لئے آخرت میں |
| لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهٗ فِي الْآخِرَةِ | کوئی حصہ نہیں ہوگا، اور بہت بری ہے یہ چیز |
| مِنْ خَلَاقٍ ۗ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ | جسمیں یہ لوگ اپنی جان دے رہے ہیں کاش |
| أَنْفُسَهُمْ ۗ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ | ان کو عقل ہوتی، اگر یہ لوگ ایمان لاتے، اور |
| آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ | تقویٰ اختیار کرتے تو ان کو خدا کے نزدیک ثواب |
| خَيْرٌ ۗ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ | ملتا کاش وہ اس بات کو سمجھتے۔ |

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ سے نبی صلعم کو خطاب ہے، نَبَذَ فَرِيْقٌ میں فَرِيْقٌ سے مراد یہودی ہیں، كِتٰبَ اللّٰهِ سے مراد تورات ہے، وَلَقَدْ عَلِمُوْا الخ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سحر کی اتباع کرتے ہیں اون کو آخرت میں حصہ نہیں ملے گا،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح ان لوگوں نے ملائکہ کے ساتھ کفر کیا اسی طرح انبیاء کرام کیساتھ بھی کفر کیا، نہ تو یہ لوگ محمد صلعم پر ایمان لائے نہ عیسیٰ علیہ السلام پر، اونھوں نے اگر کوئی معاہدہ بھی کیا تو اسکو توڑ دیا، وعدہ کرکے بے وفائی کی، اپنی عقلوں کو مطالعہ فطرت کے بجائے خرافات اور حصول عیش وعشرت کے نذر کر دیا، حقائق و بصائر کے فہم و تعقل کے بجائے ایسی چیز کی تصدیق کی اور اوس کے گرویدہ ہوئے جس کو شیاطین سلیمان علیہ السلام کے عہد بابرکت میں ان کے ملک کے اندر پھیلاتے تھے، اونھوں نے سمجھ لیا کہ بزرگی صرف سحر ہی سے حاصل ہو سکتی ہے، اور بہترین علم صرف سحر ہی ہے،

شیطانوں نے کفر کیا جیسے ہاروت و ماروت، یہ مطلب اس صورت میں ہوگا جب ہاروت ماروت کو شیاطین سے بدل قرار دیا جائے، کیونکہ اسی صورت میں وہ لوگوں کو سحر کی تعلیم دیا کرتے تھے، اور وَمَآ اُنْزِلَ الخ کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے ان دونوں فرشتوں پر یہ نازل کیا کہ فرشتے گناہوں سے منزہ اور تمام عیوب سے پاک وصاف ہوتے ہیں، یہ دونوں قوم کی خیر خواہی کرتے ہوئے سیکھنے والوں سے کہدیتے تھے کہ ہم لوگ فتنہ ہیں لہذا تم لوگ کفر نہ کرو، سلیمان علیہ السلام بھلا لوگوں کو گمراہ کرنے والے تھے، وہ تو ایک بہت بڑے بزرگ نبی تھے، وہ تو دنیا میں خدائی حکومت قائم کرنے اور ہدایت وارشاد کے لئے آئے تھے، ان یہودیوں نے سحر اور جھوٹی باتوں کی اتباع کی جن کو انسانوں اور جنوں کے شیاطین سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ان کے
8 ملک کے اندر پھیلاتے تھے، اور سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیتے تھے، حالانکہ وہ تو ایک نبی ہونے
کی حیثیت سے تمام عیوب اور گناہوں سے پاک وصاف تھے، ان یہودیوں نے وحی اور مذہب کی باتوں کو چھوڑ کر شیاطین کی پیروی کی اور ان کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے لگے جیسا کہ آج مسلمان کرتے ہیں، اسلئے

کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان بھی جادو سیکھتے ہیں۔ اور ایسے جھوٹے دجالوں اور مکاروں کی اتباع کرتے ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ زمین سے خزانہ نکال سکتے ہیں، اور عناصر سے سونا بنا سکتے ہیں۔ ان جادوگروں اور مکاروں نے قرآن مجید کی آیات کو اپنے مشرکانہ منتروں ٹوٹکوں اور گنڈوں وغیرہ سے مخلوط کر دیا ہے اسی بنا پر آج مسلمان بھی اسی طرح گمراہ ہیں، جس طرح ان کے پہلے یہودی قوم گمراہ تھی،

یہودیوں کا یہ مشہور قصہ کہ فرشتوں نے نوع انسان کی تحقیر کی تو اللہ تعالیٰ نے اون کو حکم دیا کہ تم لوگ دو فرشتوں کو پسند کر لو، جو شکل وصورت میں بنی آدم کے مشابہ ہوں، تب یہ دو فرشتے ہاروت و ماروت انسانی شکل میں آسمان سے نازل ہوئے، اور لوگوں کے ساتھ رہنے سہنے لگے۔ ان دونوں فرشتوں کو ایک عورت نے گمراہ کر دیا، اور ان سے اسم اعظم سیکھ کر اور آسمان پر جاکر زہرہ ستارہ بن گئی اور یہ دونوں قیامت تک کے لئے شہر بابل کے اندر عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے، درحقیقت ایک رمز ہے جس کو عقلمند ہی سمجھ سکتے ہیں، قرآن مجید کی آیتوں کو اس قصے اور اس قسم کے دوسرے قصوں پر نہیں محمول کرنا چاہئے، بلکہ اس کی صحیح تفسیر یہی ہے جو میں نے تحریر کی،

قرآن حکیم کا یہ مقصود ہے کہ کوئی قوم جب خرافات واکاذیب وغیرہ میں مصروف ہو جاتی ہے تو ان کی عقلوں میں تنزل شروع ہو جاتا ہے۔ اور مذہب کو پس پشت ڈال شیطانی وسوسوں کے متبع ہو جاتی ہے، ان لوگوں کا اصل کارفرما وسواس اور اون کے ہادی ورہنما دجال او فریبی لوگ ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ علم سے بے بہرہ اور علمائے مذہب، اور انبیاء کی تعلیمات وہدایات کو چھوڑ دینے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، میں تمھارے سامنے سلیمان علیہ السلام کی چند حکمتیں بیان کرتا ہوں جنسے تم اللہ تعالیٰ کے اس قول وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ الخ کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہو،

توراۃ کے سفر امثال کے اصحاح ثالث میں مذکور ہے کہ مبارک ہے وہ انسان جو حکمت حاصل کرے اور مبارک ہے وہ شخص جو سمجھ اور فہم حاصل کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ یہ تجارت چاندی کی تجارت سے

بہت بہتر ہے، اس کا نفع خالص سونے سے بھی بڑھکر ہے، اور یہ چیز تمام جواہرات سے زیادہ بیش قیمت ہو حکمت اور فہم والوں کے لئے یہی چیزیں سرچشمۂ حیات ہیں،

خدائے تعالیٰ نے زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا اور آسمانوں کو عجیب صنعت کے ساتھ خلق کیا اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے بادل پانی برسایا کرتے ہیں،

جب تم بھلائی کر سکتے ہو تو بھلائی کرو، اس کام کو کبھی نہ چھوڑو، اے سست عمل لوگو تم لوگ چیونٹیوں کے نزدیک جاؤ اور ان کی زندگی اور جوشِ عمل سے سبق لو، اور حکیم بنو، اے غافل انسانو تم لوگ کب تک سوتے رہوگے،

بخیل اور گنہگار شخص ہمیشہ غم میں گھلتا رہتا ہے، اس کے قلب میں جھوٹی باتیں بھری ہوتی ہیں، ہر وقت برائیوں کی ایجاد کرتا اور جنگ و جدال کا بیج بوتا رہتا ہے، اسی وجہ سے اچانک اس پر ایسی مصیبت آپڑتی ہے کہ اس کو بالکل تباہ کر دیتی ہے پھر وہ سنبھل نہیں سکتا،

اپنی آپ تعریف کرنے سے یہ بہت بہتر ہے کہ دوسرے لوگ تمھاری تعریف کریں، آنے والے دن پر تم لوگ فخر نہ کرو، کیونکہ تم کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آج تم پر کیا افتاد پڑے گی، دنیا کی تمام چیزیں باطل ہیں، انسان کو ان مشقتوں سے جن کو وہ آسمان کے نیچے برداشت کر رہا ہے کیا فائدہ؟ ایک دور گذرتا تو دوسرا دور آتا ہے، زمین ابد تک قائم رہے گی آفتاب اسی طرح طلوع و غروب ہوتا رہے گا الخ یہ حکمت کی باتیں ہیں جو انسان کو زہد اور دنیا کی کم مائگی و بے ثباتی کی تعلیم دیتی ہیں، عمر خیام کی رباعیات جو امریکہ اور یورپ میں بہت مشہور ہیں، اور عربی میں بھی جن کا ترجمہ ہو چکا ہے، ان میں جو حکمتیں ہیں ان کا ماخذ درحقیقت یہی حکم و امثال ہیں، اسی طرح ابو العلا کے اشعار بھی زہد و ترکِ دنیا کی تعلیم دیتے ہیں، اگر تم ان تمام حکمتوں کو دیکھنا چاہتے تو توراۃ صفحہ ۱۲ میں دیکھو،

اب تم ان نادر حکمتوں کا جو توراۃ میں مذکور ہیں، اور جن کی تلاوت کیجاتی ہے، یہودیوں کے ان

خرافات اور اکاذیب سے موازنہ کرو جن کو اونھوں نے سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہو. نیز مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالیوں سے بھی موازنہ کرو مسلمان کثیر التعداد تو ہیں لیکن اون میں کتنے ہیں جو حکمت کی باتوں سے باخبر ہیں، اور قرآن مجید حکم دے رہا ہے کہ حکمت حاصل کرو، کائنات عالم میں غور و فکر کرو نظام تمدن و معاشرت کو درست کرو، زراعت، تجارت اور صنعت وغیرہ میں ترقی کرو، جیسا کہ سورۂ سبا میں مذکور ہے لیکن اکثر لوگ ان تمام چیزوں سے غافل اور جاہل ہیں، گویا مسلمانوں کو مغربی دجالوں اور ساحروں کا ۸۶
کچھ علم ہی نہیں، جو انسان کی عقلوں کو بیکار کئے دیتے ہیں،

کیا تم کو اس مغرب کے رہنے والے شخص کا قصہ معلوم نہیں جو تازیق کے قریب عصلوجی نامی شہر میں گیا تھا، اور وہاں کے ایک شخص سے کہا تھا کہ میں سونے کے چھوٹے ٹکڑے کو بہت بڑا کر سکتا ہوں، اس شخص نے عورتوں کے تمام زیورات اس کے سپرد کر دیئے، اس کے بعد اس شخص نے اوس کو ایک ستون دیا جو سونے سے ملمع کیا ہوا تھا، جب اوس شخص نے اوس کو کھرچ کر دیکھا تو کل پیتل نکلا، فرط غم میں ستون فوراً اس کے ہاتھ سے گر پڑا، اور اس کی تمام دولت ضائع ہو گئی، جو ہزار اشرفی سے بھی زائد تھی، بعض لوگ ایسے بھی ہیں، جو جن حاضر کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں ایسے لوگ اکثر حسین عورتوں کو اپنے مکر و فریب میں لا کر کسی دوسری جگہ بھگا لیجاتے ہیں، اے اللہ تو مسلم قوم سے جہالت کو دور کر دے، اون کی آنکھوں پر سے پردے ہٹا دے، اور اون کی بصیرت کو علم کی روشنی سے منور کر دے. کیونکہ تو رحیم اور غفور ہے،

جب میں آیت سحر کی تفسیر کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تو مجھ کو اس کی ایک دوسری توجیہ سمجھ میں آئی جو پہلی توجیہ سے مختلف ہے، یعنی پہلے میں نے یہ لکھا ہے کہ ہاروت و ماروت شیاطین سے بدل واقع ہیں، مگر اس صورت میں یہ دونوں فرشتے مذموم ٹھہرتے ہیں کہ اونھوں نے لوگوں کو باطل چیز کی تعلیم دی، اور یہ توجیہ جس کو میں ابھی بیان کروں گا بڑے بڑے مفسرین کی اختیار کردہ توجیہ ہے،

اس جدید توجیہ کی صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہودیوں نے ایسی چیز کی اتباع کی جس کو انسانی شیاطین سلیمان علیہ السلام کے ملک میں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے پھیلاتے تھے اور یہ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے انسے کہتے تھے کہ یہ وہی علم ہے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل ہوا تھا،

سلیمان علیہ السلام کی طرف جن سحر کاریوں کو اونھوں نے منسوب کیا ہے وہ ان سے بالکل منزہ اور پاک وصاف ہیں، چونکہ یہ شیاطین اپنے دعوی کو محکم اور اوس کو مدلل کرنے کے لئے کہا کرتے تھے کہ سلیمان کی سلطنت اسی سحر کی وجہ سے قائم اور مستحکم ہے، تو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اس تہمت سے بری کر دیا، کہ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ (سلیمان نے کفر نہیں کیا) (سحر وغیرہ کرکے) بلکہ یہ لوگ خود ساحر اور جادوگری کرتے ہیں، اور ناحق سلیمان علیہ السّلام کو متہم کرتے ہیں، یہی لوگ کافر ہیں، خدا نے فرمایا وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ (بلکہ شیطانوں نے کفر کیا، جو لوگوں کو سحر سکھلاتے تھے) یہ افترا اور بہتان تو سلیمان علیہ السلام پر تھا اور ہاروت و ماروت پر بھی افترا کیا گیا کیونکہ دراصل یہ دونوں انسانی صورت میں لوگوں کو سحر کی تعلیم دینے کے لئے نازل ہوئے تھے تاکہ لوگ معجزہ اور سحر میں فرق کر سکیں اور کسی جادوگر اور فریب کار کے فریب میں نہ آئیں، آج کل فوج کے سپاہیوں کو زہریلی اور آنکھوں کا اندھا بنانیوالی گیسوں کی تعلیم دیجاتی ہے تاکہ وہ ان سے کام لیکر اپنے دشمنوں کو شکست دیں اور اپنا ملک بچا سکیں، لیکن عام لوگوں سے یہ چیزیں پوشیدہ رکھی جاتی ہیں، ڈاکٹروں کو سمیات کی تعلیم دیجاتی ہے، اور سوائے خاص خاص حالتوں کے ان کا استعمال یا دوسرے لوگوں کو سمی دواؤں اور چیزوں کا دینا ان کے لئے قانوناً ممنوع اور حرام ہے، یہ دونوں فرشتے لوگوں کو اس سحر کی جو ان پر نازل ہوا تھا تعلیم دیتے تھے تاکہ اگر کوئی جادوگر نبوت کا دعوی کرے تو یہ اس کا مقابلہ کرکے اس کو جھوٹا ثابت کر سکیں، یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں اپنے متعلمین سے کہدیتے تھے، کہ دیکھو کہ ہم لوگ تمھارے لئے فتنہ اور آزمایش ہیں، دیکھیں تم لوگ اس سحر کو خیر میں استعمال کرتے ہو یا شر میں، سحر بھی ایک نعمت ہے جو اور

نعمتوں کی طرح انسانوں کو دی گئی ہے جس طرح اور نعمتیں خیر و شر کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ مثلاً قوت، جمال، مال، اولاد، علم، بادشاہت اور حکومت وغیرہ اسی طرح یہ بھی خیر و شر کی حامل ہے، یہ تمام نعمتیں جس طرح انسانوں کے لئے آزمائش کا درجہ رکھتی ہیں کہ آیا وہ ان کو خیر میں استعمال کرتے ہیں یا شر میں، اسی طرح سحر بھی ایک آزمائش اور مستقل فتنہ ہے، اور عظیم الشان فتنہ ہے، ہاروت و ماروت کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ لوگ سحر کی تعلیم حاصل کر کے اس کو خیر میں استعمال کریں، لیکن یہودیوں نے ان فرشتوں کے منشار و مقصد کے خلاف یہ کیا کہ ان سے سحر کی تعلیم حاصل کر کے بجائے خیر کے شر میں استعمال کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ (ان دونوں سے ایسی چیزیں سیکھتے تھے جن سے وہ شوہر اور بیوی میں تفریق کر دیتے تھے) یہ تفریق ایک قسم کی تضلیل اور تلبیس تھی، نیز یہی تعلیق القلب ہے، ایک جھوٹا شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے اسم اعظم معلوم ہے، جنات میرے مطیع اور اکثر امور میں میری اطاعت کرتے ہیں، اگر اس دعویٰ کو سننے والا ضعیف العقل، قلیل التمیز اور کم احساس والا ہے تو یہ جھوٹا شخص اس پر قادر ہو جاتا، اپنے مکر و فریب سے اس کی بصیرت زائل کر دیتا، اور اس کے خیالات فاسد کر دیتا ہے، لہذا اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، اور وہ اپنے نفس میں ایک قسم کا میلان اور استھوا پاتا ہے، یہ حالت نوم مقناطیسی (مسمریزم) کے مشابہ ہے، اپنی طرف کسی کو مائل کر لینا مسمریزم میں اچھی طرح واضح ہو چکا ہے، چونکہ مغربی ممالک میں مدہوشی اور زوال عقل بڑھتا جاتا ہے اس لئے مغربی قوموں نے سوائے عمل جراحی (آپریشن) کے ہر موقع پر اس کے استعمال کو قانوناً ممنوع قرار دیا ہے، نوم مقناطیسی اور مسمریزم کا جاننے والا غیر معمولی قوت اور اثر کا مالک ہو جاتا ہے، وہ اپنے معمول سے وہ سب کچھ کرا سکتا ہے، جو وہ چاہے، مثلاً اگر وہ کسی سوئے ہوئے شخص کو کہے کہ ہوشیار ہونے کے تین گھنٹے بعد فلاں شخص کو قتل کر دو تو یہ شخص اسکو ضرور قتل کرے گا، اسی طرح اگر وہ کسی عورت سے کہے کہ فلاں وقت ضرور مجھ سے ملو اور میرے ساتھ فلاں جگہ چلو تو یہ عورت ضرور ایسا کرے گی، اس کو کچھ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اس قدر زبردست عشق اس کے اندر کس طرح پیدا ہو گیا، چونکہ

موثر اور متاثر دونوں اللہ تعالیٰ کے ماتحت ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ، (بغیر حکم خدا کچھ بھی ضرر نہیں پہونچا سکتے)

## سحر پر تفصیلی کلام

میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ سحر ایک قسم کا تعلیق بقلب ہے نیز یہ کہ وہ مسمریزم کی کسی ایک نوع سے تعلق رکھتا ہے، میں نے مسمریزم کو عام تھیٹر میں استعمال کرتے ہوئے بچشم خود دیکھا ہے کہ عمل تنویم کا عامل معمول کو جو حکم دیتا تھا وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے بجا لاتا تھا، عامل معمول کو شکر کھانے کو دیتا اور اس سے کہتا کہ یہ اندرائن ہے تو وہ فوراً اپنے منہ سے نکال دیتا، اور جب اوسے اندرائن دیتا اور کہتا کہ یہ شکر ہے، تو وہ اوس کو مزے سے کھاتا غرض عامل معمول کے کان، آنکھ ہر چیز پر قابض و متصرف تھا، ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ معمول سے کہتا تھا کہ تم ایک رقاصہ عورت ہو ذرا اپنا رقص تو دکھاؤ، تو وہ فوراً رقص کرنے لگتا، کبھی کہتا کہ تم ایک بادشاہ ہو تو بادشاہوں جیسے کام کرنے لگتا، اس تھیٹر میں بڑے بڑے ڈاکٹر بھی موجود تھے جو معمول کا بغور معائنہ کر رہے تھے، ڈاکٹروں نے اقرار کیا کہ معمول کی نبض اسی طرح چل رہی ہے جس طرح ایک سوئے ہوئے شخص کی چلتی ہے، اس کے علاوہ عمل تنویم کے اور بھی بہت سے عجائبات اور اور کرشمے ہیں، جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں،

میرا مقصد یہ ہے کہ تمام اسلامی حکومتوں پر یہ واجب ہے کہ وہ ڈاکٹروں کی ایک جماعت کو اس فن کے حاصل کرنے کا حکم دیں، اس میں قوم کی بہت بڑی خدمت مضمر ہے، ہاروت و ماروت سحر اور معجزہ میں فرق بتلانے کے لئے آئے ورنہ کتنے اشخاص جھوٹے نبوت کے مدعی ہو جاتے، بابل اور نینوی کے آثار قدیمہ سے امریکن علماء اثریات نے کلدانیوں اور اشوریین کے علم کو حاصل کیا اور مغرب و مشرق میں شائع کیا، اسی علم کو آج مسمریزم سے تعبیر کرتے ہیں، اگر آج قومیں بیدار اور ہوشیار اور

اس علم کی حقیقت سے واقف نہ ہوتیں تو کتنے مسمریزم جاننے والے نبوت کا دعویٰ کر بیٹھتے. گو مسمریزم جاننے والوں نے نبوت کا دعوی نہیں کیا لیکن غیب کی خبریں بڑی آسانی سے بتا دیتے تھے، مگر مسمریزم میں انسانوں کے لئے نقصان اور نفع دونوں ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ ایک جماعت اس کے نقصانات و مضرات کے دفع کرنے کے لئے تیار ہو تاکہ لوگ اس علم کے ضرر سے محفوظ رہ سکیں، قرآن مجید کی آیتوں کا یہی مقصد ہے جس طرح تمام علموں کا حاصل کرنا فرض کفایہ میں داخل ہے، اسی طرح یہ علم بھی فرض کفایہ میں داخل ہے، جو مسلمان مسمریزم کو جانتا ہے، اس پر واجب ہے کہ قوم کی بھلائی ہی کے لئے اس سے کام لے، ممنوعات میں استعمال کرنا حرام ہے،

مصر کا ایک ڈاکٹر ایک فقیر یہودن لڑکی کو اپنی طرف مسمریزم سے مائل کر لیتا، اور اس سے مریضوں کے علاج کے متعلق دریافت کرتا، یہ جاہل لڑکی اس کا جواب دیتی، اور وہ اسی کے مشورہ کے مطابق اپنے مریضوں کا علاج کرتا، اور کتابوں کی تحقیق و تفتیش سے بچ جاتا، ایک دن ڈاکٹر پر شہوت غالب آگئی، اور زنا کا مرتکب ہو گیا، لڑکی اس سے بالکل غافل خواب کی حالت میں تھی، اسی حالت میں اس سے کہدیا گیا کہ یہ کام ایک ظالم جن نے کیا ہے، انسان نے نہیں، لڑکی کے اعزہ و اقارب نے مصری حکومت کو درخواست دی. کہ ہمارے یہاں یہ کام ہو رہا ہے، حکومت نے جیوری اور جج وغیرہ کے سامنے ایک دوسرے ڈاکٹر کو لڑکی پر مسمریزم کے عمل کرنے کا حکم دیا، لڑکی سے ایک نے پوچھا میرے ہاتھ میں کیا ہے تو اس نے جواب دیا فلاں چیز ہے، دوسرے نے پوچھا میں کون ہوں، اس نے کہا آپ فلاں ہیں، اور آپکے ہاتھ میں فلاں چیز ہے، جب ان لوگوں نے اس کی تصدیق کر لی تو اس سے اصل واقعہ دریافت کیا، لڑکی نے ڈاکٹر کا سارا قصہ اور اس کے فسق و فجور کو تفصیل سے بیان کیا، وہ سو رہی تھی اور نہیں جانتی تھی کہ وہ عدالت میں پیش ہے، ججوں نے ڈاکٹر کو سزا کا فیصلہ سنا دیا، تعجب ہے کہ اس کے بعد لڑکی بیدار ہو گئی مگر اس پر جو کچھ گذرا اس کی اسے مطلق خبر نہ تھی،

جس ڈاکٹر نے عدالت میں لڑکی پر عمل تنویم کیا تھا اس نے اس حادثہ کے متعلق ایک کتاب بھی تالیف کی ہے جو مصر میں بہت زیادہ مقبول ہوئی،

اسی لئے اس علم کی تعلیم ہر حکومت پر واجب ہے تاکہ اس سے ان فاسقوں کا استیصال کیا جائے جو شوہر اور بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے ہیں،

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا اس آیت وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ الخ کا یہی راز اور مقصد ہے، کہ مطابق ارشاد حضرت عمرؓ بنی اسرائیل کے واقعات گذر گئے لیکن ان میں اہل بصیرت مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے، اور اسی نقطۂ نظر سے ان کا مطالعہ کرنا چاہئے بنی اسرائیل اب بھی دنیا میں موجود ہیں، اور اون کے اخلاق سے آج بھی سبق لیا جا سکتا ہے،

تنویم مغناطیسی پر میں نے اپنی تالیف کتاب الارواح میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ایک حصہ نقل کرتا ہوں،

شیر محمد نے کہا میں نے احضار الارواح کو تو سمجھ لیا، اب مسمریزم کے متعلق کچھ بیان فرمایئے میں نے کہا یہ ایک علم ہے جس کو مسمریزم کہتے ہیں، اس میں انسان پر چند طبعی یا کیمیاوی یا حیاتیاتی اسباب سے نیند کی مختلف حالتیں طاری کر دیجاتی ہیں، طبعی اسباب مثلاً روشنی اور آواز وغیرہ، اس طرح کہ ایک شخص ہموار اور بلحن آواز سنتا ہے اور سنتے ہی سو جاتا ہے، یا یہ کہ پانی سیال مادہ یا شیشے کا کوئی چمکتا ہوا ٹکڑا دیکھتا ہے، اور سو جاتا ہے، یا کیمیاوی موثرات مثلاً ایتھر، کلورافارم اور نائٹروجن وغیرہ یہ چیزیں بھی انسان کو خواب میں ڈال دیتی، اور اس کی قوت احساس کو گم کر دیتی ہیں، حیاتیاتی محرکات و اسباب میں سب سے زبردست ارادہ ہے اس طرح کہ عامل اپنی زبان سے حکم دیتا ہو یا عصبی سیالات کو کام میں لاتا ہو یا آنکھ سے کسی کی طرف دیکھتا ہے اور وہ سو جاتا ہے، دوسرے اشارات اور حرکات مغناطیسی کے ذریعہ عمل کرتا ہے اور وہ مسحور ہو جاتا ہے، اجمالی طور پر مسمریزم کے یہی اسباب ہیں،

خواب کی تین حالتیں ہوتی ہیں،

پہلی یہ کہ احساس بالکل غائب ہوجائے، آنکھیں کھلی رہیں، عامل کے حکم کو قبول کرتا رہے، نیز وہ تمام علامتیں ظاہر ہوں جو حکم کے قبول کرنے پر دلالت کرتی ہیں، اس حالت میں اگر معمول کو کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دیا جائے، یا اس کے جسم سے ایک ٹکڑا گوشت کاٹ لیا جائے تو اوس کو قطعاً محسوس نہیں ہوگا علامہ دی بوکاٹ نے پیرس میں اس کا تجربہ کیا اور اپنے شاگردوں کو بتلایا اور میں نے بھی بچشم خود آج فروری ۱۹۲۰ء کی ساتویں رات میں اس کا مشاہدہ کیا اور اس بحث کو اس وقت طبع کتاب کے لئے لکھ رہا ہوں۔

عربی تھیٹریکل ہاؤس میں ایک عامل نے چند نوجوانوں پر عمل تنویم کیا اور اون کو سلادیا، اس کے بعد ان کے حواس سے کھیلنے لگا، ان کو کیلا کھلا دیتا اور کہتا یہ تو حنظل ہے، تو یہ لوگ فوراً منہ سے پھینک دیتے، ٹماٹر کو سیب کے نام سے کھلا دیتا، تو یہ لوگ خوب مزے لے کر کھاتے ان کے ناموں کو بدل کر پوچھتا کہ تمھارے تو یہ نام ہیں، یہ لوگ اس کی تصدیق کر دیتے، ایک نوجوان سے کہا کہ تمھارا نام لبیبہ ہے ذرا اپنا رقص تو دکھاؤ، اس نے رقص کرنا شروع کر دیا، پھر اوس کو حکم دیا کہ تم فی الواقع سو جاؤ، وہ فوراً حقیقی نیند میں سوگیا، کبھی ان کو ہنساتا، کبھی رولاتا اور کبھی ان پر کوئی تہمت لگا دیتا، اور سب سمجھتے کہ ہم واقعتہً ظالم وسفاک ہیں، پھر ندامت ظاہر کرتے ہوئے بلند آواز سے رونے لگتے، یہ حقیقت میں مسمریزم کی ابتدا ہے، اور مجھے یقین ہے کہ ہمارا ملک مصر عنقریب علم الارواح کے سیکھنے اور اس سے کام لینے میں کافی حصہ لے گا، میری کتاب جس میں اس علم سے متعلق تمام قوموں کے تجربے اور اون کے ثمرات ونتائج بہت تفصیل سے درج ہیں، ان میں اس کے تحصیل وتعلم کا شوق پیدا کرے گی، اور وہ اس سے فائدہ اوٹھائیں گے اور عقلاے مصر مسمریزم اور احضار الارواح کو انسان کی عقلی ترقی کیلئے بہترین چیز خیال کریں گے،

دوسری یہ کہ احساس کامل طور سے غائب ہوجائے دونوں آنکھیں بھی بند ہوجائیں، اس

حالت میں سونے والا شخص یعنی معمول، سنتا، دیکھتا اور باتیں بھی کرتا ہے، نیز لکھتا پڑھتا بھی ہے۔

تیسری یہ کہ اس میں انتہا درجہ کا انخلاف روحی ہوتا ہے، اس وقت سونے والا یعنی معمول اپنے نفس کو کامل طور سے پہچانتا ہے۔ اپنے جسم کی بیماریوں اور ان کے علاجوں کو بھی بتلاتا ہے، دور دراز کے باشندوں کے افعال اور حرکات وسکنات مشاہدہ کرتا ہے، ان کی باتوں کو سنتا ہے، آیندہ ہونے والے واقعات کی خبر دیتا ہے، مختلف زبانوں میں گفتگو کرتا ہے، اور مرے ہوئے لوگوں کی روحوں کو دیکھکر ان کی ہیئت اور شکل وصورت بیان کرتا ہے نیند کی ان تینوں حالتوں کے نام بالترتیب یہ ہیں۔

(۱) ایبسیا (۲) لیتارجیا (۳) سونابیلزم۔

ان تمام کے ثبوت کے لئے چند حوادث درج ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ شاردن اپنی کتاب مقناطیسۂ حیوان میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی لڑکی پر مسمریزم کا عمل کیا، وہ سورہی تھی، اور مجھے مختلف امراض اور ان کے علاج سے متعلق دوائیں تبلارہی تھی، اس نے مجھ سے کہا کیا تم سنتے نہیں مجھے کس طرح اس کے متعلق حکم دے رہا ہے، میں نے کہا میں تو کسی کی آواز نہیں سنتا، لڑکی نے کہا خوب تم سورہے ہو، اور میں آزاد و بیدار ہوں، میں نے کہا اچھا تم اپنے کو آزاد کہتی ہو، حالانکہ میرے ارادہ کے ماتحت ہو، اس نے کہا تم صرف چیزوں کے ظاہر اور ان کی غلظت کو جانتے ہو، لیکن میں چیزوں کے باطن اور حسن کو دیکھ رہی ہوں، کیونکہ میرا نفس تھوڑی دیر کے لئے مادہ کی قید سے بالکل آزاد ہوگیا ہے، اس لئے میں ایسی چیزیں دیکھ رہی ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے، اور ایسی آوازیں سن رہی ہوں جن کو تم نہیں سن سکتے، نیز ایسی چیزیں ادراک کر رہی ہوں، جن کے ادراک پر تم کو قدرت نہیں ہے، میں تمہاری انگلیوں کے کناروں سے روشنی نکلتے ہوئے دیکھ رہی ہوں، دور دراز کی آوازیں میرے کانوں میں آرہی ہیں، اس شخص کی باتیں جو کسی دوسرے ملک میں باتیں کر رہا ہے میں اچھی طرح سن رہی ہوں، میں ایسی چیزوں تک پہونچ جاتی ہوں جو مجھ تک

نہیں پہونچ سکیتں، اس وقت میری حالت بیداری کی سی ہے، جیسا کہ مرنے کے بعد انسان کو بیداری ہوتی ہے

(۲) علامہ شارل مذکور ہمیشہ ایک لڑکی پر عمل تنویم کرتے تھے، ایک مرتبہ ادنھوں نے ایک لڑکی کو معمول بنایا تو اوس نے کہا مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا جسم آہستہ آہستہ پھیل رہا ہے، حتی کہ میں اس جسم سے بالکل علیحدہ ہوگئی ہوں، اور اوس کو دور پڑا ہوا بالکل ٹھنڈا دیکھ رہی ہوں جیسے کسی مردہ کا جسم ہوتا ہے، میرا نفس بھاپ کی طرح ہے، میں ایسی چیزیں ادراک کرسکتی ہوں جو عالت بیداری میں یا مسمریزم کے دوسرے درجوں میں احاطۂ ادراک میں نہیں آسکیتں، میری یہ حالت پندرہ منٹ سے زیادہ دیر تک نہیں رہتی، اس کے بعد وہ بھاپ والا جسم آہستہ آہستہ میرے ٹھوس اعضاء میں تحلیل ہوجاتا ہے، پھر یہ شعور اور یہ حالت بالکل معدوم ہوجاتی ہے،

(۳) فرانس کی طبی اکاڈمی نے ایک خاص کمیٹی مسمریزم کے حوادث پر غور و فکر کرنے کے لئے مقرر کی تھی، اس کمیٹی نے جو تحقیقات اس کے متعلق مرتب کی اوس سے میں صرف ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں،

۷ راکتوبر بوقت ظہر اس کمیٹی کے ارکان جمع ہوئے، مریض میسو کازو تھے، جن کو مرگی کا عارضہ لاحق تھا، اور عامل میسو فرواساک تھے، عامل موصوف ایک علیحدہ کمرے میں بیٹھے، کازو کو ان کی آمد کا علم نہیں تھا، ارکان کمیٹی نے فرواساک کو عمل کرنے کا حکم دیا، کمرہ میں ایک نقطہ مقرر کردیا گیا، جو بالکل ٹھیک کازو کے مقابلہ میں تھا کازو دوسرے کمرہ میں تھے چار منٹ کے بعد کازو سو گئے، ارکین نے ان سے یہ سوال کیا کہ یہ مرض اب تم کو کتنی مرتبہ لاحق ہوگا، مریض معمول نے کہا کہ دو مرتبہ، پہلا دورہ آج سے چار ہفتہ بعد فلاں دن فلاں گھنٹے اور منٹ میں، اور دوسرا دورہ پانچ ہفتے کے بعد فلاں دن پڑے گا، ارکین نے اس کو لکھ لیا، اور وقت مقررہ کو بدل کر اس تحریر کو

مسیو فروا ساک کے حوالہ کر دیا، جب مسیو فروا ساک نے چند دن بعد کازو کے مرض کو دور کرنے کیلئے اون پر دوبارہ عمل تنویم کیا تو اونھوں نے اپنے مرض کے دورہ کی خبر دی، جس کو ممبران کمیٹی نے قصداً تجربہ کے لئے بدل دیا تھا، فروا ساک ارکان کمیٹی کے سامنے گئے، اور ان لوگوں سے کہا کہ آپ نے جو تحریر مجھ کو دی ہے وہ محرف ہے، اور قصداً آپ لوگوں نے اس کے وقت کو بدل دیا ہے، لیکن ممبران کمیٹی نے انکار کر دیا، اور کہا کہ ہم لوگوں نے وقت نہیں بدلا ہے، مریض غلط کہہ رہا ہے، آخر کار مرگی کے دورہ کا انتظار کیا گیا تو ٹھیک اسی وقت دورہ پڑا، جس کی تعیین مریض نے معمولیت کی حالت میں کی تھی، اس کے بعد کازو نے اور دو دورے کی خبر دی، ایک تو ٹھیک وقت معین پر پڑا، لیکن دوسرا دورہ نہ پڑ سکا، کہ دوسرا دورہ پڑنے کے قبل یہ ایک دن گھوڑا گاڑی ہانک رہے تھے کہ اتفاقاً نیچے گر گئے، سر بالکل کچل گیا، اور فوراً مر گئے،

کمیٹی مذکور کے ایک ممبر علامہ ہین کہتے ہیں، کہ مریض کازو معمول نے اپنے مرض کے دورہ کی خبر بھی دی، وقت بھی متعین کیا، اور یہ بالکل صحیح بھی ثابت ہوا، حیاتیاتی عمل مقناطیسی نے مریض کی حالت اچھی کر دی، اور مرض بالکل زائل ہو گیا کازو نے اپنے ڈاکٹر کو جو ان کا عامل تھا حالت نوم میں بہت عمدہ علاج بھی بتایا، اور دورہ پڑنے کے قبل ڈاکٹر موصوف کو دورہ کے متعلق صحیح خبر بھی دی، لیکن باوجود ان سب باتوں کے اس کے دل میں یہ بات نہیں کھٹکی کہ عنقریب اوس کو ایک ایسا حادثہ پیش آئیگا، جو اس کے رشتہ حیات کو منقطع کر دیگا، انسان بالکل گھڑی کے مشابہ ہے، کیونکہ ایک شخص منٹ اور گھنٹے کی سوئی دیکھ کر بالکل صحیح وقت کی تحدید و تعیین کر سکتا ہے، لیکن اوس کو یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ وقت مقررہ آنے کے پہلے اس گھڑی پر کوئی مصیبت آجائے، اور وہ بند ہو جائے، اور وقت کی تعیین و تحدید غلط ہو جائے، (اللہ نے بالکل سچ فرمایا کہ موت کا علم کسی انسان کو نہیں ہو سکتا، خواہ وہ حکمت اور فلسفہ میں کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے)

# علم سحر کے متعلق قدماء کے اقوال

ہم قدماء کے اقوال کو یہاں اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ قاری کو سحر کی تاریخ سے کچھ واقفیت ہو جائے، شرعی طور پر سحر کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس کا سبب پوشیدہ ہو اور حقیقت صحیحہ کے خلاف نظر آتی ہو، گویا اس میں کسی قسم کا مکر و فریب ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَحَرُوٓا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ (لوگوں کی آنکھوں پر سحر کر دیا اور ان کو ڈرا دیا اور وہ لوگ بہت زبردست سحر لائے،) جادو کی کئی قسمیں ہیں،

(اوّل) قدیم زمانہ میں کلدانیوں کا سحر، یہ لوگ کواکب پرستی کرتے تھے، اور سمجھتے تھے کہ یہی ستارے نحوست اور سعادت کے ظاہر کرنے والے ہیں، ستاروں تک پہونچنے کے لئے مختلف وسیلے قرار دیتے تھے، اور وقت معینہ پر ان ستاروں کی پرستش کرنے کے لئے مناسب لباس اور بخور وغیرہ استعمال کرتے تھے،

(دوم) اصحاب اوہام اور نفوس قویہ کا سحر، جیسے آنکھ کے ذریعے کسی کو مصیبت میں ڈال دینا آنکھ بھی انسان کے اندر اثر کرتی اور جسم میں ضرر پیدا کرتی ہے، جیسا کہ بڑے بڑے فلاسفہ نے اس کو ثابت کیا ہے، فلاسفہ کہتے ہیں کہ خود انسان کے تصورات و جذبات بھی اس کے جسم میں اثر کرتے ہیں، مثلاً غم، خوشی، خوف، امید اور عشق وغیرہ جذبات انسان کے بدن میں اثر کرتے ہیں، عقلاً یہ جائز ہے کہ جب نفس قوی ہو تو دوسروں میں بھی اثر کر سکتا ہے، لیکن نفس قوی کی اثر آفرینی دوسروں کے لئے اسی وقت ہوگی جب اوس کو عیش و عشرت اور شہوات و لذات سے الگ رکھا جائے، جس طرح جادوگر ان چیزوں سے دور رہتا ہے، اس صورت میں نفس جسمانی مشاغل سے علیحدہ ہو کر روحانی عوالم کی طرف مائل ہو جاتا ہے، وہم بھی ہمارے اندر اثر کرتا ہے، مثلاً ایک شخص سطح زمین پر کم چوڑی

لکڑی پر چل سکتا ہے لیکن جب یہی لکڑی دو دیوار یا دو کھمبے پر رکھدی جائے تو اس پر نہیں چل سکتا اور منہ کے بل زمین پر گر پڑیگا، زمین پر گر جانا، درحقیقت اس کے وہم کا نتیجہ ہے، حالانکہ اسی لکڑی پر ایک بار وہ زمین پر چل چکا ہے، اور نہیں گرا، ابن سینا نے ارسطو سے نقل کیا ہے، کہ جب کوئی مرغی آواز میں مرغ کی مشابہت اختیار کرے، اور اس کے ساتھ جنگ کرے تو اس کے پاؤں پر بھی وہی چیز پیدا ہو جائے گی جو مرغ کے پاؤں پر ہوتی ہے، اس کے علاوہ تمام قوموں کے نزدیک دعا بھی موثر ہوتی ہے،

(سوم) ارواح ارضیہ سے استعانت، یہ انواع خرافات میں سب سے زیادہ قوی ہے،

(چہارم) سحر تخیلات، جیسا کہ شعبدہ باز کرتے ہیں، جو شہروں میں سانپ وغیرہ کا تماشہ دکھاتے ہیں،

(پنجم) وہ آلات جو ضروب ہندسی سے متحرک ہوتے ہیں، علم کیمیا کے عجائبات
۹۰ ان تمام کو بھی سحر کہتے ہیں، مثلاً فاسفورس کی آگ جو پانی میں بھی نہیں بجھتی، اور وہ مشہور ریشمی کپڑا جس کو میں نے دار العلوم میں آگ پر رکھا اور نہیں جلا، بلکہ آگ پر رکھنے سے اس کی لطافت اور زیادہ بڑھ گئی۔ یہ تجربہ طلبہ کے سامنے ہو رہا تھا، اور وہ سب تعجب کر رہے تھے اسیطرح بھاپ سے چلنے والی کلیں بھی جو آج تمام دنیا میں رائج ہیں سحر کار ہیں، آج ان تمام چیزوں کا شمار علم میں ہے اور کثرت استعمال کی وجہ سے ان پر سحر کا اطلاق اب نہیں ہوتا، یہی چیزیں ہمارے اسلاف کے نزدیک راز سربستہ تھیں،

(ششم) ادویہ کے خواص سے استعانت جیسا کہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں ان سے کام لیا گیا، جرمن لوگ مختلف گیسوں کو اپنے دشمنوں میں پھیلا کر کبھی ان کو اندھا کر دیتے، کبھی

...ہوش کر دیتے، اور کبھی ان میں جنون پیدا کر دیتے تھے، قدیم فلاسفہ کا [illegible] اگر کوئی انسان
...ے کا دماغ کھائے تو اس میں بلادت اور غباوت پیدا ہو جاتی ہے، اس قسم کی باتیں [illegible]
...ں ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ بالکل لغو ہیں، لوگ اکثر جانوروں مثلاً گائے، بکری، [illegible]
...روں اور چڑیوں کے دماغ کھاتے ہیں، لیکن وہ بکری یا مرغ یا دوسرے جانوروں کے [illegible] نہیں
...جاتے، لیکن میرا خیال ہے کہ فی الواقع ہر جانور کے خواص کچھ نہ کچھ ضرور پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً
...ک اور مرغ زیادہ شہوت پسند ہیں، ان کو کھانے سے انسان میں یقیناً شہوت بڑھ جاتی ہے،
...ہندوستان میں جنسی امراض کے مریضوں کو اطبا خاص طور سے ان چڑیوں کے دماغ کے کھانے
...ہدایت کرتے ہیں)

(ہفتم) تعلیق القلب، جس کا ذکر گذر چکا، یہ مسمریزم کی ایک قسم ہے،

(ہشتم) چغلخوری اور تمام جھوٹی باتیں بھی جو انسانی قلوب کی کایا پلٹ دیتی اور نفوس کو گمراہ
دیتی ہیں جادو ہیں اور اثر پیدا کرتی ہیں، دون فطرت اور فاسق لوگ ان سے زید اور عمرو میں
...لق اور عداوت پیدا کر دیتے ہیں،

ان میں سے پانچویں، چھٹی اور آٹھویں قسم کا شمار آج کل سحر میں نہیں ہوتا،

جس طرح عہد عتیق کے یہودی خود ساحری اور جادوگری کرتے تھے، اور سلیمان علیہ السلام کی طرف
...وب کر کے ان کو تکلیف پہونچاتے تھے، اسی طرح عہد رسالت کے یہودی اپنی کم مائگی [illegible]
...دنائت نفس کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلم کھلا استہزا اور تمسخر کرتے تھے او
...ر آپ کو تکلیف پہونچاتے تھے،

## آٹھواں ترجمہ

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا | اے ایمان والو لفظ راعنا نہ کہا کرو، اور |
| وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ | انظرنا کہا کرو، اور جو کچھ کہا جائے اسے بغور سنو |
| عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ | اور کافروں کو خوفناک عذاب ہوگا، نہ اہل کتاب |
| كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ | میں سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اس بات کو پسند |
| وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم | کرتے ہیں، اور نہ مشرک کہ تمھارے پروردگار کی |
| مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَاللَّهُ | طرف سے تم پر کوئی بھلائی نازل ہو اور اللہ |
| يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ | تو جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص |
| ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ | کر لیتا ہے، اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے، |

یہودی کسی لفظ کے اچھے معنی کے بجائے برے معنی لیتے تھے، اور اس کو عام طور سے استعمال کرتے تھے، مثلاً مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے راعنا یعنی آپ ہماری طرف نظر فرمائیے تاکہ ہم ان باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیں جو آپ ہم کو سکھا رہے ہیں، لیکن یہودیوں نے اس لفظ سے گالی مراد لے لی، کیونکہ عبرانی زبان میں راعنا ایک گالی ہے، لہذا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم اس لفظ کو چھوڑ دو اور ایسا لفظ کہو جو اسی مطلب کو بغیر کسی التباس کے ظاہر کر دے، اور یہ لفظ انظرنا ہے واسمعوا کا یہ مطلب ہے کہ تم اس کو اچھی طرح یاد رکھو، ایسا نہ ہو کہ جس چیز سے منع کئے گئے ہو، پھر اسی کو استعمال کرنے لگو،

# نواں زبرجد

| | |
|---|---|
| مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ | اگر ہم کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے آپ کے |
| بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ | ذہن سے اتر جانے دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسا |
| اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اَلَمْ تَعْلَمْ | ہی آیت لاتے ہیں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ |
| اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ | ہر چیز پر قادر ہے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آسمان |
| وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ | اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے اور |
| مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۔ اَمْ تُرِيْدُوْنَ | اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا دوست ہو سکتا ہے |
| اَنْ تَسْـَٔــلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ | اور نہ مددگار، کیا تم چاہتے ہو کہ تم بھی اپنے |
| مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ | رسول سے ویسے ہی سوال کرو جس طرح کہ |
| الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ | کہ اسکے پہلے موسیٰؑ سے کئے گئے تھے، اور جو |
| سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۔ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ | ایمان کو کفر سے تبدیل کرے تو وہ راہ راست سے |
| اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ | بھٹک گیا۔ اکثر اہل کتاب اپنے ذاتی حسد کی وجہ |
| مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ښ | سے یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان لانے |
| حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ | کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا دیں، اسکے بعد کہ حق |
| بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا | ظاہر ہو چکا ہے، پس معاف کرو اور درگذر |
| وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ | یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم نازل فرمائے یقین جانو |
| عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ | اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو |
| وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ | اور اپنے لئے جو نیکی بھی آگے بھیجو گے اسے اللہ ۹۱ |

مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ کے ہاں پاؤگے بے شک اللہ تمھارے اعمال کو

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ دیکھ رہا ہے،

نسخ کے معنی ہیں کسی حکم کو باطل کر دینا، خواہ لفظ باطل ہو یا نہ ہو، نُنْسِهَا کا مطلب نُؤَخِّرْهَا ہو یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ ہم اسکو بالکل آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے قلب ہی سے محو کر دیتے ہیں، پھر اس سے بہتر کوئی حکم لاتے ہیں جو بندوں کے لئے زیادہ نافع اور زیادہ ثواب والا ہوتا ہے اور مِثْلِهَا کا یہ مطلب ہے کہ یہ حکم تکلیف اور اجر میں پہلے حکم کے مساوی ہوتا ہے، کفار طعنہ دیتے تھے کہ محمد اپنے اصحاب کو آج کسی چیز کا حکم دیتے ہیں، اور پھر کل اس سے منع کر دیتے ہیں، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ اس آیت میں نسخ کے فوائد بیان فرماتا ہے کیونکہ جب کوئی حکم کسی حکم سے بدل جاتا ہے، جیسا کہ وصیت کے بعد آیت میراث کا نزول، تو اس سے معلوم ہوا کہ پہلا حکم کسی حکمت کی وجہ سے تھا، جو باقی نہیں رہا تو یہ دوسرا حکم کسی دوسری حکمت کی وجہ سے نازل ہوا، آسمان و زمین میں بھی خداوند عالم کا عمل اسی طرح جاری ہے،

جاڑا، گرمی، ربیع خریف، رات دن، اور صبح و شام کے اوقات میں غور کرو، تم کو یہی عمل نسخ کام کرتا ہوا نظر آئے گا، ویرانے آباد ہوتے ہیں، اور آبادیاں ویران ہو جاتی ہیں، غرض سب میں یہی قوت نسخ کارفرما نظر آتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدل دیا کرتا ہے، پہلا اس کے افعال ہیں، اور یہ دوسرا اوس کے اقوال ہیں، پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں مصلحت کی رعایت کرے، اور اپنے اقوال میں اوس کو چھوڑ دے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے بعد ہی اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ارشاد فرمایا، مطلب یہ کہ تم جس طرح ہمارے آسمان و زمین کی سلطنت میں تغیر اور تبدل دیکھ رہے ہو، اسی طرح ہمارے کلام میں بھی تغیر و تبدل ہو سکتا ہے،

# ناسخ اور منسوخ

نسخ کبھی تو ازالہ کے معنی میں آتا ہے جیسے فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ (شیطان کی سکھائی ہوئی چیز کو اللہ تعالیٰ زائل کرکے اپنی آیات کو مستحکم کرتا ہے) کبھی تبدیل اور کبھی تحویل کے معنی میں آتا ہے، پہلے معنی کی مثال وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ہے، اور دوسرے کی مثال آیت میراث ہے، ناسخ اور منسوخ آیات میں علماء کا بہت اختلاف ہے، لیکن حق یہ ہے کہ صرف چند آیتیں منسوخ ہیں، اکثر علما کہتے ہیں کہ آیات صفح اور عفو مثلاً فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ آیت قتال سے منسوخ ہیں، لیکن یہ درست نہیں، کیونکہ صفح اور عفو کا حکم زمانہ ضعف کے ساتھ مختص ہے، یعنی یہ حکم قیامت تک اپنی جگہ پر باقی رہے گا، کیونکہ جب بھی مسلمان کمزور ہونگے ان کو انہی آیتوں پر عمل کرنا ہوگا، پھر جب وہ طاقتور ہو جائیں، اور ان کا ضعف دور ہو جائے تو اس وقت آیت قتال پر عمل کرنا ان کے لئے ضروری ہوگا، مسلمانوں کے یہ متضاد حالات قیامت تک قائم رہیں گے، یعنی وہ کبھی کمزور ہوں گے اور کبھی طاقتور، اس بنا پر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ آیت صفح اور عفو منسوخ ہیں، آیات صفح آیت قتال سے منسوخ نہیں بلکہ اپنی اپنی جگہ پر دونوں حکم باقی ہیں، اور وقت و زمانہ کے اقتضاء کے لحاظ سے مسلمان پر ان کا نفاذ ہوتا رہے گا، یعنی اگر وہ طاقتور ہوں گے تو جہاد و قتال ان پر فرض ہوگا، اور اگر کمزور ہوں گے تو صفح و عفو کے احکام پر ان کو عمل کرنا ہوگا، صاحب اتقان نے اپنی تحقیق سے بیس آیتیں منسوخ قرار دی ہیں لیکن بعض میں اختلاف ہے

| سورۃ | منسوخ | ناسخ |
|---|---|---|
| بقرہ | (۱) كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ | میراث کی آیتیں |
| 〃 | (۲) وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ، | فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ |

| | سورہ | منسوخ | ناسخ |
|---|---|---|---|
| | بقرہ | كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ، اس اعتبار سے کہ یہ آیت نوم کے بعد بھی کھانے اور وطی کی حرمت پر دلالت کرتی ہے | أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ، |
| | ؍؍ | (۴) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ | وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً، |
| | ؍؍ | (۵) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم، الخ | يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، |
| | ؍؍ | (۶) وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ الخ | لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا، |
| | آلِ عمران | (۷) اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ، | اتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، |
| ۹۲ | نساء | (۸) وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ الخ | وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ |
| | ؍؍ | (۹) وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ. الخ | میراث کی آیتیں |
| | ؍؍ | (۱۰) وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ | آیت النور |
| | مائدہ | (۱۱) وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ، | قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً |
| | ؍؍ | (۱۲) فَإِن جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ، | وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ |
| | ؍؍ | (۱۳) وَآخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ، | وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ، |
| | انفال | (۱۴) وَإِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ | الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ، |
| | براءۃ | (۱۵) انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا، | لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ اور دوسری آیتیں |

| سورہ | منسوخ | ناسخ |
|---|---|---|
| نور | (۱۶) اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً | وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ |
| " | (۱۷) لِیَسْتَاْذِنْکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ، | یہ آیت منسوخ ہے بعضوں نے کہا ہے کہ لوگوں نے اس پر عمل کرنے میں سستی کی، |
| الاحزاب | (۱۸) لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ | اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ، الخ |
| مجادلہ | (۱۹) اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ، الخ | اس کے بعد والی آیت، |
| ممتحنہ | (۲۰) فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ الخ | آیت السیف، |
| مزمل | (۲۱) قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا، | آخر سورہ میں صلوٰۃ خمس کے حکم سے، |

یہی اکیس (۲۱) آیتیں منسوخ قرار دی گئی ہیں، لیکن بعض میں اختلاف ہے، وہ یہ ہیں،

آیت۔ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ، بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت محکم ہے اصل میں لا یُطِیْقُوْنَہٗ تھا، لفظ لا کو حذف کر دیا گیا ہے، اس لئے لفظ لا وہاں پر مقدر ہے،

آیت۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ، بعضوں نے کہا ہے کہ یہ محکم ہے اپنے حکم پر باقی ہے،

آیت۔ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ محکم ہے، صرف عمل میں تہاون ہے،

آیت۔ لِیَسْتَاْذِنْکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ، یہ بھی محکم ہے، صرف عمل میں سستی اور تہاون ہے،

آیت۔ فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا اَنْفَقُوْا۔ یہ آیت بھی محکم ہے،

وہ آیتیں جو متفقہ طور پر منسوخ ہیں، سولہ (۱۶) ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک آیت فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ بھی منسوخ آیتوں میں داخل ہے، اور اس کی ناسخ فَوَلِّ وَجْهَكَ

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ہے، شیخ سیوطی نے ان تمام کو اتقان میں نظم کر دیا ہے دمیں نے طوالت کے خیال سے اس نظم کو نقل نہیں کیا ہے، جو صاحب اس کو دیکھنا چاہیں وہ اتقان کی طرف مراجعت فرمائیں

## ناسخ اور منسوخ کیوں ہوا ؟

یہاں پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آخر امت اسلامیہ کے لئے ناسخ اور منسوخ میں کیا فائدے ہیں اور اگر آیتیں بغیر ناسخ اور منسوخ کے ہوتیں تو کیا حرج ہوتا، بلکہ اس صورت میں تو ہم دوسری قوموں کے اعتراض سے بھی بچ جاتے، یہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہے، اور وہ یقیناً شک وشبہہ اور ریب و التباس سے پاک ہے، خدا اپنے بندوں کی فطرت اور نفسیات سے خوب واقف ہے جب اس کے بندے ایسی چیز کو نہیں پسند کرتے جو حیرت میں ڈالنے والی ہو تو اس نے ایسی چیز کیوں بیان کی، جو اون کے لئے حیرت انگیز ہے، وہ بغیر اظہار سوال و اعتراض کے اون کی تشفی کرنے پر قادر تھا۔ اور بغیر کسی ناسخ و منسوخ کے قرآن مجید نازل کر سکتا تھا، پھر اس نے ایسا کیوں نہیں کیا، یہ اعتراض عقلمندوں کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے، اگرچہ وہ اس کو ظاہر نہیں کرتے،

## جواب

تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ناسخ اور منسوخ ایک زبردست راز ہے، یہ خدا کی ایک چمکتی ہوئی مشعل ہے، جو تمام بنی آدم پر اپنی روشنی ڈال رہی ہے، بلکہ موجودہ ترقی کا راز اسی ناسخ اور منسوخ میں مضمر ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم تھی کہ نوع بشری ضعیف العقل اور تقلید کی عاشق ہے، کسی بڑے زبردست محرک ہی سے ہوشیار ہوتی ہے، اس لئے پہلے اون کو رات اور دن دکھایا جو ایک دوسرے کی تنسیخ کرتے ہیں پھر اون کو فصلوں کے اختلاف سے مختلف زراعتی پیداوار کو دکھایا، کیونکہ اکثر گھاس پات اور خودرو

پودے زمانہ کے اعتدال ہوا کی عمدگی اور بارش کی کثرت کی وجہ سے ربیع کے موسم میں اُگتے نشو و نما پاتے اور برگ و بار لاتے ہیں، گیہوں، جو، باقلا، اور مسور وغیرہ موسم خریف میں بوئے جاتے اور ربیع میں کاٹے جاتے ہیں، ککڑیاں، کھیرے، بیگن وغیرہ جاڑے میں بوئے جاتے اور ربیع میں کھائے جاتے ہیں، چقندر شلغم، اور میٹھا کدو وغیرہ خریف میں بوئے جاتے اور جاڑے میں قابل استعمال ہوتے ہیں، تل، جوار، دھان وغیرہ گرمی میں بوئے جاتے اور خریف میں کاٹے جاتے ہیں، اسی طرح روئی وغیرہ کی کاشت ربیع میں کی جاتی ہے، اور خریف میں حاصل کی جاتی ہے،

درحقیقت یہ تمام چیزیں سطح زمین پر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہیں، جو بڑے بڑے حروف میں لکھی ہوئی ہیں، گو ان کو تمام انسان اور حیوان دیکھتے ہیں، لیکن اصل حکمت کو صرف علما ہی سمجھ سکتے ہیں، کیونکہ یہی لوگ اپنی عقلوں کو دنیاوی امور کی طرف مائل کر کے ان کی حقیقت معلوم کرتے ہیں، اور زمانہ و مکان کے موافق وہ چیزوں کے برتنے اور اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں، مثلاً جب انھوں نے دیکھا کہ بڑے بڑے جنگی آلات ہوائی جہاز، اور توپ وغیرہ سے کام لینے کا زمانہ ہے، تو تمام انسانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے زمانہ کے موافق مستعد اور تیار ہو جائیں، اسی طرح آج مسلمان یہ دیکھتے ہیں کہ جنوبی امریکہ کے ملک ارجنٹین کے باشندے عجیب و غریب آلات اور مشینوں سے زراعت کرتے ہیں ایک مشین ایک ہی وقت میں گیہوں کو جڑ سے کاٹتی جاتی اور اوس کو اوپر کے حصے میں پھینکتی جاتی ہے، پھر اسی کے ایک حصہ میں دنوائی کا کام ہوتا ہے، نیز اسی میں ایک طرف عمدہ اور صاف گیہوں جمع ہوتا اور دوسری طرف بھوسی جمع ہوتی ہے، یہ مشین ان تمام کاموں کے ساتھ کھیت بھی جوتتی ہے، پھر گودام میں جا کر تمام چیزیں رکھ بھی آتی ہے، یہاں تک کہ چند گھنٹوں میں زمین کی کاشت کامل ہو جاتی ہے، اور وہی زمین جو چند گھنٹے قبل بوئی ہوئی تھی، اور فصل تیار کھڑی تھی پھر جوت جوتا کر دوسری چیز کے لئے تیار ہو جاتی ہے،

اسی طرح مسلمان یہ دیکھتے ہیں کہ ان قوموں نے جانوروں کی پرورش و داشت کی طرف بھی توجہ کی ہے، اور ان کی بڑی بڑی قیمتیں لگتی ہیں یہاں تک کہ ایک ایک بیل ان کے یہاں چالیس چالیس پاؤنڈ گنی میں خریدا اور بیچا جاتا ہے، اور یہ قومیں اچھے اور عمدہ بیلوں کی ویسی ہی حریص ہیں جیسے عرب کے لوگ عمدہ اور شریف النسل گھوڑوں کے حریص تھے، یہ نہ صرف بیلوں ہی کی داشت کرتے ہیں، بلکہ اسی توجہ اور شوق کے ساتھ تمام مویشیوں کی داشت و پرورش کرتے ہیں، اور اون کے آرام کا خیال رکھتے ہیں، یہاں تک کہ گائے اور بھینس کے دوہنے میں الکٹرسٹی سے کام لیتے ہیں خود نہیں دوہتے اس طرح کہ تمام بھینسوں اور گایوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیتے ہیں اور ایک لمبا پمپ جس میں چھوٹی چھوٹی نلکیاں ہوتی ہیں، اون کے تھنوں کے نیچے رکھ دیتے ہیں، اور ان چھوٹی چھوٹی نلکیوں میں ان میں سے ہر ایک کے تھن کی لروں کو ڈال دیتے ہیں، اس پمپ کا ایک کنارہ تو ایک بڑے برتن سے ملا ہوتا ہے، اور دوسرے کنارے میں الکٹرسٹی پاور ڈالنے کا آلہ لگا رہتا ہے، جب یہ مکمل ہو جاتا ہے تو الکٹرک پاور حرکت میں آتی ہے، اور اسی کی مدد سے تمام نلکیاں خود بخود دودھ دوہنا شروع کر دیتی ہیں، اور تمام دودھ اس پمپ سے ہو کر بڑے برتن میں گرتا رہتا ہے، دودھ گرتے وقت ویسی ہی آواز پیدا ہوتی ہے جیسی واٹر پمپ سے حوض میں پانی گرنے کی آواز ہوتی ہے،

غرض جب مسلمان اس قسم کے حالات اور واقعات مشاہدہ کر رہے ہیں تو اون کو فکر کرنا چاہئے
۹۴ وہ خیر الامم ہیں، وہ دنیا کی تمام قوموں اور ملتوں سے افضل اور بلند تر ہیں، اللہ تعالیٰ نے اون کو خیر امت کا معزز اور عرفانی لقب عطا فرمایا ہے، اون پر واجب ہے کہ وہ نوع انسانی کی سعادت اور بھلائی کے لئے کوشش کریں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تمام راستے صاف اور ہموار کر دیئے ہیں، کیسی شرم کی بات ہے کہ ہم تو غفلت میں پڑے رہیں اور دوسری قومیں انسانی سعادت کے حصول کے لئے رات دن کوشش میں معروف رہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! (یعنی مسلمانو!) تم دنیا کی بہترین قوم ہو،

دوسری قوموں کے لئے اوسی طرح شاہد ہو جس طرح تمہارے رسول تمہارے شاہد ہیں، میں نے آسمان، زمین، رات، دن، زراعت اور کھیتوں میں بڑے بڑے موٹے حروف سے لکھدیا ہے کہ اس عالم رنگ وبو کی ہر چیز متغیر اور فانی ہے، ایک چیز فنا ہوتی ہے تو دوسری اس کی جگہ لیتی ہے، تمام عالم میں یہی قانون نسخ جاری وساری ہے، خدا نے دنیا کی تمام قوموں کی ہدایت کی، اور عقلی الہام سے انکو مشرف کیا، جس کی وجہ سے وہ قدیم انسانی اعمال وقوانین کو منسوخ کرکے اون کی جگہ ترقی پذیر قوانین مرتب اور بہترین اعمال واخلاق اختیار کرتے رہے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نسخ خدا کی قدیم سنت ہے، خدا کہتا ہے کہ میں غافل نہیں، جو چاہتا ہوں مخلوق میں زیادہ کرتا رہتا ہوں، مجھے معلوم تھا کہ مسلمانوں کی عقلیں بیکار ہو جائیں گی، اس خاکدان عالم کے تمام مشاہدات بھی اون کو راہ راست پر نہ لاسکیں گے، اور بار بار کہیں گے ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے آبا واجداد کیا کرتے تھے، اسی لئے میں نے قرآن میں اس قسم کی مختلف آیتیں نازل کیں جن میں سے ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہے، مثلاً وہ آیتیں جو مسلمانوں کے زمانۂ ضعف میں جنگ سے اون کو باز رکھتی ہیں، قوت پیدا ہو جانے کے بعد منسوخ ہو جاتی ہیں، آیت السیف کے نزول کا بھی یہی مقصد ہے، ان دونوں آیتوں کی تلاوت کا بھی حکم دیا تاکہ حکمت کی معرفت اور اس کے حصول کے لئے مشعل راہ ہدایت بن جائیں، اور مسلمان اپنے دنیاوی اعمال کو بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام دے سکیں، اور انہی کردار واخلاق کے ساتھ جن کو ان کے آبا واجداد نے اختیار کیا تھا، وابستہ نہ ہو جائیں، ہاں اپنے اسلاف کی شرافت اور فضائل اخلاق کے ساتھ متصف ہونے میں اون کی سعادت ہے، میں نے جس طرح آیت منسوخہ کو تلاوت کے لئے باقی رکھا، اور اس کا حکم باقی نہیں رکھا، اسی طرح وہ بھی، اپنے اندر اپنے اسلاف کی شرافت اور فضائل ومحاسن کو باقی رکھتے ہوئے اپنے اعمال وکردار اور خصائل واخلاق کو بدل دیں،

جب کہ مسلمان دنیا کی بہترین قوم ہیں، اور تمام لوگوں پر اللہ کے شاہد ہیں، تو ان کو دنیا میں

بڑے بڑے کام انجام دینے پڑیں گے، اگر یورپ اور امریکہ کے لوگ زراعت، صنعت اور تجارت وغیرہ میں بہت ترقی کر گئے ہیں، تو ان کو یہ تمام جدید علوم و فنون حاصل کر کے ان سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا چاہیئے، جب ہی تو یہ ثابت ہوگا کہ مسلمان بہترین قوم ہیں، اور وہ لوگوں پر اللہ کے شاہد ہیں، اور اگر صرف قرآن پاک کی تلاوت ہی کی، اور اس کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق اپنے کو نہیں سنوارا تو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا،

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ناسخ و منسوخ کی حکمت اس سے بہت زیادہ ہے جس کو اکثر انسان تصور کرتے ہیں، کیونکہ زراعت، کواکب اور اعمال امم یہ سب اللہ کی قدرت سے وجود میں آتے ہیں اور قرآن پاک بھی خدا ہی کی طرف سے نازل ہوا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کے اعمال میں نسخ واقع ہو سکتا ہے اسی طرح اس کی تعلیمات میں بھی نسخ کا عمل جاری ہے، تاکہ مسلمان کسی ایک متعین حد پر نہ ٹھہر جائیں بلکہ ترقی کرتے ہوئے چلے جائیں،

جب مسلمان اس حکمت اور اسرار نسخ سے جاہل ہو گئے اور اصحاب کہف کی طرح سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انگریزوں کو مسلط کر دیا، یہ لوگ مسلمانوں کے اکثر ملکوں کے مالک ہو گئے، تجارت اور سیاست انہی لوگوں کے قبضہ میں ہے، اگر مسلمانوں نے ہماری اس تحریر کو بغور پڑھکر اس پر عمل نہیں کیا، تو یقیناً ان کے اردگرد کی قومیں ان کو تباہ و برباد کر دیں گی، جس طرح یورپ نے امریکہ کے اصلی باشندوں کو فنا کر دیا، کیونکہ یہ لوگ اپنی قلت عقل اور تقلید سلف کی وجہ سے اس زمانہ میں زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے، اسی طرح اگر مسلمان قوم بھی زندگی کی دوڑ (جہد) اور تنازع للبقا کی حدود میں انگریزوں کے مساوی نہ ہوئی تو پھر اس جہل اور سست روی کی وجہ سے ان کا معدوم ہو جانا مسلّم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ترقی کے تمام دروازے اون پر کھول دیئے ہیں، زراعت، کواکب، زردشتی اعمال امم، اور اہل امریکہ کی معدومیت میں مسلمانوں کی ترقی کی بڑی ترغیبات ہیں، قرآن پاک میں

اوس نے آیات نسخ اس لئے بیان کی ہیں کہ ہم اون کی روشنی میں زندگی بسر کریں، اور اپنے حیات کش اعمال و اخلاق کو، زندگی بخش اعمال و اخلاق سے بدل دیں، اور دنیا کی ایک زندہ اور طاقتور قوم بننے کی کوشش کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں، حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز پر جو عمل فرمایا، اور فارسیوں کی طرح خندق کھود کر اپنے دشمنوں کا جو مقابلہ کیا، اس کا منشا ہی یہ تھا کہ مسلمان ایک ہی قسم کے طریقۂ جنگ پر قانع نہ ہو جائیں، بلکہ وہ مستقبل کے تمام آلات اور طرق جنگ کو کام میں لائیں اور دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کریں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے طریقہ پر عمل کرکے دکھا دیا کہ اس سے پہلے آپ کے جو طرق جنگ تھے، وہ منسوخ ہو سکتے ہیں، اسلئے موجودہ عہد کے تمام آلاتِ جنگ ٹینکس مشین گن، توپ، بمبار ہوائی جہاز، تباہ کن تارپیڈو کشتیاں سب سے مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں) مسلمانوں کے سامنے رسول اقدس کا اسوۂ حسنہ اور صحابہ کا عمل موجود ہے، لیکن پھر بھی یہ لوگ غافل ہو کر سو گئے، گویا مذہب اسلام ان کا مذہب نہیں، اور رسول اللہ صلعم ان کے نبی نہیں ہیں، افسوس ہے مسلمانوں کی موجودہ حالت اور جمود پر، اب اون کی بیداری ملکی ترقی اور سعادت کا وقت پہونچ گیا ہے، میرے خلاف آیندہ میری اس تحریر کو پڑھیں گے، اور کہیں گے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ بالکل صحیح اور درست ہے، وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

جب یہودی اپنی شرارت سے باز نہیں آئے اور آپ سے سوال کیا کہ ہم لوگوں پر کتاب کو ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں آسمان سے نازل کیا جاتا ہے، اس کے قبل یہودیوں کے اسلاف بھی موسیٰ علیہ السّلام سے اس قسم کا سوال کر چکے تھے، اور کہا تھا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (اے موسیٰ تم ہم کو صاف طور پر خدا دکھا دو) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ، الآیۃ اور وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ کا شان نزول یہ ہے کہ جنگ احد

کے بعد حذیفہ بن نعمان اور عمار بن یاسر سے چند یہودیوں کی ملاقات ہوئی، ان یہودیوں نے کہا کہ اگر تم لوگ حق پر ہوتے تو میدان جنگ سے نہ بھاگتے، تم ہمارے دین میں آجاؤ، ہم لوگ تم سے زیادہ راہ راست پر ہیں، عمار بن یاسرؓ نے جواب دیا تمھارے خیال میں کسی عہد کو توڑ دینا کیسا ہے، یہودیوں نے کہا بہت ہی برا ہے، تو عمارؓ نے کہا میں نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کبھی نہیں کفر کروں گا، اس کو سن کر یہودیوں نے کہا یہ تو صابی ہوگیا، پس حذیفہؓ نے یہ جواب دیا کہ مجھ کو خدائے تعالیٰ بحیثیت رب، محمد (صلعم) باعتبار رسول، اسلام بحیثیت مذہب، قرآن بحیثیت امام و رہنما، کعبہ باعتبار قبلہ، اور مومنین بحیثیت بھائی، بہت زیادہ پسند اور محبوب ہیں، اس کے بعد حذیفہؓ اور عمارؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے فرمایا تم دونوں کامیاب ہوگئے، اسی واقعہ کے بعد آیت وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ نازل ہوئی،

## دسواں زبرجد

| | |
|---|---|
| وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا | اور انھوں نے کہا جنت میں وہی داخل |
| مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ | ہونگے جو یہودی اور عیسائی ہوں یہ محض |
| تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ | ان کا ظن ہے، آپ کہدیجیے کہ اگر سچے ہو |
| إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۞ بَلَىٰ مَنْ | تو اس پر برہان پیش کرو، ہاں جنت میں وہ |
| أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ | داخل ہوگا جو اپنا رخ اللہ کی طرف جھکادے |
| فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلَا | اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو خدا |
| خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ | کے نزدیک اجر ملے گا، اور نہ وہ خوفزدہ ہوگا |
| وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ | اور نہ مغموم ہوگا، اور یہودی کہتے ہیں |

عَلٰی شَیْءٍ ص وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی
لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ لا وَّهُمْ
یَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ط کَذٰلِکَ قَالَ
الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج
فَاللّٰهُ یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَمَنْ
اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ
اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ
خَرَابِهَا ط اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَهُمْ
اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ط
لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ
فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ وَ
لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَیْنَمَا
تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ
وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ
وَلَدًا لا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ لَّهٗ مَا فِی
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط کُلٌّ لَّهٗ
قٰنِتُوْنَ ۝ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ط وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا

عیسائیوں کا مذہب کچھ بھی نہیں ہے اور عیسائی
کہتے ہیں یہودیوں کا مذہب کچھ بھی نہیں،
حالانکہ یہ لوگ کتاب پڑھتے ہیں، اسی طرح
جو شخص بے علم ہیں وہ بھی ان کے مثل کہتے ہیں،
اور ان کے تمام مختلف فیہ مسئلوں میں اللہ
قیامت کے دن فیصلہ کریگا، اور اس شخص سے
زیادہ کون ظالم ہے، جو اللہ کی مسجدوں میں
ان کی عبادت سے روکتا ہے، اور اسکے ویران
کرنے کی کوشش کرتا ہے، ان لوگوں کو تو کبھی بےخوف
ہو کر ان مسجدوں میں قدم بھی نہ رکھنا چاہئے،
ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور آخرت
میں بڑی سزا ملے گی، اور مشرق و مغرب اللہ ہی
کے قبضۂ قدرت میں ہیں، پس جس طرف بھی تم منہ
پھیرو اس طرف اللہ ہے، کیونکہ اللہ تمام جہات
کو محیط اور ان کا عالم ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا
اولاد رکھتا ہے، سبحان اللہ کیا مہمل بات ہے، بلکہ
آسمان اور زمین کی تمام چیزیں خدا ہی کی مملوک
ہیں، اور سب اوسی کی محکوم ہیں، اللہ آسمان اور
زمین کا موجد ہے، اور جب کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو

يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ وَقَالَ
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا
اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ ۗ كَذَٰلِكَ
قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ
قَوْلِهِمْ ۘ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ
قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝
إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَ
نَذِيرًا ۙ وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ ۝
وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا
النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ
إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَ
لَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي
جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ
اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ الَّذِينَ
آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ
تِلَاوَتِهِ ۗ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ
وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْخَاسِرُونَ ۝ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ
اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

صرف اس کو اتنا کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے، اور
بعض جاہل کہتے ہیں کہ خدا ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا
یا ہمارے پاس کیوں نہیں کوئی نشانی اتر آتی، اسی طرح
ان کے قبل والوں نے ان کی سی جاہلانہ باتیں کہی
تھیں ان کے قلوب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، یقین
رکھنے والوں کے لئے ہم نے بہت سی دلیلیں بیان کر دی
ہیں، ہم نے آپ کو سچا دین دیکر بشارت دینے والا اور
ڈرانے والا بھیجا ہے، اور آپ سے دوزخ میں جانیوالوں کے
متعلق بازپرس نہ ہوگی، یہ یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے
خوش نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ آپ انکے مذہب کی
اتباع کرلیں، کہدیجئے کہ فی الواقع ہدایت کا وہی راستہ
ہے جس کو خدا نے بتلایا ہے، اور اگر آپ ان کی خواہشات
کی اتباع کریں گے جبکہ آپ کے پاس علم یقینی پہنچ چکا ہے
تو پھر خدا کے سوا آپ کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا، جن
لوگوں کو ہم نے کتاب (توراۃ، انجیل) دی بشرطیکہ وہ
اسکی تلاوت کریں جیسا کہ تلاوت کا حق ہے، تو ایسے لوگ
اس پر ایمان لے آتے ہیں، اور جو لوگ منکر ہوں تو یہی
خسارہ پانے والے ہیں، اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو
یاد کرو جنکو میں نے تم پر انعام کیا، اور اسکو بھی یاد کرو کہ

| | |
|---|---|
| وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝ | میں نے تمکو بہت سے لوگوں پر فضیلت دی، اور ایسے دن سے |
| وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ | ڈرو جسمیں کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ کوئی مطالبہ ادا |
| نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ | کریگا، اور نہ کوئی معاوضہ قبول ہوگا اور نہ کوئی سفارش |
| لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ | مفید ہوگی، اور نہ ان کی مدد کیجائیگی، |

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ارباب مذاہب سب کے سب مضطرب ہیں۔ سخت کوتہ اندیش اور تنگ نظر ہیں، اپنے اپنے انبیار کی نصیحت چھوڑے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہتے ہیں، یہودی عیسائی کو کافر کہتے ہیں، اور عیسائی یہودی کو کافر کہتے ہیں، اور عرب کے مشرکین ان دونوں کو کافر کہتے ہیں اس کا اندازہ واقعۂ بخت نصر سے ہوتا ہے کہ اس نے بیت المقدس کو منہدم کر دیا، اور لوگوں کو اس میں عبادت کرنے سے منع کر دیا، اور اس کا ثبوت اہل مکہ کے اس طرز عمل سے بھی ملتا ہے، جبکہ اونھوں نے رسول اللہ صلعم کو، اور آپ کے اصحاب کو حدیبیہ کے موقع پر حج کرنے سے روک دیا، اہل مکہ کا یہ عمل کسی حکمت پر مبنی نہ تھا، بلکہ یہ یکسر سرکشی اور طغیان تھا، چاہئے تو یہ تھا کہ یہ لوگ خود نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوتے، اور دوسرے لوگوں کو بھی داخل ہونے دیتے اور کسی کو منع نہ کرتے،

رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے یہ منادی کرا دی کہ اب کوئی شخص ننگے ہوکر بیت اللہ کا طواف نہیں کرسکتا، اور نہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرسکتا ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک شام معہ بیت المقدس فتح کیا تو وہاں بھی مشرکوں کو بیت المقدس میں داخل ہونے سے منع کر دیا،

جب یہودیوں نے قبلہ کی منسوخیت کے متعلق یہ طعنہ دیا کہ محمد (صلعم) اپنے اصحاب کو آج ایک چیز کا حکم دیتے ہیں اور دوسرے دن اسی سے منع کر دیتے ہیں، کل تک تو یہ لوگ بیت المقدس کی طرف

منہ کرکے نماز پڑھتے تھے، اور آج کعبہ کی طرف گھوم گئے، تب یہ آیت نازل ہوئی وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ، خدائے تعالیٰ کسی مکان کے ساتھ مختص نہیں بلکہ وہ تو تمام جہات کو محیط اور حاوی ہے، اللہ نے ہمارے لئے تمام روئے زمین کو سجدہ گاہ بنادیا نصاریٰ، یہودی، مشرکین عرب سب اپنے اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں، کہ مسیح اور عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، اور فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں، ان کے یہ تمام دعاوی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے، کیونکہ آسمان وزمین کی تمام چیزیں خدا ہی کی مملوک اور اسی کی محکوم ہیں، اولاد کی تو اس کو ضرورت ہوگی جو محتاج ہو، اور اللہ تعالیٰ احتیاج سے بالکل منزہ اور مبرا ہے، بعض جاہل کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اون سے کیوں نہیں بات چیت کرتا، کہا جاتا ہے کہ یہ قول کفار مکہ کا تھا، وہ رسول اللہ صلعم سے کہتے تھے کہ اگر اللہ ان سے بات چیت کرے، تو یقیناً وہ آپ کو رسول سمجھیں گے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کے قائل کفار مکہ نہیں بلکہ یہودی تھے، کیونکہ یہ سورہ مدنی ہے، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی، كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ اور الَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُوْنَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ یہ آیت ہر اس مومن کی شان میں ہے، جو کتاب اللہ غور و فکر سے پڑھے اور اس کی تعلیمات وہدایات پر عمل کرے، کسی ایک مومن کے ساتھ مختص نہیں ہوسکتی، سبب یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ ان کشتی والوں کے متعلق جو جعفر ابن ابی طالبؓ کے ساتھ آئے تھے، نازل ہوئی ہے، یہ کل چالیس۴۰ آدمی تھے، ان میں بتیس۳۲ آدمی حبشہ کے اور آٹھ شام کے راہبوں میں سے تھے، بحیرا راہب بھی انہی میں تھا، اللہ تعالیٰ نے اس زبرجد کو بنی اسرائیل کی نعمت پر ختم فرمایا، غور کرو کس طرح اس زبرجد کو بنی اسرائیل کی نصیحت اور خیرخواہی سے شروع کیا، کہ ان کو تمام دنیا والوں پر فضیلت دی، اور اون کو تمام قوموں کے مقابلہ میں برتری اور فوقیت بخشی، اور پھر اسی پر ختم کردیا،

# ساتویں مقصد میں غور کرو

کس طرح اس کی ابتدا بنی اسرائیل کی فضیلتوں سے کی گئی، کہ یہ لوگ صاحب حمیت اور شریف تھے، ان کی قومی شرافت اور قومی سلطنت تقریبًا ہزار سال تک باقی رہی، اور کس طرح یہ بات اون کے دلنشین کر دی گئی، کہ ان کے نفوس بڑے جلیل اور شریف ہیں، ان باتوں کے تفصیل سے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھی شخصی عزت و عظمت اور قومی سیادت و شرافت اوسی وقت حاصل کر سکتے ہیں، جب کہ وہ ان سے سبق لیں، اور ترقی کا قدم آگے بڑھائے چلے جائیں،

ان دونوں فصلوں میں غور کرو، کتنے یاقوت، زبرجد اور جواہر یہودیوں کی توبیخ اور تقریع کے متعلق بیان کئے گئے ہیں، یہ سب ملا کر بتیس ہوتے ہیں، جن میں قرآن مجید نے ان لوگوں کو یہ عار دلائی ہے کہ یہودیوں نے قول سے ہٹ کر عمل کی طرف توجہ نہیں کی، توراۃ نے بھی ان کے مظالم کو اچھی طرح بیان کیا ہے، قرآن نے تو اون نعمتوں کو جو مختلف اوقات میں ان کو بخشی گئی تھیں ذکر کرکے ان کو بالکل خاموش کر دیا، اور ان کے منہ پر مہریں ڈال دیں، میرا خیال تو یہ ہے کہ یہ تمام قرآن کے زبردست معجزے ہیں، اگر قرآن مجید آنحضرت صلعم کی تصنیف ہوتا تو یہ تمام باتیں قرآن میں کس طرح مذکور ہوتیں، کیونکہ آپ تورات کے عالم نہ تھے، دیکھو قرآن مجید کس طرح دنیا کی قوموں کے اخلاق و اعمال پر تنقید کر رہا ہے، اور ان کے کارناموں کا محاسبہ کر رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ رسالت کا یہی منشا ہے اور رسول اسی لئے بھیجے جاتے ہیں کہ وہ قوم کی جہالت پر قوم سے اور افراد کے مظالم پر افراد سے بازپرس کریں، یہ باتیں ہمارے اور آپ کے جیسے انسان کا کارنامہ نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ ہم اکثر انسانوں کو دیکھتے ہیں جو تعلیم و تلقین میں ایک مدت دراز گذار دیتے ہیں، لیکن

کوئی زندہ قوم وجود میں نہیں لاتے، بلکہ خائب وخاسر ہو کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں ایک زندہ قوم پیدا کرنا ایک نبی اور مرسل من اللہ ہی کا کارنامہ ہو سکتا ہے،

## وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ الآیۃ پر کلام ۹۷

تمام آیتوں کی تفسیر ختم کر لینے کے بعد تفصیل کلام کے لئے میں نے اس آیت کو مخصوص کر لیا، کیونکہ اس آیت میں بے شمار حسن وجمال اور عجائب وغرائب ہیں، گو عام لوگ اس کو پڑھتے ہوئے گذر جاتے ہیں، اور یہ عجائبات ان کو معلوم نہیں ہوتے، میں کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرق اور مغرب کو واحد کے ساتھ ذکر فرمایا، دوسری آیت میں رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ تثنیہ کے ساتھ ارشاد فرمایا، یعنی جاڑا اور گرمی کے دو مشرق، اسی طرح دو مغرب، تیسری جگہ رَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ جمع کے ساتھ ذکر فرمایا، اس اعتبار سے کہ ہر دن کے لئے خاص مشرق اور خاص مغرب ہوتے ہیں، جیسا کہ علم الفلک کے جاننے والوں سے مخفی نہیں، تمام انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں، اول جاہل جو صرف مشرق اور مغرب کا نام جانتے ہیں، مشرق ومغرب کے تنوع اور تصرف سے ان کو واقفیت نہیں ہوتی، دوم درمیانی لوگ جو تھوڑی فکر کی وجہ سے بعض تغیرات سے واقف ہوتے ہیں، سوم فضلاء جو تحقیقی طور پر ہر دن کے خاص خاص مشرق ومغرب سے واقف ہوتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان تینوں طبقوں کا لحاظ کرتے ہوئے مشرق ومغرب کو تین طریقوں سے تعبیر کیا، ہم اس جگہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مشرق ومغرب کو کیوں مخصوص فرمایا، اور قرآن میں اکثر جگہ انوار اور ظلمات کیوں مذکور ہے، مثلاً ایک جگہ فرمایا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ، ایک جگہ ہے، هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُورًا وَّقَدَّرَهُ مَنَازِلَ دوسری جگہ فرمایا، وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا، ایک

جگہ فرمایا، وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی، ایک جگہ ہے، وَمِنَ اللَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ایک جگہ فرمایا وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ، اسی طرح اور بہت سے چمکتے ہوئے جواہرات تم کو قرآن مجید میں ملیں گے۔

# عروس جمیل

تم ایک دلہن کا تصور کرو جو نہایت حسین وجمیل اور خوبصورت وگل اندام ہو، جس کے اعضاء سڈول، موزوں اور مناسب ہوں، جس کا قد و قامت دل کش اور جاذب نظر ہو جو بیک وقت سات رنگی ساریاں پہنے ہو جن میں کوئی سفید، کوئی زرد، کوئی نیلی، کوئی بنفشئی اور کوئی دھانی ہو، یہ سب نہایت باریک اور لطیف ریشم سے تیار کی گئی ہوں، اور اس سے زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز یہ ہو کہ یہ ساتوں ساریاں آپس میں مل کر ایک لباس بن گئی ہوں، جو ہوا سے بھی زیادہ لطیف و پاکیزہ ہو، اس نظر افروز لباس کے ساتھ نہایت بیش قیمت زیورات اور لوازم حسن وجمال اور سامان زینت و آرائش سے اس قدر مکمل ہو کہ اس سے زیادہ کا ہماری عقل تصور ہی نہ کر سکے، اس کے ساتھ وہ اتنی فیاض و دریا دل بھی ہو کہ دوسری حسین وجمیل عورتوں کو حسن وجمال بخشتی اور زیورات و سامان آرائش سے مالا مال بھی کرتی ہو، مزید براں پیرایۂ دلکشی و دلآویزی نہ کبھی بوڑھی ہو نہ اس کے حسن وجمال سے کوئی بوان بے نیاز ہو سکتا ہو، غور کرو اگر ان صفات کی کوئی دلہن یا عورت دنیا میں موجود ہو تو یقیناً وہ تمام نعمتوں سے مالا مال اور حد درجہ خوش نصیب وگراں قدر ہوگی، صرف اس کا ذکر ہی اوس انسان کے دل میں تڑپ اور محبت پیدا کر دینے کے لئے کافی ہوگا، جس نے ایسی ماہ پیکر پری وش عورت ہمارے حوالہ کی تاکہ ہم اس کے حسن وجمال اور غنج و دلال سے محظوظ اور متمتع ہوں، یقیناً یہ اس بے نفس شخص کا ہم پر بہت بڑا احسان ہوگا، جس سے ہم کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے،

یہ عروس کون ہے؟ یہ عروس معہ اپنے تمام صفات کے آفتاب ہے، جو ہم پر روزانہ چمکتا ہے،
ساتوں کپڑوں سے مراد روشنی ہے، جس میں سات رنگ ہوتے ہیں علم طبیعیات میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے
کہ آفتاب کی روشنی جو تمام سطح ارض کو محیط ہے، وہ انہی ساتوں رنگوں کا مجموعہ ہے، شبنم کے قطروں
میں دیکھو، ان میں یہ تمام رنگ چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں، اسیطرح یہ بلور میں بھی دکھائی دیتے ہیں،
کیونکہ روشنی بلور میں نفوذ کرکے انہی سات رنگوں میں منحل ہو جاتی ہے، واضح طور پر قوس وقزح
میں دیکھ سکتے ہو، جو ہمیشہ آفتاب کے مقابل طلوع ہوتا ہے، اگر آفتاب مشرقی جانب ہو تو قوس قزح
مغربی جانب ہوگا، اور اگر مغربی جانب ہو تو قوس مشرقی جانب ہوگا، قوس وقزح کا اس طرح ہونا
اس بات پر دلیل ہے کہ فی الواقع آفتاب کی روشنی کا اس پر اثر پڑ رہا ہے، جس کو بادل کا پانی ان
رنگوں میں تحلیل کر دیتا ہے، جیساکہ موجودہ دور کے علمائے اس کو ثابت کیا ہے، اور اگر اس وقت
علمی آلات موجود ہوتے تو قدیم علماء بھی یہ حقائق معلوم کر لیتے، یہی ساتوں رنگ آپس میں مل کر ایک
ہو جاتے ہیں، اور پھر تمام زمین، پانی، ہوا اور پہاڑ وغیرہ کو رنگین اور روشن کر دیتے ہیں، ہم نے
اوپر کہا ہے کہ وہ حسین وجمیل عورت، دوسری حسین وخوش جمال عورتوں کو بھی حسن وجمال بخشتی ہے،
اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام کواکب وسیارات اسی آفتاب سے روشنی حاصل کرکے رات کے وقت
باشندگان زمین پر اپنی شعاعیں ڈالتے رہتے ہیں، جن کو دیکھ کر انسان کی عقل حیران ہو جاتی ہے،
علماء عصر حاضر کہتے ہیں، کہ نباتات، حیوان اور انسان نیز وہ تمام چیزیں جو روے زمین پر
موجود ہیں، ان تمام میں کوئی اپنا خاص رنگ نہیں ہے، بلکہ ان میں جو رنگ نظر آتا ہے، یعنی
سبزی، سرخی، زردی اور سپیدی وغیرہ یہ سب آفتاب ہی کی روشنی کی رہین منت ہیں، اس دعوی
پر ان کے تجربات بھی ہیں، جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں، اسی طرح مرجان، موتی، عقیق، زمرد،
یاقوت، لعل اور دوسرے جواہرات، مختلف رنگوں کے پھول اور بوقلموں نباتات میں اپنا کوئی

ذاتی رنگ نہیں، بلکہ یہ رنگ آفریں آفتاب کی گوناگوں رنگ آفرینیاں ہیں، جو ہم کو نظر آتی ہیں، اسیطرح الکٹرسٹی یا بجلیاں بھی آفتاب ہی کی فیض بخشی کا نتیجہ ہیں، وہ گیس جو شہروں میں تاروں کے اندر دوڑتی رہتی ہے، وہ پتھر کے کوئلہ سے تیار ہوتی ہے، پتھر کے کوئلے میں یہ گیس آفتاب کی حرارت سے پیدا کی جاتی ہے، یہ پتھر قدیم زمانے سے اپنے اندر آفتاب کی حرارت کو جذب کرتے چلے آرہے ہیں اور آج یہ حرارت اوس سے نکل کر بجلی بن جاتی ہے، جو شہروں اور آبادیوں کو روشن کئے ہوئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی خوبصورتی حسن وجمال اور زینت وآرایش کا خلاق آفتاب ہی ہے، نیز عالم علوی او رسفلی میں زبردست مظہر الٰہی ہے، اسی کی حرارت سے زندگی، روشنی سے ہدایت اور جمال نصیب ہوتے ہیں، اسی لئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ، (آفتاب کے طلوع وغروب کے قبل اپنے خدا کے حمد کی تسبیح کرو. نیز راتوں میں اور اطراف نہار میں بھی خدا کی تسبیح بیان کرو تاکہ تم خوش ہوجاؤ) دوسری جگہ فرمایا، وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ، ایک جگہ فرمایا وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا، کسی جگہ فرمایا وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا، کسی جگہ فرمایا فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝

قرآن مجید کی ان تمام آیتوں میں غور کرو، یہ تمام آیتیں چمکتے ہوئے جواہرات ہیں، انہی پر غور کرنے اور عمل کرنے سے ہم ترقی کر سکتے ہیں، اور ہماری تہذیب اور ہمارا کلچر بلند اور قابل فخر ہوسکتا ہے، ہمارے اردگرد کی قوموں یعنی انگریزوں اور یورپ کی دوسری قوموں اور جاپانیوں نے ترقی کی ہے، لیکن ہم لوگ خواب غفلت میں پڑے سو رہے ہیں، اور زمانہ تیزی سے بڑھتا چلا جا رہا ہے،

لارڈ ایوبری نے اپنی کتاب جمال طبیعت میں جو باتیں لکھی ہیں میں اون کو یہاں نقل کرتا ہوں تاکہ تھیں معلوم ہو کہ انگریزوں نے علمی عجائبات کی طرف کس طرح اور کیسے توجہ کی، لیکن ہمیں کیا ہمکو تو سونے ہی میں مزہ آتا ہے،

لارڈ موصوف لکھتے ہیں، اکثر انسان عام طور پر جمال طبعی سے ناواقف ہوتے ہیں کیونکہ ؤ لوگ اسی جمال کے نظارہ میں غرق رہتے ہیں، ان کو اس کی اچھوتی، طرفگی، اور بلند قدری کا کچھ احساس نہیں ہوتا، اگر روزانہ چمکنے کے بجائے آفتاب کچھ دنوں تک نہ طلوع ہو تو تمام لوگ اس کے مشتاق و آرزومند ہو جائیں گے، لیکن اس کے بعد اگر کسی دن وہ طلوع ہو تو بلاشبہہ تمام انسان اس کے حسن و جمال میں غرق ہو جائیں گے۔ اور اس کے عجائبات کی قدر کرنے لگیں گے، آفتاب کی یہ سنہری اور چمکیلی شعاعیں سونے سے بھی زیادہ بیش قیمت ہیں، اور ان تمام نعمتوں سے بڑھکر نعمت ہیں، جو قدرت کی طرف سے انسانوں کو عطا کی گئی ہیں، لیکن بد قسمت انسان نہ سوچتا ہے نہ سمجھتا ہے، اور نہ اس کی قدر کرتا ہے، لارڈ موصوف نے اسی ضمن میں ایک مثال بھی پیش کی ہے، جس کو افلاطون نے اپنی کتاب جمہوریۂ افلاطون میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ تم ایک ایسی قوم کا تصور کرو جو زمین دوز مکانوں میں زندگی بسر کرتی ہے، اس کے مکانات نہایت عالیشان ہیں، بیش قیمت فرنیچر سے آراستہ و پیراستہ ہیں، مکانوں کی دیواریں منقوش اور مطلا ہیں، تمام دیواروں اور چھتوں پر ... کی گئی ہے، پھول بوٹوں سے ان کو مزین کیا گیا ہے، ان دیواروں اور مکانوں پر ... پڑتی ہے، جو آگ سے نکلتی ہے، لیکن ان لوگوں نے اس آگ کو کبھی نہیں دیکھا ... لوگوں سے سنا ہے، اب اتفاقاً ایک زبردست زلزلہ آیا، جس سے ڈر کر وہ لوگ مکانوں سے نکل پڑے، باہر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک وسیع اور لامتناہی فضا ہے بہت بڑا آفتاب چمک رہا ہے، بادل ادھر سے ادھر آمد و رفت کر رہے ہیں

ہیں اور چکا چوند پیدا کر رہی ہیں، بادل بڑے زور و شور سے گرج رہے ہیں، یہ لوگ آفتاب کے جمال اور ان تمام عجائبات کو دیکھکر بالکل مدہوش ہو جاتے ہیں، شام ہوتی ہے تو یہ چمکتا ہوا انگارا ان لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور ستارے جگمگ جگمگ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ لوگ ان کو دیکھکر حیران و مبہوت ہو جاتے ہیں کہ اتنے ہی میں ان کی نظر ماہتاب پر پڑتی ہے، جو نہایت آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہوا طلوع ہو رہا ہے، خیال کرو کہ ان تمام عجائبات اور فطرت کے اس حسن و جمال کو دیکھ کر ان لوگوں کو کس قدر تعجب ہوگا، فوراً یہ لوگ ایک ایسی ہستی کا اقرار کر لیں گے، جس نے ان چمکتی ہوئی چیزوں کو اس طرح منظم اور مرتب کیا، نیز بروج اور منزلوں میں ان کو جگہ دے رہا ہے، یہ لارڈ اوبری کی تقریر تھی، گو یہ تقریر بھی اچھی ہے، لیکن افلاطون نے جو تقریر جمہوریۃ افلاطونیہ میں لکھی ہے، وہ بہت بہتر ہے، اور اس مسئلہ پر اس نے بڑی دقیق نظر ڈالی ہے، 99

اس تقریر سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ انگریزوں کو ان علوم سے کس قدر شغف ہے، یہ لوگ ستاروں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں، اگر تم یہ کہو کہ انگریز مصنف کی اس تقریر کے نقل کرنے سے ہم کو کیا فائدہ، تو میں کہوں گا کہ میں نے اس کو دو مقصد کے لئے نقل کیا ہے، اولاً یہ کہ انسانی ترقی انہی نفیس دقیق علمی مباحث کی معرفت پر موقوف ہے اور یہ مفید قومیں دقیق علمی مباحث سے شغف رکھنے ہی کی وجہ سے بہت کچھ ترقی کر چکی ہیں، ثانیاً یہ کہ اکثر نوجوان انگریزی تعلیم حاصل کر کے متکبر ہو جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ خدا کا کوئی وجود نہیں، اس لئے کہ انگریز اس کے منکر ہیں، انھوں نے مذہب کو چھوڑ کر سیاست کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ عبادت بیکار چیز ہے، ہم اللہ کے منکر ہیں، اس بنا پر کہ ہم صرف اسی چیز کو معلوم کر سکتے ہیں جس کو آنکھیں دیکھ سکتی ہیں، ہم غیر مادی چیزوں کے منکر ہیں، کیونکہ انگریز بھی اس کے منکر ہیں،

میں نے بڑے بڑے انگریز مصنفین کی کتابیں دیکھی ہیں، ان میں نام نہاد عقل و حکمت کی

ایسی ایسی باتیں ملی ہیں، جن کی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ خدا کے وجود کے انکار کا دعویٰ رکھنے والے سب کے سب جھوٹے ہیں بعض طلبہ علوم کے پوست ہی کو حاصل کرکے مغرور ہوجاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ وہ علامۂ دہر ہوگئے، اونھوں نے تمام مشرقی اور مغربی علوم حاصل کرلئے حقیقت یہ ہے کہ ان علوم میں ہدایت کا شائبہ بھی نہیں نہ کوئی ایسی بات مل سکتی ہے جس سے انکار خدا کی تردید ثابت ہو، اس لئے ایسے لوگوں کو تو زندگی کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دو، کیونکہ ان کی تکذیب کے لئے ان کا دعویٰ ہی کافی ہے تعجب ہے کہ یہی مثال جس کو لارڈ موصوف نے افلاطون کی کتاب سے اخذ کیا ہے اس کو ہمارے صوفیہ بھی اپنی تمثیلوں میں پیش کرتے ہیں، اور اسی قسم کی ایک مثال اللہ نے سورۂ انعام میں دی ہے اس کی حکمت پر غور کرو، وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ آزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا، خلاصہ یہ ہے کہ جب رات ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے دیکھے اور اون کو اپنا خدا سمجھا، پھر جب چمکتے ہوئے چاند کو دیکھا اور اس کے جمال جہاں آرا نے ان کو مدہوش کردیا، تو فرمایا یہی میرا خدا ہے، پھر جب سپیدۂ صبح نمودار ہوا اور بصد شان درخشانی و تابانی سورج کو نکلتے ہوئے دیکھا تو پکار اٹھے کہ یہی میرا خدا ہے، اور سب سے بڑا خدا ہے، پھر جب سورج بھی مغرب کے افق میں جاکر غائب ہوگیا، اور لیل شب نے اپنی چادر تان دی تو فرمایا وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (میں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جس نے آسمان وزمین پیدا کیا، اور میں مشرک نہیں ہوں)

مسلمانو! وہ مثال جس کو افلاطون نے بیان کیا اور جس کو لارڈ موصوف نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے اسی قسم کی مثال قرآن میں بھی موجود ہے، اس مثال کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان جمال مشرقات سے خدا کی ہستی تک پہنچ جاتے ہیں، پھر غور کرو، کس قدر شرم کی بات ہے کہ انگریز تو ان علوم کو حاصل کرکے ان کے ماہر امام بن جائیں، اور ہم لوگ ان کی ابجد سے بھی واقف نہ ہوں، علم خواہ

وہ دنیا کا کوئی علم ہو ہماری گم گشتہ متاع ہے، جس کا حاصل کرنا اور اس میں کمال پیدا کرنا ہمارا فرض ہے، علم مذہب اور تمام کائناتِ عالم کے ہم وارث ہیں کیا یہ آفتاب جو روزانہ چمکتا ہے اوس کی روشنی سے صرف مغربی ممالک ہی روشن ہیں، مشرق نہیں، ہمارا خیال ہے کہ مشرقی ممالک کہیں زیادہ اس کی شعاعوں سے حسین وجمیل نظر آتے ہیں، دریائے نیل کے کنارے اور اہرام پر جیسی سنہری چمک ہوتی ہے کون شخص اس کا مقابلہ اس مدھم اور پھیکی روشنی سے کر سکتا ہے، جو ملک انگلینڈ میں ہوتی ہے، یہ چھوٹی عقل والے لوگ کس طرح دعوی کر بیٹھتے ہیں کہ ہم خدا کے منکر ہیں، تم خیال کرو کہ باوجود اس کے کہ توراۃ اور انجیل میں کہیں بھی طبعی محاسن کا جلوہ نظر نہیں آتا، مگر پھر بھی یورپین قومیں علوم طبعی کی اسقدر عاشق ودلدادہ ہیں لیکن افسوس، قرآن پاک طبعی محاسن سے لبریز ہے، اور قدم قدم پر طبعی مناظر دلربا سے لطف اندوز ہونے کی دعوت دی گئی اور نجوم وکواکب کی جلوہ سامانیوں اور رعد وبرق کی ہیبت آفرینیوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، مگر مسلمانوں کو ان علوم سے شغف نہیں پیدا ہوتا،

لہذا اب مشرق والوں کو بیدار ہونا چاہیئے، وہ وقت پہنچ گیا کہ علوم ومعارف کا آفتاب مشرق میں چمکے، نوجوان ہر طرح کی سعادت کے لئے تیار ہوجائیں اور تمام علوم وفنون میں ترقی کریں،

واللہ میں نے اس بحث کو بے کار نہیں طول دیا، بلکہ صرف اس لئے کہ تم فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ، کے اس ربط کو جو لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ کے ساتھ ہے اچھی طرح سمجھ جاؤ،

کیا تم حضرات ابراہیم خلیل کے قصے میں دیکھتے نہیں کہ کس طرح اونھوں نے ستارے چاند اور سورج کو دیکھ کر توحید کا راستہ معلوم کرلیا، اور خلاقِ عالم تک پہونچ گئے، ہم جس طرف بھی اپنا رخ کریں گے، ستارے، چاند، سورج کی روشنی ہم پر پڑے گی، جب خدا کی ایک ادنیٰ مخلوق

اس طرح ہر جگہ حاضر ہو سکتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تو بدرجہ اولیٰ ہمارے ساتھ ہو سکتا ہے، ہم جہاں بھی رہیں، خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ غلط نہیں ہو سکتا۔

اسی تقریر سے تم اللہ تعالیٰ کے اس قول کو سمجھ سکتے ہو وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔ یہاں تسبیح سے وہ تسبیح مراد نہیں ہے، جس کو جاہل لوگ جپا کرتے ہیں کہ کسی دھاگے میں کسی چیز کے سو ڈیڑھ سو دانے ڈال دیئے اور انگلیوں سے ان کو کھٹ کھٹاتے رہے، بلکہ تسبیح سے مراد فکر، علم، اور نظر و حکمت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ o الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا
۱۰۰ مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ (آسمان و زمین کی خلقت میں اور رات اور دن کے اختلاف میں ان عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے، اور سوئے ہوئے یاد کرتے ہیں، نیز آسمان و زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہوئے کہتے ہیں، اے خدا یہ تمام چیزیں تو نے بیکار نہیں پیدا کیں) اس آیت پر غور کرو کس طرح قرآن مجید ہم لوگوں کو عجائباتِ عالم کی تحقیق کیلئے اُبھارتا ہے، لیکن ناقص العقل مسلمان سوئے ہوئے ہیں، علماء غافل ہیں، اور مغرور انگریزی تعلیم یافتہ فرنگی عقل سے مرعوب ہیں، قرآن مجید اور انگریز مصنفین کے تصنیفات کے اقتباسات سے میں نے بحث قائم کر دی ہے، امید ہے کہ مسلمان غور و فکر کے عادی ہو جائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ

## آٹھواں زبرجد

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ جب اللہ نے ابراہیم کو چند احکام سے آزمایا تو

| | |
|---|---|
| بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ | ابراہیم نے ان کو پورا کر دیا، اللہ نے کہا میں تم کو |
| جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ | تمام انسانوں کا پیشوا بناؤں گا تو ابراہیم نے کہا |
| وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي | اور میری اولاد میں بھی، اللہ نے کہا میرا عہد ظالم |
| الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ | لوگ نہیں پا سکتے، یاد کرو جب ہم نے خانہ کعبہ کو |
| مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَ | لوگوں کا مصدر اور امن کی جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ |
| اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ | نماز پڑھنے کی جگہ مقام ابراہیم کو بنا لو اور ابراہیم و |
| مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ | اسمٰعیل کی طرف حکم بھیجا کہ تم دونوں میرے اس گھر |
| وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ | کو بیرونی اور مقامی لوگوں کی عبادت اور رکوع |
| لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ | سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھو |
| السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ | جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے پروردگار تو اس کو امن |
| اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ | والا شہر بنا دے اور بسنے والوں میں سے ان |
| اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ | لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے بھلوں |
| مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ | کی روزی عنایت کر، اللہ نے کہا اور جو کافر ہے |
| قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا | تو ایسے شخص کو کچھ دن کم سا آرام دوں گا پھر عذاب |
| ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ | دوزخ میں پہنچا دوں گا جو بہت بری جگہ ہے |
| وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِذْ يَرْفَعُ | جب ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے |
| اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ | تھے اور یہ کہتے جاتے تھے اے ہمارے پروردگار تو ہماری |
| وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ | یہ خدمت قبول کر بے شک تو سننے والا اور جاننے والا |
| اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا | ہے اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا مطیع بنا لے اور |

مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً
مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ
تُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ ○ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْ
لًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ
يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۖ
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ وَمَنْ يَّرْغَبُ
عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ
نَفْسَهٗ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي
الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ
الصّٰلِحِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَوَصّٰى
بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۖ يٰبَنِيَّ
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ
اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ
مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ ۢ بَعْدِيْ ۖ قَالُوْا نَعْبُدُ
اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ
اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○

ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی قوم بنا جو تیری مطیع
ہو، اور ہم کو حج کے احکام بتلادے، نیز ہماری حالت
پر توجہ رکھ بلاشبہ تو توجہ رکھنے والا رحم کرنیوالا ہے
اے ہمارے پروردگار اس قوم میں انہی میں کا ایک
ایسا پیغمبر بھی بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھکر سنائے
اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے بیشک
تو غالب اور حکیم ہے، ملت ابراہیم سے وہی روگردانی
کریگا، جو اپنے جی سے احمق ہو اور ہم نے ان کو دنیا
میں بھی منتخب کرلیا، اور وہ آخرت میں بھی صالحین
میں سے شمار کئے جائیں گے، جب ان (ابراہیم) کو
ان کے پروردگار نے کہا تم اطاعت اختیار کرو،
انھوں نے کہا میں نے اس کی اطاعت اختیار کی
جو تمام عالم کا پروردگار ہے، ابراہیم اور یعقوب نے
اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے
تمہارے لئے اس دین (اسلام) کو منتخب فرمایا ہے، لہذا
تم اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب پر مت جانا دنیا
کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کا آخری وقت
پہنچا، اور جب انھوں نے اپنے لڑکوں سے کہا میرے
بعد تم لوگ کس کی عبادت کروگے تو ان لوگوں نے کہا

[illegible]

حضرت آدم و حوا علیہما السلام اور ابلیس کے قصے میں علم الاخلاق کے اصول و مبادیات وغیرہ کے ذکر ۱۰
کے بعد یہودیوں کے حالات اور اون کو جو زجر و توبیخ ہوئی اس کا ذکر ہوا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ زجر و توبیخ وغیرہ اس لئے تھی کہ منہیات و محرمات سے بچا جائے، اور فواحش اور اخلاقی ذمائم سے احتراز کیا جائے، اس کے بعد یہ ضروری تھا کہ علم و حکمت اور اخلاق فاضلہ اور خصائل حسنہ وغیرہ کا ذکر ہو جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام متصف تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کا قصہ بیان کرتا ہے تاکہ ہم جس طرح یہودیوں کے قصے سے عبرت حاصل کر کے برے اعمال و اخلاق سے بچیں، اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے قصے سے سبق لے کر اچھے اعمال و اخلاق سے متصف ہوں، حضرت ابراہیمؑ وہ پدر بزرگوار ہیں جو دو مشہور قبیلے عرب اور یہود اور دو مشہور شاخوں اسرائیلیوں اور اسماعیلیوں کے منبع ہیں، ابراہیم علیہ السلام کے دو لڑکے تھے، اسحاقؑ اور اسمٰعیلؑ، پھر اسحاقؑ سے یعقوبؑ پیدا ہوئے جن کو اسرائیل کہتے ہیں، اسرائیل کے معنی ہیں عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ، حضرت اسمٰعیلؑ سے عربوں کی نسل چلی اور انہی میں ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہیں، قدیم زمانہ میں تمام عرب دین ابراہیمی کا متبع تھا، رسول اللہ صلعم بھی اسی دین کی دعوت و تبلیغ کے لئے تشریف لائے، اللہ تعالیٰ اس جگہ اہل عرب کو حضرت ابراہیمؑ کے دین کی یاد دلا رہا ہے، جو ان کے ابو الآباء تھے، فرمایا وَ اِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ الخ اس جگہ مفسرین نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو امامت کا درجہ اوسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ انسان خصائل حمیدہ کے ساتھ متصف ہو، اور وہ اسی وقت لوگوں کا پیشوا بن سکتا ہے، جب کہ اس میں مکارم و فضائل اخلاق بدرجۂ اتم پائے جائیں،

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ظاہری و باطنی اخلاق و آداب کے ساتھ متصف ہونے کا حکم ملا مونچھیں کُٹانا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، اور مانگ نکالنا یہ پانچوں سر اور چہرہ کی نظافت و پاکیزگی اور آرائش و زیبائش کے متعلق تھے، اور ذیل کے پانچ آداب پورے جسم کی پاکی و طہارت سے

رکھتے ہیں، ناخن کٹوانا، بغل کا بال اور زیر ناف صاف کرنا، ختنہ کرنا، اور استنجا کرنا، یہ ظاہری آداب تھے جو حضرت ابراہیمؑ کو تلقین کئے گئے تھے۔ باطنی آداب جو کل تیس ہیں، مندرجہ ذیل آیتوں میں ان کا بیان ہے۔ اَلتَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، اور یہ آیت اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقَاتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔ اور یہ آیت قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝ ان آیات سے تیس باطنی آداب کا استنباط کرنا کچھ مشکل نہیں، مثلاً توبہ، عبادت، حمد، رکوع، سجود، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اور حفاظت حدود وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ستاروں اور سورج اور چاند میں بھی غور و فکر کا حکم دیا، آپ نے اسکو بحسن وخوبی انجام دیا، ہجرت اور ترک وطن کا بھی حکم ملا، آپ اس کو بھی بجا لائے۔ اسی طرح عالم سفلی میں بھی غور و فکر کا حکم ملا، جیسے چڑیوں کو ذبح کرکے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والا واقعہ، جس سے معلوم ہو گیا، کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا، اسی طرح بت پرستی کے ابطال اور بت شکنی کا بھی حکم ملا، خلاصہ یہ

کہ عالم علوی، عالم سفلی، روحانیات اور مادیات ہر ایک میں غور و فکر کا حکم ملا، اور آپ نے تمام احکام کی تعمیل کی یہاں تک کہ آگ کی بھی آزمائش میں ڈالے گئے، اور اس میں پورے اترے

ان تمام احکام اور اخلاق کو چار کلموں میں ادا کر سکتے ہیں، صفات عالیہ، اخلاق فاضلہ، حضرت ابراہیم اور نسل ابراہیم کی شرافت، اور حضرت ابراہیم کا عرب اور بنی اسرائیل کا ابوالآباء ہونا یہی وہ کلمے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو آزمایا، فرمایا وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ یہ چاروں کلمے محض حروف نہیں ہیں جن کو ہمارے ہونٹ اور زبان ادا کرتے ہیں، بلکہ امامت و خلیلیت کا دارومدار انہی چاروں کلموں پر ہے، آج مسلمانوں میں ایک بڑی مصیبت یہ پیدا ہو گئی ہے کہ جاہل اور مکار لوگ ان کو دھوکہ دیکر یہ کہدیتے ہیں کہ جو شخص فلاں سورہ پڑھے گا تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا، اور اس کو فلاں فلاں چیز عطا کریگا، عام لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ اگر اس سورہ کے حروف رٹ لئے جائیں تو یہ چیزیں ہم کو خدا کی طرف سے مل جائیں گی، چنانچہ وہ ایسا ہی کرنے لگتے ہیں، اور اصل مقصد سے غافل ہو جاتے ہیں، خدا کی قسم تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سورہ پر عمل کرنے سے اصل مقصد حاصل ہو گا، نہ کہ فقط سورہ کے الفاظ پڑھ لینے یا رٹ لینے سے، مسلمانوں کے لئے یہ کس قدر افسوسناک بات ہے وہ نسل ابراہیم سے ہو کر اپنے باپ کے طریقوں اور رستوں سے جاہل رہیں، آج مسلمانوں میں فلسفہ اور حکمت کے مدارس کہاں ہیں، صدق و وفا کہاں ہے، وہ ابراہیمی فضائل و اخلاق کہاں ہیں، اگر ابراہیم علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں تو یقیناً ہم لوگوں کو اپنی اولاد تسلیم کر لینے سے انکار کر دیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (میرے عہد کو ظالم نہیں حاصل کر سکتے) صرف خدا کے بندوں پر دست درازی کرنے کا نام ہی ظلم نہیں ہے، بلکہ آسمان و زمین کے نظام سے بے خبر اور فضائل حسنہ سے دور رہنا بھی ظلم ہے، اور سب سے بڑا ظلم ہے، اگر آج مسلمانوں کو دنیا

کی قوموں کی امامت اور پیشوائی حاصل نہیں تو یہ ہماری بدقسمتی ہے، ہم لوگوں کو چاہئے کہ اپنے نفس کو ملامت
کریں، کیونکہ ہم ظالم اور اپنے باپ ابراہیم کے اعمال سے غافل ہوگئے، وحی نازل ہونے سے پہلے آنحضرت صلعم ۱۰۲
غار حرا میں جاکر خدا کی عبادت کرتے تھے، یہ عبادت کیا تھی، دنیا کی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں اور آسمانی
عجائب وغرائب میں تامل اور غور وفکر تھا یہی چیز ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، اور اس دین سے وہی
شخص اعراض اور روگردانی کرتا ہے جو احمق، بیوقوف اور جاہل ہے،

ان آیات میں دس زمرد ہیں، پہلا زمرد اپنی اولاد کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طلب
امامت اور خلافت پھر اس کا یہ جواب کہ تمہاری جاہل اور ظالم اولادیں اسکو حاصل نہیں کرسکتیں،

## دوسرا زمرد

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى، (وہ وقت قابل ذکر ہے، جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے معبد اور امن کی جگہ قرار دیا، اور کہا کہ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو)

تم کو معلوم ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام حکمت علم اور آداب واخلاق سے مزین تھے اسی لئے
ہم لوگوں کو جہاں جہاں حضرت ابراہیم ؑ نے خدا کی عبادت کی، ٹھہرے اور قیام کیا، مثلاً کعبہ، حرم،
اور مقامات حج وغیرہ کو سجدہ گاہ اور قبلہ بنالینے کا حکم ملا، ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی حضرت ابراہیم
کے نقش قدم پر چلیں، صلاۃ سے مراد دعا ہے جو ان مقامات میں کیجاتی ہے اسی طرح صرف جسمانی
حرکتوں کا نام نہیں جیسا کہ نماز بلا غور وفکر کے کلمات اور افعال کا نام نہیں ہے، یہی سب قرآن مجید
کے عجائبات ہیں، طواف کی دو رکعت نماز بھی اسی دعا میں شامل ہے، اس لئے صلوٰۃ سے دعا
مراد لینے میں کچھ حرج نہیں ہے،

# تیسرا زمرد

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ، (ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کی طرف یہ حکم بھیجا کہ تم میرے گھر (کعبہ کو بیرونی اور مقامی اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے خوب پاک وصاف رکھو)

آیت کا مطلب بالکل واضح ہے،

# چوتھا اور پانچواں زمرد

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ، (ابراہیم نے یہ دعا کی کہ اے خدا تو اس کو ایک بامن شہر بنا دے، اور اس کے باشندوں کو پھلوں کی روزی عطا فرما،)

یہ دعا بالکل واضح ہے، مطلب یہ ہے کہ مکہ ایک بامن شہر ہوجائے جس میں جنگ وجدال اور قتل وخون ریزی وغیرہ نہ ہو، اور باایمان باشندوں کو پھلوں کی روزی ملتی رہے، چنانچہ خدائی دربار میں یہ دعا مقبول ہوگئی، اور آج مکہ مکرمہ میں جنگ وجدال اور قتل وخون حرام کردیا گیا ہے، یہ دعا اس لئے تھی کہ قوم میں سلامتی اور حفظ نفس پیدا ہو، اور خون ریزی سے باز رہا جائے، اسلام میں ترقی اور اقدام کے بے شمار بیج ہیں، جو انشاء اللہ اپنے وقت پر اگیں گے، اور نشو ونما پائیں گے،

پھر باپ بیٹے نے مل کر خانہ کعبہ تیار کیا، اور اس خدمت کے مقبول ہونے کی خدا سے درخواست کی، یہ قصہ بخاری شریف میں اس طرح مذکور ہے، کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ اور چھوٹے بچے اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کر خانہ کعبہ کے نزدیک پہونچے، اس زمانے میں نہ تو مکہ کوئی

شہر تھا، نہ وہاں پانی تھا ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ اور حضرت اسمٰعیل کو اسی جگہ چھوڑ کر دا
ہوئے، تو حضرت سارہ بھی ساتھ ہو گئیں، ابراہیم علیہ السلام مقام ثنیہ کے نزدیک قبلہ رو ہو کر کھ
ہو گئے، اور خدا سے یہ دعا کی اے خدا میں اپنی ذریت کو اس بے آب و گیاہ اور خشک وادی میں
باعزت گھر کے نزدیک چھوڑتا ہوں تاکہ یہ لوگ تیری عبادت کریں، اے خدا تو لوگوں کے دا
کو ان کی طرف مائل کر دے، نیز ان کو پھلوں سے روزی عطا فرما، تاکہ یہ تیرا شکر ادا کرتے رہیں
اس طرح ان کو خدا کے حوالہ کر کے وہاں سے روانہ ہو گئے، اس کے بعد ماں بیٹے کو پیاس لگی
سارہ پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے درمیان کئی بار دوڑیں، دوڑ ہی رہی تھیں کہ ان کے کا
میں آواز آئی دیکھا تو جبرئیل زمین کو اپنے پیروں سے کھود رہے ہیں، پانی نکلا تو دونوں پی کر خو
سیراب ہوئے، اس کے بعد کدا کے راستے سے جرہم کی ایک جماعت گذری، اور زمزم کے قریب
اپنا ڈیرہ ڈال دیا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سن رشد کے قریب پہنچے تو باپ بیٹے میں ملاقات ہو
اور دونوں نے مل کر خانہ کعبہ تعمیر کرنا شروع کر دیا، حضرت اسمٰعیلؑ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے، او
حضرت ابراہیم علیہ السلام بناتے جاتے تھے، حجر اسود کو بھی کعبہ کے ایک گوشہ میں رکھدیا، مکا
بناتے وقت یہ دعا پڑھتے جاتے تھے، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

۱۰۳ تمام عرب اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، جو آج حجاز یمن تہامہ اور اکثر جزائر عرب، ش
عراق، مصر، طرابلس، ٹونس، جزائر اور مراکش وغیرہ میں آباد ہیں، لیکن کیا ان لوگوں نے حضر
ابراہیمؑ کے علم و حکمت سے کچھ بھی حصہ لیا ہے اے ہمارے باپ ابراہیم یہ شمالی افریقہ مصر و
اور جزیرۃ العرب کے رہنے والے آپ کی اولاد ہیں، لیکن آپ کے علم سے بالکل جاہل ہیں، آپ
آسمان و زمین اور ستاروں میں غور و فکر کیا، اور واقعۂ طیر میں اصل حقیقت کی جستجو کے لئے مرکبا
کی تحلیل کی، آگ میں کود دے، ترک وطن اور فراق اہل عیال کی مصیبتیں جھیلیں، ان کے پا

کتاب اور رسول بھی آگئے جن کے مبعوث ہونے کی آپ نے دعا کی تھی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی، لیکن آپ کی بزرگی اور جلال کی قسم کہ ان لوگوں نے اس دعائے خلیل اور نوید مسیح رسول اور اس کی کتاب کو سطحی نظر سے دیکھا، قرآن سے ان کو اتنا ہی حصہ ملا جتنا کہ ایک بھوکے کو ہوا سے مل سکتا ہے، آج دوسری قوموں نے ان کو کچل ڈالا ہے، آج بجائے امام کے وہ ماموم ہیں، اور بجائے آزاد کے وہ غلام ہیں، سب کے سب ظالم ہیں، علم صنعت سماوی اور ارضی عجائبات سے بالکل جاہل ہیں، آپ نے آسمان میں نظر کیا، انھوں نے آنکھیں بند کر لیں، آپ نے طبعیات میں غور و فکر کیا، انھوں نے اس سے اعراض کر لیا، ہم لوگوں کی شان میں اللہ کا یہ قول بالکل صادق ہے، وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ. خدائے تعالیٰ سے امید ہے کہ بہت جلد ان کی جہالت کو علم سے بدل دیگا، یہ انقلاب کا زمانہ ہے، ان میں انقلاب ہو کر رہے گا، اور یہ لوگ پھر اپنی بلند جگہ حاصل کر لیں گے، اس گردش لیل و نہار اور فلک دوار کے تحت طرح طرح کے عجائب و غرائب ظاہر ہو رہے ہیں، کیا عجب ہے کہ مسلمانوں کا بیڑا بھی غرق ہو کر پھر اوپر چل آئے اور وہ دنیا کی ایک زندہ قوم بن جائیں، ترکی، کردی، چینی، جاوی، ہندوستانی تمام مسلمان آپ کی روحانی اور دینی اولاد ہیں، مذہبی اور علمی بنوت، نسبی بنوت سے کہیں زیادہ برتر اور بلند تر ہے، آپ کی تمام اولاد سے کہا گیا، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ (یہ تمھارے باپ ابراہیم کا مذہب ہے، انھوں نے بہت پہلے تم لوگوں کا نام مسلمان رکھا) دوسری جگہ کہا گیا، لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ. (رسول تم پر شاہد ہوں گے اور تم لوگ تمام دوسرے انسانوں کے لئے شاہد ہو جاؤ) اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے شروع ہی میں ہمارا نام مسلم رکھا، عام لوگوں کے مقابلہ میں ہماری حیثیت وہی ہے جو رسول کے مقابلہ میں ہماری ہے، اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے، کہ اس امتیاز و شرف سے مشرف ہونے کے بعد ہم دنیا کی تمام قوموں کے

ہادی و رہنما نہ ہوں،

حضرت ابن ابی وقاصؓ نے جس قاصد کو فارسیوں کے کیمپ میں بھیجا تھا، اس نے رستم سپہ سالار کے سامنے مجمع عام میں یہ تقریر کی تھی ہم لوگ اس لئے ظاہر ہوئے ہیں کہ لوگوں کو تمام مذاہب اور ان کے متبعین کے ظلم سے نکال کر اسلام کے عدل و مساوات کی میزان میں داخل کریں اور خدا کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ تسلیم کریں، واللہ ہمارے انہی اسلاف نے اسلام کی یہی حقیقت سمجھی تھی۔

مسلمان عام لوگوں کے لئے شاہد ہیں جس طرح اللہ کے رسول عام لوگوں کے لئے رحمت تھے، اسی طرح ہم لوگ بھی عام لوگوں کے لئے اسی وقت رحمت ہو سکتے ہیں جبکہ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت کی اتباع کریں، اور تمام علوم و فنون کی تعلیم حاصل کریں، جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں میں غور و فکر کیا اور علم الحقائق کی تفتیش کی، اسی طرح مسلمانوں کو بھی اجرام سماوی اور فلکیات میں غور و فکر کرنا چاہیئے۔ اگر وہ تمام علوم و فنون اور اقوام عالم کے حالات سے جاہل رہیں گے، تو کس طرح وہ ان کے شاہد ہو سکتے ہیں، کیونکہ کسی قوم کی شاہد وہی قوم ہو سکتی ہے جو اس کے تمام حالات و اطوار سے واقف ہو، قرآن مجید نے ہم کو صرف شاہد ہی نہیں قرار دیا، بلکہ تمام زمین والوں پر فضیلت بھی عطا فرمائی ہے، فرمایا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ایک جگہ فرمایا وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا، یعنی ہم نے تم کو متوسط قوم بنایا، مسلمانوں کا مذہبی اور روحانی وطن دنیا کے بیچ میں واقع ہے جانب مغرب، براعظم یورپ اور جانب مشرق چین، جاپان، ہندوستان اور امریکہ وغیرہ ہے جس طرح مسلمانوں کا وطن وسط میں ہے، اسی طرح وہ تمام ملکوں کے باشندوں کے وسط ہیں، انشاء اللہ جب وقت آئیگا تو مسلمان ہی تمام مظلوموں کے مرجع اور خوفزدوں کے ماوی ہوں گے، اور مسلمان ہی تمام اوامر و نواہی کے مالک ہوں گے، جس طرح ان کے رسول تمام ۱۰۲

عالم کے لئے رحمت تھے، اسی طرح یہ بھی تمام قوموں اور ملکوں کے لئے رحمت ہوں گے اللہ تعالیٰ کے اس قول لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (تاکہ مسلمان کو تمام مذاہب پر غلبہ دے) کے یہی معنی ہیں، ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان دنیا کی بہترین قوم ہیں، یہ قرآن حکیم کی ایک خبر اور بشارت ہے، جس کا حق ہونا ضروری ہے، مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے، کہ اس کے حق ہونے کا وقت پہونچ گیا، کیونکہ مسلمانوں کے ذہن و دماغ کی تاریکیاں آہستہ آہستہ دور ہو رہی ہیں اور وہ حقائق عالم پر غور کرنے لگے ہیں، ایک غالب اور صاحب ثروت قوم بن جانے کا ولولہ ان میں پیدا ہو گیا ہے،

روئے زمین پر اسلام کی اصلاحی آواز اس وقت بلند ہوئی تھی جبکہ عرب کے قریب کے دو ملکوں یعنی فارس ور روم میں تزلزل پیدا ہو گیا تھا بعض قومیں بعض میں مدغم ہو گئی تھیں، مغربی قومیں مشرقی قوموں کے ساتھ اور مشرقی قومیں مغربی قوموں کے ساتھ خلط ملط ہو گئی تھیں، جب اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھنا شروع ہوا اور اسلامی لشکر تمام قوموں اور ملکوں کو زیر و زبر کرتا ہوا اقصائے عالم تک پہونچ گیا، اور اسلام کا علم دنیا کے اکثر حصوں پر لہرانے لگا، تو مسلمان بادشاہوں نے اپنے اپنے عہد کے حالات و ظروف کے ماتحت اور اپنی قوت و طاقت کے بھروسہ پر بہت کچھ عدل و انصاف سے کام لیا، اس کے بعد اسلامی دولت پر تباہی نازل ہو گئی، اور مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کے باغ میں خزاں آگئی، مشرق سے مغلوں اور تاتاریوں نے خروج کیا، اور ان کے ملک کے وارث ہو گئے، لیکن پھر مسلمانوں کیساتھ ل بھی گئے، یہ اسلام کا حیرت انگیز اعجاز تھا، کہ تاتاریوں کے سر دین فطرت کے آستانہ قدس پر سرنگوں ہو گئے، اور جو کل مسلمانوں کو مٹانے اور شمع اسلام کو بجھانے کے لئے اٹھے تھے، وہ خود حلقہ بگوش اسلام اور دین قیم کے محافظ و پاسبان بن گئے، مغرب سے یورپین قومیں مذہبی جنگ کا نام لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئیں، اور ان کو صفحۂ ارض سے

مٹا دینا چاہا، گو وہ اس میں کامیاب نہ ہوئیں، اور صلاح الدین ایوبی نے علمبرداران جنگ صلیبی کی تمام آرزووں کو خاک میں ملا دیا، اور مسلمانوں کے قبلہ اولی کو ان کے قبضہ و تصرف سے بچا لیا، لیکن یورپ کے یہ مذہبی دیوانے جب مسلمانوں سے ملے، اون کے تہذیب و تمدن کو دیکھا، ان کی علمی ذہنی، دماغی اور عقلی ترقیوں کا حال اون کو معلوم ہوا، تو اون میں بڑا زبردست ذہنی انقلاب پیدا ہو گیا، اوس کے بعد اونھوں نے مسلمانوں کے علوم و فنون سیکھے، یہاں تک کہ انکے بڑے بڑے ذی اثر حضرات اور اکابر نے یہ اعلان کر دیا کہ ہمارے مذہبی رہنما بالکل جاہل اور مفسد ہیں، اور مذہب میں ایسی ایسی چیزیں داخل کر دی ہیں، جن کو نہ تو خدا نے نازل فرمایا، اور نہ اون کو مذہب سے کچھ تعلق ہے، اس لئے تم لوگ صرف خدائے واحد کو تسلیم کرو، اور اسی کی پرستش کرو، یہ اعلان فی الحقیقت ایک صدائے بازگشت تھی، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَ رُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَالۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ‌ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ (ان لوگوں نے اپنے عالموں اور راہبوں اور مسیح بن مریم کو خدا کے سوا معبود بنا لیا حالانکہ ان کو صرف ایک خدا کی عبادت کا حکم ملا تھا) اس کے بعد مغربی قومیں علوم و فنون میں اور مشرقی قومیں عقلی ضلالت و گمراہی میں ترقی کرتی چلی گئیں، یہاں تک کہ اسی حریت اسلامی کی وجہ سے وہ جہالت جو مغربیوں پر قرنوں اور صدیوں سے اپنا سایہ ڈالے ہوئے تھی بالکل دور اور اون کی عقلیں بالکل آزاد ہو گئیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مغربیوں نے ڈاک کا بہترین انتظام کیا، دنیا میں ریلیں دوڑا دیں، تمام اطراف عالم میں ٹیلیگرام اور ٹیلیفون کے تاروں کے جال پھیلا دیئے جس کی وجہ سے پھر تمام مغربی، مشرقی قوموں سے مل گئے، ہر ایک نے دوسرے کو پہچانا، اس کے بعد آپس میں جنگ ہوئی، جو قوی تھا وہ ضعیف پر غالب آگیا، اس کے بعد تجارتی حلقے بہت زیادہ وسیع اور مضبوط ہو گئے، یہاں تک کہ پھر ان میں تصادم ہوا اور ایک خوفناک عالمگیر جنگ

چھڑ گئی، پھر صلح بھی ہو گئی لیکن ان تمام دعاؤں میں مسلمان بالکل خاموش رہے۔ لہٰذا اب مسلمانوں کی باری ہے کہ وہ پھر ترقی کی طرف قدم بڑھائیں، اور دنیا میں دوسرا دور شروع ہو، پھر ہم ویسے ہی ہو جائیں، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (تمھارے لئے قول آخر بہتر ہے)

مسلمانوں کو چاہئے کہ پہلے اپنی اصلاح کریں، اس کے بعد وہ دنیا کی اصلاح کے لیے کھڑے ہوں، اون کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج وہی قوم کامیاب ہے جو علوم و معارف سے بہرہ ور ہو، جب تک مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کریں گے، دوسری قوموں کے شاہد نہیں ہو سکتے،

ہمارے باپ ابراہیمؑ نے اللہ کی حمد اس بات پر کی تھی کہ خدا نے اون کو بڑھاپے میں دو بیٹے اسمٰعیل اور اسحٰق عطا فرمائے تھے، یہ حقیقت ہے کہ مال اور اولاد دنیا کی زینت ہیں، پھر یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے، کہ اتنے بڑے جلیل القدر پیغمبر جو اکثر انبیا کے باپ ہیں، دنیاوی زینت کے عاشق ہوں، اور اس پر خدا کی حمد کریں، اس لئے کہ اولاد کی نعمت پر حمد کرنا، اور نعماے الٰہی پر حمد کرنے سے کم درجہ ہے، لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کی حمد میں ضرور کوئی اہم راز ہے، بلا شبہہ حضرت ابراہیمؑ نے دونوں لڑکوں پر خدا کی حمد کی، اور اس نعمت پر شکر بجا لائے لیکن یہ معلوم ہے کہ یہ دونوں بھی نبی ہیں، ان میں سے ایک یعنی اسمٰعیل علیہ السلام تو ایسے نبی کے پدر بزرگوار ہیں جو تمام عالم کے مرشد اور ہادی ہیں، اور دوسرے یعنی اسحٰق علیہ السلام اکثر انبیا کے باپ ہیں، جو مختلف قوموں کے ہادی و مرشد بن کر آئے تھے، حضرت ابراہیمؑ کا خدا کی حمد کرنا محض اس بات پر نہ تھا، کہ اللہ نے اور خوش نصیب لوگوں کی طرح ان کو بھی اولاد کی نعمت سے نوازا بلکہ اس بات پر تھا کہ ان کے ان دونوں بیٹوں کے ذریعہ سے تمام عالم کی تربیت اور سعادت ہو گی، حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوا عَلَيۡهِمۡ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتَابَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيهِمۡ، اپنی حمد میں اسمٰعیل کو مقدم کیا، کیونکہ اسمٰعیل علیہ السلام کی ذریت سے یہ مسلم قوم ہے جو تمام دنیا کی قوموں سے بہتر ہے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتی ہے،

مسلمانو! تم اپنے اوپر سے ان تمام ہاتھوں کو دور کردو جو تمہیں دبائے ہوئے ہیں، تاکہ تم سب آپس میں مل کر ایک قوم ہو جاؤ اس کے بعد دوسری قوموں کی حالتوں پر غور کرو، یہ بات یاد رکھو، کہ یورپ کے اصحاب حل وعقد ہمیشہ اپنی قوم کو مسلمانوں کو غلام بنانے کی تعلیم دیتے ہیں،
۱۰۵ اسی وجہ سے ان لوگوں نے ہمارے خون اور ہمارے مال کو حلال سمجھ رکھا ہے، جب تمہارا یوم موعود (کامیابی) پہونچ جائے تو تم ان سے بہتر ہونے کی کوشش کرو، طاقتور قوموں کے ظلم کو ضعیف قوموں سے دور کردو خواہ وہ کسی مذہب اور ملت یا کسی رنگ کے ہوں، کیونکہ تم تمام عالم کے لئے باعث رحمت ہو، اپنی فوجوں اور ہتھیاروں سے ظالموں کو ادب دو، لیکن خود کسی پر ظلم نہ کرو، نہایت انصاف کے ساتھ قیادت اور سیاست کو انجام دو غور کرو، ہمارے رسول کس طرح تمام قوموں کے شاہد تھے، آپ نے یہودیوں اور عیسائیوں کی مذمت کی کہ یہ خود ہی اپنی کتابوں کی مخالفت کرتے ہیں، نیز ان کے تمام برے عقائد اور خیالات بیان کرکے ان کو عار دلائی، اور ان قوموں کو بھی اسی طرح ادب کی تعلیم دی جس طرح اپنی قوم کو ادب سکھایا اور فضائل وحسنات کا سبق پڑھایا اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم زمین پر زبردست مدنیت کو موجود پاتے ہیں، تم لوگ بھی اپنے غلبہ کے بعد اسی طرح ہو جاؤ، دوسری قوموں کو ادب کی تعلیم دو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو، یہی وہ بات ہے، جس کے بیان کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو کھول دیا ہے، اور یہی قرآن کا مقصد ہے، ورنہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ بیان کرنے

اور اس کے سننے سے کیا فائدہ کعبۃ اللہ کے مقدس معماروں کے حالات اور ان کی تاریخ میں یہی حکمتیں مضمر تھیں، جن کی ہم نے اس جگہ تفصیل کی ہے، تم اس تقریر کو تمام مسلمانوں میں پھیلاؤ اور شائع کرو، اللہ زبردست مددگار ہے،

نماز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر مکرر درود وسلام جو بھیجتے ہیں، اس کا بھی یہی راز ہے، کہ ہم لوگ اون کی حکمت اور ظاہری و باطنی آداب وطرق اور اسوۂ حسنہ کو اختیار کریں، اسی میں ہماری صلاح و فلاح ہے،

مسلمانو! میں کہتا ہوں کہ اب تمھاری نصرت اور عزت کا زمانہ قریب پہونچ گیا، کیا تم دوسری قوموں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتے ہو جب کہ تم خود ذلیل اور مغلوب ہو؟

اللہ تعالیٰ نے زمین پر دو قسم کے حیوانات پیدا کئے ہیں، ایک ذلیل دوسرے عزیز، عزیز حیوانات یہ ہیں، مثلاً ہرن، شیر، بھیڑیا اور ہاتھی وغیرہ، یہ حیوان لق و دق جنگلوں اور وسیع فضاؤں میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، اپنی معاش کے لئے خود کوشش کرتے ہیں، اور اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں، کوئی غیر ہستی ان کی زندگی کی کفیل نہیں، بلکہ خود کامل حریت اور کامل استقلال سے متمتع و مستفید ہیں۔

ذلیل قسم کے وہ حیوانات ہیں جن پر ہم احسان کرتے اور ان سے کام لیتے ہیں، ہم نے اپنی قوت سے اون کو اپنا ماتحت بنا لیا ہے، اور ہم نے اون کو ان تمام چیزوں کی تلاش و جستجو سے جو اونکی زندگی کے لئے ضروری اور مفید ہیں، بے نیاز کر دیا ہے، مثلاً بکری، بھیڑ، گائے، بیل، اونٹ، گھوڑے وغیرہ یہ جانور ہمارے رحم و کرم اور سختی و جبر کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں، قسم اوّل کو اپنی آپ حفاظت کی قوت بھی عطا کی گئی، جس سے وہ اپنی حفاظت کرتے اور ضروریاتِ زندگی حاصل کرتے ہیں، اور قسم ثانی سے یہ قوت سلب کر لی گئی ہے، اور ان کی حفاظت و کفالت کی ذمہ داری انسانوں پر عائد کی گئی ہے

خداوند تعالیٰ نے ہمارے لئے جو نعمتیں مخصوص کی ہیں یا بخشی ہیں، اگر ان کو استعمال میں لائیں،

تو بڑھیں گی اور زیادہ ہوں گی، اور اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو ختم اور فنا ہو جائیں گی یہ قاعدہ کلیہ ہے اے مسلمانو! ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ ہم لوگ قسم اول جیسے ہوں؟ یا قسم ثانی جیسے قسم ثانی اپنی ذات کے لئے کسی نفع کی مالک نہیں، اور قسم اول بالکل آزاد ہے، وہ آپ اپنی حفاظت کرتی اور غیروں کو بھی نفع پہنچاتی ہے، مسلمان جب تک دوسری اقوام کے رحم وکرم پر ہوں گے کبھی بہترین قوم اور عادل نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ قوم جو خیر الامم ہو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دعویٰ رکھتی ہو اوس کو آزاد اور دولتِ استقلال سے مالامال ہونا ضروری ہے، کیا ذلیل ومنکوب بھی صاحبِ امر ونہی ہو سکتا ہے، اسی لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر حریت، آزادی، بہادری، شجاعت اور سخاوت وغیرہ اوصاف پیدا کریں، کیونکہ ایک باعزت قوم کے لئے ان اوصاف کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے،

## چھٹا زمرد

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ إِبْرٰهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ سے تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ تک،

حضرت ابراہیم علیہ السلام عرب، یہود اور نصاریٰ کے پیغمبروں کے باپ ہیں، نصاریٰ کے ۱۰۶
پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور وہ حضرت مریمؑ کے بیٹے ہیں، اور وہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتی ہیں،

ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے اسحٰقؑ اور اسمٰعیلؑ تھے، حضرت اسحٰقؑ یہودیوں کے اور حضرت اسمٰعیلؑ عربوں کے ابو الآباء ہیں، حضرت ابراہیمؑ نے اپنی نسل عرب کے لئے برکت، عزت اور علم وحکمت

کی دعا فرمائی غور کرو حضرت ابراہیم علیہ السلام عرب کے لئے دعا فرماتے ہیں، اور حضرت اسحٰق کو وصیت کرتے ہیں، اور حضرت اسحٰق حضرت یعقوب کو وصیت کرتے ہیں، کہ تم سب ہمیشہ ملت ابراہیمی کی اتباع کرو، اس مسئلہ کے واضح ہونے کے بعد بھی کیا یہ پوچھنا باقی ہے کہ لوگوں کو یہودیت اور نصرانیت قبول کرنا چاہئے، یا اسلام قبول کرنا چاہئے، جو عین دین ابراہیمی ہے، مذکورہ بالا قومیں گذر گئیں ان کے اعمال ان کو کام آئیں گے، اور اے یہودیو تمھارے اعمال تم کو کام آئیں گے، تم لوگوں سے ایک دوسرے کے متعلق باز پرس نہیں ہوگی، لہذا تم لوگ اپنے سلف صالح پر فخر نہ کرو،

## ساتواں نمبر

| | |
|---|---|
| وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ | یہ یہودی اور نصرانی کہتے ہیں کہ تم لوگ یہودی |
| نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ | یا نصرانی ہو جاؤ تو تم بھی صحیح راہ پر آجاؤ گے، |
| بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا ؕ | اے پیغمبر آپ کہدیجئے کہ ہم تو ملت ابراہیمی پر رہیں گے |
| وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ | جس میں کجی کا نام نہیں، اور ابراہیم مشرک نہ تھے |

مسلمانوں سے مدینہ کے یہودی کہتے تھے، کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ اور نجران کے نصاریٰ کہتے تھے کہ نصرانی ہو جاؤ، تو تم لوگ سچے راستے پر آجاؤ گے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ اے پیغمبر تم کہدو کہ ہم ملت ابراہیم ہی پر رہیں گے، جو اصل اور صحیح دین ہے، مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ میں یہودیوں اور نصرانیوں پر تعریض ہے، کہ یہ لوگ خود مشرک ہیں فی الواقع صحیح راستہ یہ ہے کہ انسان بغیر کسی قید اور شرط کے ایک عام دین کی طرف رجوع کرے جس میں نام کو بھی خصوصیت نہ ہو،

---

# آٹھواں مرد

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور ان کتابوں پر ایمان لائے جو ہم پر اور ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر نازل ہوئیں، اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کو ان کے پروردگار کی جانب سے عطا ہوئیں، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ کے مطیع ہیں، اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم لوگ ایمان لائے ہو تو یہ بھی راہِ حق پر آجائیں گے اور اگر اعراض کیا تو یہ لوگ ہمیشہ سے بر سرِ مخالفت ہیں، سمجھ لو کہ تمہاری طرف سے اللہ عنقریب نبٹ لے گا، اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے،

ان آیتوں میں مسلمانوں کو خطاب ہے کہ تم لوگ یہ کہو کہ ہم ان تمام کتابوں اور انبیائے کرام پر ایمان لائے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں، اور یہودیوں کی طرح ان انبیاء کے درمیان کچھ بھی فرق نہیں کرتے، ہم لوگ حکمت کو جہاں سے پائیں گے وہاں سے لے لیں گے، تمام انبیائے کرام، صدیقین اور شہداء و صالحین کی تکریم و تعظیم کریں گے، اپنی عقلوں کے میزان پر تمام باتوں

کو دور کرکے احسن اور حق باتوں کو اختیار کریں گے، جیسا کہ آگے والی آیتوں میں اس کی ۱۰۷
تاکید فرمائی،

| | |
|---|---|
| صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ | ہم دین کی اسی حالت میں رہیں گے جس میں |
| مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ | اللہ نے ہم کو رنگ دیا ہے، اور اللہ سے بہتر دوسرا |
| لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝ قُلْ | کون عمدہ رنگنے والا ہے، اسی لئے ہم اسی کی |
| اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَ | غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے |
| هُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَ | کہ کیا تم لوگ ہم سے اب بھی خدا کے متعلق حجت کئے جاتے |
| لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ | ہو، حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا سب کا خدا ہے، ہمکو |
| اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ | ہمارے اعمال اور تمکو تمہارے اعمال کام آئیں گے، |
| لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ | ہم اپنے دین کو صرف خدا کیلئے خالص کئے ہوئے ہیں، |

صِبْغَت سے مراد فطرت ہے، روایت ہے کہ اہل کتاب یہ کہا کرتے تھے کہ تمام انبیاء ہماری قوم سے ہوئے ہیں، اگر آپ بھی نبی ہوتے تو ہماری قوم سے ہوتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی مطلب یہ ہے کہ کیا تم لوگ ہم سے خدا کی شان کے متعلق جھگڑتے ہو، نبوت کا عطا کرنا تو خدا کے ساتھ مختص ہے، اس صورت میں وہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا خدا ہے، جس طرح تمہاری قوم سے نبی بھیج سکتا ہے، اسی طرح ہماری قوم سے بھی نبی بھیج سکتا ہے، اور اگر نبوت عمل سے حاصل ہوتی ہے تو ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، نصرانیوں کا اپنے کو ماء معمودیہ سے رنگنا گویا اپنی ذات کو سلام و صلح عام سے روکنا ہے، حق مذہب تو وہ ہے جسکے ذریعہ تمام انسان سلام و صلح عام میں داخل ہو جائیں، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے، جب کہ تمام انسان اپنے کو اسلامی رنگ میں رنگ لیں، اور اسلام میں داخل ہو جائیں، اسی وجہ سے ایک

مسلمان کے نزدیک صرف اس کا خدا اور اس کا عمل ہوتا ہے، اس کے سوا کچھ بھی نہیں،

## نواں نمرد

| | |
|---|---|
| اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ | کیا تم لوگ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق |
| اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ | اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی |
| وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا | تھے، آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم لوگ زیادہ جانتے ہو |
| اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ | یا اللہ زیادہ جانتا ہے، اس شخص سے زیادہ |
| اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ | ظالم کون ہے جو اس شہادت کو چھپائے جو اس کو |
| مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ | منجانب اللہ پہنچی ہو، اور اللہ تعالےٰ اعمال سے |
| مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ | غافل نہیں ہے، یہ قومیں گذر چکیں ان کے |
| عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۞ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ | اعمال اون کے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے |
| لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ | لئے ہیں، اور ان کے اعمال کے متعلق تم سے |
| عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ | بازپرس نہ ہوگی، |

خلاصہ یہ کہ ابراہیم علیہ السّلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی، ان کا دین اس قسم کے تمام قیود سے پاک اور تمام برائیوں سے خالی تھا، انسان کے لئے آبائی شرافت کا کچھ اعتبار نہیں، بلکہ انسان کی شرافت خود اس کے ذاتی عمل پر موقوف ہے، تمام عالم اسلامی کو معلوم ہونا چاہئے کہ آبا و اجداد کے ساتھ احتجاج اور افتخار ایک قسم کی جہالت ہے، اسی طرح یہودیوں کا اپنے آبا و اجداد کی جھوٹی تاریخ سے احتجاج ان کے لئے کچھ بھی مفید نہیں، ہر قوم اور ہر شخص کے لئے اس کا عمل ہی مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتا ہے،

## دسواں نمرد

| | |
|---|---|
| سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ | عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ ان |
| مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي | مسلمانوں کو ان کے سابق قبلہ سے جس |
| كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ | کہ وہ تھے کس چیز نے پھیر دیا، آپ کہہ دیجئے |
| وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ | کہ سب مشرق اور مغرب اللہ ہی کے |
| يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ | لئے ہے، وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ |
| وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً | کی ہدایت دیتا ہے اور اسی طرح ہم نے |
| وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ | تم کو ایک معتدل جماعت بنا دی تاکہ |
| عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ | تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول |
| عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا | تم پر گواہ ہو۔ اور ہم نے اس قبلہ کو |
| الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا | جس پر کہ آپ تھے قبلہ نہیں بنایا مگر |
| إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ | اسی لئے کہ ہم جانیں کہ کون رسول کی |
| مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ | اتباع کرتا اور کون پیچھے ہٹتا ہے اور |
| وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى | (اس قبلہ کی تبدیلی) ان لوگوں پر بہت |
| الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ ۗ وَمَا | شاق ہے، مگر ان لوگوں پر نہیں جن کو |
| كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ | اللہ نے ہدایت دی، اور اللہ تمہارے |
| إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ | ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں، کیونکہ |
| رَحِيمٌ ۞ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ | اللہ لوگوں پر شفیق اور مہربان ہے، |

وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ
قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ
حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ
مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَتَيْتَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ
اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ
اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا
بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ
اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا
مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ

ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے منہ کو بار بار آسمان
کی طرف اٹھاتے ہیں، اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ
کی طرف متوجہ کر دیں گے، جس کو آپ پسند
کرتے ہیں، لہذا آپ اپنا چہرہ اب سے مسجد
حرام کی طرف کیجئے اور تم سب لوگ جہاں
کہیں بھی رہو اپنے چہروں کو اوسی طرف
متوجہ کرو، اور اہل کتاب جانتے ہیں کہ یہ
تبدیلی ان کے پروردگار کی طرف سے حق
ہے، اور اللہ ان کے کرتوتوں سے غافل
نہیں ہے، اگر آپ ان کے سامنے جن کو
کتاب دی گئی ہے تمام دلیلیں پیش کریں گے تو بھی
وہ آپ کے قبلہ کی اتباع نہیں کریں گے،
اور آپ بھی ان کے قبلہ کی اتباع نہیں کر سکتے
اور ان کا کوئی فریق بھی دوسرے فریق کے
قبلہ کی اتباع نہیں کریگا اور آپ کے پاس علم آنے
کے باوجود اگر آپ ان کے نفسانی خواہشات
کی اتباع کریں گے، تو یقیناً (نعوذ باللہ)
آپ کا شمار ظالموں میں سے ہوگا، وہ لوگ جنکو
کہ ہم نے کتاب دی آپ کو ویسا ہی پہچانتے

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ
رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝
وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۝ اَيْنَ مَا
تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۝
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۝
وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۝ وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَمِنْ
حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۝ وَحَيْثُ
مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
شَطْرَهٗ ۝ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ
عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۝ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
وَاخْشَوْنِيْ ۝ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ
عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝
كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا

ہیں، جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں
بیشک ان کی ایک جماعت دانستہ حق کو
چھپاتی ہے، آپ کے پروردگار کی طرف سے
یہ حق ہے، اس لئے آپ شک و شبہ کرنے والوں
سے نہ ہو جائیں، ہر قوم کے لئے ایک ایک
قبلہ ہے جس کی طرف وہ قوم اپنا رخ کرتی
ہے پس تم لوگ نیک کاموں میں آگے
بڑھنے کی کوشش کرو تم جہاں بھی رہوگے
اللہ تم سب کو حاضر کریگا، کیونکہ اللہ ہر چیز
پر قادر ہے، جہاں کہیں بھی آپ نکلیں تو اپنا
چہرہ نماز میں مسجد حرام ہی کی طرف رکھیں، اور
یہ آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے
اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں
ہے، اور جہاں کہیں بھی آپ نکلیں تو اپنا
چہرہ مسجد حرام ہی کی طرف کرلیں اور تم سب
لوگ جہاں کہیں بھی رہو اپنے چہروں کو
اسی کی طرف پھیرو تاکہ مخالف لوگوں کو
تم پر کسی حجت کا موقعہ نہ ملے، مگر جو ان میں
سے ظالم ہیں تو تم لوگ ان سے نہ ڈرو اور

مِنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ
يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ
تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاذْكُرُوْنِيْٓ
اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط
بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا
تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ
بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ
نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ
الْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَ
بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ
اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ
قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ
رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ

مجھ ہی سے ڈرو تاکہ میں اپنی نعمتیں تم پر
کامل کردوں، اور شاید کہ تم ہدایت پاؤ
جس طرح ہم نے تمھارے اندر تم میں سے
ایک رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تم کو پڑھکر
سناتا ہے، اور تم کو پاک کرتا اور کتاب و حکمت
کی تعلیم دیتا ہے، اور وہ تمام باتیں سکھلاتا ہے
جن کو تم نہ جانتے تھے، لہذا تم بھی مجھ کو
یاد کرو میں تمھارا خیال رکھوں گا، اور میرا
شکریہ ادا کرو اور ناشکرے نہ بنو اے ایمان
والو صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو، کیونکہ
اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتا ہے،
اور اون کو جو خدا کی راہ میں مقتول ہوئے ہیں
مردہ نہ کہو بلکہ وہ سب زندہ ہیں، لیکن
اس زندگی کو تم نہیں سمجھ سکتے، یاد رکھو
ہم ضرور تمھارا کسی نہ کسی چیز سے امتحان لینگے
خواہ وہ خوف سے ہو یا بھوک سے یا مالوں،
جانوں اور پھلوں کی بربادی سے اور
آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دیدیجئے
کہ جب اون پر کوئی مصیبت پہونچتی ہے

| | |
|---|---|
| صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف | تو کہتے ہیں کہ ہم سب اللہ ہی کی ملک ہیں اور |
| وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ | اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، انہی لوگوں پر |
| اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ | انکے پروردگار کی خاص خاص رحمتیں اور عام |
| مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ | نعمتیں ہوں گی، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں |
| حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ | بیشک صفا اور مروہ بھی خدا کی یادگار ہیں لہذا |
| فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ | جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس ۱۰۹ |
| يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ | کوئی گناہ نہیں ہے، اگر وہ ان دونوں کا |
| تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ | طواف کرے اور جو شخص بھلائی کرتا ہو، تو اللہ |
| شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝ | اسکی قدردانی کرتا اور خوب جانتا ہے، |

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ عنقریب جاہل یہود اور مشرک کہیں گے کہ کس چیز نے محمد (رسول اللہ صلعم) اور ان کے متبعین (مومنین) کو بیت المقدس سے دوسری طرف پھیر دیا، تو اے محمدؐ کہدو کہ تمام جہات مشرق و مغرب جنوب و شمال، تحت و فوق سب اللہ ہی کی ملک ہیں اگر وہ کسی جہت کی طرف رخ کرنے کا حکم دیتا ہے تو اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے اے امت محمد جسطرح ہم نے تم کو ہدایت دی، اسی طرح ہم نے تم کو ایک بہترین قوم بھی بنایا تاکہ تم دنیا اور آخرت میں لوگوں کے شاہد ہو جاؤ، اور رسول تمہارے شاہد ہوں، بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم درحقیقت یہودیوں کی تالیف قلوب کے لئے تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون رسول کی اطاعت کرتا ہے، اور کون اس سے منکر ہوتا ہے، تو جس کے قلب میں کھوٹ تھا اس نے سمجھا کہ رسول اپنے حکم میں متردد اور متشکک ہیں، یہاں تک کہ اس خیال کی بنا پر ایک جماعت مرتد بھی ہوگئی، جب حیی بن اخطب نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارا بیت المقدس

کی طرف رخ کرنا دو صورت سے خالی نہیں، اگر وہ قبلہ درست تھا تو اب تم اس کو چھوڑ کر گمراہی میں پڑ گئے، اور اگر درست نہیں تھا تو پھر تم نے اس کی طرف رخ کیوں کیا، اور اس کو اپنا قبلہ کیوں بنایا، مزید براں جو لوگ پہلے قبلہ کی طرف رُخ کرنے کے زمانہ میں مرے، وہ یقیناً گمراہ ہو کر مرے، اور ان کے تمام اعمال برباد ہوگئے، یہ بات مرنے والوں کے عزیز و اقربا پر بہت شاق گذری، ان لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے شکایت کی، اور اس کے متعلق استفسار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ آنحضرت صلعم کعبہ کی طرف ہو کر نماز پڑھنے کو بہت پسند فرماتے تھے، ایک دن حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے، تو آپ نے ان سے فرمایا، کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر اللہ تعالیٰ میرے لئے میرے باپ ابراہیم کا قبلہ بنا دیتا، اور میری امت اسی طرف متوجہ ہوتی، تم اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے پوچھو، جبرئیل نے کہا آپ مجھ سے زیادہ خدا کے مقرب اور اس کے مقبول بندے ہیں، پھر جبرئیلؑ آسمان پر چڑھ گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا روئے مبارک اوٹھا کر اوسی طرف دیکھنے لگے، اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد ماہ رجب کی کسی تاریخ میں آپ ظہر کی دو رکعت ختم کر چکے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ تحویل قبلہ کا حکم لے کر نازل ہوئے، چنانچہ آپ نے اور تمام نمازیوں نے نماز ہی میں کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا، حضرت جبرئیلؑ یہ آیت لے کر تشریف لائے تھے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ الخ کہ اے محمد ہم تم کو دیکھتے ہیں کہ تم آسمان کی طرف بڑے شوق سے دیکھ رہے ہو اور وحی کا انتظار کر رہے ہو، تاکہ دیکھو استقبال کعبہ کا حکم کب نازل ہوتا ہے چونکہ کعبہ تمہارے باپ (حضرت) ابراہیمؑ کا قبلہ تھا، اور چونکہ عرب کے تمام قبائل کعبہ سے بہت محبت رکھتے ہیں، اس لیے ہم تمہاری مرضی کے مطابق تحویل کعبہ کا حکم دیتے ہیں، لہذا اب تم ہمیشہ نماز میں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کرو، اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی رہو

میں اپنا منہ کعبہ ہی کی طرف کرو، یہودیوں کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ تحویل قبلہ حق اور من جانب اللہ ہے، کیونکہ توراۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں مذکور ہے کہ وہ اپنا رخ کعبہ کی طرف کریں گے، مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں، اگر آپ تحویل قبلہ کے صدق پر دنیا بھر کی دلیلیں کیوں نہ پیش کردیں، لیکن یہ یہودی کبھی آپ کے قبلہ کی طرف رخ نہیں کرسکتے، اور نہ آپ ان کے قبلہ کی اتباع کریں گے آپ کو تو ان کے اسلام لانے کی امید ہے، اسی طرح یہودی نصاریٰ کے قبلہ کی اتباع نہیں کرسکتے، نصاریٰ کا قبلہ مطلع شمس ہے جسکو پوپ پولس نے ان کے لئے مقرر کیا تھا، واقعہ یوں مذکور ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے تو پولس نے کہا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے، اور آپ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ آفتاب ایک ایسا سیارہ ہے جس کو میں بہت محبوب رکھتا ہوں، یہی آفتاب ہر روز میرا اسلام تم لوگوں تک پہنچاتا ہے، لہذا تم میری قوم کو حکم دو، کہ وہ نماز میں سورج کی طرف اپنا منہ کیا کریں، اس تاریخ سے آج تک ایسا ہی ہو رہا ہے، اور نصاریٰ بھی یہودیوں کے قبلہ کی اتباع نہیں کرسکتے، ان کا قبلہ بیت المقدس ہے، یہ اہل کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں، عبد اللہ بن سلام جو اہل کتاب میں سے تھے انھوں نے کہا کہ جس وقت میں نے آپ کو دیکھا فوراً پہچان لیا، جیسا کہ میں اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہوں، بلکہ میرے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پہچاننا میرے اپنے بیٹے سے کہیں زیادہ آسان تھا، اسلئے کہ بیٹا مظنون النسب ہے، لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ان کی معرفت خدا کی طرف سے کتاب میں مذکور ہے، بے شک اہل کتاب کی ایک جماعت باوجود اس کے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو جانتی ہے، لیکن اس کو چھپاتی ہے، ہر قوم کے لئے ایک قبلہ ہے، جس کی طرف وہ اپنا رخ کرتی ہے، تم لوگ طاعتوں میں سبقت کرو، جہاں بھی رہوگے، اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کے دن جمع کردیگا

قبلہ کے مخالفین اور ان کی جنگ و جدال سے ہرگز خوف نہ کرو، بلکہ صرف مجھ سے ڈرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو،

۱۱۰ فَاذْکُرُوْنِی کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کے ذریعہ مجھے یاد کرو مثلاً نماز اور تسبیح وغیرہ تو میں بھی تم کو یاد کروں گا، یعنی ان اعمال کا بہترین ثواب میں عطا کروں گا، ایک حدیث قدسی ہے کہ جو شخص مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے، تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، جو شخص مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے، تو میں بھی اس کو ایسے مجمع میں یاد کرتا ہوں جو اس کے مجمع سے بہت بہتر ہوتا ہے، دوسری حدیث ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت رکھتا ہے تو جبرئیل کو پکار کر کہتا ہے اے جبرئیل مجھے فلاں شخص محبوب ہے تو بھی اس سے محبت کر، تو جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر تمام آسمان میں منادی کر دیجاتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت رکھتا ہے، تم لوگ بھی اس سے محبت رکھو، اس کو سنکر تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس بندۂ مقبول و محبوب کو زمین پر بھی منظور نظر کر دیا جاتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم لوگ میری نعمتوں کا شکر طاعت و بندگی کے ذریعہ کرو، ناشکرے نہ بنو، اے ایمان والو! صبر اور صلوٰۃ سے سہارا حاصل کرو، صلوٰۃ سے مراد دعا اور نماز دونوں ہے، اور دونوں کے معنی لے سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ صابروں کا معین اور مددگار رہے، تجربہ سے ثابت ہے، اور میں نے بھی آزمایا ہے، کہ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے اور جناب باری میں دعا کرنے سے انسان کا مطلوب حاصل ہو جاتا ہے، جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل ہوئے ہیں، اون کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھ سکتے، ان کی زندگی حیوان وغیرہ کی طرح جسدی نہیں ہے، یہ آیت شہدائے بدر کے متعلق نازل ہوئی، جو تعداد میں چودہ تھے، یہ آیت اس مسئلہ پر دلیل ہے، جس کو فلسفیوں نے بیان کیا ہے کہ ارواح جوہر ہیں، اور بالذات

قائم ہیں، اور وہ موت کے بعد بھی باقی رہتی ہیں، اس جگہ شریعت اور عقل دونوں متفق ہو جاتی ہیں، انشاء اللہ عنقریب اس سے زیادہ تفصیل آئے گی،

ہم تم کو کچھ مصیبتوں سے بھی آزمائیں گے کہ دیکھیں آیا تم مصیبتوں پر صبر کرتے ہو یا نہیں اور اپنی تقدیر پر صابر و شاکر رہتے ہو یا نہیں، یہ مصیبتیں ڈر، بھوک، مال و جان کے نقصان اور پھلوں وغیرہ کی بربادی کی صورت میں ہوں گی، ڈر دشمن کا ہوگا، لٹیروں کی لوٹ مار کا ہوگا، یا کسی تکلیف اور ایذا کا ہوگا، اور بھوک، قحط، خشک سالی کی وجہ سے ہوگی یا ماہ رمضان میں روزے رکھنے سے ہوگی، اور مال کا نقصان حوادث سماوی کے ذریعہ ہوگا، زکوٰۃ اور صدقوں کے ذریعہ ہوگا، اور جانوں کا نقصان قتل، بیماری، اور موت وغیرہ سے ہوگا، اور پھلوں کی بربادی ان کی مخصوص آفتوں سے ہوگی، یہ تمام آزمائشیں صرف اس لئے ہوں گی کہ تم ان مصیبتوں پر صبر کرتے ہو یا نہیں، اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دیدو، یہ صبر کرنے والے وہ ہوں گے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اور ہماری تمام چیزیں اللہ ہی کی ملک ہیں اس نے جیسا چاہا ہمارے ساتھ کیا، وہ آخرت میں ہم کو اس کا بدلہ عطا فرمائیگا، حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر دے گا، اور نعم البدل عطا فرمائیگا، دوسری حدیث میں ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ بجھ گیا، تو آپ نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھا، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یہ تو چراغ ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ چیز جس سے کسی مومن کو تکلیف پہونچے وہ مصیبت ہے، صبر کرنے والوں کو خدا کی طرف سے رحمتیں اور لطف و احسان اور مغفرت وغیرہ عطا ہوگی اور یہی لوگ درست اور صحیح راستہ پر ہیں،

اب مسئلہ بالکل صاف ہوگیا، اور حجت قائم ہوچکی کہ دین حق وہی دین ہے جو کہ انت

اور معمودیت وغیرہ سے بالکل پاک وصاف ہو، انسان کہانت ومعمودیت کے تشابہ سے اوسی وقت پاک ہوگا، جب وہ دین خلیل کی طرف رجوع کرے، کیونکہ تمام ادیان توہمات باطلہ سے بھرے پڑے ہیں،، اس دین خلیل کا ادب ظاہری یہ ہے کہ تمام لوگ نماز میں اپنا منہ اس کعبہ کی طرف کریں، جس کو حضرت خلیل نے بنایا تھا، وہ قوم جو ان کے قبلہ کی اتباع کرے اون کے طریقہ پر چلے اون کی طرح آسمان وزمین میں غور وفکر کرے، طبیعیات اور کیمیا میں انہماک سے کام لے، اوہام باطلہ مثلاً بت پرستی وغیرہ سے دور رہے، اور تمام مصیبتوں پر صبر کرے، تو یقیناً وہ دنیا کی بہترین اور معتدل قوم ہوگی،، اس قوم کے افراد بہترین افراد ہوں گے،، اور اس قوم کے ہادی اور رہنما علم وعمل کے جامع ہوں گے،، اور ان کو یہ بات معلوم ہوگی، کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس قدر مخلوقات پیدا کی ہیں، وہ بے کار نہیں پیدا کی ہیں انکی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد اور منشا ضرور ہے اور اس بنا پر تمام آئندہ، گذشتہ اور موجودہ قوموں کے افراد اس بات پر شاہد ہوں گے کہ ان کے انبیائ نے خدائی پیغام ان تک پہنچا دیا تھا، پھر ان کے اس دعوی پر انکے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہادت دیں گے کہ بے شک ہماری امت نے بالکل درست کہا، لہذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بلند مرتبہ تک پہونچنے کی کوشش کریں، آج مسلمان مشرق اور مغرب اور اسی طرح عرب اور شرق اقصی اور امریکہ کے وسط میں ہیں، بلحاظ قومیت بھی مسیح اور بدھ کے درمیان ہیں، مسلمان ان تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لائے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل فرمایا ہے، ان میں سے بعض نبیوں کے قصے تو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں، اور بعضوں کے نہیں بیان کئے گئے ہیں، مسلمان علوم ومعارف میں ترقی کرنے کے اعتبار سے تمام قوموں سے بہتر اور لائق ہیں، ان کے باپ ابراہیم کی ملت اور ان کا دین اون کو تمام علوم وفنون کے حصول کی طرف توجہ دلاتا ہے، ان کا دین ان کو تمام مذاہب اور ادیان

میں غور و فکر کی ترغیب دیتا ہے. غرض مسلمانوں کا نصب العین اور مقصدِ زندگی یہ ہے کہ وہ تمام
عالم خواہ علوی ہوں یا سفلی اون پر غور و فکر کریں، اگر ہمارے آباؤ اجداد نے علوم و فنون حاصل
کئے، اسرارِ فطرت کی جستجو کی، نوامیس طبیعی کا کھوج لگایا، اشیاء کی کنہ و ماہیت دریافت کی، فلکیات
و علم طبقات الارض میں کمال پیدا کیا، آسمان کے بھید معلوم کئے اور زمین کے خزانے دریافت کئے
تو کیا ہم نے اون کی یہ وراثت حاصل کی ہے، مرئیات و غیر مرئیات کی تحقیق و تفتیش کا ذوق ہم نے 111
اپنے میں پیدا کیا ہے؟ مجھے اس میں شک ہے، میں مسلمانوں سے علم و حکمت کا واسطہ دیکر یہ درخواست
کرتا ہوں کہ وہ تمام مشرقی اور مغربی علوم حاصل کریں، ایجاد و اختراع میں، صناعی و کاریگری میں
حکمت و فلسفہ میں دوسری قوموں کے دوش بدوش نہیں بلکہ ان سے بڑھ جائیں، کیونکہ ان کی شان
و عظمت کا تقاضا یہی ہے، اگر مسلمانوں نے ان باتوں سے اعراض کیا، اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے
تو وہ بھی یہودیوں کی طرح دنیا میں منکوب و مخذول ہو کر رہ جائیں گے، یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے
یہ شرف بخشا تھا، کہ وہ تمام قوموں کے مقابلہ میں معزز تھے، لیکن اونھوں نے اس شرف کا کچھ
خیال نہ کیا، اپنی حاصل شدہ عزت و عظمت سے منحرف ہو گئے، اور اس قومی شرف و مجد اور
عظمت و بزرگی کی کچھ قدر نہ کی، جو اون کو حاصل تھی، ان کے اس کفرانِ نعمت کی پاداش میں
خدا کی طرف سے اون کو یہ حکم ملا کہ وہ سب ذلیل بندر ہو جائیں، مسلمانوں کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے
کہ مجد و شرافت اور عظمت و بزرگی بغیر کسی قیمت اور عمل کے حاصل ہو جاتی ہے، ہرگز نہیں بلکہ اس
کے لئے بہت سخت محنت اور بہت زیادہ علم و عمل کی ضرورت ہے، اگر مسلمانوں نے علم و عمل سے
جی چرایا، تو اون کو زمانہ کے حوادث و نوائب کا منتظر رہنا چاہئے، دنیا کی کوئی قوت ان کو
تباہی سے نہیں بچا سکتی.

# مسلمانوں کو بشارت

میں مذکورۂ بالا باتیں لکھ رہا تھا اور موجودہ مسلم قوم کی سستی وغفلت پر بہت کچھ تعجب کر رہا تھا، لیکن مجھے اس کی خبر نہیں تھی کہ اب تھوڑے مسلمانوں نے اپنی قدر وقیمت پہچان لی ہے اور میدانِ عمل میں کود پڑے ہیں، میں ذیل میں وہ خط پیش کرتا ہوں، جس کو طرابلس اور برقہ والوں نے امیر سید محمد ادریس کو لکھا ہے، اس سے تم کو معلوم ہو جائیگا کہ مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار اور ہوشیار ہو رہے ہیں،

"جناب کے نزدیک یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ہمارے اور حکومت اٹلی کے درمیان ہمیشہ سے اختلاف چلا آرہا ہے، اس حکومت نے ارادہ کر لیا ہے کہ ہم کو ہمارے تمام ملکی اور شرعی حقوق سے محروم کردے، اور ہمارے طبعی حقوق کے اندر مداخلت اور تصرف کرے، لیکن ہم کہ دنیا کی تمام قوموں سے بہترین قوم ہیں کسی طرح بھی اطالوی حکومت کے ناجائز دباؤ کو تسلیم نہیں کر سکتے ہم نہ اپنی شریعت کو مضمحل دیکھنا پسند کرتے ہیں، اور نہ ہم کو یہ پسند ہے کہ ہمارے دین قویم میں کسی قسم کا خلل واقع ہو، میں اس خط کو پڑھکر مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا، ابھی میں مسلمانوں کی غفلت ومدہوشی کا ماتم لکھ ہی رہا تھا، اور اس کی سیاہی سوکھنے بھی نہیں پائی تھی کہ اخبار وں میں یہ خط شائع ہوا، میں دیکھتا ہوں کہ اس شریف اور بیدار قوم نے اپنی روشنی پھیلانی شروع کر دی ہے، اور عنقریب اس کے پرتو سے تمام عالم چمک اوٹھے گا، (انشاء اللہ تعالیٰ) اس وقت میرا دل مارے خوشی کے باغ باغ ہو رہا ہے، اے صاحبِ عقل ودانش مسلمانو! اب آسمان سے ایک روشنی چمکی ہے جسے دیارِ اسلام کے عقل سلیم رکھنے والوں نے اپنے دل ودماغ کو روشن کر لیا ہے، جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کسی کام کو چاہتا ہے تو پہلے اس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے، بجلی کی لہر اون

لوگوں میں سرایت کر چکی ہے، جو تمام مشرق اور مغرب میں تحصیل حکمت کے لئے مستعد ہو چکے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی کامیابی بہت قریب ہے، پھر وہ اپنی قدیم شرافت کو حاصل کر لیں گے اور تمام عالم کے لئے رحمت بن جائیں گے، جب میں نے آج سے اٹھارہ سال پہلے اپنی کتاب تاج مرصع تالیف کی تھی تو میں اس وقت اپنے دل میں کہتا تھا کہ ضرور تیس سال سے پہلے پہلے عظیم الشان اسلامی حکومتیں پیدا ہو جائیں گی، خدا کا شکر ہے کہ اس تفسیر کے لکھتے وقت میرا یہ خیال منصۂ شہود پر جلوہ آرا ہو گیا، میں نہیں سمجھتا تھا کہ مسلمانوں میں کوئی آج بھی اس آیت کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کو سمجھنے والا ہے، اور اپنے سیاسی استقلال پر اس آیت سے استشہاد لائے گا، لیکن آج اللہ کے فضل سے یہ بات اس خط میں پا رہا ہوں، یہ ایک ایسی چیز ہے جو نجاح و فلاح کی طرف اشارہ کرتی ہے، اور یہی وہ چیز ہے، جو میری خوشی اور سرور کا باعث ہے،

## قبلہ پر تفصیلی کلام

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے قبلہ کے متعلق کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پسندیدہ قبلہ کے شایق تھے، قومیں اپنے قبلہ ہی کی وجہ سے ممتاز ہوتی ہیں، استقبال بیت المقدس کے متعلق عرب اور یہود آپس میں جھگڑتے تھے، یہودیوں نے مسلمانوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر استقبال قبلہ کے متعلق طعن کیا، تو اللہ تعالیٰ نے پے در پے تین احکام نازل کیے، پہلے کو قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ سے بیان فرمایا، اور وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا سے دوسرے کی طرف اشارہ فرمایا، اور تیسرے کو لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ سے ظاہر فرمایا، پھر یہ بیان کیا کہ وہ رسول موعود اور وہ نبی جس کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی تھی، اور اور جس کی حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی تھی، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، چنانچہ فرمایا، كَمَآ اَرْسَلْنَا

فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا اس کے بعد دین اسلام اور اس کے اصول و
مبادی مجمل طور پر بیان کئے، یہ اصول بالکل دین ابراہیمی کے موافق ہیں، جو ایک عام دین ہے
گویا اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو! جب میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کرکے تم کو ۱۱۲
یاد کیں، تو اب تم بھی مجھ کو یاد کرو، اس جگہ شریعت اسلامی کا خلاصہ تین چیزوں میں بیان فرمایا: اوّل
علم، دوم عمل، سوم اخلاق نفسی، وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ
إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الآیہ سے علم کی طرف اشارہ ہے، یہ آیت ان تمام
چیزوں کو شامل ہے، جن کا توحید سے متعلق حضرت ابراہیمؑ سے ظہور ہوا، مثلاً حضرت ابراہیمؑ کا اجرام
سماوی، چاند سورج اور ستاروں میں غور وفکر کرنا اور ایک زبردست حکمت یعنی توحید کو ان سے حاصل
کرنا، امر بالصلوٰۃ اور صفا مروہ کی سعی سے عمل کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ صفا اور مروہ خداوندی یادگاریں
ہیں، یہ مقامات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سجدہ گاہ اور مناسک تھے، اور قتل، خوف، بھوک،
مال وجان کے نقصان کی مصیبتوں پر صبر کرنے سے اخلاق نفسیہ کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ حضرت
ابراہیمؑ کے وطن چھوڑنے، لڑکے کو ذبح کرنے اور آگ میں ڈالے جانے کی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے اور مردانہ
وار ان تمام مصائب کا مقابلہ کیا، اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے، کہ وہ عقلی ونقلی علوم میں
مشغول ہوں، اور کیمیا کے سمجھنے میں انتہائی کوشش کریں، حضرت ابراہیمؑ کے چڑیوں کو ذبح
کرکے ٹکڑے ٹکڑے کردینے اور ان کے آپس میں تحلیل ہوجانے سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے مسلمانوں کو اللہ
ہی کا مخلص ہونا چاہئے، ان کو چاہئے کہ خدا کے راستہ میں موت سے نہ ڈریں، ترک وطن اور دوسری
مصیبتوں کی کچھ پرواہ نہ کریں، بلکہ ان تمام مصائب پر صبر سے کام لیں، کیونکہ دونوں جہاں کی
بشارت صبر کرنے والوں ہی کے لئے وارد ہوئی ہے، ایک سچے مسلمان کی زندگی نعمت اور نقمت
کی فصیل کے اندر محصور ہے، اس لئے نعمت پر شکریہ اور مصیبت پر صبر ضروری ہے، صبر یا تو مرغوب

یا مکروہ شئی یا عمل پر ہوگا، نقص ثمرات، اموال، اور جوع سے اوّل کی طرف، ہلاک نفس سے دوسرے کی طرف، نماز اور آسمان وزمین میں نظر اور علوم وحکمت سے تیسرے کی طرف اشارہ ہے،

## آیت وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ کی تفسیر

اور

## مابعد وماقبل والی آیتوں سے اسکی مناسبت

حیات دنیاوی میں یہ بات انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ سعادت، شرافت اور راحت کے انتہائے درجات تک پہنچنا چاہتا ہے، انسان کی زبردست سعادت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جوان رہے، بوڑھا نہ ہو، مالدار رہے، محتاج ومفلس نہ ہو، تندرست رہے، مریض نہ ہو حسین وجمیل رہے، بدصورت نہ ہو، اور سب سے بڑھکر ہمیشہ زندہ رہے، موت کے آہنی پنجہ کی اس تک رسائی نہ ہو، یہ تمام باتیں ہر ایک بنی آدم کی جبلت میں داخل ہیں، گو ان خواہشوں کا اظہار نہیں کیا جاتا، ہم لوگ اس زمین پر پیدا کئے گئے، یہ تمام خواہشیں کرہ زمین سے مفقود ہیں، کیونکہ ہم کو بیماری، محتاجی، اور موت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جان ومال کا بھی نقصان ہوتا ہے مختلف آفتیں اور مصیبتیں بھی نازل ہوتی رہتی ہیں، ایسے صبر آزما حالات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (صبر کرنے والوں کو بشارت دیدو) جو اس دنیاوی امور میں غور و فکر کرتے اور جانتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ہی دینے اور لینے والا ہے۔ اس جملہ کا کھلا ہوا مطلب تو یہی ہے، لیکن وہ راز جس کو حکمائے اسلام نے فاش کیا ہے، اور لکھا ہے وہ یہ ہے کہ جب انسان پر گوناگوں مصیبتیں نازل ہوتی ہیں، تو ان مصیبتوں کو جھیلتے جھیلتے اس کا نفس قوی اور بلند ہوجاتا ہے اسکو نفس کی قوت اور بلندی کا احساس نہیں ہوتا وہ شخص جس پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی، اور حوادث

وآفات سے دوچار نہیں ہوتا، وہ اس سونے کی طرح ہے، جو ابھی پاک وصاف ہی نہیں، بلکہ زمین میں مدفون اور انسانی آنکھوں سے پوشیدہ ہو، لیکن وہ شخص جو باد مخالف کے تھپیڑے کھا چکا ہو، زمانہ نے جس کو بارہا پامال کیا ہو اوس کی ہمت اور عزیمت بہت قوی اور زبردست ہوجاتی ہے اور مصیبتیں جھیلتے جھیلتے اس درجہ تک پہونچ جاتا ہے، جو اس کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے، جس قدر مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے، اسی قدر روح اعلیٰ واشرف اور لطیف تر ہوتی ہے، یہ تقریر جو میں نے ابھی قلم بند کی ہے، خلاصہ ہے ان تمام تحریری ذخیروں کا جو ہم تک یونانیوں، یورپینوں اور ہمارے اسلاف سے پہونچے ہیں، واللہ میں تو قرآن پر بہت زیادہ تعجب کا اظہار کرتا ہوں، کہ کسطرح وہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور عمدہ سے عمدہ ثمرات ہمارے سامنے پیش کرتا ہے، تاکہ عام لوگ سمجھیں اور علماء ان کے متعلق بحث وتحقیق کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صابروں کو بشارت دے دو، یہی وہ چیز ہے، جس کو علمائے خافقین نے بھی نزول انجیل کے قبل ثابت کیا تھا، بڑے بڑے حکماء کا بھی خیال ہے، کہ سعادت کا دارومدار مصائب پر ہے، ارسطاطالیس اپنی اس کتاب میں جس کو اس نے سکندر کے پاس بھیجا تھا، لکھتا ہے "کہ انسان مصیبتوں کو برداشت کرلیتا ہے لیکن نعمتوں کو برداشت نہیں کرسکتا ہے، نعمت ایک ثقیل چیز ہے جو انسان کو تھکا دیتی ہے، چنانچہ اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتا ہے" کہ جب تم کسی قوم کو عیش وعشرت میں مبتلا اور مصائب سے دور دیکھو، تو سمجھ لو کہ اس کا آخر وقت پہونچ گیا، اور ہلاکت بالکل قریب ہے، لیکن وہ قوم جو رات دن مصیبتوں میں مبتلا ہو، اس کی زندگی ہمیشہ میدان جنگ میں بسر ہوتی ہو، تو سمجھ لو کہ وہ اپنی قید سے آہستہ آہستہ آزاد ہورہی ہے، اور سعادت کی طرف دوڑی چلی جارہی ہے، تم کو معلوم ہے کہ وہ قوم ۱۱۳
جو اپنی زندگی کے دور اول میں مختلف مصائب میں مبتلا ہوتی ہے، وہی بڑی بڑی قوموں سے ٹکرا کر ان کو پاش پاش کردیتی ہے، اور اپنی قومیت کو بہت بلند کرلیتی ہے، اس کی مثالیں

تاریخ عالم میں بے شمار ہیں، جو ہر عاقل اور صاحب بصیرت کو معلوم ہیں، پھر تم تعجب کرو کہ قرآن مجید نے اس کے بعد کس طرح ان لوگوں کا ذکر کیا، جو اللہ کے راستے میں قتل ہوئے، اور ان کے متعلق ارشاد فرمایا، کہ یہ لوگ مردہ نہیں، بلکہ زندہ ہیں، اور یہ آیت ٹھیک اسی جگہ آئی جہاں کہ مصیبتوں پر صبر کا ذکر ہو رہا تھا، آخر اس میں کیا حکمت تھی؟ جب ہم کہتے ہیں، کہ امر قبلہ تصحیح عبادت یعنی نماز کے لئے نازل ہوا، اور نماز و دوسرے ارکانِ اسلام کا مقصد تہذیب نفس ہے، اور مصائب پر صبر کرنا عبادت کے علاوہ نفس کے لئے وجہ تقویت بھی ہے، تو سوال یہ ہے کہ ان باتوں اور اس میں کہ وہ مردہ نہیں زندہ ہیں، کون سی مناسبت ہے، میں کہتا ہوں کہ یہاں پر اس آیت کا ذکر دو مقصد کی وجہ سے کیا گیا، اول یہ کہ اگر مسلمان کسی آفت اور مصیبت میں گرفتار ہو تو صبر سے کام لے اور یہ کہے کہ گو میں اس وقت مالی اور جانی مصائب میں گرفتار ہوں تو کچھ حرج نہیں، کیونکہ میری اصلی سعادت موت کے دن ہوگی، اس روز نہ تو مجھ کو مال کی ضرورت ہوگی نہ کسی دوسری مصیبتوں کا خوف ہوگا، بلکہ میں تمام مصائب کی دست رس سے باہر ہوں گا، اور وہی میری سعادت کا دن ہے، دوم یہ کہ مصائب پروں کے مشابہ ہیں، جن سے دنیا اور آخرت یعنی عالم سعادت کے اندر روحیں اڑتی ہیں، جن کو کہ میں لفظ قابس میں ذکر کروں گا، جب اللہ تعالیٰ نے روح کا ذکر کیا تو اس کو دونوں جانب ایسی چیزوں سے محیط کر دیا جو اس کو تقویت پہنچائیں، جیسے ایک چڑیا اپنے دونوں پروں کے سہارے سے اڑتی ہے، تم ہماری ان تحریروں میں غور کرو تم ان کو عام لوگوں کے طبعی مالوفات کے خلاف پاؤگے، عام لوگوں کا خیال ہے کہ عیش و عشرت ہی سعادت ہے، لیکن قرآن اور حکما کہتے ہیں، ہرگز نہیں، بلکہ مصائب پر صبر کرنے والوں کے لئے بشارت ہے، لوگ کہتے ہیں کہ موت ایک زبردست مصیبت ہے، حکما کہتے ہیں ہرگز نہیں، بلکہ موت طبیعت کی قید اور مادہ کی ذلت سے رہائی دلانے والی ہے، قرآن کہتا ہے وہ لوگ اپنے خدا کے نزدیک زندہ ہیں اشاید

تم یہ کہو کہ کیا اس سورہ میں وجود روح بعد الموت پر کوئی ایسی دلیل موجود ہے، جس کی طرف ہماری عقل حکمت اور برہان عقلی کی تحقیق کے وقت رجوع کر سکے، میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اس سورہ میں دو بہت بڑے خزانے رکھدیئے ہیں، جو جاہلوں کی نظروں سے تو اوجھل ہیں، لیکن علماء محققین کو نظر آتے ہیں، اگر ان دونوں خزانوں پر سے پردے ہٹا دیئے جائیں تو وہ برہان صاف طور پر نظر آجائے گا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے کہربا، عنصر، رضی کے اسرار اور ریڈیم وغیرہ کو چھپا دیا تھا، اور جب ان کے ظہور کا وقت پہونچ گیا تو اون کو ظاہر کر دیا، اسی طرح یہاں پر بھی اس سورہ میں روح کے راز کے لئے دو خزانے پوشیدہ کر دیئے ہیں، اب اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں ان دونوں خزانوں کو ظاہر کرنا چاہتا ہے، تاکہ مسلمان علوم شریفہ کے تمام انواع میں اچھی طرح ترقی کر سکیں،

## یہ دونوں خزانے کیا ہیں؟

ان دونوں خزانوں میں سے ایک تو وہی ہے جو ابتداء سورہ میں گائے کے قصہ میں گذر چکا فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى یہی آیت اس خزانہ پر دلالت کرتی ہے، میں نے اس آیت کی تفسیر میں علم تحضیر الارواح کا خلاصہ تحریر کر دیا ہے، یہاں پر مکرر ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس آیت کے بعد وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ہے، یعنی جب وقت آئیگا تو ضرور اللہ تعالیٰ اس علم کو لوگوں میں ظاہر کر دے گا، اگر یہ مطلب نہیں ہے، تو پھر احیاء موتی کے ذکر کے بعد يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ کہنے کا کیا مطلب ہے، پھر اللہ تعالیٰ اسی جگہ فرماتا ہے، لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ ارواح زندہ ہیں، اور تم ان کو اپنی عقلوں سے دیکھ سکتے ہو، غرض گائے کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد روحیں زندہ رہتی ہیں، اور جس کی علم الارواح نے اب

تائید بھی کردی ہے، یہی پہلا خزانہ ہے، دوسرا خزانہ عنقریب آخر سورہ کے کچھ پہلے آئے گا،
یہ خزانہ عزیر علیہ السلام اور ان کے گدھے والے قصہ میں پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُنظُرْ
اِلٰی حِمَارِكَ الآیۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بھی یہ خزانہ نہاں ہے جب حضرت ابراہیمؑ نے
کہا، رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (خداوندا! تو
مجھے دکھلادے کہ کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے، اللہ نے کہا کیا اب تک تم ایمان نہیں لائے،
ابراہیم نے کہا ہاں لیکن اطمینان قلب کے لئے یہ سوال ہے) اللہ نے ان کو حکم دیا کہ چڑیوں کی تقطیع
اور تشریح میں بحث و تحقیق کرو، تو تم کو یہ راز معلوم ہوجائیگا، چڑیوں کی تقطیع اور تشریح کیمیاوی
تحلیل و ترکیب کے مشابہ ہے، جو مرکبات عالم کے نظام پر دلالت کرتی ہے، اور جس سے ہمکو
معلوم ہوتا ہے کہ یہ عالم اعلیٰ درجہ پر منتظم ہیں، مرکبات عالم میں ایسے ایسے عجائب اور غرائب
موجود ہیں جو ناظر کو متحیر اور مبہوت کردیتے ہیں، یہاں تک کہ ناظر کو کامل یقین ہوجاتا ہے کہ
وہ ذات جس نے ان صورتوں کو ایجاد کیا ہے، یقیناً اس نے روح کو ایک بے کار چیز نہیں
پیدا کیا، اور یہ نہیں ہوسکتا کہ روح کو پیدا کرنے کے بعد پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا اور معدوم
کردے، موجودہ زمانہ میں اگرچہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح تو عمل نہیں ہوسکتا کہ روح بدن میں
دوبارہ لوٹ آئے، اور چڑیا زندہ ہوجائے، لیکن تاہم یہ تحلیل و ترکیب روح کی زندگی پر دلیل
اقناعی ہوسکتی ہے اگو یقینی نہیں،

شاید تم کو خیال ہو کہ یہ دونوں خزانے نہیں ہیں، کیونکہ ان واقعات (گدھے اور ابراہیم
علیہ السلام کا قصہ) کو ہمیشہ تمام انسان پڑھتے ہیں، لیکن کوئی بھی ان باتوں کا قائل نہیں اور مطلب
بھی بالکل واضح اور ظاہر ہے، میں کہتا ہوں کیا کبھی کسی شخص کے قلب میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ یہ آیت
جو گدھے کے قصہ میں مذکور ہے، وہ اس بات کی عقلی دلیل بھی ہے، کہ روحیں زندہ رہتی ہیں ؟ ۱۱۴

لوگ تو سمجھتے تھے کہ وہ محض ایک واقعہ ہے جو بنی اسرائیل سے مروی ہے، اور اسکو بطور عقلی دلیل کے تسلیم کرنے سے قاصر تھے لیکن جب دنیا کے اندر علم تحضیر الارواح پھیل گیا، اور لوگوں نے روحوں کو دیکھنا، اور ان سے بات چیت کرنا شروع کر دیا، تو معلوم ہوا کہ فی الواقع یہ واقعہ روح کی زندگی پر دلیل عقلی ہے۔ موجودہ زمانہ میں روح کا استحضار اس طریقہ کے خلاف ہے، جو قرآن میں مذکور ہے، اس لئے ہم کو اس میں غور کرنے کی ضرورت ہے، اسی طرح کس کے قلب میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ چڑیوں کی تقطیع کا مسئلہ بقاء ارواح پر دلیل اقناعی ہے، کیونکہ ان اعلیٰ اعلیٰ صورتوں کے متعلق کبھی بھی ہماری عقل یہ تصور نہیں کر سکتی کہ یوں ہی بیکار پیدا کی گئی ہیں، یہ دونوں واقعے آیت زیر تفسیر لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ سے بہت دور پر واقع ہیں، اور دونوں سیکے بعد دیگرے آئے ہیں، صرف وہی لوگ جن کو خدا نے ہدایت دی ہے، یہ بات سمجھ سکتے ہیں، کہ یہ دونوں آیتیں یعنی فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا الآیہ، اور أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ الخ اس سورہ کے خزانے ہیں، واقعی بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کے درجہ کو صرف دو ہی قسم کے لوگ سمجھ سکتے ہیں، ایک تو وہ جو بڑے بڑے حکماء کی کتابوں سے واقف ہیں، اور ان کا اچھی طرح مطالعہ کر چکے ہیں، دوسرے وہ جن کی فطرت بالکل پاک و صاف ہے، ہمارے اس دعوی پر یہ دلیل ہے کہ آیت زیر تفسیر ان تمام باتوں کو شامل ہے جن کو قابس یونانی نے اپنے نقشے میں بہت طول کے ساتھ دکھایا ہے، حالانکہ آیت بالکل آسان ہے اس کے الفاظ بالکل سہل ہیں، تمام خاص و عام اچھی طرح اس آیت کو سمجھ سکتے ہیں

## لغز قابس

یہ ایک بہت بڑا یونانی فیلسوف ہے، جو پانچ سو سال قبل مسیح گذرا ہے، اس فیلسوف

نے چند تصویریں بنائی تھیں جن سے ان تمام آلام کو ظاہر کرنا مقصود تھا، جن سے انسان دنیا میں دوچار ہوتا ہے، ان تصویروں میں ایک ایسی عورت کی بھی تصویر ہے، جو بالکل بہری اور گونگی اور جاہل ہے، ایک چوکور پتھر پر بیٹھی ہوئی ہے، اور اس کے اردگرد بے شمار آدمیوں کا ہجوم ہے، یہ عورت بغیر کچھ سوچے سمجھے کوئی چیز ایک شخص سے لیتی اور دوسرے کو دیدیتی ہے، پانے والا تو خوش، اور جس سے وہ چیز لے لی جاتی ہے، وہ مغموم ہو جاتا ہے، اسی بھیڑ میں کچھ حسین وجمیل عورتیں بھی ہیں جن سے وہ لوگ خوب حظ حاصل کر رہے ہیں، جن کو اس گونگی عورت نے کچھ دیا تھا، اور کچھ مغموم اور رونے والی عورتیں بھی ہیں جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، اپنے بالوں کو نوچتی اور رخساروں پر طمانچے مارتی ہیں، ان کے بدن بالکل دبلے پتلے اور پیلے پڑ گئے ہیں، کچھ عورتیں ایسی ہیں جو نہ حسین ہیں اور نہ بدصورت، ایک پہاڑ کے راستہ کی طرف اشارہ کر رہی ہیں، تاکہ لوگ پہاڑ پر چڑھ جائیں، بہت کم لوگ ہیں جو اس پہاڑ پر چڑھ گئے ہیں لیکن بہت سے لوگ نہ چڑھ سکنے کی وجہ سے واپس لوٹ رہے ہیں، یہ تو تصویروں کا حال ہے، اس کے بعد فیلسوف موصوف ان تصویروں کی تشریح کرتا ہے،

پہلی بہری اور گونگی عورت کے متعلق کہتا ہے، کہ یہ حصہ ہے، کیونکہ حصہ انسان کو بغیر کسی قانون اور قاعدہ کے ملتا رہتا ہے، حصہ میں تمام چیزیں یعنی مال، اولاد، مرتبہ، تندرستی، عزت اور قدرت وغیرہ داخل ہیں، یہ تمام آنے اور جانے والی چیزیں ہیں، جس شخص کو ملتی ہیں، وہ خوش ہوتا، اور جو محروم ہوتا وہ مغموم ہوتا ہے، حسین وجمیل عورتیں لذات اور شہوات کی تصویریں ہیں جن سے وہ لوگ حظ حاصل کر رہے ہیں، جن کو اس گونگی عورت نے حصہ عطا کیا تھا، یعنی حصہ والا انسان اکثر دنیاوی لذتوں میں منہمک رہتا ہے، رونے والی عورتیں ان لوگوں کی مثالیں ہیں جنھوں نے اپنی ضرورت کے حاصل کرنے میں مال اور صحت کو برباد کر دیا، پھر تنگی، مرض اور ذلت

وغیرہ میں گرفتار ہوگئے، اب یہ لوگ نادم اور مغموم ہیں، وہ عورتیں جو پہاڑ کی طرف اشارہ کر رہی ہیں، وہ ادب مزوّر کی تصویریں ہیں، ادب مزوّر سے مراد وہ تمام علوم ہیں جن کو انسان مدرسوں میں حاصل کرتا ہے، فیلسوف کہتا ہے، کہ میں نے علوم کو ادب مزوّر اس لئے کہا ہے کہ اہلِ علم بھی صاحبِ مال سے کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، علم بھی ثروت کی ایک قسم ہے، کیونکہ ہم شعرائ علمائے فلکیات اور علمائے ادب وغیرہ کو دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بھی جھوٹ بولتے ہیں، زمین میں فساد کرتے ہیں، اس لئے علم سے کچھ فائدہ نہ ہوا لہٰذا ہم ان علوم کو ادب مزوّر کہتے ہیں، جب علماء اپنے علم پر عمل کریں، دنیاوی آلام و مصائب پر صبر کریں، تو یقیناً وہ لوگ شریف اور احرار سمجھے جائیں گے، اور سعادت کا اصل مقصود یہی ہے، پہاڑ کی طرف اشارہ کرنے سے مقصود یہ ہے کہ بہت کم اہلِ علم حضرات اپنے علم پر عمل کرتے ہیں، مقصد یہ ہے کہ صبر اور مصائب کا تحمل ہی وہ چیز ہے، جو انسان کو دنیا میں سعادت کے لئے مستعد کر دیتی ہے، جس انسان کا نفس کامل تھا وہ پہاڑ پر چڑھ گیا، اور سعادت کا تاج اپنے سر پر رکھ لیا، اور جس نے مشقت اور عمل سے جی چرایا تو وہ نصف راستہ ہی سے واپس لوٹ آیا، جس پر وہ ان عورتوں کے اشارہ کرنے کی وجہ سے چڑھنے لگا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ سعادت کے دو ہی راستے ہیں، تحملِ مصائب اور صبر، کبھی جاہل شخص سعادت کو پا لیتا ہے، اور عالم اس سے محروم رہتا ہے، مال، اولاد، صحت اور حسن وغیرہ رات دن اور گرمی اور جاڑے کی طرح ہیں، جن سے ہر شخص کا خواہ نیک ہو یا بد سابقہ پڑتا ہے، مگر سعادت وہی ہے، جس کو میں نے تحریر کیا کہ اس کا پانے والا وہی شخص ہوگا، جو تحملِ مصائب اور صبر کا عادی ہوگا، غور کرو کس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان آیتوں کی وجہ سے اس قسم کی تصویروں اور مجسموں سے بالکل بے نیاز کر دیا، اور اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ سے اصلی سعادت کا اعلان کر دیا، قرآن حکیم کے حکم و معارف پر جس قدر بھی تعجب

کرو کم ہے،

# صفا اور مروہ کی تحقیق

شہر مکہ میں صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں، زمانۂ جاہلیت میں ان پر بت رکھے ہوئے تھے،
صفا پر "اساف" اور مروہ پر "نائلہ" تھا، ان دونوں بتوں کی بہت زیادہ عبادت کی جاتی تھی،
یہی سبب تھا کہ عہد اسلام میں مناسکِ حج کے سلسلہ میں ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ۱۵
سعی کرنے سے عام مسلمان پرہیز کرتے تھے، اور انصار ان دونوں سے آگے بڑھ جاتے تھے، اور
منات کے پاس سے احرام باندھا کرتے تھے، جو قدید کے سامنے واقع تھا، قدید مکہ کے راستے
میں ایک چھوٹی سی بستی ہے، غرض منات انصار کے لئے اور صفا و مروہ اہل مکہ کے لئے تھے،
انصار صفا اور مروہ کا طواف نہیں کرتے تھے، کیونکہ یہ غیروں کے معبد تھے، تب یہ آیت دونوں
فریق کے لئے نازل ہوئی، "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ" تمام امت کا اجماع ہے
کہ حج اور عمرہ کے اندر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا مشروع ہے، امام احمد نے فرمایا کہ
یہ سنت ہے، حضرت انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے، کیونکہ "فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْهِ" سے تخییر ہی سمجھ میں آتی ہے، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، کہ یہ واجب ہے،
اگر سعی میں کوتاہی ہوئی تو ایک قربانی ضروری ہے، امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما
سے مروی ہے کہ یہ رکن حج ہے، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، "اسعوا فان اللہ کتب
علیکم السعی،" الحدیث (تم لوگ صفا مروہ کے درمیان دوڑو کیونکہ اللہ نے اس کو
تم پر فرض کر دیا ہے)

---

# نواںؔ مقصد

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ
اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى
مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ
فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ
اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا
وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ
عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا
وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ
لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ
النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۙ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ وَاِلٰهُكُمْ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ اِنَّ
فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وہ جو ہم نے کھلے ہوئے احکام اور ہدایت
کی باتیں اتاریں، اور کتاب میں ہم نے لوگوں
کو صاف صاف سمجھا دیں، اس کے بعد بھی جو
ان کو چھپائیں تو یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی
لعنت ہے، اور دوسرے لعنت کرنے والے
بھی لعنت کرتے ہیں، مگر جو لوگ توبہ کریں
اور اصلاح کریں، اور اون کو ظاہر کریں
تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں،
اور میں توبہ قبول کرنے والا رحیم ہوں، جو
لوگ اسلام نہ لائیں، اور حالت کفر ہی میں
مریں ایسے لوگوں پر اللہ اور فرشتے اور
تمام انسانوں کی لعنت ہے، اس لعنت میں
ہمیشہ رہیں گے، ان کے عذاب میں کمی نہ
ہوگی، اور نہ ان کو کچھ مہلت دی جائے گی
تم لوگوں کا معبود صرف ایک ہے، اس کے
سوا کوئی معبود نہیں، بڑا رحم کرنے والا
مہربان، بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے

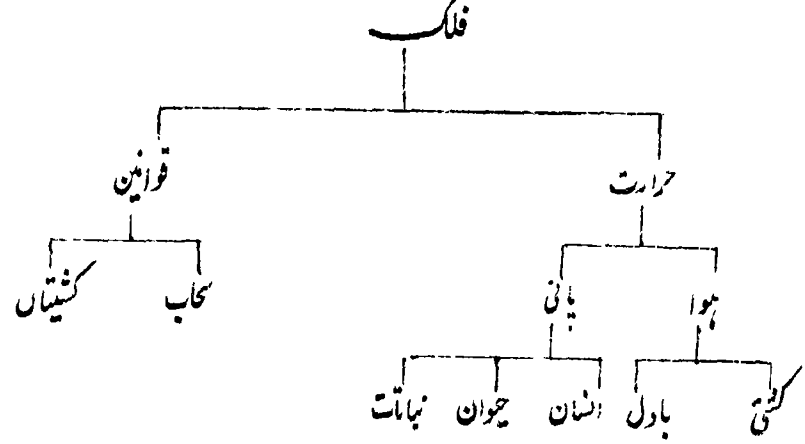
| | |
|---|---|
| وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ | پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے |
| وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي | ادل بدل میں اور جہازوں میں جو انسانوں |
| الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ | کے نفع کی چیزیں لے کر سمندر میں چلتے ہیں |
| وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ | اور بارش کے پانی میں جس کو اللہ نے آسمان |
| مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ | سے برسایا پھر اس سے زمین کو خشک |
| بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا | ہو جانے کے بعد تر و تازہ کیا، اور ہر قسم کے |
| مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَ | حیوان اس میں پھیلا دیئے، اور ہواؤں کے |
| تَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ | بدلنے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین |
| الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ | کے درمیان معلق رہتا ہے، عقل سلیم رکھنے |
| لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ ○ | والی قوم کے لئے بڑی بڑی دلیلیں موجود ہیں |

تمام آیتوں کا مطلب بالکل واضح ہے، ہم صرف اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الآیۃ کی تفسیر لکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے اور ان کے بڑے اور چھوٹے ہونے میں اس طرح کہ دن اسی قدر بڑھتا ہے جس قدر کہ رات میں کمی ہوتی ہے، اور رات اتنی ہی طویل ہوتی ہے جتنا کہ دن گھٹتا ہے، تعجب تو یہ ہے کہ تمام سال دن اور رات برابر ہوتے ہیں یعنی تمام سال دن کے گھنٹے رات کے گھنٹوں کے مساوی ہوتے ہیں، غرض ان تمام باتوں میں عقلمندوں کے لئے بڑی بڑی دلیلیں موجود ہیں؛

رسول اللہ صلعم نے فرمایا اس شخص کے لئے خرابی ہے جس نے اس آیت کو پڑھا، اور اس میں غور و فکر نہیں کیا، ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علم اور فضیلت کی اشاعت ہر مسلمان پر واجب ہے، اور جس نے علم کو چھپایا وہ ملعون اور مردود ہے، اس کے بعد اجل علوم کا ذکر فرمایا، اِنَّ

فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الآیۃ میں نے اس آیت کی تشریح اپنی کتاب تاج مرصع میں کی تھی، اور یہ بیان کیا تھا کہ نظام علوی اور سفلی کس طرح قائم ہے، اور کس طرح ان میں باہم ربط وضبط ہے، اور کس طرح ان تمام کو اللہ تعالیٰ نے ایک حیوان یا انسان کے مثل بنایا، عالم کا ہر ایک موجود اپنے ماسوا سے مدد کا خواستگار ہوتا ہے، مثلاً لیل ونہار کا اختلاف آفتاب کے بروج شمالی اور جنوبی کی نزدیکی پر موقوف ہے، اور اسی وجہ سے اقطار متباینہ میں بھی حرارت اور برودت کا اختلاف ظاہر ہوتا ہے، اور ہوائیں چلتی ہیں، بارش بھی حرارت اور برودت کے قانون کے مطابق ہوتی ہے، اور یہ قانون، قانون افلاک اور بروج میں آفتاب کی چال کے تابع ہے، پھر اسی بارش سے نباتات، حیوانات اور انسان میں نشوونما ہوتی ہے، کشتیاں ہوا سے چلتی ہیں، جس طرح بادل چلتے ہیں، لیکن ہر ایک کی رفتار کے لئے خاص قانون ہے، کشتیاں انہی بحری خطوط پر چلتی ہیں، جن کو کپتان اپنے خریطہ میں بنائے ہوئے ہوتے ہیں، اور بادل بھی اسی طبعی ناموس کے مطابق چلتا ہے، جس کو اللہ نے انسانوں پر رحمت کرتے ہوئے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے، یہ تمام علویات کے ساتھ مرتبط ہیں، مثلاً کشتیاں اسی قانون کے مطابق چلتی ہیں جس کو علم الفلک، عالم کے طول وعرض، نجوم، سیر شمس، اور اجرام علویہ کے ملاحظوں سے مستنبط کیا جاتا ہے، اور قطب نما سے بھی کام لیتے ہیں، اسی طرح بادل کو وہ ہوا چلاتی ہے، جو اس حرارت سے پیدا ہوتی ہے، جو اجرام علویہ سے پھیلتی ہے، غرض تمام عالم کا مرجع ایک اصل ہے، جس کی دو شاخیں ہیں، پھر ان دونوں شاخوں سے بے شمار شاخیں پھیلتی ہیں، اصل تو حرکات فلکیہ سے لیل ونہار کا اختلاف ہے، اور دونوں شاخیں، اول تو وہ قوانین ہیں جو اجرام علویہ میں ودیعت کر دیئے گئے ہیں، دوسرے وہ حرارت ہے، جو تمام کرۂ ارضیہ پر پھیلی ہوئی ہے، پہلی شاخ سے دو شاخیں نکلیں، بادل کی سیر اور کشتیوں کی سیر، دوسری شاخ

سے دو شاخیں نکلیں، ہوا اور پانی، ہوا بادل اور کشتیوں کو حرکت دیتی ہے اور حرارت کی وجہ سے
پانی بخار بن کر فضا میں پھیل جاتا ہے پھر بخار پانی بن کر تمام زمین کو سیراب کرتا ہے، جس سے حیوانات
اور نباتات وغیرہ کی نشو و نما ہوتی ہے، ان تمام کی تصویر یہ ہے،




اس نقشے سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ عالم گویا ایک کرہ اور ایک شکل ہے، جس میں نیچے والا
اوپر والے کا محتاج ہے، اور اعلیٰ اسفل کو فائدہ پہنچاتا ہے، جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے، جب دنیاوی
نظام کا یہ نقشہ ہے تو عقلاً دوسرے نظامات بھی اسی طریقہ پر ہوں گے، اس بنا پر یہ عالم علمائے
مفکرین کے نزدیک گویا ایک جسم ہے، جیسے روح، قلب اور اعضاء وغیرہ سب کچھ موجود ہیں،
پانی، ہوا اور سورج اور چاند کا دورہ بھی ہمارے خون کے دورہ کے مثل ہے، جب ہم اپنی عقلوں
سے ملاحظہ کریں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ تمام عالم ایک حیوان یا ایک انسان کے مثل ہے، جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ (اللہ
نے تم لوگوں کو ایک نفس کی طرح پیدا اور مبعوث کیا) یہ تمام باتیں وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کو
کچھ نہ کچھ ہر فن سے واقفیت ہو، اگر کوئی شخص تمام علوم کو آپس میں تطبیق و ربط دے، اور
اور ان کا موازنہ کرے تو یہ باتیں اچھی طرح سمجھ سکتا ہے، یہ بات مسلم ہے، کہ ایک جسم کا مدبر بھی

ایک ہی ہے، لہٰذا تمام عالم کا آپس میں ارتباط اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا مدبر بھی ایک ہی ہے، کیونکہ تمام عالم ایک جسم کے مثل ہے،

اب غور کرو کس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (تمہارا خدا ایک ہی ہے،) پھر تمہارے سامنے کائنات کے اس منظم نقشہ کو پیش کیا، گویا فرماتا ہے، لوگو! تمہارا خدا ایک ہے، لیکن اس توحید کو تم اسی وقت سمجھ سکتے ہو، جب کہ تمام علوم پڑھو اور اس منظم نقشہ میں غور کرو، تب تم کو معلوم ہوگا کہ فی الواقع تمام عالم کا مدبر ایک ہی ہے، قدیم زمانے میں علمائے یونان کا بھی یہی خیال تھا کہ تمام عالم ایک ہی ہے، لیکن اس دعویٰ پر ایسی دلیلیں پیش کرتے تھے، جو بالکل خشک اور علم وحکمت سے خالی ہوتی تھیں، ان لوگوں نے عالم کی تین قسمیں قرار دی ہیں، عرض، افلاک اور جوہر، کہتے ہیں کہ ان تین کے علاوہ دوسرے وجود کا ہونا غیر ممکن ہے، جتنے بھی عالم ہوں، وہ سب انھی تینوں سے مرکب ہوں گے، لیکن یہ لوگ اس عالم کے ارتباط طبعی کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوئے، اس جگہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو دین اسلام کی دعوت علوم کونیہ کے واسطہ سے دے رہا ہے، جیسا کہ پہلے یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ میں دعوت دی تھی ان دونوں دعوتوں کے قبول میں یہودی جھگڑے اور رد وکد کی تو قواعد ابراہیم پر دین اسلام کی تاسیس کو بیان فرمایا، 117

اسی سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ آج مسلمان قرآن مجید کے مطالب اور مقاصد سے کس قدر دور جا پڑے ہیں،

## اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کی وضاحت

وحدانیت سے متعلق تفصیلی مباحث تو اوپر بیان ہو چکے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تفسیر سورہ فاتحہ

میں گذر چکی، اور سموات کی تفسیر ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کی تفسیر کے ماتحت ہو چکی، اب صرف ارض کی تفسیر باقی رہ گئی ہے، جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

کرۂ ارض بے شمار طبقوں سے مرکب ہے، جو ایک دوسرے کے اوپر واقع اور ملے ہوئے ہیں، اور ہر طبقے کی ترکیب اور خلقت مختلف ہے،

بعض طبقے صخور، سخت پہاڑ، پتھر، کنکر، بالو، ریت، سخت مٹی، نرم مٹی، اور شورہ وغیرہ ہیں، ہر ایک ان میں سے دوسرے کے ساتھ مخلوط یا دوش بدوش ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ (زمین میں بہت زیادہ طبقے ہیں جو آپس میں ملے ہوئے ہیں) یہ طبقے مختلف رنگ، مزہ، بو اور منافع وغیرہ رکھتے ہیں، ان کی مٹی، پتھر اور پہاڑ وغیرہ سرخ، سفید، سبز، زرد، اور نیلے رنگ کے ہوتے ہیں، آفتاب کی روشنی کا جیسا اثر ان چیزوں پر پڑا ویسا ہی رنگ انھوں نے اختیار کر لیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا الخ بعض طبقے کی مٹی میٹھی، بعض کی کڑوی، بعض کی نمکین اور بعض کی کسیلی ہے، اسی طرح بعض طبقے کی مٹی خوشبودار اور عمدہ اور بعض کی بدبودار اور ناقص ہے، پھر جملہ کرۂ ارض میں بے شمار تخلخل، تجویف، دریا اور نہریں وغیرہ ہیں، نیز بکثرت غار، کھڈ اور کھائیاں ہیں، جو پانی اور بخارات سے بھرے ہوئے ہیں، ہر جگہ کا پانی اپنے مزے، بو، رنگ، غلظت، اور لطافت وغیرہ میں اس جگہ کے مطابق ہے، زمین میں بے شمار معادن ہیں، بعض تو ایسے ہیں جو مٹی میں پیدا ہوتے ہیں، اور ان کی پختگی ایک سال یا کچھ کم مدت میں ہو جاتی ہے، مثلاً گندھک، نمک اور پھٹکری وغیرہ، بعض معدن ایسے ہیں جو قعر سمندر میں پیدا ہوتے ہیں، اور ان کا نضج ایک سال یا اس سے زیادہ میں ہوتا ہے، مثلاً موتی اور مرجان وغیرہ، بعض ایسے ہیں جو پہاڑوں کے غار، پتھروں کے جوف اور ریت کے اندر پیدا ہوتے ہیں، ان کی پختگی سالہا سال میں ہوتی ہے، مثلاً سونا، چاندی

لوہا اور تانبا وغیرہ بعض معدن ایسے ہیں، جن پر قرنہا قرن گذر جاتے ہیں، تو مکمل ہوتے ہیں مثلاً یاقوت، زبرجد، اور عقیق وغیرہ،

واضح ہو کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں، خاص اور عام، عام لوگ صرف انہی مطالب سے تعلق رکھتے ہیں جن کی اون کو سخت ضرورت ہوتی ہے مثلاً کھانا پینا، لباس اور دوا وغیرہ، بھوک، پیاس، عریانی اور بیماری وغیرہ ہی وہ چیزیں ہیں جو ان کو مضطر اور پریشان کرتی ہیں، اور ان کے دفع وازالہ کے لئے وہ دن رات کوشش کرتے ہیں یہ اضطراب و پریشانی انسان کی فطرت میں داخل کر دی گئی ہے، چونکہ آلام وغیرہ کا زیادہ احساس ہوتا ہے، اس لئے جاہل لوگ ان کو مصیبت سمجھتے ہیں، ورنہ فی الواقع یہ ایک نعمت ہیں، اور جسم کی حفاظت کے لئے تمام انسان کو عطا کئے گئے ہیں، اس بارہ خاص میں انسان اور حیوان برابر ہیں، مگر اس جگہ چند مطالب شریفہ اور منازل عالیہ ایسے ہیں، جن سے حیوان اور جاہل انسان تو بے خبر ہوتے ہیں، اور حکما اور علما ان کے عاشق ہوتے ہیں، یہ شریف مطالب کیا ہیں، ؟ عجائب اور بدائع عالم، نظام جمیل، اور جمال ابداعی ہیں، یہی وہ مطالب ہیں، جو جاہلوں کی نظروں سے اوجھل اور حکما کی آنکھوں کو دکھائی دیتے ہیں میں تمھارے سامنے زمین ہی کو مثال میں پیش کروں گا، جاہل لوگ زمین کو بیکار چیز سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک اس کی کچھ حقیقت ہی نہیں، کیونکہ لوگ اسی چیز سے خوش ہوتے ہیں، جو اون کو بمشقت حاصل ہوتی ہے، لیکن وہ شئی جو اون کے نزدیک ہمہ وقت موجود اور حاضر ہو اسکی طرف ان کی توجہ بھی نہیں ہوتی، کوئی نعمت جتنی ہی زیادہ اور عام ہوتی ہے، اتنا ہی اس پر شکریہ بالکل کم اور خوشی تو تقریباً معدوم ہی ہوتی ہے، لیکن وہ مطلوب جو بہت دور ہو، اور اس تک پہنچنے کے راستے بھی بہت مشکل ہوں، تو اون کے حصول کے بعد خوشی بہت زیادہ ہوتی ہے، اور بکثرت شکریہ ادا کیا جاتا ہے، اسی لئے زمین، ہوا، ضیائے شمس، جمال نجوم، آنکھ

کان، ناک اور عقل وغیرہ باوجود بڑی نعمتیں ہونے کے بھی ان کا شمار نعمتوں میں نہیں ہوتا، کیونکہ ۱۸،
یہ چیزیں سب لوگوں کو حاصل ہیں، اس لئے اون کا شکریہ بھی نہیں ادا کیا جاتا، تم دیکھتے ہو کہ جاہل لوگ نہ زمین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں نہ اوس کو نعمت سمجھتے ہیں، وہ جمال بدیع اور حسن دلکش جس کا زمین سے ظہور ہوتا ہے، اور جو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہے یعنی زمین کے باغات، نباتات اون کا رنگ و بو، مختلف الاقسام معادن اور پانی وغیرہ سب خدائی نعمتیں ہیں، زمین کے عجیب و غریب پتھر اور اس کے معادن کی تحقیق کی جاتی ہے، اس سے مختلف مادے مثلاً رنگ وغیرہ کی قسم کی چیزیں بنائی جاتی ہیں، زمین سے بیش قیمت پتھر بھی نکالے جاتے ہیں، غرض ہماری غذا اور بہت سی ضرورت کی چیزیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں، اور اس میں نظر کرنے سے علم و عرفان حاصل ہوتا ہے، انسان ہمیشہ دن بدن علم میں ترقی کرتا رہا ہے، یہاں تک کہ اب اس نے یہ معلوم کر لیا کہ زمین بھی ایک سیارہ ہے، اور دوسرے سیاروں کی طرح متحرک ہے،

جب آفتاب کی روشنی زمین پر پڑتی ہے تو اس کی شعاعیں دوسرے کروں پر بھی منعکس ہوتی ہیں، زمین کی وہ روشنی جو کرۂ قمر پر منعکس ہوتی ہے، قمر کی اس روشنی سے جو زمین پر منعکس ہوتی ہے، بہت زیادہ ہے، حساب سے معلوم ہوتا ہے، کہ زمین کی روشنی جو قمر پر منعکس ہوتی ہے، قمر کی روشنی سے چودہ گن زیادہ ہے، اور زمین کو بھی وہی کیفیتیں اور تغیرات لاحق ہوتے ہیں، جو قمر کو لاحق ہوتے ہیں، مثلاً ہلال، بدر، استقبال اور تربیع وغیرہ غور کرو! ایک محقق زمین کے پتھروں، ریت، بالو، رنگ، نہروں اور معادن وغیرہ میں غور و فکر کرنے سے اس نتیجہ پر پہونچ گیا کہ زمین ایک سیارہ ہے، اور یہ بھی اسی طرح روشن اور چمکدار ہے، جس طرح دوسرے سیارے، روشن اور درخشاں ہیں، نیز دوسرے کروں کے باشندے زمین کے دیکھنے کے شائق ہیں جیسا کہ ہم لوگ ان کروں کے شائق ہیں،

# اس تفسیر میں دینی اور دنیوی مطالب کا اتحاد

میں قرآن کی تفسیر کے سلسلہ میں جو کچھ ذکر کرتا ہوں، اس میں دین و دنیا اور عقل و نقل دونوں متحد ہو جاتے ہیں، یہ مسئلہ کہ آفتاب کی روشنی کے ساتوں رنگ آپس میں مل کر ایک رنگ ہو جاتے ہیں، جس سے تمام زمین روشن ہو جاتی ہے، اس کے متعلق اکثر لوگ کہتے ہیں کہ یہ دین کے مخالف اور عقل کے منافی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ قلتِ علم اور کثرتِ جہالت کا نتیجہ ہے، جو شخص کسی چیز سے بے خبر ہوتا ہے، تو اوس کو اس سے ایک قسم کی عداوت ہو جاتی ہے، ایک شخص جو تمام علوم میں متبحر ہے اگر وہ مذہب سے نفرت کرتا ہے، اس لئے کہ مذہب اوس کے علم کے منافی اور مخالف ہے، تو یہ بھی جہالت ہے، اسی طرح ایک مذہبی عالم جو آسمان اور زمین کی خلقت اور اون کے عجائبات سے ناواقف ہے، اور سمجھتا ہے کہ جس نے ان عجائبات کو معلوم کرنے کی کوشش کی وہ اللہ کا دشمن ہے، اور اللہ تعالیٰ اس پر بہت غضبناک ہوگا تو اوس کے جاہل ہونے میں کون شبہہ کرے گا، اس غریب عالم کو کیا معلوم کہ تمام آسمان اور زمین اللہ کی مخلوق ہیں، اور ان سے منہ موڑنے والے کو اللہ پسند نہیں کرتا، بلکہ ان میں غور و فکر کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے، غور کرو مسلم قوم کس طرح غافل ہو گئی، اور اوس کی آنکھیں کس طرح اندھی ہو گئیں، اور دلوں میں حقائق کے خلاف دوسری باتیں کس طرح جاگزیں ہو گئیں، اور اکثر عقلا کس طرح غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ؟

ہم نے مذکورۂ بالا تحریر میں دینی اور دنیوی مطالب میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی، اور ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی ترقی و عروج کا دار و مدار مغربی، جاپانی اور مشرقی قوموں اور اہل امریکہ کے ساتھ مقابلہ اور مغالبہ پر اور مذکورۂ بالا مطالب کے غور و فکر

پڑے، آہ! مسلمانوں پر کس قدر افسوس ہے کہ وہ خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اور انگریز ان کو کچل رہے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ پست حالت اون کے واعظوں کی جہالت غفلت اور جمود و تعصب کا نتیجہ ہے، جس پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔

## دن اور رات کے اختلاف پر کلام

دن اور رات کا اختلاف ظاہر اور پوشیدہ دونوں ہے، یعنی عقلا پر ظاہر اور غافلوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے، زمین کے طول وعرض کے اختلاف کی وجہ سے رات اور دن مختلف ہوتے رہتے ہیں، کیونکہ آفتاب کا طلوع وغروب مشرقی ملکوں میں مغربی ملکوں سے پہلے ہوتا ہے، مثلاً جب اقطار مصری میں پہلے آفتاب کا طلوع وغروب ہوئے گا تو اس کے بعد بلاد مراکش، بحر ظلمات اور امریکہ وغیرہ میں ہوگا، ہر دائرے میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ درجے ہوتے ہیں، اور زمین کے کل حصوں میں دو ۲ خط طول البلد اور عرض البلد فرض کئے گئے ہیں جو خط مشرق سے مغرب کو جاتا ہے، اس کو طول البلد کہتے ہیں، اور جو خط، خط استوا سے قطبین تک جاتا ہے وہ عرض البلد کہلاتا ہے، پھر خط استوا جو زمین کو دو ۲ مساوی حصوں جنوبی اور شمالی میں تقسیم کرتا ہے، اس کو
فلک البروج کا دائرہ قطع کرتا ہے، فلک البروج ایک بہت بڑا دائرہ ہے، جو ساڑھے تیئیس ۲۳½ 116
درجے خط استوا سے مائل ہے، یہ دائرہ ان دو ۲ متوازی دائروں تک دراز ہوتا ہے، جو دائرۂ استوا سے ساڑھے تیئیس درجے کی دوری پر واقع ہیں، ان تمام دائروں کی وجہ سے زمین پانچ منطقوں میں منقسم ہو جاتی ہے، ایک منطقہ حارہ، دو ۲ منطقے معتدل اور دو ۲ منطقے بارد، منطقہ حارہ وہ ہے جو مدار سرطان اور مدار جدی کے مابین واقع ہے، اور یہ دونوں یعنی سرطان اور جدی ارباب الظلین (دو سایے والے) کہے جاتے ہیں، کیونکہ آفتاب کبھی تو ان کے شمالی جانب

ہوتاہے، اس وقت سایہ اون کے جنوبی جانب پڑتاہے، اور کبھی آفتاب جنوبی جانب ہوتاہے، اس وقت سایہ اون کے شمالی جانب پڑتاہے، جیسے سوڈان مصری (یا مدراس) دو معتدل منطقے وہ ہیں، جو دائرہ قطبی جنوبی اور جنوبی مدار جدی کے مابین اور جو دائرہ قطب شمالی او دائرہ سرطان شمالی کے مابین واقع ہیں، آفتاب ہمیشہ ان دونوں معتدل منطقوں کے رہنے والوں کے سروں پر رہتاہے، ان معتدل منطقوں کا نام ارباب اختلاف الظل ہے، کیونکہ شمالی منطقہ معتدلہ والے ہمیشہ آفتاب کو جنوب میں دیکھتے ہیں، جیسے اہل مصر، ٹونس، مراکش، اور اہل یورپ وغیرہ، اور جنوبی منطقہ معتدلہ والے آفتاب کو ہمیشہ شمال میں دیکھتے ہیں، باقی بچ گئے، دونوں منطقے قطبی والے ان کا نام ارباب الظل الدوار ہے، ان لوگوں کے نزدیک آفتاب کی حرکت چکی کے گھومنے کی طرح ہے، موسم گرما میں ان کے یہاں سایہ ان کے گرد گھومتاہے،

اس جگہ اصل مقصد اختلاف لیل ونہار دکھلاناہے، جب تم آفتاب کی حرکت دیکھو جو مشرق سے مغرب کی طرف ہوتی ہے، تو تم دیکھوگے جو وقت ایک قوم کے یہاں صبح کا ہے بعینہ وہ وقت دوسری قوموں کے یہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشا کا وقت ہوگا، اور بعضوں کے یہاں نصف رات کا وقت ہوگا، لہذا آفتاب ہر منٹ کے اندر یا تو غروب یا طلوع، یا زوال یا چاشت یا نصف رات کے وقت میں ہوتاہے، اسی وجہ سے دنیا میں دن ہمیشہ مکمل طور پر موجود رہتاہے، یہ بات ان حضرات کو جنھوں نے کچھ بھی جغرافیہ یا علم ہیئت پڑھاہے تھوڑی سی توجہ سے سمجھ میں آسکتی ہے، جب ہم آفتاب کی سنوی حرکت پر نظر کریں، اس حال میں کہ وہ ایک برج سے دوسرے برجوں میں منتقل ہوتا رہتاہے، نیز کبھی ہم سے قریب اور کبھی بعید ہوجاتاہے، تو ہم دیکھیں گے کہ تمام سال دن موجود رہتاہے، جو اختلاف اقطار کی وجہ سے مختلف ہوتا رہتاہے، سب سے چھوٹا دن ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کم اور سب سے

لمبا دن چھ مہینے کا ہوتا ہے، معتدل ایام بارہ گھنٹے کے ہوتے ہیں، معتدل ایام خط استوا کے نزدیک ہوتے ہیں، اور سب سے لمبا دن دونوں قطبی منطقوں کے نزدیک ہوتا ہے، یہاں کے باشندوں کے نزدیک چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے، یا یوں سمجھو کہ ایک رات اور دن کا ایک برس ہوتا ہے، یعنی چھ مہینے تاریکی اور چھ مہینے روشنی، دونوں دائرہ قطبیہ اور خط استوا کے مابین کے دن بارہ گھنٹے سے لے کر چوبیس گھنٹے کے ہوتے ہیں، مثلاً خط استوا کے نزدیک بارہ گھنٹے اور دائرہ قطبیہ کے نزدیک چوبیس گھنٹے کا ہوتا ہے، پھر دائرہ قطبیہ سے گھنٹوں میں زیادتی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ چوبیس گھنٹے سے شروع ہو کر ایک مہینہ دو مہینے اور قطبین کے پاس جا کر چھ مہینہ کا دن ہو جاتا ہے،

کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے، لیکن آفتاب اس کی حرکت کو اس طرح منظم کرتا ہے کہ اس سے بڑے بڑے عجائب ظاہر ہوتے ہیں، تم دیکھو گے، کہ جب شمالیوں کے یہاں (اہل مصر اور اہل یورپ) گرمی کا موسم ہوتا ہے ٹھیک اسی وقت اہل جنوب کے یہاں جاڑے کا موسم ہوتا ہے، جیسے ملک نٹال وغیرہ میں اسی وجہ سے تمام سال، جاڑا گرمی، ربیع اور خریف ہر وقت موجود رہتے ہیں، جیسا کہ دنوں کے اندر فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا ہر وقت موجود رہتے ہیں، پھر اسی سردی اور گرمی کے اختلاف کے مطابق نباتات حیوانات اور باد و باراں بھی مختلف ہوتے رہتے ہیں، سب سے عجیب بات جس پر بڑے بڑے عقلا سجدے میں گر پڑتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اگر آفتاب ایک ہی جگہ ٹھہرا ہوا رہے، تو یقیناً ہر جگہ جل جائیگی، اور کوئی زندہ شخص بھی اپنی زندگی نہیں بسر کر سکتا، غور کرو کس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ

تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (کہدیجئے اے پیغمبر کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر اللہ ہمیشہ قیامت تک تم پر رات ہی رات کردے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو روشنی لا سکے کیا تم سنتے نہیں، کہدیجئے اے پیغمبر کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر اللہ قیامت تک دن ہی دن کردے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات دے سکے، جس میں تم آرام کرتے ہو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ خدا کی رحمت ہے، جو اس نے تمہارے لئے رات اور دن پیدا کر دیا، تاکہ تم آرام کرو اور اس کا فضل تلاش کرو، اور اس کا شکر ادا کرو) ذیل میں ایک جدول پیش کرتا ہوں جس سے تم خط استوا سے لیکر قطبین تک دنوں اور راتوں کو معلوم کر سکتے ہو، نیز یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ ایک جگہ جو دن کی قلیل ترین مدت ہوتی ہے، وہیں رات کی بھی قلیل ترین مدت ہوتی ہے، اسی طرح جس جگہ دن کی طویل ترین مدت ہوتی ہے، رات کی بھی اتنی ہی طویل ترین مدت ہوتی ہے،

## وہ اقالیم جن میں آدھے گھنٹے کی کمی بیشی ہوتی ہے ۱۲۰

عرض ارفع متوازیات — عرض ارفع متوازیات

| اقالیم | گھنٹے | منٹ | درجے | دقیقے | اقالیم | گھنٹے | منٹ | درجے | دقیقے |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۱۲ | ۳۰ | ۸ | ۳۴ | ۶ | ۱۵ | ۰ | ۴۱ | ۲۴ |
| ۲ | ۱۳ | ۰ | ۱۶ | ۴۴ | ۷ | ۱۵ | ۳۰ | ۴۵ | ۳۲ |
| ۳ | ۱۳ | ۳۰ | ۲۴ | ۱۲ | ۸ | ۱۶ | ۰ | ۴۹ | ۲ |
| ۴ | ۱۴ | ۰ | ۳۰ | ۴۸ | ۹ | ۱۶ | ۳۰ | ۵۲ | ۰ |
| ۵ | ۱۴ | ۳۰ | ۳۶ | ۳۱ | ۱۰ | ۱۷ | ۰ | ۵۴ | ۳۰ |

| اقالیم | گھنٹے | منٹ | درجے | دقیقے |
|---|---|---|---|---|
| عرض ارفع متوازیات | | | | |
| ۱۱ | ۱۷ | ۳۰ | ۵۴ | ۳۸ |
| ۱۲ | ۱۸ | ۰ | ۵۸ | ۲۷ |
| ۱۳ | ۱۸ | ۳۰ | ۶۰ | ۰ |
| ۱۴ | ۱۹ | ۰ | ۶۱ | ۱۹ |
| ۱۵ | ۱۹ | ۳۰ | ۶۲ | ۲۶ |
| ۱۶ | ۲۰ | ۰ | ۶۳ | ۲۳ |
| ۱۷ | ۲۰ | ۳۰ | ۶۴ | ۱۰ |
| ۱۸ | ۲۱ | ۰ | ۶۴ | ۵۰ |
| ۱۹ | ۲۱ | ۳۰ | ۶۵ | ۲۲ |
| ۲۰ | ۲۲ | ۰ | ۶۵ | ۴۸ |
| ۲۱ | ۲۲ | ۳۰ | ۶۶ | ۷ |

| اقالیم | گھنٹے | منٹ | درجے | دقیقے |
|---|---|---|---|---|
| عرض ارفع متوازیات | | | | |
| ۲۲ | ۲۳ | ۰ | ۶۶ | ۲۱ |
| ۲۳ | ۲۳ | ۳۰ | ۶۶ | ۲۹ |
| ۲۴ | ۲۴ | ۰ | ۶۶ | ۳۱ |

وہ اقالیم جن میں ایک ماہ کی کمی بیشی ہوتی ہے

| اقالیم | مہینے | درجے | دقیقے |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۱ | ۶۷ | ۲۳ |
| ۲ | ۲ | ۶۹ | ۵۰ |
| ۳ | ۳ | ۷۳ | ۳۹ |
| ۴ | ۴ | ۷۸ | ۳۱ |
| ۵ | ۵ | ۸۴ | ۵ |
| ۶ | ۶ | ۹۰ | ۰ |

اس جدول سے دن اور رات کی کمی بیشی کو تم معلوم کر سکتے ہو، جب خط استوا کے قریب دن اور رات برابر ہو جاتے ہیں، یعنی جب بارہ گھنٹے کی رات اور بارہ گھنٹے کا دن ہو جاتا ہے تو اطراف ہند اور چین وغیرہ میں ایک گھنٹہ، قاہرہ اور بعض بلاد فارس اور بلاد سندھ میں دو گھنٹے، بحر اسود اور قسطنطینہ کے قریب تین گھنٹے کی کمی بیشی ہو جاتی ہے، پیرس اور برلن میں چار گھنٹے، بحر شمالی اور اس کے قرب و جوار میں پانچ گھنٹے، اس کے مابعد میں چھ، سات اور آٹھ گھنٹے، بحر بالٹیک میں ۹ گھنٹے،

بحر بالٹیک اور راس شمالی کے درمیان دس گیارہ، بارہ گھنٹے کی کمی بیشی ہو جاتی ہے

گرین لینڈ کے جنوب میں رات اور دن ایک ایک مہینہ اور دو دو مہینہ کے ہوتے ہیں، اور اسکے شمال میں تین تین اور چار چار مہینے کے ہو جاتے ہیں، پھر قطب میں چھ چھ مہینے، قطب جنوبی کی رات قطب شمالی کے دن، اور قطب جنوبی کا دن قطب شمالی کی رات کے برابر ہوتا ہے،

جب دن کی زیادتی مصر میں چودہ گھنٹے تک ہو تو کمی دس گھنٹے تک ہوگی، اسی طرح رات بھی، اسی وجہ سے دنیا میں تاریکی اور روشنی میں کامل عدل و انصاف ہے،

۱۲۱ اس عمدہ اور بہتر نظام پر تعجب کرو، اور عدل و حکمت میں غور کرو، اختلاف عظیم کیساتھ عدل تام بھی ہے، مثلاً بحر اسود میں تیرہ گھنٹے کی رات اور جزیرہ گرین لینڈ کے اطراف میں ایک ماہ کی کمی ہوتی ہے، پھر جب دن کی باری آتی ہے تو دن کی بھی بعینہ یہی حالت ہوتی ہے یعنی بحر اسود میں تیرہ گھنٹے اور اطراف گرین لینڈ میں ایک مہینہ کا دن ہوتا ہے یہی عدل حقیقی علمی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ ہیں) اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا)، وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم اس کو مقررہ اندازے کے ساتھ نازل کرتے ہیں) وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ، (اور اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ کرتا ہے)،

مذکورہ بالا اختلاف عرض البلد کے اعتبار سے تھا، اب طول البلد کے اعتبار سے رات اور دن کے اختلاف کا اندازہ کرو، گذشتہ بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آفتاب مصر پر طلوع ہو تو خلیج فارس میں اس کے ایک گھنٹہ پہلے طلوع ہو چکا ہوگا، اور بلاد فارس میں دو گھنٹے، ہندوستان میں تین گھنٹے، مغربی چین میں چار گھنٹے، وسط چین میں پانچ گھنٹے، مشرقی چین اور بحر اصفر میں چھ گھنٹے، جاپان میں سات گھنٹے، مشرقی آسٹریلیا میں آٹھ گھنٹے، کیلیڈونیا جدید میں نو گھنٹے،

محیط حاوی کے جزائر ملاحین میں دس گھنٹے، محیط اکبر کے جزائر سندویش میں گیارہ گھنٹے، اور جزائر سندویش اور کیلیفورنیا کے مابین بارہ گھنٹے پہلے آفتاب طلوع ہو چکا ہوگا،

اس بنا پر جب آفتاب مصر پر فصل ربیع کی ابتدا یا خریف میں طلوع ہوگا تو جزیرہ سندویش اور کیلیفورنیا میں اسی زمانہ میں غروب ہوگا، مغربی ولایات متحدہ امریکہ میں اسکے غروب کو دو گھنٹے گذر جائیں گے، خلیج میکسیک کے اطراف میں چار گھنٹے، نیویارک کے قریب پانچ گھنٹے، شمالی امریکہ کی نئی زمین کے اطراف میں چھ گھنٹے، بحر اٹلانٹک اور مغربی یورپ میں سات گھنٹے، پیرس میں دس گھنٹے، طرابلس اور صحرائے کبریٰ میں گیارہ گھنٹے، اس کے غروب کو گذر جائیں گے،

یہی وہ صورت ہے جس کو ایک مفکر رات اور دن کے اختلاف میں دیکھتا ہے جس وقت مصر کے مشرقی افق میں آفتاب طلوع ہوتا ہوا نظر آتا ہے، تو وہ چین اور سندھ میں چاشت کا وقت ہوتا ہے، اور کیلیڈونیا جدیدہ میں عصر کا اور کیلیفورنیا میں عشا کے بعد کا اور نیویارک میں رات ہوگی اور سب گہری نیند میں سوتے ہوں گے، اور طرابلس میں فجر کی نماز کا اہتمام ہوتا ہوگا اور لوگ رب المشارق والمغارب اور فاطر السموات والارض کی بارگاہ میں نیاز عبودیت پیش کرتے ہوں گے،

یہ تمام گھنٹے پورے طور پر صرف اکیسویں اور تئیسویں ستمبر کو برابر ہو جاتے ہیں، کیونکہ ۲۱ر مارچ کو فصل ربیع کا اور ۲۳ر ستمبر کو فصل خریف کا پہلا دن ہوتا ہے، یہی وہ دن ہیں جن میں رات اور دن بالکل برابر ہوتے ہیں، اول صیف ۲۲ر جون کو صیف کا اور ۲۲ر دسمبر کو شتا کا پہلا دن ہوتا ہے، ۲۲ر جون کا دن سال کا سب سے بڑا دن ہوتا ہے، جیساکہ ۲۲ر دسمبر کا دن سال کا سب سے چھوٹا دن ہوتا ہے، اور رات اس کے برعکس ہے، يُقَلِّبُ اللّٰهُ اللَّيْلَ

وَالنَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ (اللہ رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے، اس میں بصیرت والوں کے لئے بہت کچھ عبرت ہے)

## قرآن میں عجائب علم اور سیاست

جس طرح رات اور دن ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اسی طرح حکومتوں اور سلطنتوں میں بھی تغیر اور انقلاب ہوتا رہتا ہے، اوّل الذکر میں تو ہر ایک کے بڑے اور چھوٹے ہونے کے لحاظ سے اختلاف ہوتا ہے اور موخر الذکر میں ایک کی پستی و انحطاط اور دوسرے کی بلندی و عروج سے اختلاف ہوتا ہے، یہ پہلے گذر چکا ہے کہ آفتاب پہلے مشرق والوں پر طلوع ہوتا ہے پھر مغرب والوں پر نیز یہ کہ جب کوئی قوم رات کی تاریکی میں سوئی ہوئی رہتی ہے، تو ٹھیک اسی وقت دوسری قوم دن کی روشنی میں بیدار اور اپنے کاموں میں مصروف رہتی ہے، یہی حال علم و حکمت کا بھی ہے، آفتاب عالمتاب کی طرح علم و حکمت کا آفتاب بھی پہلے مشرق والوں پر جلوہ ریز ہوا، اسکے بعد اس کی شعاعیں مغرب کے کاشانوں میں پہنچیں، یہ بات مشہور ہے، اور تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ قدیم زمانے میں حکمت کی شمع ہندوستان مصر اور نہرین کے مابین کلدانیوں، اشوریوں اور بابلیوں کی بزم میں روشن تھی، اور یہ قافلۂ مشرق سے مصر ہوتا ہوا یونان پہنچا اور وہاں سے روم میں داخل ہوا، پھر جب نوع انسانی پر جمود طاری ہوا، اور وہ حرکت اور عمل سے بے گانہ ہوگئی تو نئے سرے سے اس کے عروق مردہ میں اسلام کی بدولت خون زندگی دوڑا اور حرکت و عمل سے آشنا اور خواب غفلت سے ہشیار و بیدار ہوئی۔ اس انقلاب نے دنیا میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا، انسانوں کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی، اور اس حرکت و جوش نے عالم میں ایک دہکتا ہوا شعلہ بلند کر دیا لیکن آہ کہ مشرق میں زندگی کی یہ آگ بجھ گئی، اور قوم مسلم سرد ہو کر رہ گئی، اور یہ شعلۂ حیات مغربی قوموں میں پہنچ گیا

جس نے ان کے قلب و دماغ میں زندگی کی آگ روشن کر دی، نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب کی یہ مردہ ۱۲۲
قومیں شعلہ بداماں اور صہبائے زندگی سے مست و سرشار ہو کر علم و حکمت اور تہذیب و تمدن
کے لئے جان و دل سے ساعی ہو گئیں، یہ آگ پھیلتی گئی، یہاں تک کہ اس کی چنگاریاں اڑ کر امریکہ
کے دامن تک پہنچ گئیں، پھر وہاں سے یہ آگ دوبارہ مشرق کی طرف لوٹی اور جاپان میں پہونچی
اب یہ آگ افغانستان، ہندوستان، چین، فارس، ترک، مصر اور سوریا وغیرہ کی طرف قدم
بڑھا رہی ہے، یہ معلوم ہے کہ مشرق اور مغرب میں تمدن اور علم برابر نہیں ہو سکتے، اگر مدنیت
ایک جگہ زیادہ ہو گی تو دوسری جگہ کم، ہاں یہ بات ضروری ہے کہ جب اس مرتبہ مشرق ترقی
کریگا تو یقیناً عالم کے اندر بڑے بڑے عجائب اور غرائب ظاہر ہوں گے، کیونکہ مغرب علوم و حکمت
اور مدنیت کا منبع نہیں ہے، بلکہ مشرق ہے،

قدیم باشندوں کے متعلق ہم تک یہ خبر پہنچی ہے، کہ ہند، فارس، کلدانی، سریانی
عبرانی، رومی، مصری اور عربوں نے علم و حکمت میں بہت زیادہ ترقی کی تھی، لیکن باقی قومیں
مثلاً یاجوج، ماجوج، برطاس، خزر، جیلان، کشک، صقالبہ، بلغر، روس، بربر، سوڈانی،
حبشی، اور زنگی وغیرہ تو علوم سے قطعاً بے بہرہ تھے،

تمام قومیں ہندوستان کے بادشاہ کو حکمت کا بادشاہ، چین کے بادشاہ کو انسانوں
کا بادشاہ، ترکی کے بادشاہ کو درندوں کا بادشاہ اور فارس کے بادشاہ کو شاہوں کا بادشاہ
کہتی تھیں،

معلوم ہے کہ شہر رومہ کو سلسلۂ قیاصرہ کے سب سے پہلے بادشاہ اگسٹس سے ۷۲۵ سال
پہلے بسایا گیا تھا، اس اعتبار سے یہ شہر بہت زیادہ قدیم نہیں، بلکہ بہت حد تک جدید ہے،
لیکن مشرق میں اثری انکشافات نے ظاہر کر دیا ہے، کہ ہندوستانی تہذیب کی ابتدا کا سراغ نہیں

لگتا، اور ماہرین اثریات ہینا نے پتہ چلایا ہے کہ سورہ یو شیدا نتو فلکی بندی جس نے ستاروں کی دریافت کے لئے رصد گاہ بنائی تھی اس نے وید کو سب سے زیادہ قدیم کتاب بتایا ہے،

ایک کتاب جس کا انکشاف ابھی ہوا ہے، اور جو مسیح سے چار ہزار سال قبل کی ہے، اس میں مذکور ہے، کہ ابوالہول بہت قدیم زمانے سے مٹی کے نیچے پوشیدہ تھا، اور اس زمانہ میں بالکل اتفاقی طور پر اس کا انکشاف ہو گیا ہے، مصری رسوم کے متعلق محققین کا خیال ہے کہ وہ تین ہزار سال سے بھی زیادہ قدیم ہیں، جیسا کہ علامہ مانیتوں نے اوس کو ثابت کیا ہے، مصریوں نے ان رسوم و عوائد کو اس قوم سے حاصل کیا، جو امریکہ کے ریڈ انڈین کی طرح سرخ فام تھی اور جو آج سطح زمین سے معدوم اور فنا ہو گئی ہے دنیا سے اس قوم کو ایک طویل اور خوفناک جنگ نے ختم کر دیا، اوس زمانہ میں زمین پر ایک زبردست طبیعی انقلاب بھی ہوا تھا، علامہ لیبلوبخوں، سافیل امریکی، روازل اور جو بانویل باشندہ اٹلانٹ کی یہی رائے ہے، اس نظریہ کو ان لوگوں نے بہت کچھ بحث و تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ تہذیب و تمدن میں مشرقی تمام قوموں کے اصل ہیں، حکمت کی شمع انہی کی بزم میں روشن ہوئی، اور حکماء انہی میں پیدا ہوئے، مثلاً کونفیوشس اور بدھ وغیرہ اور بڑے بڑے الوالعزم پیغمبروں کا انہی میں ظہور ہوا، مثلاً موسیٰ، عیسیٰ اور محمد علیہم السلام یورپ میں نہ تو کوئی نبی پیدا ہوا نہ رومیوں اور یونانیوں سے پہلے ان میں علم تھا، اس سے ثابت ہوا کہ علم بھی زمانہ کی طرح گردش کرتا رہتا ہے کبھی اوس نے مشرق کو فیض یاب کیا، اور کبھی مغرب کو، ایک عرصہ دراز کے بعد اب مشرق کی علمی ترقی اور بیداری کا دور شروع ہوا ہے، سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

تعجب کرو کس طرح اللہ تعالیٰ دولت اور حکومت بخشتا اور محکومی وغربت کی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے، کسی کے سرپر تاجِ فرماں روائی رکھتا ہے، تو کسی کو تخت شاہنشاہی سے ہمیشہ کے لئے محروم کردیتا ہے، رات کے دن میں داخل ہونے اور دن کے رات میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح رات اور دن بدلتے رہتے ہیں، اور ان میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے، اسی طرح حکومتوں اور سلطنتوں میں بھی انقلاب و تغیر ہوتا رہتا ہے، اس آیت کی تفسیر عنقریب آیت الکرسی کی تفسیر کے سلسلے میں آئے گی جو جزو قرآن ہے اور جس کے متعلق صالحین کو الہام کیا گیا ہے کہ وہ اس کو اپنے اوراد و وظائف میں پڑھیں اور ان کے خلف اس میں غور و فکر کرکے اچھے مقاصد حاصل کریں،

## وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ کی تفسیر

کشتی بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، یہ کشتیاں جو سمندروں اور دریاؤں میں چلتی
۱۲۳ اور مشرق سے مغرب یا شمال سے جنوب کو جاتی ہیں، انسانوں کی روزی ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہونچاتی ہیں، انہی کشتیوں اور جہازوں سے مال تجارت آتا جاتا اور ذخیرۂ مال و دولت منتقل ہوتا رہتا ہے، اور ایک قوم کی چیزیں دوسری قوم تک پہونچتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ انہی کی بدولت کرۂ زمین پر بسنے والے سب کے سب ایک، اور ایک دوسرے سے قریب تر ہوگئے، گویا ایک شہر میں آباد ہیں، اور سب کے سب ایک دوسرے کے موافق اور مددگار ہیں یہ واقعہ ہے کہ وحدت تمام باشندگانِ زمین کو شامل ہے، انسان فطرۃً اتحاد کی طرف مائل ہے،

اور اسی طرف رہ سپر ہے، خواہ وہ اس کو پسند کرے نہ کرے جنگ اور عداوت وغیرہ تو ایک وقتی چیز ہیں، کشتیوں اور جہازوں کی سب سے عجیب بات یہ ہے کہ وہ بڑی بڑی توپوں، لوہے اور مختلف معادن کو لادے ہوئے پانی پر چلتے رہتے ہیں، اور غرق نہیں ہوتے، خداوند عالم نے جہازوں کے لئے ایک ایسا عام قانون مقرر کر دیا ہے کہ جس کے ماتحت تمام جہاز غرق ہونے سے محفوظ رہتے ہیں، وہ قانون یہ ہے، کہ جب کوئی جسم اپنے مساوی مقدار کے پانی سے کم وزن ہو تو وہ پانی پر تیرے گا، اور اگر ثقیل ہو تو غرق ہو جائیگا، مثلاً لوہا کہ وہ اپنے مساوی پانی سے بھاری ہوتا ہے اسلئے ڈوب جاتا ہے، یہی وہ قانون ہے جس کے ماتحت مچھلی سطح آب پر دوڑتی پھرتی ہے، اور نہیں ڈوبتی، تم نے دیکھا ہوگا کہ مچھلی کے ایک گلپھڑا ہوتا ہے جو ہوا سے بھرا رہتا ہے، جب مچھلی پانی کی سطح پر آنا چاہتی ہے، تو اس کو پھلا دیتی ہے، جس سے اس کا حجم بڑا ہو جاتا ہے، اور پھر وہ اوپر آجاتی ہے، اور جب نیچے جانا چاہتی ہے تو اوس کو دبا دیتی ہے، اور حجم چھوٹا ہو جاتا ہے، پھر نیچے چلی جاتی ہے، کیونکہ مچھلی اس صورت میں اپنے مساوی پانی سے ثقیل ہو جاتی ہے، اور عمق آب میں چلی جاتی ہے، بادبان والی کشتی جو نہروں میں چلتی ہے جب ہم اوس کو مع اس کے سامان کے وزن کریں تو وہ اس پانی کے برابر ہوگی جو اس کے حجم کے مساوی ہوگا، اگر اوس کا وزن مساوی پانی سے بڑھ جائے گا تو فوراً غرق ہو جائے گی، بڑے بڑے جہاز جو تجارتی سامان اور مختلف چیزیں لاد کر بحر اٹلانٹک، بحر ہند، اور بحر چین وغیرہ میں چلتے ہیں، سب اسی مذکورہ بالا قانون کے ماتحت سمندروں کی سطح پر دوڑتے رہتے ہیں، اور نہیں ڈوبتے،

## وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جب پانی عناصر ارضی کے ساتھ متحد ہوتا ہے، تو اس سے

مختلف شکلیں، رنگ، کلیاں، پھول، اور مختلف پھل کے نباتات پیدا ہوتے ہیں، پھر انہی نباتات سے بڑے بڑے خوش منظر اور خوش رنگ باغات اور سبزہ گاہیں تیار ہوتی ہیں جنکو دیکھکر انسان کی طبیعت میں فرحت پیدا ہوتی ہے، تعجب تو یہ ہے، کہ یہ بے حد و پایاں عجائبات پانی، زمین، اور حرارت کے اتحاد سے پیدا ہوتے ہیں،

نباتات میں بہت سی چیزیں داخل ہیں، مثلاً درخت، بیلیں، زراعت اور گھاس وغیرہ پھر ان میں سے ہر ایک کی بے شمار قسمیں ہیں، درخت ہر اس پودے کو کہتے ہیں، جو ڈنٹھل پر کھڑا ہوا اور جس کے تنہ ہو، اور بیل وہ پودا ہے، جس میں ڈنٹھل نہ ہو، بلکہ سطح زمین یا اور کسی چیز پر پھیلے اور بڑھے، جیسے انگور اور کدو وغیرہ، نباتات میں اختلاف ان مادوں کے اختلاف سے ہوتا ہے جو اس کی خلقی ترکیب میں داخل ہوتے ہیں، مثلاً روئی، گیہوں، اور برسیم، یہ تینوں پٹاسیم، سوڈا، چونا، مگنیشیا، ہمز فاسفورک، ہمز کبریتیک، سلکا، اور کلور سے مرکب ہوتے ہیں، لیکن پہلا یعنی روئی وہ ہے جس کا کپڑا بنتا ہے اور ہم پہنتے ہیں، دوسرا یعنی گیہوں ہے جس کو ہم کھاتے ہیں حالانکہ دونوں کے مادے ایک ہی ہیں، یہ اختلافِ صفات درحقیقت مذکورہ بالا مادوں کی مقدار میں کمی بیشی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے، روئی میں ان کی مقدار وہ نہیں ہے جو گیہوں میں ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے اس قول، وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ کا مطلب اچھی طرح وہی علما سمجھ سکتے ہیں، جو ان نباتات اور سائنٹفک دقائق سے واقف ہوں، بعض عجائبات کو ہم آیت فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ کی تفسیر کے سلسلہ میں بیان کریں گے، تم کیمیا کے عجائبات کی تفصیل پڑھکر تعجب کروگے، کہ مقدار کے اختلاف کی وجہ سے چیزوں میں کس طرح اختلاف پیدا ہو جاتا ہے،

لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ علمی عجائب اس جگہ بیان کر دیئے جائیں۔ تاکہ ان دقیق مسائل کے لئے جو آگے بیان کئے جائیں گے، مقدمہ اور تمہید کا کام دیں، تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مادہ پیدا کیا، اور اوس کو مختلف نوع جنس اور فصل میں تقسیم کردیا پھر ان سے نباتات اور حیوانات پیدا کئے، دنیا میں یہی دو مخلوقات بہت زبردست ہیں، بعض نباتات، ایسے ہیں جو دیکھے نہیں جا سکتے، اسی طرح بعض حیوانات بھی ایسے ہیں جن کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، ان کے ۱۲۴
مقابلے میں بڑے بڑے تناور درخت اور بڑے بڑے جثے والے حیوان ہیں مثلاً ہاتھی وغیرہ، جن کو لوگ ہر وقت دیکھتے رہتے ہیں، پھر ان میں ایسے ایسے عجائب اور غرائب ہیں جو عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ علوم حکمت کا سب سے زبردست عالم ایک مچھر کو دیکھ کر مبہوت ہو جاتا ہے، تم نے دیکھا ہوگا کہ لوگ جب ہاتھی دیکھتے ہیں، تو سخت تعجب کرتے ہیں، اور اپنے بچوں کے ساتھ گاڑیوں میں بیٹھ کر اس باغ میں جاتے ہیں جہاں یہ بڑا حیوان بڑی شان کے ساتھ کھڑا جھومتا رہتا ہے، اپنے بچوں کو کہتے ہیں کہ اس ہاتھی پر چڑھکر تفریح کرو، چنانچہ بچوں کو اس پر چڑھا دیتے ہیں، اور ماں باپ، خادم سب لوگ بچوں کو چڑھا ہوا دیکھ کر خوب ہنستے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، مگر یہ سب کے سب کس قدر غافل اور جاہل ہیں، افسوس اون کو صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ ہاتھی ایک بڑا جسیم جانور ہے، جس کے چار پاؤں، ایک سونڈ، اور دو لمبے لمبے دانت باہر نکلے ہوئے ہیں، ان کو کیا معلوم کہ حقیر اور ناپاک مچھر جس کو دیکھ کر انسان کو نفرت ہوتی ہے، وہ اپنی خلقت میں ہاتھی سے بھی زیادہ عجیب تر ہے، اس کے چھ پاؤں ایک سونڈ، چار پر، دم، منہ، حلق، پیٹ، آنتیں، اور تمام دوسرے اعضا ہوتے ہیں، بعض اعضا کو تو ہماری آنکھیں دیکھ بھی نہیں سکتیں، یہ چھوٹا سا اور حقیر جاندار مخلوق ہاتھی پر غالب آکر اس کو تکلیفیں دیتا ہے، لیکن ہاتھی نہ اوس کی مدافعت کر سکتا ہے، نہ اس کی تکلیف سے

بچ سکتا ہے، انسان اپنی قوت صناعی اور کاریگری سے لکڑی، لوہے، اور دوسری چیزوں کا ہاتھی بنا سکتا ہے، لیکن مصنوعی مچھر بنانے سے ہر طرح عاجز ہے، کیونکہ مچھر کا بنانا ہاتھی کے بنانے سے زیادہ دقیق اور زیادہ عجیب ہے، حیوانات اور نباتات میں اس قدر عجائبات ہیں، کہ انسان ان سب کو کبھی نہیں معلوم کر سکتا، گو وہ زمانہ دراز تک بھی کیوں نہ زندہ رہے، یہ تمام غرائب و عجائبات زمین کے صرف دو مخلوقات یعنی حیوانات اور نباتات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، تو تم خیال کرو اور سوچو کہ زمین کے نیچے اور اس کی پشت پر کس قدر معادن، دریا اور سمندر ہیں، اور اس کے اوپر فضا میں ہوا، بادل، بے شمار ستارے اور آفتاب ہیں، ان تمام میں کس قدر عجائبات ہونگے، یہ تمام مخلوقات باوجود ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہونے کے صرف ایک مادہ سے پیدا کئے گئے ہیں، جس کو تم ایک مثال سے سمجھ سکتے ہو، بہتر ہے، یہ مثال خود تمہاری ذات سے پیش کروں،

## مادہ اپنے تمام انواع کے ساتھ آواز کے مثل ہے

اللہ تعالیٰ کو انسان کی خلقی کمزوریوں کا حال معلوم تھا اس لئے اس نے انسان کو یہ الہام کیا کہ وہ اپنے دانتوں، ہونٹوں اور منہ کو اس ہوا سے حرکت دے جو فاسد خون کی اصلاح کے لئے بذریعہ سانس آتی جاتی ہے، جب ہوا انسان کے پھیپھڑے میں پہونچتی ہے تو وہ خون میں آکسیجن ملا دیتی ہے، اس کے عوض کاربون لے لیتی ہے، غرض یہی ہوا جس کو انسان بذریعہ سانس اپنے پھیپھڑے میں کھینچتا ہے، جب پھیپھڑے سے نکلتی ہے تو اس میں ایک قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہے، جس کو حروف کہتے ہیں، اور یہ حروف اختلاف مرز و بوم اختلاف نسل و قوم کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں، عربی میں ۲۹ حروف ہیں، انہی حروف

سے کلمے بنتے ہیں، پھر ان کلموں سے بے شمار خطبے، اشعار، قصائد، نظم، نثر، حکمت کی باتیں، آپس کی بول چال، تجارتی اور سیاسی گفتگو، مذہبی کتابیں، اور علمی کتابیں وغیرہ وجود میں آتی ہیں، یہ تمام چیزیں درحقیقت تنوعات ہوائی ہیں، یعنی یہ تمام چیزیں صرف ہوا ہیں، جس کے بے شمار اعمال ہیں، کلام کی صفت پیدا کرنا ہی ہوا کا کام نہیں، بلکہ اسی تنوع ہوائی سے موسیقی بھی پیدا ہوتی ہے، اس کے بعد تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہوا کو اللہ تعالیٰ نے بطور ایک مثال کے پیدا کیا ہے، تاکہ انسان سمجھ سکے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس عالم اور اس کی کل کائنات کو ایک مادہ سے پیدا کیا، اور وہ خدا کی قدرت اور اس کی یکتائی پر زبردست اور موثر دلیل پیش کر سکے، ہوا کی یہ مثال بھی خدا کی ایک رحمت ہے، جو تمام عالم کو محیط ہے،

موجودہ زمانے کے علماء کی رائے کے مطابق ایک ہی مادہ ہے، جو تمام کائنات کی اصل ہے، قدیم علماء کا خیال تھا کہ اس تمام عالم کی اصل ہیولیٰ ہے، ہیولیٰ عربی لفظ ہے جس کے معنی روئی کے ہیں، مادے کا نام انھوں نے ہیولیٰ اس لئے رکھا کہ جس طرح روئی سے بے شمار قسم کے کپڑے اور لاتعداد لباس تیار ہوتے ہیں، اسی طرح سے مادہ سے بھی یہ عالم اور اس کے بے شمار عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں، اس مادہ اصلی یعنی ہیولیٰ کے متعلق یہ خیال تھا کہ اس کا مشاہدہ کرنا ناممکن ہے، بلکہ روحانی چیزوں کی طرح غیر مرئی ہے،

کہتے ہیں کہ عالم کی اصل ایک ہی ہے، مثلاً کیموس جو تمام اعضا کی اصل ہے، کھانا معدہ و جگر کے تمام مراحل طے کرنے کے بعد کیموس بنجاتا ہے، جس کے اجزا آپس میں متشابہ ہوتے ہیں، پھر بھی اجزائے متشابہ، اعضا، حواس، آنکھ، کان، ناک، دماغ، پیٹ اور ہڈی وہ بن جاتے ہیں، اسی طرح وہ مادہ بھی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا، موجودہ علما کا بھی وہی خیال ہے، جو قدیم علما کا تھا، لیکن اول الذکر نے اس میں

۱۲۵ بہت زیادہ تدقیق سے کام لیا ہے، کہتے ہیں کہ عالم کا اصلی مادہ ایک ہی ہے، جس کی ہزاروں اور لاکھوں سال کی حرکت کے بعد یہ تمام عناصر اور شمس و قمر وغیرہ پیدا ہوئے، مطلب یہ ہے کہ ایک موجود، جس کو ایتھر کہتے ہیں، اور جس کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکیں، وہی ان تمام موجودات کی اصل ہے، یہ ایتھر جو نور سے بھی زیادہ رقیق اور حسن و جمال سے بھی زیادہ لطیف ہے، تقریباً ایک روحانی چیز ہے، اسی سے تمام عناصر، بجلی، مقناطیس، حرارت، اور روشنی وغیرہ پیدا ہوئی، معلوم ہوا کہ دنیا کی تمام چیزیں مادہ اثیری کی صفات اور تنوعات ہیں، یا یہ کہ دنیا کی تمام چیزیں اثیری حرکات ہیں، جن کی کیفیت بالکل مجہول ہے، یہی ایثر یا ایتھر مختلف حرکتوں کی وجہ سے مختلف عناصر بن گئے، مثلاً لوہا، پیتل، سونا، چاندی، ریڈیم، اکسیجن، نائٹروجن اور کاربون وغیرہ، بالجملہ یہ عناصر ستر سے بھی زیادہ ہیں، جس طرح ہوا منہ سے نکل کر حروف تہجی بن گئی ہے، اور یہ حروف آپس میں مل مل کر ہزاروں زبانیں دنیا میں موجود ہوگئی ہیں، (لیکن یہ تمام لغات اور زبانیں صرف حرکات ہوائی ہیں) اسی طرح ایثر اپنی مختلف حرکتوں کی وجہ سے عناصر بن گیا ہے، پھر انہی عناصر سے گوناگوں موجودات ظاہر ہوئے، اس سے معلوم ہوا، کہ یہ تمام موجودات صرف حرکات اثیری ہیں، جس طرح دنیا کی تمام زبانیں اور کلمے حرکات ہوائی ہیں، اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں، ہماری بحث حیوانات اور نباتات کے متعلق ہو رہی تھی، اوپر کی سطروں سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ تمام حیوانات اور نباتات صرف مادی تنوعات ہیں، اور تمام حیوان اور انسان انہی مذکورہ بالا مادی تنوعات سے مرکب ہیں، جس طرح تمام کلمے حروف سے مرکب ہوتے ہیں، جس طرح بعض نباتات کی بدولت ایسے ایسے خوش منظر اور فرحت بخش باغ وجود میں آتے ہیں جو ایک مفکر کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں، اسی طرح کلام کی بدولت ایسے ایسے اشعار اور نثریات کا وجود ہوگیا ہے، جو حیران کن ہیں،

غرض تمام شاعروں کے اشعار مثلاً متنبی، عمرو بن کلثوم، ہومر، شکسپیر، سعدی، ورجل، گوئٹے، کالیداس، غالب اور اقبال کے اشعار تمام تر حرکات ہوائی ہیں، اسی طرح تمام موجوداتِ عالم بھی صرف حرکات اثیری ہیں،

شاید تم یہ کہو کہ نباتات اور حیوانات ایک ہی مادے سے کس طرح ہو سکتے ہیں، یہ بظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے، اس کے متعلق کچھ تو اوپر بیان ہو چکا ہے، مزید توضیح ذیل میں درج کی جاتی ہے،

علمائے کیمیا نے ثابت کیا ہے، کہ نباتات اور حیوانات ایسے مادے سے مرکب ہیں جو خود زندہ نہیں ہیں، خاص طور پر وہ مادے آکسیجن، ہائڈروجن، نائٹروجن اور کاربون ہیں، انہی چاروں عناصر کی مقداری تنوع سے حیوانات. نباتات اور ان کے اعضا وغیرہ ایک دوسرے سے مختلف اور متباین ہو گئے، انہی سے خون، چربی، صفرا، اعصاب، دماغی مادے، ہر رنگ کی لکڑی اور پتیاں، پھل، پھول، حنظل، کھجور، آم، اور نارنگی وغیرہ پیدا ہوئے، گویا یہ کلمات ہیں، جو ان چاروں حروف سے مرکب ہیں، مادہ میں کوئی دوسری چیز مستزاد نہیں، تمام مخلوقات کا مادہ ایک ہی ہے، مظاہر کا اختلاف وقتی ہے، جس طرح اشعار اور قصائد ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے،

انگور کا شیرہ نہ تو الکحل ہے، اور نہ اس میں الکحل کا مادہ ہوتا ہے، بلکہ اس شیرے میں صرف پانی اور نشہ ہوتا ہے، جب یہ شیرہ شراب کی کیفیت میں آتا ہے، تو نشہ کا جز منحل ہو جاتا ہے، اور جو کچھ اس میں آکسیجن، ہائڈروجن اور کاربون وغیرہ ہوتے ہیں، اس سے علحدہ ہو جاتے ہیں، پھر یہی چیزیں جدید مقدار کے ساتھ دوبارہ مرکب ہوتی ہیں، تب وہ چیز پیدا ہوتی ہے، جس کو ہم الکحل (اسپرٹ) کہتے ہیں، دیکھو انگور کا شیرہ بغیر کچھ زیادہ یا کم کئے ہوئے

اسپرٹ ہو جاتا ہے، جیسا کہ ہوا بغیر کچھ زیادہ یا کمی کے اشعار، اور نظم اور نثر وغیرہ ہو جاتی ہے
روٹی اور میوہ جات وغیرہ جو ہم کھاتے ہیں، نہ تو اس میں خون ہوتا، اور نہ گوشت ہڈی وغیرہ
بلکہ ہضم کے بعد یہ چیزیں ان میں مستحیل ہو جاتی ہیں، اسی طرح بیج اور گٹھلیوں میں نہ تو پتیاں
ہوتی ہیں نہ پھل اور پھول، بلکہ یہ برگ و بار اور پھول اور پتی، عصارات ارضی کو
چوسنے کے بعد پیدا ہوتی ہیں، اب تم ان آیتوں کے راز کو سمجھ سکتے ہو، فرمایا، قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ
مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا
بِمِثْلِهِ مَدَدًا (خداوندی کلمات لکھنے کے لئے اگر سمندر بھی روشنائی بن جائے تو کلمات
ختم ہونے کے قبل سمندر کا پانی ختم ہو جائیگا، اگرچہ ہم کتنے سمندروں کی روشنائی کیوں نہ بنالیں
دوسری جگہ فرمایا وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (جس کو حکمت ملی اس کو خیر
کثیر ملا) عناصر اور حروف کا راز اچھی طرح افشا ہو گیا، مادہ میں عناصر اور ہوا میں حروف جس طرح
حرکات ہوائی سے بے حساب اشعار اور قصائد وغیرہ منظم و مرتب ہوتے ہیں، اسی طرح
حرکات اثیری سے بے شمار مرکبات طبعی یعنی موجوداتِ عالم ظہور پذیر ہوتے ہیں، اور جس طرح
آواز پیدا کرنے کے علاوہ ہوا کے اور بھی بے شمار اعمال ہیں، اسی طرح موجوداتِ عالم کی
تخلیق و تکوین کے علاوہ اثیر کے اندر اس قدر عجائب اور مخلوقات ہیں کہ ان سب کو نہ ہم معلوم ۱۲۶
کر سکتے ہیں، اور نہ ان کی حد و پایان ہے، فرمایا وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَيَخْلُقُ
مَا لَا تَعْلَمُونَ (تیرے پروردگار کی فوج کو وہی جانتا ہے اور ایسی ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے،
جن کو تم نہیں جانتے) یہ تشبیہ جس کو میں نے بہت طول کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ درحقیقت
قرآن پاک کی اس آیت وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ
وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ سے ماخوذ ہے، السنتکم سے مختلف بولیاں

اور مقالات وغیرہ کی طرف اور اَلْوَانُکُمْ سے عناصر اور اس کے مرکبات کی طرف اشارہ ہو، کس قدر حیرت انگیز یہ بات ہے میری تمام مذکورۂ بالا تحریریں قرآن مجید کے صرف ان دو لفظوں اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ کی تفسیر ہیں، ان دونوں کو قرآن نے ایک جگہ اس لئے بیان کیا ہے کہ دونوں آپس میں مشابہ ہیں، اور یہ قرآن کے عجائبات میں سے ایک اعجوبہ ہے،

سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (صاحب علم کے لئے دلیلیں ہیں) قرآن میں بہت کم جگہ اس طرح پر عالموں کا ذکر ہوا ہے، گویا قرآن کا مقصد یہ ہے کہ یہ مقام بہت دقیق ہے، جس کو ایک محقق عالم ہی سمجھ سکتا ہے، دوستو! قرآن کے عجائبات میں غور کرو اور یہ یقین کرو کہ ایک صاحب عقل کے نزدیک انبیاے کرام کی نبوت انہی دقائق علمی سے ثابت ہوتی ہے، دیکھو کس طرح اس مسئلہ کا سمجھنا علماے محققین پر موقوف کیا ہے، کہ مادہ کی وحدت کو صرف علماے محققین ہی سمجھ سکتے ہیں، اور اس سے خدا کی یکتائی پر دلیل لا سکتے ہیں،

## مادہ میں تشکل اور تنوع کے عجائبات،

### ما تقدم کی وضاحت

نیز یہ کہ یہ توحید کی زبردست دلیل ہے

یہ بات عام طور سے مشہور ہے کہ جن عناصر کا اس وقت تک انکشاف ہو چکا ہے وہ ستر سے زیادہ ہیں، یہ تمام عناصر ذرات اصلی کے اجتماع سے مرکب ہوئے ہیں اور انہی ذرات اصلی کو اصطلاح میں جواہر فرد کہتے ہیں، یہ جواہر فرد محض حرکات ہیں جن کی حقیقت ہماری

عقل سے بالاتر ہے، معلوم ہوا کہ عناصر کا اختلاف درحقیقت انواع حرکات پر مبنی ہے، ہوا پانی، سونا اور چاندی وغیرہ علمی نقطۂ نظر سے ایک ہی ہیں اور اس اعتبار سے کہ یہ چیزیں بذات خود حرکات ہیں ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ گو بظاہر یہ ساکن نظر آتی ہیں، اور ایک دوسرے سے متفرق ہیں، حرکات مذکورہ کے تنوع ہی نے بعض کو زہر قاتل، بعض کو شیریں بعض کو سرخ، بعض کو زرد، بعض کو ہلکا اور بعض کو گراں بنا دیا، فاسفورس کو دیکھو ایک سپید اور اور بہت جلد مشتعل ہو جانے والا زہر ہے، جب اس کو ایسے برتن میں گرم کرو جس کا منہ خوب اچھی طرح بند ہو یا بغیر ہوا کی نلکی کے رکھ کر آگ پر ڈالو تو سرخ ہو جائیگا، اور اس کی سمیت مفقود ہو جائے گی، پھر کہیں بہت زیادہ رگڑنے کے بعد وہ مشتعل ہوگا، پھر جب ہم اس کی کیمیائی تحلیل کریں، تو عام فاسفورس سے علحدہ نہیں ہوگا، اسی طرح کاربون بھی ہیرے اور دوسرے معادن میں مختلف شکلوں میں پایا جاتا ہے، اور ہر ایک میں اس کی خاصیت علحدہ علحدہ اور جداگانہ ہوتی ہے، کیا ہیرا جو تمام جواہرات کا بادشاہ، خوش منظر اور بہت زیادہ روشن اور چمکدار ہوتا ہے، اور جس کو بادشاہ اپنے تاج میں اور حسین عورتیں اپنے زیوروں میں لگاتی ہیں اور کوئلا جو ایک حقیر چیز ہے اور جس کو لوگ چولہوں میں جلاتے ہیں، دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، دونوں کبھی بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ لیکن علم اور سائنس نے دونوں کو ہم رتبہ اور برابر ثابت کر دیا ہے، اور بتا دیا کہ دونوں صرف کاربون ہیں، اور دونوں کی حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن ہیرے میں جو حسن اور چمک دمک ہوتی ہے، کوئلے میں نہیں ہوتی، یہ اختلاف صفات درحقیقت تمام ذرات کی حرکت کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، مرکبات اور ان کے خواص کے ایک دوسرے سے متبائن ہونے میں غور کرو، دیکھو کس طرح ترکیبی تنوع کی بنا پر ان کی خاصیتیں بدلتی جاتی ہیں، حالانکہ مادہ ایک ہی ہوتا ہے، لیموں، نارنگی، اور فلفل

وغیرہ کے عصارہ میں غور کرو، یہ مختلف چیزوں کے عصارے ایک ہی کیمیائی ترکیب سے مرکب ہوتے ہیں، یعنی
ہائڈروجن ۶۲ اجزاء اور کاربون ۳۰ جزء، لیکن کہاں فلفل کا عصارہ اور کہاں لیموں کا عصارہ
دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی دونوں کاربون
اور ہائڈروجن سے مرکب ہیں، ہائڈروجن پانی کی تکوین کا ایک جزو ہے، کاربون سوزش اور
جلن پیدا کرتا ہے، ہائڈروجن سانس کے ذریعہ انسان یا حیوان کے حلقوم کے اندر چلا جائے تو ۱۲۷
فوراً مر جائیگا گر ہم دیکھتے ہیں، کہ تمام حیوانی اور نباتی ترکیبیں تنوع اشکال اور اختلاف اوصاف
کے باوجود ان ہی چار عناصر یعنی آکسیجن، ہائڈروجن، کاربون، نائٹروجن سے مرکب ہوتی ہیں ان کے
علاوہ کچھ دوسری نمکین اور جامد چیزیں بھی مستزاد ہوتی ہیں، اس بات پر جتنا تعجب ہو کم ہے
کہ تمام کا مبنی یہی ایک مادہ ہے، اور حیوان و انسان سب مادی حرکات کے تنوعات کے
نتائج ہیں، اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ تمام عالم موجودات میں وحدت ہے گویا
یہ عناصر بمنزلہ حروف کے ہیں اور مرکبات عناصر بمنزلہ کلمات کے ہیں، اور معلوم ہے کہ ہمارے کلمے
ہوا سے پیدا ہوتے ہیں، تمام موجودات اور کلمات تنوع حرکات کے اعتبار سے بالکل مشابہ
ہیں دنیا اور اس کے تمام موجودات تو حرکات اثیری ہیں، اور کلمات جو ہمارے منہ سے نکلتے ہیں
حرکات ہوائی ہیں، جب یہ ثابت ہو گیا کہ تمام عالم ایک ہی مادہ سے پیدا کیا گیا ہے، تو اس کا
فاعل بھی ایک ہی ہونا چاہئے، کیونکہ کسی ایک قصیدے کا ناظم یا کسی ایک شعر کا کہنے والا ایک
ہی شخص ہوتا ہے، لہذا اس منظم اور حد درجہ مرتب عالم کا خالق بھی ایک ہی ہوگا یہی توحید کی دلیل
ہے، کیونکہ آیت زیر تفصیل خدا کی وحدانیت کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے، فرمایا اِلٰهُكُمْ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ غور کرو علم اور مذہب کس طرح دونوں
متحد ہیں، اور کس طرح دونوں عجائبات ظاہر کرتے ہیں، یہی ابتدائے خلق ہے جس کی تحقیق کے لئے

ہم لوگوں کو حکم دیا گیا، فرمایا، قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (تم زمین میں سیر کرو اور دیکھو خلقت کی ابتدا کس طرح ہوئی) اس آیت میں مسلمانوں پر واجب کر دیا گیا ہے کہ وہ تمام بسیط اور مرکب اشیاء کے اصول کی تحقیق کریں، ورنہ ہمیشہ دنیا میں مورد عذاب و آفات رہیں گے،

## علم حیوان اور نباتات میں لطیفے

**پہلا لطیفہ** ناریل کا درخت کھجور کے مشابہ اور نو سے قدم تک بلند ہوتا ہے گرم اور ساحلی ملکوں میں بکثرت ہوتا ہے، ناریل عجیب و غریب نبات ہے، ان ملکوں کے لوگ اسکو کھاتے ہیں اس سے اوڑھنے کے کپڑے تیار کرتے ہیں، اور دوا میں استعمال کرتے ہیں، نیز دودھ شراب، چراغ کے لئے تیل، کھانے کا تیل، برتن، مکان، فرش اور رسیاں وغیرہ سب کچھ اس ایک درخت سے بناتے ہیں،

ایک سچا واقعہ ہے کہ ایک مسافر سخت دھوپ میں کسی گرم ملک میں سفر کر رہا تھا، دور سے اس کو ایک مکان نظر آیا جس کو بہت سے درخت اپنے احاطے میں لئے ہوئے تھے، ان تمام درختوں کا تنا بالکل صاف اور مساوی تھا، اور ان کی پھنگیوں پر لمبے لمبے خوبصورت پتے لگے ہوئے تھے، جب یہ مسافر گھر کے قریب آیا تو دیکھا کہ ایک ہندوستانی بیٹھا ہوا ہے، اس نے مسافر کا خیر مقدم کیا، اور پانی پینے کو دیا جس میں کچھ ترشی تھی، اس پانی نے اس کو بالکل سیراب اور آسودہ کر دیا (یہ کچے ناریل کے اندر کا پانی رہا ہوگا، جو بالکل ٹھنڈا ہوتا ہے اور علاقہ مدراس و ملیبار میں موسم گرما میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے) کچھ دیر آرام لینے کے بعد پھر اس کو کھانے کے لئے بلایا گیا، مسافر نے انواع و اقسام کے کھانے سیاہ اور چمکدار برتنوں

یں چنے ہوئے دیکھے، کھانے کے بعد اس کو شراب دی گئی جو نہایت مزیدار تھی، اور جس کو اس نے کبھی نہیں پیا تھا، پھر اس کے سامنے ایک قسم کا لذیذ حلوا پیش کیا گیا، مسافران تمام چیزوں کو دیکھکر حیران رہ گیا، کہ اس چٹیل اور بے آب و گیاہ میدان میں ہمارے میزبان کو یہ تمام چیزیں کہاں سے دستیاب ہوگئیں، اس نے پوچھا تو ہندی میزبان نے جواب دیا کہ یہ تمام چیزیں ناریل کے درخت سے تیار ہوئی ہیں، پہلے جو پانی تم کو پینے کے لئے دیا گیا وہ ناریل کے کچے پھل کے اندر کا پانی ہے، اور چیزیں جو تم نے کھائیں اس درخت کی پتیوں سے بنائی گئی ہیں، دودھ اس کے پختہ پھل کو پیس کر نکالا گیا ہے، شراب اس کے پھولوں سے تیار کی گئی ہے، اور یہ تمام ظروف جو دسترخوان پر نظر آتے ہیں، وہ اس ہڈی سے بنائے گئے ہیں جس کے اندر اصل مغز ہوتا ہے، اور یہ مکان جسمیں میں بیٹھا ہوں اس کی دیواریں اس درخت کی لکڑیوں کی ہیں اور اس کی چھت اس کی پتیوں کو بن کر بنائی گئی ہے، یہ چھتری بھی اسی کی پتیوں کی ہے، یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں اس درخت کے باریک ریشوں سے تیار کیا گیا ہے، رسی وغیرہ اس کے موٹے ریشوں سے بنائی جاتی ہے، اور وہ تیل جس کو ہم چراغوں میں جلاتے ہیں وہ خشک ناریل کے مغز کا شیرہ ہے، مسافر اپنے ہندی میزبان کی یہ عجیب وغریب باتیں سن کر بہبوت ہوگیا، جب وہ وہاں سے رخصت ہونے لگا تو میزبان نے کہا کیا تم میرا ایک خط لیتے جاؤ گے، کیونکہ جس شہر میں تم جانا چاہتے ہو، وہاں میرا ایک دوست رہتا ہے، اوس کو دے دینا، مسافر نے کہا تم کو روشنائی اور کاغذ وغیرہ کہاں سے دستیاب ہوگا، کہ خط لکھو گے، میزبان نے کہا اسی درخت کی شاخوں کے عصارہ سے روشنائی اور اس کی پتیوں سے کاغذ بنایا جاتا ہے، پھر اوس نے حیرت وتعجب کے ساتھ خط لیا، اور وہاں سے رخصت ہوگیا،

۱۲۸ **دوسرا لطیفہ**، اسکاٹ لینڈ میں بعض درختوں کی عمروں کی تحقیق کی گئی تو تین سو سال سے زیادہ عمر کے درخت پائے گئے، اوقیانوس اٹلانٹک یعنی بحرِ ظلمات کے جزائر کناریہ کے ایک جزیرہ مسمی **تیناریف** کے ایک شہر اوروتاوا میں ایک عجیب وغریب سندم (دم الاخوین) کا درخت موجود ہے، وہ اس قدر موٹا ہے کہ اس کے تنہ کو دس آدمی بھی اپنے ہاتھ جوڑ کر اپنے آغوش میں نہیں لے سکتے، اس جزیرہ کو دریافت ہوئے ۴۰۰ سال گذر گئے، لیکن یہ درخت علیٰ حالہ قائم ہے، علمائے محققین نے جب اس کی پیدایش کے زمانہ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ جسیم وضخیم درخت زمین پر ہبوط آدم یا بالفاظ دیگر انسان کی خلقت کے قبل سے ہے،

**تیسرا لطیفہ**، عجیب وغریب نباتات میں سے ایک نبات ہوائی ہے، اس نبات میں صرف باریک باریک پتیوں کی بیلیں ہوتی ہیں، جو ہمیشہ درخت پر پھیلی ہوئی رہتی ہیں ان کی جڑیں زمین میں نہیں ہوتیں، اپنی غذا ہوا سے حاصل کرتی ہیں، (لیکن ہندوستان میں تو جس درخت پر ہوتی ہیں اس کو بالکل خشک کر دیتی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی غذا اسی درخت سے حاصل کرتی ہیں، ہندی میں اوس کو امر بیل یا اکاس بیل کہتے ہیں،) زیادہ تر گرم ملکوں میں پیدا ہوتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ اس کے پھول پروانہ اور شہد کی مکھیوں سے مشابہ اور نہایت خوبصورت ہوتے ہیں جب آدمی اس کے پھولوں کو اون بیلوں پر جو درختوں پر تار کی طرح پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، دیکھتا ہے تو مسحور اور از خود رفتہ ہو جاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہد کی مکھیاں ہیں جو پھولوں سے رس چوسنے کے لئے آئی ہیں، یا پروانے ہیں، جو شمع پر فدا ہونے کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں، انہی ارضی عجائب وغرائب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ، (عاقلوں کے لئے زمین میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں)

**چوتھا لطیفہ** (پھاڑنے والے نباتات) یہ نبات دوسرے نبات کو پکڑ لیتا اور اس کے

رس سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے، جس طرح بعض حیوان بعض کو کھا جاتے ہیں،

**پانچواں لطیفہ**، مولی اور پیاز کے درخت میں ایک جہت سے خس اور کھجور وغیرہ میں دوسری جہت سے اور ایک درخت جس کو ثوب السیدہ (عورت کا کپڑا) کہتے ہیں، تیسری جہت سے غور کرو، ان تینوں قسم کے درختوں کی پتیاں مختلف ہوتی ہیں، مولی اور پیاز کی پتیاں بارش کے پانی کو سے کر جمع کر لیتی ہیں، اور اوس کو جڑ تک پہونچاتی ہیں، گویا یہ پتیاں جڑ تک پانی کے پہنچنے کی نالیاں ہیں، برخلاف اس کے کھجور اور انگور وغیرہ کی پتیاں نہ تو پانی جمع کرتی ہیں، اور نہ جڑ تک پانی پہنچانے کی ذمہ داری لیتی ہیں، جاہلوں کے نزدیک یہ بات کہ ایک درخت کی پتیاں تو اپنے کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے بارش کا پانی جمع کریں، اور ایک درخت کی پتیاں یہ اہم ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں، قابل غور نہیں ہو سکتی لیکن ایک عالم کے نزدیک ضرور قابل غور ہے، کیونکہ اس کے نزدیک موجودات عالم کی ہر ایک چیز میں خاص خاص حکمتیں مضمر ہیں، مولی اور پیاز کی پتیوں میں پانی جمع ہوتا ہے، اس لئے کہ ان کی جڑیں شاخ دار نہیں ہوتیں، بلکہ بالکل سیدھی اور صاف ہوتی ہیں، چونکہ ان کی جڑیں خود کسی طرح پانی نہیں حاصل کر سکتیں، اس لئے یہ پتیاں ساقی گری کی خدمت انجام دیتی ہیں، اور اون کو سیراب و شاداب کرتی ہیں، لیکن کھجور وغیرہ کی جڑوں میں بے شمار باریک رگیں ہوتی ہیں، جو ہر چہار جانب زمین کے اندر پھیلی ہوتی ہیں اور پانی جذب کرتی رہتی ہیں، یہی سبب ہے، کہ ان کی پتیاں ایسی شکل و صورت کی بنائی گئیں کہ پانی نہ جمع کر سکیں، اور یہ پانی اور ذرائع سے جڑ تک پہونچ جائے، وہ درخت جس کو ثوب السیدہ کہتے ہیں الپ کی پہاڑیوں پر بکثرت پایا جاتا ہے، اور جس کا ذکر لارڈ اوبری نے اپنی کتاب جمال طبیعت کے صفحہ ۱۱۳ میں کیا ہے، کہ اوس کی پتیوں میں چھوٹے چھوٹے گڑھے ہوتے ہیں جب بارش ہوتی ہے، تو پانی ان گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے، اور سردی کی وجہ سے منجمد ہو کر

ان پتیوں پر موتی کی طرح چمکنے لگتا ہے، جب چرنے والے حیوانات مثلاً ہرن اور بکریاں وغیرہ اسکے قریب آتی ہیں تو برف کی وجہ سے اس کی پتیاں نہیں کھاتیں اس طرح یہ درخت دشمنوں کے حملے سے محفوظ رہتا ہے غور کرو کسطرح بعض درخت کی پتیاں پانی جمع کرتی ہیں اور بعض کی نہیں جمع کرتی ہیں اور بعض کی محافظ ہوتی ہیں، تمام مسلمان مولی، پیاز، کھجور، نارنگی، اور نیموں وغیرہ کھاتے ہیں، لیکن خدا کی حکمت اور اس کی عجیب وغریب صنعتوں سے غافل رہتے ہیں، لیکن مغربی قومیں پتی یا اتنی چیزوں میں غور و فکر کرتی ہیں، اون کی حقیقت اور کنہ و ماہیت دریافت کرتی ہیں، افسوس اور ماتم ہے اس عالم پر جو اپنی پوری زندگی بحث و جدال اور طعن وطنز کی نذر کر دیتا ہے، اور موجودات عالم کی حقیقت سے غافل رہتا ہے، اب تم قرآن پاک کی ان آیتوں پر غور کرو فرمایا وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ (ہم نے زمین پر موزوں شی پیدا کی) كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (اللہ کے نزدیک ہر چیز ایک قانون کے ساتھ ہے) کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے.

فلیبک من ضاع عمرہ ولیس لہ منہا نصیب ولا سہم

جس نے اپنی عمر ضائع کر دی اسکو رونا چاہئے کہ اس عمر سے نہ تو اوس کو کوئی حصہ ملا اور نصیبہ

چھٹا لطیفہ، حیوان خور درخت اور پودے، یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ حیوانات ہی :۲۹
نباتات کھاتے ہیں لیکن یہ بات کسی کو بھی معلوم نہ تھی کہ بعض نباتات ایسے بھی ہیں، جو خود آذوقہ بننے کے بجائے حیوانات کو کھا جاتے ہیں، شمالی امریکہ میں ایک درخت ہوتا ہے، جس کو دیونیا کہتے ہیں اس کی پتیاں خاردار اور ان کے بیچ میں جوڑ ہوتا ہے، جب کوئی کیڑا ان پتیوں پر بیٹھتا ہے، تو ان کے کانٹے اسکو محسوس کر لیتے ہیں اور پتی فوراً بند ہو جاتی ہے اور یہ کیڑا اس میں قید ہو جاتا ہے اس کے بعد کانٹوں سے ایک قسم کا لیسدار مادہ نکلتا ہے، جس سے اس شکار کو چوس لیا جاتا ہے، جیسا کہ کھانے کے وقت انسان کے منہ میں لعاب پیدا ہوتا ہے. غور کرو کس طرح

ان کانٹوں سے جو بمنزلہ حیوان کی آنکھ کے ہیں لیس دار مادہ نکلتا ہے جو بمنزلہ حیوان کے معدہ کے ہے،

**ساتواں لطیفہ**، حیوانوں کی زندگی کا عام قانون ہے کہ ہر ذی حیات کی عمر اس کی مدت نمو کے آٹھ گنا زیادہ ہوتی ہے، اور یہ کہ جو سریع النمو ہے، وہ سریع الزوال بھی ہے، اگر انسان اپنی غذا وغیرہ میں احتیاط سے کام لے تو اس قانون کے مطابق وہ دو سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے، اس لئے کہ اس کی مدت نمو عام طور سے پچیس ۲۵ سال ہے، ایک انگریز نے ۱۲۹ سال کی عمر میں وفات پائی ہے، عرب کے قبیلہ بنی تمیم کے ایک شخص نے بھی اسی قدر عمر پائی تھی، یہ بات اگرچہ عادۃً محال معلوم ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں، بغیر سینگ کا جانور سینگ والے جانوروں سے زیادہ دنوں تک زندہ رہتا ہے، بہادر اور دلیر حیوان بزدل اور دون ہمت جانور سے زیادہ عمر پاتا ہے، آبی اور خشکی پر چلنے والے جانور ہوائی جانوروں سے زیادہ مسن اور معمر ہوتے ہیں، لیکن ہوائی جانوروں میں گدھ، چیل اور کوّے انسان کی عمر تک زندہ رہ سکتے ہیں اور رہتے ہیں،

**آٹھواں لطیفہ**، بندر اور اس کی نقل، اہل علم کی ایک جماعت زمین کی شکل کی تحقیق کے سلسلہ میں جنوبی امریکہ میں موجود تھی، جب یہ لوگ کام سے فارغ ہو کر اپنے خیموں میں آتے تو دیکھتے کہ بندر ان کے کاموں کی نقل میں مصروف ہیں، یعنی کبھی وہ دوربین دیکھتے ہیں، کبھی قلم لے کر دوات میں ڈبوتے ہیں، اور اس سے کاغذ پر کچھ کھینچتے ہیں، اسی طرح اور دوسرے کاموں کی بھی نقل کرتے،

نقل و محاکات کا ایک دلچسپ قصہ یہ ہے کہ ایک ڈاکٹر جنوبی امریکہ کے بندروں میں چیچک کی تحقیق کے لئے گیا تھا، ایک مرتبہ ڈاکٹر نے بندر کے دو۲ بچوں کو پکڑ کر ان کے ہاتھوں اور پیروں کو باندھ دیا، اور ایک بڑے بندر کے سامنے جس کے قریب بہت سے چھوٹے چھوٹے

اور بھی بندر تھے، ان دونوں بندروں کے جسم میں چیچک کے مادے کا انجکشن کیا، اس کے بعد
دون کو وہاں سے ہٹا دیا، اور انجکشن کا سارا سامان وہیں چھوڑ دیا، بڑا بندر جو یہ سب تماشا دیکھ
رہا تھا جب یہ لوگ ہٹے، تو اس نے بھی ایک چھوٹے بندر کو نیچے ٹپکا، اور اس کے ہاتھ پاؤں
باندھ دیئے، اور جس طرح ڈاکٹر نے آلات سے بچوں کے جسم میں انجکشن کیا تھا، اسی طرح اُس بندر
نے بھی چھوٹے بندر کے جسم میں انجکشن کیا، دیکھا دیکھی پھر دوسرے بندروں نے بھی یہ دلچسپ اور
حیرت انگیز نقل شروع کر دی، اور ڈاکٹری کے فرائض ادا کرنے لگے،

**نواں لطیفہ، گرگٹ کے عجائبات**، یہ حیوان بھی عجیب وغریب حیوان ہے اس کا
ایک بڑا سر اور بالکل چھوٹی گردن ہوتی ہے، سانپ کی طرح لمبی دم، اور طوطے کی طرح
چنگل بھی ہوتا ہے، یہ جانور اپنے جسم میں مختلف رنگ بدلتا رہتا ہے، محققین نے ثابت کیا
ہے، کہ جب یہ درخت پر ہوتا ہے، تو بالکل سبز رہتا ہے، اور دوسری حالتوں میں زرد
ہوتا ہے، جس وقت یہ جوش وہیجان میں ہوتا ہے، تو اس کے رنگ میں مختلف خطوط متقاطعہ
پیدا ہو جاتے ہیں، اور پھیلتے پھیلتے تقریباً اس کے تمام بدن کو ڈھانپ لیتے ہیں، اگر یہ حالت
کچھ دیر تک قائم رہتی ہے، تو تمام جسم سیاہ ہو جاتا ہے، باوقات مختلفہ اس کا رنگ بدلنا،
جس قدر حیرت انگیز ہے، اس سے زیادہ اس کی جسمانی تبدیلیاں تعجب خیز ہیں، کبھی تو اپنے جسم
کو ایک چوہے کی طرح بنا لیتا ہے، کبھی اپنی دم کو پھیلا دیتا اور پیٹھ کو کچھ منحنی کر لیتا ہے تو اس
۱۳۰ وقت شیر ببر جیسا معلوم ہوتا ہے، کبھی کسی درخت کی پتی کی طرح ہو جاتا ہے، اس وقت ایک
سفید خط اس کے پیٹ سے ہوتا ہوا دم کے کنارے تک جاتا ہے، کبھی چھڑی کی طرح بالکل
پتلا ہو جاتا ہے، اس وقت اس کی شکل بالکل مکروہ اور قابلِ نفرت ہو جاتی ہے،

**دسواں لطیفہ، ہاتھی کی ذکاوت**، ایک مرتبہ ایک ہاتھی سخت بیمار ہو گیا، ایک

ڈاکٹر نے اس کا علاج کیا، جس سے اس کو شفا ہو گئی، پانچ سال گذر جانے کے بعد اسی ہاتھی نے اپنے معالج ڈاکٹر کو راستہ پر دیکھا تو اس کو اپنی بیماری یاد آگئی، تیزی سے ڈاکٹر کے قریب آیا اور اپنے سونڈ کو اس کے ہاتھ میں دیدیا، گویا اوس کا شکریہ ادا کر رہا ہے، اس قسم کے اور بھی بہت سے عجائبات ہیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان علوم کو حاصل کریں، اور اپنے تمدن و تہذیب کو ترقی دیں، اور اس طور پر فیاض عالم کی شکر گذاری کا حق ادا کریں، اگر مسلمانوں نے ان عقلی علوم کو حاصل نہیں کیا اور ان سے فائدہ نہیں اٹھایا، تو یقیناً وہ خدا کی بے حساب نعمتوں کے منکر ہوں گے، اور ناشکرے سمجھے جائیں گے، ایک ڈچ عالم نے لکھا ہے کہ مذہب اسلام کی علم بردار جب تک وہ قوم تھی جو عقلی و ذہنی اعتبار سے سب سے بلند تھی، اور جس نے سب سے پہلے اس کی حقانیت اور صداقت کے سامنے اپنی گردن خم کردی، اور اس کی حقیقت سمجھ لی تو اوس کے فیض و برکت کی بدولت اوس قوم نے بہت ترقی کی، لیکن جب اس مذہب میں وہ قومیں داخل ہوئیں جو ضعیف العقل، خامکار اور جاہل تھیں، تو اونھوں نے مذہب اسلام کو صحیح طور پر نہیں سمجھا، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ تنزل و انحطاط کے عمیق غار میں گر پڑیں اور اسلام کی سعادت و برکت سے محروم ہو گئیں، ہم جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں ہونے کا شرف رکھتے ہیں، اور اون کے متبعین ہیں، قرآن کی حتی الامکان قرآن کی اسپرٹ کے مطابق تفسیر کر رہے ہیں، جس کے لئے اس کا نزول ہوا ہے، اور قوم کو سعادت و برکت کے دنوں کی بشارت دے رہے ہیں،

**گیارھواں لطیفہ**، روایت ہے کہ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے شطرنج پر بہت تعجب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس کی بساط صرف ایک ہاتھ کی ہوتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص ہزاروں بار کھیلے تب بھی ایک طریقہ پر دو بار کیوں نہیں اوس کا کھیل ختم ہوتا، حضرت

عمرؓ نے جواب دیا، دنیا میں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز چیزیں ہیں، مثلاً انسانی چہرہ صرف ایک بالشت کا ہوتا ہے اور یہ کہ ابرو، آنکھ ، کان، ناک اور منہ وغیرہ کی جگہوں میں کبھی بھی تغیر نہیں ہوتا اور اس لحاظ سے تمام انسان ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں لیکن تم تمام مشرق اور مغرب میں ایسے دو شخص نہیں دیکھ سکتے جو ہر طرح سے آپس میں مشابہ ہوں،

**بارھواں لطیفہ** نباتات اور حیوان کا آپس میں تعاون، کیا تم نے کبھی سنا ہے کہ ایک بادشاہ اپنے محل میں ہو جس کو فوج کے ہزاروں سپاہی گھیرے ہوئے ہوں اور جن کے رہنے کے لئے بادشاہ کے قصر کے ارد گرد بے شمار سبز مکانات ہوں جنمیں ان کے کھانے کے لئے ہر قسم کے لذیذ اور خوش ذائقہ کھانے تیار رہتے ہوں، اور یہ محافظ فوج روزانہ میدان جنگ میں جاتی ہو اور بادشاہ کے ہزاروں دشمنوں سے مقابلہ کرتی اور مقتول بھی ہوتی ہو، اور یہ جنگ اسلئے کی جاتی ہو کہ بادشاہ بہت زمانے تک باقی رہے، تم نے اس قسم کا واقعہ نہ سنا ہوگا، اور نہ افسانہ وقصص کی کتابوں میں پڑھا ہوگا، لیکن میں تم کو بتلاتا ہوں کہ یہ واقعہ صحیح ہے، اور لوگ ہر روز اس کو مشاہدہ کرتے ہیں، لیکن اس سے لاعلم اور غافل ہیں، ببول جیسا ایک قسم کا درخت ہوتا ہے، جسمیں بے شمار جوف دار کانٹے ہوتے ہیں، اور جس کی پتیوں پہ شہد کے چھوٹے چھوٹے قطرے جمے ہوئے رہتے ہیں، اور اس کے اطراف بے شمار چیونٹیاں ہوتی ہیں، جو اترتی چڑھتی رہتی ہیں، تاکہ وہ ان تمام کیڑوں، مکوڑوں، اور حشرات الارض کو کھا جائیں جو اس درخت کے لئے مضر ہوتی ہیں، پھر ان کیڑوں پر فتح پا جانے کے بعد یہ چیونٹیاں ان پتیوں پر چلی جاتی ہیں، جن پر شہد ہوتا ہے، اور مزے سے اس شہد کو چوستی رہتی ہیں، اب تم اس تمثیلی واقعہ سے جو اوپر بیان ہوا ہے اس سے تطبیق دو، تو معلوم ہوگا کہ درخت تو بادشاہ ہے اور چیونٹیاں محافظ فوج ہیں، جو مضر کیڑوں کو ختم کرکے اس درخت کی حفاظت کرتی ہیں،

اور اس درخت کی سبز پتیاں ان چیونٹیوں کے سبز مکانات ہیں جنمیں وہ رہتی ہیں، اور منجمد شہد وہ لذیذ اور خوش ذائقہ غذا ہے جس کو وہ ہر وقت چوستی رہتی ہیں، علامہ فورل کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے، کہ ایک منٹ میں چیونٹیوں نے اٹھائیس کیڑوں کو اپنی غذا بنانے کے لئے درخت پر کھینچ لیا، غور کرو کس طرح اللہ تعالیٰ نے چیونٹیوں کو اس درخت کا محافظ بنایا، اور کس طرح چیونٹیوں کی غذا بھی اس درخت پر پیدا کر دی، واقعہ یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی فوج ہیں جن کو گنا نہیں جا سکتا وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ

**تیرھواں لطیفہ** نباتات اور حیوان کا تعاون (پھول اور حشرات) انسان ہرے بھرے
۱۳۱ باغوں میں، لہلہاتے کشت زاروں میں، سرسبز جنگلوں میں، اور دلکش سیر گاہوں میں تفریح کرتا ہے، مختلف رنگوں کے پھولوں کو دیکھتا، اور فرط مسرت سے اچھل پڑتا ہے، کوئی پھول سرخ ہے تو کوئی زرد، کوئی سبز ہے تو کوئی نیلا بعض خوشبودار ہیں، تو بعضوں میں خوشبو کا پتہ تک نہیں، کیڑے، مکوڑے، اور پرندے خوشی میں گاتے اور گنگناتے ہیں، ایک پھول سے دوسرے پھول پر اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑتے پھرتے ہیں، ان تمام دلکش مناظر کو دیکھکر شعراء بے قرار ہو جاتے ہیں، اور اپنے لطیف و پاکیزہ احساسات اور تاثرات کا موزوں نغموں کی شکل یعنی اشعار میں اظہار کرتے ہیں، لیکن وہ حکمت جو کیڑوں میں ان کے پھولوں کے طواف کرنے میں، خوشرنگ و خوشبو پھولوں میں، ان کے مختلف رنگوں میں، اور مادہ عسلیہ میں ہوتی ہے، اس ت بالکل جاہل ہوتے ہیں، ایک پھول رات کو کیوں کھلتا ہے اور دن میں اسکا غنچہ حیات کیوں وا نہیں ہوتا، جب لیلائے شب اپنی سیاہ چادر تمام عالم پر پھیلا دیتی ہے، تو یہ عطر آگیں و خوشنما پھول کھلتا ہے، اور مشام جان کو معطر کر دیتا ہے، پھر شہنشاہ مشرق یعنی آفتاب طلوع ہوتا ہے، تو یہ عطر بیز اور بصارت نواز پھول مرجھا جاتا ہے، نہ وہ خوبصورتی

باقی رہجاتی ہے، نہ اس کی وہ رونق اور نہ اسکی وہ روح افزا خوشبو قائم رہتی ہے، نہ روشنی بخش
اس کا رنگ، جس طرح اُلو دن کو سوتا اور رات کو اپنی روزی کی جستجو میں ادھر اودھر گشت
لگاتا پھرتا ہے، اسی طرح یہ پھول بھی ہے، اس پھول کو قطرب (عروس شب) کہتے ہیں، کیا
بات ہے کہ ایک پھول رات کو آنکھیں بند کئے ہوئے رہتا ہے، اور سپیدۂ صبح کے نمودار
ہوتے ہی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تمام عالم کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگتا ہے، جیسے انسان
ہے، کہ رات کو سوتا ہے، اور دن کو جاگتا ہے، یہ پھول اقحوان (بابونہ) کہلاتا ہے، اور
کیا سبب ہے کہ بعض پھول طلوع فجر کے وقت کھلتے ہیں، اور جب آفتاب خط نصف النہار
پر پہونچ جاتا ہے، تو فوراً بند ہوجاتے اور دوسرے دن کے طلوع فجر تک سوتے رہتے
ہیں، اس کا انگریزی نام ہے، جس کا اردو ترجمہ یہ ہے" اے بجے جاؤ اور ظہر کے وقت سوجاؤ"
بعض پھول ایسے ہیں جو صبح کو سات بجے کھلتے اور شام کے پانچ بجے سوجاتے ہیں، غرض
انسان باغوں میں تفریح کرتے ہوئے، ان تمام عجائب کو دیکھتا اور ان سے غافل رہتا ہے
اسی طرح وہ بعض درختوں مثلاً صنوبر وغیرہ کو دیکھتا ہے کہ ان میں چھوٹے چھوٹے پھول
ہوتے ہیں جو رنگ وبو اور حسن وجمال سے بے بہرہ ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ یہ سب چیزیں
بغیر فائدہ کے ہیں یا ان میں کچھ حکمت بھی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ان سب میں زبردست حکمت
ہے، موجودہ علمانے ان سب کی تحقیق وتفتیش کی ہے، اونھوں نے ثابت کیا ہے، کہ نباتات
میں مذکر اور مونث دونوں ہوتے ہیں، بعض درخت اور پودے بیک وقت مذکر ومونث
دونوں ہوتے ہیں، اور بعض درخت اور پودے ایسے ہوتے ہیں کہ اون کا مذکر الگ اور مونث
الگ ہوتا ہے، ہمارے وطن کے عثمان پاشا، مرتضی نے کدو کے پھول سے اس کے اعضاء
ذکور کو نکال کر مونث کدو کے پھول میں رکھا، دوسرے دن میں نے دیکھا کر مونث کدو میں

بالکل ضعیف طور پر حمل کی علامت موجود ہوگئی ہے، عثمان پاشا موصوف نے مجھ سے کہا کہ اگر لوگ اس طرح القاح کیا کریں تو جس قدر کہ دپیدا ہوتے ہیں ان سے بہت زیادہ پیدا ہونے لگیں، مذکر کے دانے یعنی اعضاے ذکور کو مونث تک دو چیزیں پہنچاتی ہیں، ہوا اور حشرات جیسے شہد کی مکھی اور بھونرا وغیرہ، پھولوں کی خوبصورتی خوش رنگی، اور ان کا مزہ حشرات کو ان کی طرف مائل کرلیتا ہے، جب کوئی کیڑا مٹھاس چوسنے کے لئے کسی پھول پر بیٹھتا ہے، تو اس کے جسم اور پاؤں میں پھول کے اعضاے ذکور چپاں ہوجاتے ہیں پھر جب وہ وہاں سے اڑکر دوسرے پھول پر بیٹھتا ہے، تو وہ اعضاے ذکور اس کے بدن سے اس پھول میں گر پڑتے ہیں، اگر یہ پھول مونث ہوتا ہے تو اس کو حمل ہوجاتا ہے، اور کچھ دنوں کے بعد مطلوبہ پھل پیدا ہوتا ہے، علماے محققین نے ثابت کیا ہے کہ ایک نبات جس کو عود صلیب کہتے ہیں، اس کے پھول میں اعضاے ذکور یعنی چھوٹے چھوٹے دانے تین لاکھ سے لیکر چار لاکھ تک ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس قول وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (ہر چیز کو ہم نے جوڑا پیدا کیا) کا یہی مطلب ہے، چونکہ یہ عجائب غرائب مدہش اور حیرت انگیز تھے، اور انسان کے قلب کو اللہ کی طرف مائل کرنے والے تھے، تو کہا گیا فَفِرُّوا إِلَى اللهِ، (تم لوگ اللہ کی طرف بھاگو،) ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ کیڑے مکوڑے مذکر درختوں کے اعضاے ذکور کو مونث درختوں اور پودوں تک پہنچاتے ہیں، تم باغوں میں بھیتوں میں، سبزہ زاروں میں، خیابانوں میں، ادھر ادھر ان کو جو گھومتے ہوئے دیکھتے ہو اس کا مقصد درحقیقت ان کے مفوضہ جنسی فرائض کی تکمیل ہے، یہ پھولوں سے اس کا رس چوستے ہیں، اور وہ شہد بنجاتا ہے، جو انسان کے لئے حد درجہ نافع اور مفید ہے، اس قسم کے درختوں کے بقا اور زندگی کے ضامن درحقیقت یہی کیڑے ہوتے ہیں، جس طرح عورتیں دلہنوں کے زفاف کے وقت گاتی ہیں، اسی طرح یہ بھی باغ اور چمن اور کھیتوں میں گاتے اور گشت کرتے رہتے ہیں،

یہ پھول جو مختلف اوقات میں کھلتے اور بند ہوتے ہیں، اس کا سبب بھی حشرات کے عادات واطوار ہیں، بعض کیڑے اگر رات کو جاگتے ہیں، تو بعض پھول بھی رات ہی کو کھلتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس دن میں کھلنے والے پھول بھی کیڑوں ہی کے رہین منت ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ دنیا میں ایک عجیب اور محیر العقول نظام کارفرما، اور ایک زبردست قانون عمل جاری ہے، جن کے ماتحت دنیا کے سارے کام انجام پذیر ہوتے ہیں، معلوم ہونا چاہئے کہ عمل القاح کیڑوں ہی کیساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ہوا بھی اکثر درختوں میں القاح کا عمل کرتی ہے، جن درختوں میں ہوا عمل القاح کرتی ہے، ان کے پھول، رنگ و بو، حسن وجمال، مزہ و ذائقہ سے محروم رہتے ہیں، اس لئے کہ ہوا ان چیزوں سے بے نیاز ہے، وہ اپنا عمل بغیر کسی خواہش، اور سوجھ بوجھ کے انجام دیتی ہے،
۱۳۲ تم نے دیکھا ہوگا کہ صنوبر وغیرہ کے درخت خوش رنگ اور خوبصورت پھولوں سے خالی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ (ہم نے ہوا کو باعث جماع قرار دیا ہے) غور کرو آج مسلمان کیسے خواب غفلت میں پڑے سو رہے ہیں، اور یورپین قومیں ان حقائق و معلومات کی تحقیق و دریافت میں مصروف ہیں، جن کو ہماری کتاب آسمانی نے ہمارے تفکر وتدبر کے لئے بیان کیا تھا، یورپین قوموں کو کیا معلوم کہ وہ جن اسرار فطرت اور نوامیس طبعی کو بے نقاب کر رہی ہیں، وہ سب ہماری کتاب حکیم (قرآن مجید) میں واشگاف ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان علوم کی تحقیق مسلمان کرتے، نہ کہ انگریز، لیکن مسلمانوں کی بدنصیبی کو کیا کیا جائے کہ وہ اپنے فرائض سے غافل اور ذوق تحقیق سے محروم ہیں، اے خدا میں نے مسلمانوں کو بہت کچھ نصیحت کی اور ان کے بیدار کرنے میں اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں، اور کسی علم کو ان سے نہیں چھپایا، اے خدا تو صاحب عقل مسلمانوں کی آنکھوں کو روشن کر دے، ان کو بھلائی کا راستہ دکھا، اور پھر ان کو تمام عالم کا ہادی بنا دے آمین،

## وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

# کی تفسیر

عربی میں ہر چلنے والی ہوا کو ریح کہتے ہیں، ایک عجیب بات یہ ہے کہ ہوا کی سرعت اسکے ثقل کے مطابق ہوتی ہے، جب ہوا کا ثقل مربع قدم میں ۲۰۷، درہم سے ہو تو اس کی رفتار فی گھنٹہ ایک میل ہوتی ہے، اگر اوس کا دباؤ ۸۰۸ء ۲ درہم سے ہو تو فی گھنٹہ دو میل رفتار ہوگی، اور جب ۸۴ر ۷ ہو تو تین میل فی گھنٹہ ہوگی، بگولے کی رفتار فی گھنٹہ اڑتالیس میل، اور آندھی کی رفتار فی گھنٹہ اکانوے میل، ہے، اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ہوا فی گھنٹہ ایک سو بیس میل کی رفتار سے چلتی ہو،

# بگولا

یہ ایک قسم کی ہوا ہے جو پیچدار کھمبے کی شکل میں آسمان کی طرف گھومتی ہوئی بلند ہوتی ہے، بہت زیادہ گرد وغبار اڑاتی ہے، کبھی بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہے، جب درختوں کے پھلوں کو اڑا کر دوسری جگہ پھینکدیتی ہے، تو لوگ سمجھتے ہیں کہ آسمان سے پھلوں کی بارش ہوئی ہے، اسی طرح جب یہ سمندروں یا دریاؤں، کی سطح پر پہونچ جاتی ہے، تو مچھلیوں اور مینڈکوں وغیرہ کو اپنے ساتھ بلند فضا میں لیجا کر کسی خشک جگہ اون کو پھینک دیتی ہے، تو لوگ کہتے ہیں کہ آسمان سے مینڈکوں اور مچھلیوں کی بارش ہوئی ہے،

# بادل کے عجائب اور اسکی حکمتیں

بادل عام طور سے سطح زمین سے فضا میں سولہ ہزار ہاتھ سے زیادہ بلند نہیں ہوتا، قریب ترین بادل وہ ہے جو سطح زمین سے ملا ہو لیکن اتنا قریب بادل اتفاقی طور پر بعض ملکوں میں ہوتا ہے، اگر ہر وقت اور ہر شہر میں ایسا ہو تو حیوان اور انسان کے لئے سخت مضر ہو، اور انسان کی تمام چیزیں برباد ہو جائیں، بعض اوقات اس قسم کی صورت ساحلی شہروں میں پیش آجاتی ہے، مثلاً بصرہ، انطاکیہ اور طبرستان وغیرہ میں لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول اور بالکل بے فکر ہوتے ہیں، کہ دفعۃً بارش اور کہرا ان کو ڈھانک لیتا ہے، یہاں تک کہ دم گھٹنے لگتا ہے، اور تمام ساز و سامان اور اسباب خراب ہو جاتے ہیں، اگر بادل ہمیشہ سطح زمین کے قریب ہوں تو رعد و برق انسان اور حیوان کے کانوں اور آنکھوں کو بالکل خراب کر دیں اور اگر وہ فضا میں اس قدر دور اور اتنے زیادہ بلند ہوں کہ دکھائی نہ دیں تو بھی وہ مضر ہیں، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان اور حیوان بالکل غافل اور اپنے اپنے کاموں میں منہمک رہتے ہیں کہ دفعۃً بارش شروع ہو جاتی ہے، اور اپنے پیچھے ایک عام ہلاکت اور بربادی چھوڑ جاتی ہے، تعجب کرو کس طرح بارش ہماری ضرورت کے وقت ہوتی ہے، اور بادل ہم سے نہ بہت زیادہ دور ہوتا ہے، نہ بہت زیادہ نزدیک، کہ دونوں صورتوں میں ہمارے لئے نقصان ہی نقصان ہے اسی لئے اس کی نزدیکی ایک حساب کے ساتھ ہے، اسی طرح اس کی قلت اور کثرت بھی حساب ہی سے ہے، کیونکہ اگر متواتر ہمیشہ بارش ہوتی رہے تو تمام مخلوقات مرجائیں، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے عجائبات ہیں، جن کو بیان کرنا کچھ آسان کام نہیں، چونکہ یہ عجائب و غرائب علماء اور عقلا ہی سمجھ سکتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں

# بادل اور کشتیاں دونوں بھاپ اور الکٹرسٹی سے چلتے ہیں ۱۳۴

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بادل اور کشتی کا ذکر کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں ہوا سے چلتے ہیں، اور موجودہ عہد میں یہ دونوں بھاپ اور بجلی سے بھی چلتے ہیں، اے خدا تونے ہمارے لئے راستہ روشن کر دیا، اور بے شمار عجائبات دکھلا دیئے، تونے ہم کو بادل دکھلایا جو فضا میں معلق رہتے ہیں، جن کو ہوا ادھر سے ادھر لئے پھرتی ہے، تونے اپنی حکمت سے زمین، پہاڑ، اور طبقہ زمہریر پیدا کیا، جو حمام کے مشابہ ہے، کیونکہ سمندر پر آفتاب کی کرنیں حمام کی آگ کے مشابہ ہیں، اور سمندر کا پانی حمام کے پانی کے بجائے ہے، جو اس میں گرم ہوتا ہے، اور سمندر سے جو بخارات اٹھتے ہیں، وہ حمام کے بخارات کے مشابہ ہیں، اور بعض پہاڑ جو بادل کو ادھر ادھر بھٹکنے سے روکے رہتے ہیں، وہ حمام کی دیواروں کے مثل ہیں، جو حمام کے بخارات کو روکے رہتی ہیں، اور طبقہ زمہریر جہاں بخارات پہونچ کر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اور پانی کی شکل اختیار کرکے پھر زمین پر برستے ہیں، وہ حمام کی چھت کے مشابہ ہے، جہاں حمام کے بخارات مجتمع ہو کر نیچے ٹپکتے رہتے ہیں، اے خدا تونے ہم کو دکھلایا کہ پہاڑ بند کے مثل ہیں جو چلتے ہوئے بادل کو روک لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان پہاڑوں کے اطراف میں بارش ہوتی اور تمام میدان اور کھیت سرسبز ہو جاتے ہیں، پہاڑ جس طرح بادل کو روک لیتا ہے اسی طرح خود اپنے اندر بھی پانی کا خزانہ رکھتا ہے، جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں، انہی سے ندی اور نالے جاری ہوتے ہیں، حکما کہتے ہیں کہ بعض بادل کا قاعدہ بیس میل مربع اور موٹائی ایک میل اور بعض کی موٹائی بیس انچ سے زیادہ نہیں ہوتی، جب ہوا ساکن ہوتی ہے تو تم نے دیکھا ہوگا کہ چھوٹے چھوٹے بادل ایک دوسرے میں جذب ہوتے چلے جاتے ہیں، کیونکہ ان میں

بجلی ہوتی ہے، ایک میں موجبہ دوسرے میں سالبہ، موجبہ سالبہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسی کشش کی وجہ سے دو بادل آپس میں مل جاتے ہیں، غور کرو کس طرح اللہ نے بجلی کو حکم دیا کہ جب ہوا ساکن ہو تو بادل کو تم چلاؤ، چنانچہ اسی بجلی کی وجہ سے جب ہوا ساکن ہوتی ہے تو بادل چلتے ہوئے نظر آتے ہیں، تم نے کشتیوں کو دیکھا ہوگا کہ آج کل وہ دونوں طرح چلتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سے بعض اسباب کی بنا پر محبت کرتا ہے، بہتر ہے کہ ہم اون کو تلاش کریں، اور خدا کے محبوب بنیں، تو معلوم ہونا چاہئے، کہ یہ اسباب وہ طبیعی علوم ہیں، جن کو حاصل کرکے ہم خدا کی صنعت پہچانیں اور نفع حاصل کریں، اسی طور پر ہم خدا کا حقیقی شکریہ ادا کر سکتے ہیں، غور کرو اللہ تعالیٰ نے بجلی پیدا کی اور اس سے بادل چلانے کا کام لیا، اوس نے ایک صاحب عقل و دانش مخلوق یعنی انسان کو پیدا کیا، جس نے خلاق عالم کی صنعت و کاریگری میں نظر کیا اور اس کی تقلید شروع کردی، اس طرح پر کہ بجلی سے جہازوں اور دوسری چیزوں کے چلانے کا کام لیا، تم نے دیکھا ہوگا کہ سمندر میں جہاز اور کشتیاں مختلف طریقوں سے چلتی ہیں، کبھی ہوا سے، کبھی اسٹیم سے کبھی انجن سے، کبھی بجلی سے اور کبھی چپو سے جس کو کشتیبان اپنے ہاتھ میں لئے رہتا ہے اور اس سے کشتی کے پیچھے پانی کو کاٹا جاتا ہے، جس سے کشتی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے، کبھی کشتی اس طریقہ سے بھی چلتی ہے کہ کشتی کو حرکت دینے والی چیز پر بجلی کے کرنٹ کو چھوڑ دیتے ہیں، جس سے وہ متحرک ہوجاتی ہے، اور کشتی چلنے لگتی ہے، موٹر کشتی الکٹرک کرنٹ ہی سے چلتی ہے، خدا کی شان کیسی بڑی ہے کہ اوس نے انسان کو ایسی ایسی چیزیں سکھلادیں جو پہلے اس کو معلوم نہ تھیں، اے خدا تو نے پانی کی موجوں اور اوس کے تلاطم کو ہمارے لئے بکیسر برکت بنا دیا جب یہ پانی نہروں میں بہتا ہے، تو قوت اندفاع اوپر کی طرف سے ہوتی ہے، جیسا کہ سد اوعرم کے بند میں ہے، مصری بند کے پانی میں اس قدر قوت ہے، کہ اگر اوس سے

بجلی تیار کی جائے تو اتنی کافی مقدار میں تیسار ہو گی کہ تمام ملک میں ریلوں کے چلانے، اور تمام شہروں اور آبادیوں میں روشنی کے لئے کافی ہو، قاعدہ ہے کہ جتنی چیزوں کی انسان خواہش کرتا ہے ان کو پاتا نہیں ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ پانی انسانوں کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے،
۱۴۴ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ، یہ تمام نعمتیں دنیا میں موجود ہیں، لیکن مسلمان اون سے متمتع نہیں ہوتے، اور سوئے ہوئے ہیں، گویا یہ قرآن اون کے لئے نہیں غیروں کے لئے نازل ہوا ہے، وہ اس کرۂ خاکی کے نہیں مریخ کے باشندے ہیں، اور ان آیتوں کے مخاطب وہ نہیں ہیں، دوسرے ہیں، خدایا میں تیرے دربار میں نہایت عاجزی کے ساتھ التجا کرتا ہوں کہ تو مسلمانوں کو جگا کر میری آنکھیں ٹھنڈی کردے، تو ہی اون کو ہوشیار اور بیدار کر سکتا ہے،

انہی عجائبات اور علوم کے ساتھ شغف اور دلچسپی کا نام درحقیقت محبت، عشق، اور شوق ہے، اس کے بعد محبت والی آیت جو آئی ہے، اسی لئے آئی ہے،

## دسواں مقصد

| | |
|---|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ | بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا کے لئے شریک |
| اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ | قرار دیتے ہیں اور اون کو اللہ کی طرح محبوب |
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا | رکھتے ہیں، اور جو لوگ مومن ہیں، وہ خدا |
| لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا | سے بڑا کا محبت رکھتے ہیں، کاش یہ ظالم |
| اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ | جانتے کہ جب وہ قیامت کے روز عذاب |
| الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ | دیکھیں گے تو اقرار کریں گے کہ تمام قوت |
| اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ | صرف اللہ کے لئے ہے، اور اللہ سخت عذاب |

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ
الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ
وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ○
وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ
لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ
كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ
يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ
عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ
مِنَ النَّارِ ○ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا
مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا
وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ
إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ○ إِنَّمَا
يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ
وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا
تَعْلَمُونَ ○ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ
اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا
بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ
آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ
لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ○

والا ہے، جب کہ وہ لوگ جن کے حکم پر
دوسرے چلتے تھے ان لوگوں سے الگ
ہو جائیں گے، جو ان کے حکم پر چلتے تھے اور
سب خدا کا عذاب دیکھیں گے، اور ان کے
آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے، اور
یہ تابع لوگ کہیں گے کہ اگر ہم لوگ کسی طرح
ایک دفعہ اور دنیا میں جائیں، تو ہم بھی
الگ ہو جائیں گے، جیسا کہ یہ لوگ الگ
ہو گئے، اللہ یوں ہی ان کی بد عملیوں
کو خالی ارمان کر کے ان کو دکھلائیگا اور
یہ لوگ دوزخ سے نہیں نکل سکیں گے،
اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں
ان میں سے حلال اور پاک چیزیں کھاؤ
اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو، کیونکہ
شیطان تمہارا صریح دشمن ہے، وہ تم کو انہی
باتوں کی تعلیم دیگا جو بری اور گندی ہیں
نیز یہ کہ تم اللہ کے ذمے ایسی باتیں لگاؤ جو
تم کو معلوم نہیں ہیں، اور جب ان کو کہا
جاتا ہے کہ تم اللہ کے حکم کی اتباع کرو تو

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ
الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ
اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ
عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ يٰٓاَ
يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ
طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا
لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ
اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ
وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ
اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ
اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ
فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ
الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ
ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰۗىِٕكَ
مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ
اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ

کہتے ہیں نہیں، بلکہ ہم تو اپنے باپ دادا
کے طریقے پر چلیں گے۔ گو ان کے باپ دادا
نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں
اور کافروں کی مثال اس شخص کی سی ہے
جو ایسے جانور کے پیچھے چلا رہا ہے جو بجز
پکارنے اور بلانے کے کوئی بات نہیں سنتا
بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، کچھ نہیں
سمجھتے، اے ایمان والو ہماری دی ہوئی
پاک روزی میں سے کھاؤ اور اللہ کا شکر
ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو
تم لوگوں کے لئے مردے، خون، سور کا گوشت
اور وہ جانور جو غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہو
حرام ہیں، پھر بھی جو شخص بھوک سے بیتاب
ہو طالب لذت نہ ہو اور نہ حد سے بڑھنے
والا ہو تو اس شخص پر کچھ گناہ نہیں ہے کیونکہ
اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے، جو لوگ اللہ کی
اتاری ہوئی کتاب کے احکام چھپاتے اور
اس کے معاوضہ میں تھوڑی قیمت وصول کرتے
ہیں، یہی وہ لوگ ہیں، جو اپنے پیٹ میں جہنم

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ ۢ بَعِيْدٍ ○

کی آگ بھر رہے ہیں، اور اللہ قیامت کے دن نہ تو اون سے کلام کریگا نہ انکو پاک کریگا اور اون کو خوفناک عذاب ہوگا، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی لو مغفرت کے بدلے عذاب اختیار کیا، لہذا دوزخ کیلئے کیسے باہمت ہیں، یہ سزائیں اس وجہ سے ہیں کہ اللہ نے اس کتاب کو حق کے ساتھ بھیجا تھا، جو لوگ اس کتاب میں اختلاف کرتے ہیں وہ ضد میں دور جا پڑے ہیں"

۱۳۵ ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو برے اغراض والوں کی اندھی اطاعت نہیں کرنی چاہئے جن لوگوں نے قوم کو غیر مفید امور میں پھنسایا، معلوم ہے کہ وہ سب کے سب عذاب میں گرفتار ہوئے، دنیا میں قید اور غلامی کی ذلت ان کو نصیب ہوئی، اور پھر آخرت میں جہنم میں ڈالے جائیں گے، جہاں متبوع اپنے تابعین سے بیزاری ظاہر کریں گے، اور تابعین اپنی اندھا دھند اطاعت پر افسوس کریں گے اور نادم ہوں گے، اسلام میں مجلس شوری کے قیام کا جو حکم ہے وہ اسی لئے ہے کہ کوئی کسی کو گمراہ نہ کر سکے، اور لوگ صحیح اور صائب رائے پر عمل کریں اور دنیا کے خسران اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رہیں، بعض مصلحین کا حال یہ ہے کہ وہ نہ تو دنیا میں لوگوں کو کچھ فائدہ پہنچاتے ہیں نہ آخرت کے عذاب الیم سے بچنے کی راہ سوجھاتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ عام طور سے ذلت کی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور حالت ناامیدی میں مصلحین کو قتل کر دیتے ہیں، اس تفسیر کے اثنائے تالیف میں اسی قسم کا ایک ناخوشگوار واقعہ یونان میں ہوا، وہاں کے وزیروں نے پبلک کو جنگ کی مصیبت میں مبتلا کر دیا، حالانکہ وہ اس کے ملئے تیار نہ تھی، تو اوس نے جوش غضب میں تمام وزرا کو قتل کر دیا، لیکن کبھی ایسا بھی

ہوتا ہے کہ عنان برداران قوم، قوم کے تشدد اور سخت گیری سے بچ جاتے ہیں، جیسا کہ امریکہ کا اصول چہار دہ گانہ کا مشہور مصنف ولسن باوجود اس کے کہ اوس نے دشمن سے صلح کر کے قوم کو ضرر پہنچایا، خیانت کی، پبلک کے ہاتھ سے محفوظ رہا، یہاں پر اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر کیا ہے کہ مذہب اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جس کی بنیاد علم، جس کے ستون غور و فکر اور جس کی چھت حکمت ہی جن لوگوں نے اپنے اعمال اور آرار میں دوسروں کی تقلید کی اور حسن و قبح کو نہیں سمجھا تو وہ گمراہ اور جہنمی ہیں، قیامت کے دن تابع اور متبوع دونوں ایک دوسرے سے بیزاری ظاہر کریں گے تابع کہیں گے کہ تم نے ہم لوگوں کو غیر حق باتیں سکھلا کر گمراہ کر دیا، اور ہم پر بہت بڑا ظلم کیا کاش اگر ہم دوبارہ دنیا میں جائیں تو تم سے الگ ہو جائیں، جیسا کہ تم لوگ آج ہم سے الگ ہو گئے ہو، اس مقام کو ہم تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ، ان آیتوں میں تین مقامات ہیں، پہلا، محبت، دوسرا، رؤسا اور عوام، تیسرا حلال اور حرام۔

## پہلا مقام محبت، عشق، شوق اور اللہ کی محبت کا کیا مطلب ہے

تمام وہ چیزیں جو ہمارے ارد گرد ہیں، اور جن کو ہم معلوم کر سکتے ہیں اون کی دو قسمیں ہیں، موافق اور منافر، محبت اور بغض، موافقت اور منافرت کے تابع ہیں، یہ ایک ایسا عام قانون ہے، جس سے کوئی زندہ چیز مستثنیٰ نہیں ہو سکتی، ریشم گلاب، شہد، حسین و جمیل صورتیں اور عمدہ آوازیں ہمکو محبوب ہیں، کیونکہ یہ چیزیں ہمارے حواس خمسہ، یعنی لامسہ شامہ، سامعہ، باصرہ اور ذوق کے موافق ہیں، کانٹے، بدبو، حنظل، قبیح صورتوں اور بری آوازوں سے ہمکو نفرت ہوتی ہے کیونکہ یہ ہمارے حواس خمسہ کے موافق نہیں ہیں، یہ دس چیزیں ہیں، جن میں سے پانچ محبوبات اور پانچ مکروہات کی مثالیں ہیں، اسی طرح ہمارے ماحول کی تمام چیزیں، انسان، چوپائے ۱۳۶

معدنیات، اور نباتات وغیرہ ان ہی دونوں قسموں کی مقسم ہیں،

## خیال اور تصوّر

جب یہ ہمارے ماحول کی تمام چیزیں ہمارے سامنے سے غائب ہوجاتی ہیں تو ہم اون کو قوت کی مدد سے تصور کرتے، اور اپنے حافظہ میں حاضر کرلیتے ہیں، محبوبات کے حاضر ہونے سے ہم کو لذت حاصل ہوتی ہے، گویا کہ وہ ہمارے سامنے موجود ہیں، لیکن یہ لذت خیال، لذتِ احساس کے مقابلہ میں بالکل ضعیف ہے، اسی طرح مکروہات کے تصور سے ہم کو تکلیف پہونچتی ہے، لیکن یہ تکلیف محسوس کے مقابلہ میں بالکل کم ہوتی ہے،

(۲علم)، ہم لوگ صرف مشاہدات ہی سے محبت نہیں رکھتے، بلکہ محسنین سے بھی محبت رکھتے ہیں، خواہ وہ کسی مذہب اور کسی قوم کے ہوں، اسی طرح ہم کو ان بہادروں سے بھی محبت ہوتی ہے، جن کے کارنامے تاریخ کے صفحات یا قصوں میں مذکور ہیں، حکما رعلما، اور ارباب جمال کا شمار بھی محبوبات میں ہے، اگرچہ ہم اون کو ہر وقت نہیں دیکھتے تم نے عام لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ جب عنترہ کا قصہ سنتے ہیں تو اون کو اس سے ایک قسم کی محبت ہوجاتی ہے، موجودہ دور کے طلبہ بھی نپولین کی ہمت اور شجاعت کے حیرت انگیز کارنامے سنکر اس کے گرویدہ ہوجاتے ہیں، انسانوں کے مختلف طبقات، مختلف ما فوق البشر ہستیوں کے شیفتہ اور پرستار ہیں، ایک طبقہ اگر عیسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتا ہے تو دوسرا وادی سینا میں شعلۂ ربانی کا مشاہدہ کرنے والے پیغمبر حضرت موسیٰؑ کی عقیدت و محبت کا دم بھرتا ہے، چین و جاپان، آسام، سیام، برہما و تبت کی وسیع اور عظیم الشان آبادی عارف ہندی، جناب بودھ کے سنگ آستان پر سجدہ ریز ہے، انسانوں کا ایک بڑا گروہ ارض شمس یعنی چین کے مصلح اعظم

کنفیوشس کا پجاری ہے، تو دوسرا برہما پر اپنی نیاز عقیدت کا پھول چڑھاتا ہے، اور حاجت خواہ ہوتا ہے، ان تمام بزرگوں کے تاریخی حالات، مافوق العادۃ کارنامے، حیرت انگیز اعمال زندگی، عام انسانوں کے ساتھ ان کی عمیق اور گہری محبت چونکہ ہماری فطرت اور ہمارے نفوس کے موافق ہے، اس لئے اون کا ذکر سنتے ہی ہم اون کے والہ و شیدا ہو جاتے ہیں، اسی طرح ہم کو اون لوگوں سے سخت نفرت ہو جاتی ہے، جنھوں نے کوئی انسانی خدمت نہیں کی، اور جن کی پوری زندگی فسق و فجور اور عصیان و طغیان میں بسر ہوئی ہو مثلاً یزید اور قرامطہ اور نمرود و فرعون وغیرہ، جاہل اور دون ہمت لوگوں کو بھی ہم سخت ناپسند کرتے ہیں، کہ اون لوگوں کے حالات زندگی ہماری طبیعت اور فطرت کے موافق نہیں ہیں، خلاصہ یہ کہ مکروہ اور محبوب محسوسات اور معقولات دونوں میں ہوتے ہیں، اوپر کی سطروں سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ محبت اور بغض کا دارمدار معلومات پر ہے، علم محسوسات کا بھی ہو سکتا ہے، اور معقولات کا بھی، مقصد یہ ہے، کہ کوئی چیز خواہ حسی ہو یا عقلی ہو، جب تک ہم کو اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہوگا، وہ ہماری نظروں میں نہ محبوب ہو سکتی ہے، نہ مبغوض، اسکی محبوبیت و مبغوضیت تمام تر ہمارے علم اور واقفیت پر موقوف ہے،

(عشق) جب انسان کسی چیز کیساتھ جان و دل سے محبت کرنے لگے، اور اوس کے ماسوا سے بالکل غافل و مدہوش ہو جائے اور ہمہ وقت یہی چیز اوسکے سامنے ہو اور اسی پر اس کی زندگی موقوف ہو، تو اوس کو عشق کہتے ہیں، ایک عاشق ہمیشہ اپنے معشوق کا طلب گار رہتا ہے، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی جدائی گوارا نہیں کرتا، عشق انسانی بہت متعارف چیز ہے عام لوگ عشق کے لفظ سے کسی انسان کے ساتھ غیر معمولی محبت ہونے ہی کو سمجھتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک تاجر اپنی تجارت کے سوا ہر چیز کو بھول جاتا ہے، کسان، عالم، قائد اور

انجینیر وغیرہ بھی اپنے اپنے پیشے اور کام کے علاوہ ہر چیز سے غافل ہو جاتے ہیں، لیکن ہم اون کو عالم، قائد، اور انجینیر ہی کہتے ہیں، عاشق نہیں، حالانکہ ان کو کمیت، علم وفن، فوج وعسکر اور تعمیرات سے جو عشق ہوتا ہے، اس کی بنا پر ان کو عاشق ہی کہنا چاہیئے، غرض محبت اور عشق یہ ہے، کہ جس چیز کو چاہا جائے اس کے علاوہ ہر چیز کو فراموش کر دیا جائے، مثلاً بہت سے لوگ ایک دسترخوان پر جس پر بہت سی چیزیں رکھی ہوں بیٹھے ہوں تو اگر ایک شخص اپنا ہاتھ کیلے کی طرف بڑھاتا ہے، اور سب چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے تو ہم کہیں گے کہ اس شخص کو کیلے سے محبت ہے، اور یہ کیلے کا عاشق ہے، اسی طرح ایک نوجوان جس کی منسوبہ نہایت حسین و جمیل ہو، اس کو چھوڑ کر مسافرت اختیار کرتا اور تعلیم کے لئے یورپ چلا جاتا ہے، تو ہم کہیں گے کہ یہ علم وفن کا عاشق ہے، اور اس نے عشق عقلی کو عشق حسی پر فضیلت دی،

(اللہ کی محبت) جب ہم اس عالم میں نظر کرتے ہیں تو تمام چیزوں میں ہم کو حسن وجمال نظر آتا ہے، مثلاً سورج اور چاند اور طرح طرح کے خوشبودار اور خوش رنگ پھول وغیرہ یہ تمام جمیل صورتیں روحانی نہیں مادی ہیں، اور مادہ پر منقوش ہیں، جب صورتیں ایسی حسین وجمیل ہیں، تو مصور ان سے کہیں زیادہ حسین وجمیل ہوگا، کیونکہ یہ تمام صورتیں اس حسن یعنی حق تعالیٰ کی ذات کی مظاہر ہیں، جیسا کہ صوفیائے کرام کا عقیدہ ہے، یورپ کا مشہور فلاسفر اور تعلیمیات کا ماہر اسپنسر بھی انہی ارباب طریقت وتصوف کا ہمنوا ہے، جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں یہ عالم مشاہدہ اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ اس کا صانع نپولین اور عنترہ سے بہت زیادہ قوت اور قدرت والا ہے، اور عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیا اور حکما سے زیادہ عالم ہے، حسن وجمال، علم وحکمت، اور قدرت وطاقت کبر وغرور سب اسی کے لئے ہے، ہم نے اوپر ثابت کیا ہے کہ محبت بالکل فطرت کے ہم آہنگ ہوتی ہے، اگر کوئی محبوب خوبصورت ۱۳۷

خوش آواز، حسن اخلاق، فصیح، ذکی، عالم اور حکیم ہو، تو جس شخص نے اس کے ان تمام صفات کو معلوم کر لیا، یقیناً وہ ازخود رفتہ ہو جائیگا، اور اس کا والہ وشیدا ہو جائیگا، اللہ تعالیٰ کی بھی بالکل یہی مثال ہے، جس نے یہ معلوم کر لیا، کہ اللہ تعالیٰ صاحب جمال اور صاحب علم و احسان ہے، اس کے علم و قدرت کے مقابلے میں نہ کسی نبی کا عرفان ہے، اور نہ کسی عالم کا علم ہے، تو یقیناً یہ شخص خدا کا نادیدہ عاشق ہو جائیگا، اور فنا فی اللہ ہو جائیگا،

(شوق) ہم نے اوپر کہا ہے کہ اگر کوئی محبوب ہماری آنکھوں سے غائب ہو تو ہم اسکو اپنے خیال میں حاضر کر لیتے ہیں، تو یہ صورت جو ہمارے خیال میں ہے ہم کو آمادہ کرتی ہے کہ ہم اوسکو دیکھیں اور اس کے جلوۂ دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کریں، خیال میں اگر کسی محبوب کی صورت زیبا موجود ہے، تو بہرحال اس کا وجود ناقص ہے، ہمارا نفس تو یہ چاہتا ہے کہ اوس کو آنکھوں سے دیکھا جائے، اور [illegible] بالکل کیا جائے تو اسی کا نام شوق ہے، اسی لئے اگر ہم محبوب کی دید کے مشتاق ہوتے ہیں، تو اسی جذبہ شوق کی بنا پر ہوتے ہیں،

(اللہ کا شوق) بلا شبہہ یہ عالم موجودات تمام تر حسن و جمال ہے، لیکن یہ حسن و جمال جاہلوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے، کہ وہ بصیرت سے محروم ہیں، ہم نے اوپر کہیں لکھا ہے کہ نوع انسانی اکثر ہوشیار کرنے ہی سے ہوشیار ہوتی ہے، ازخود ہوشیار نہیں ہوتی ہے، جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنے مصائب سے ہوشیار کرتا اور ادب دیتا ہے تب وہ خدائی قدر کرتے ہیں معلوم ہے کہ انسان کو نعمتوں کی قدر مصیبت کے بعد ہی معلوم ہوتی ہے، قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید، قاعدہ ہے کہ انسان اسکو [illegible] جو اسکی نگاہوں سے پوشیدہ ہو یا دشوار حاصل ہو لیکن جو خوبصورت چیز عام طور سے دستیاب ہوتی ہے، اور ہر جگہ موجود ہے، اس کو نہ تو نعمت سمجھا جاتا [illegible] ہاں یہ کہ کب، تمام جواہر اور یاقوت

سے زیادہ حسین و جمیل ہیں لیکن عام انسانوں کو اپنی جہالت کی وجہ سے، ان میں حسن نظر
نہیں آتا، ان سے بدرجہا فروتر اور حقیر چیزوں کو وہ خوبصورت سمجھتے ہیں اور انکے والہ و شیدا
ہو جاتے ہیں، ہذا شئی عجیب، امام غزالی فرماتے ہیں،

عام طور سے لوگ ستاروں کو دیکھکر خوش نہیں ہوتے، اور ان کے جمال جہاں افروز سے
متاثر نہیں ہوتے، کہ روزانہ ہر رات اون کے سامنے چمکتے رہتے ہیں. حالانکہ آسمان کے ستاروں
کے حسن وجمال سے زمین کے بہترین باغوں کے حسن میں کیا مناسبت ہے، تم نے دیکھا ہوگا کہ اگر
کسی باغ میں لوگ خود داخل ہونے سے روکے جاتے ہیں تو وہاں داخل ہونے کی کوشش
کرتے ہیں، کیونکہ انسان ممنوعات کا عاشق اور پیش پا افتادہ چیزوں سے متنفر ہوتا ہے،

یہی سبب ہے کہ نوع انسان میں انبیاء اور حکماء کا وجود بالکل کم ہوا ہے، جو عجائبات
کی معرفت رکھتے اور اس کے شایق ہوتے ہیں، اللہ کا شوق ہی اون کو جمالِ عالم کی طرف
راغب کرتا ہے، جب وہ کسی خوبصورت چیز کو حاصل کر لیتے ہیں تو دوسری خوبصورت چیز کے
حصول کی فکر کرتے ہیں، اسی جذبہ شوق کے ماتحت حکما تمام علوم حاصل کرتے اور جمال عالم سے
متمتع ہوتے ہیں، اس میں اون کو جو لذت اور کیف حاصل ہوتا ہے، کسی چیز میں نہیں،
۱۳۸ آجکل مسلمانوں میں جو اللہ کی محبت بالکل کم ہے، اس کا سبب یہی ہے، کہ وہ علوم سے
جاہل اور اپنی جہالت و بداوت پر قانع ہیں، صوفیاے کرام نے بھی جو اللہ کی جزئی محبت پر
قناعت کر لی، اور کلی محبت کی طرف وہ بہت کم مائل ہوئے، تو یہ بھی ایک قصور اور عیب
ہے، تصوف کے دعوی رکھنے والوں اور طریقت کے علم برداروں پر یہ حرام ہے کہ وہ اپنے
متبعین کو صرف جزئی باتوں کے حصول کے لئے پابند کر دیں، ان میں تو یہ استعداد ہوتی ہے
کہ وہ مغربی اور مشرقی علموں کو حاصل کریں، اور تمام کائنات میں تعقل و تفکر کریں، معلوم ہونا چاہئے

اللہ کی محبت ہی مسلمانوں کو ترقی پر پہونچا سکتی ہے، یہ محبت بغیر علوم کو حاصل کئے مسلمانوں میں نہیں پیدا ہو سکتی مسلمانوں کو علوم دنیوی سے شغف ہوتا، تو ان کا دل بھی خدا کی محبت کا آشیانہ بنتا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، مسلمانو! غور کرو،

(تعجب) شاید یہاں یہ اعتراض ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ الآیہ میں یہ تمام باتیں داخل ہو سکتی ہیں، جو میں نے بہت تفصیل کے ساتھ اوپر بیان کی ہیں، تو میں کہتا ہوں کہ مذکورۂ بالا آیت اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الآیہ کے بعد کیوں آئی ہے اسپر غور کرنا چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین، رات اور دن، کشتیاں، نباتات، حیوانات، اور ہوا کے ذکر کے بعد اس آیت کو ذکر کیا ہے، کیا قرآن کی یہ ترتیب بغیر کسی فائدے کے ہے، حاشا و کلا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت علم کے تابع ہے، اس لئے جس کو جتنا میرے متعلق علم ہوگا اتنا ہی اسکو میری محبت ہوگی قرآن کی اس عجیب ترتیب پر تعجب کرو، یہ وہ معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہیگا، وہ لوگ جو لفظی علوم یعنی ادبیات کی تحصیل میں مشغول رہتے ہیں، اور حقائق کی طرف توجہ نہیں کرتے، تو ابن الفارض کہتا ہے کہ تم ان لوگوں میں مست ہو جاؤ جنکی عقل لفظی علوم کے پڑھنے پڑھنے سے کم اور ہلکی ہو گئی ہے، تم علوم کے ساتھ حقائق پر بھی غور کرو، انگلستان کا مشہور شاعر شکسپیر ایک شعر میں کہتا ہے کہ یہ تمام عالم یکسر حسن و جمال ہے، ایک عقلمند ان تمام قدرتی مناظر کو دیکھ کر پکار اٹھتا ہے، یہ جنت کے محل ہیں جو ستاروں سے مرصع اور مزین کئے گئے ہیں سنیکا رومانی کہتا ہے کہ اے لوگو! تمہاری حالت بھی عجیب ہے، اور تمہاری غفلت اور سرمستی کا عالم بھی عجیب ہے، اگر کوئی شخص تم کو زمین کا ایک تھوڑا سا ٹکڑا دیدے تو تم اس کا بہت زیادہ شکریہ ادا کرو گے، تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کرۂ زمین تم کو بخش دیا ہے، لیکن کیا تم اس کا

شکریہ ادا کرتے ہو، اگر کوئی شخص تم کو کچھ سونے چاندی کے سکے دیدیتا ہے، تو تم اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہو، اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہو، لیکن کیا اللہ تعالیٰ نے پہاڑون مین جو تمھارے لئے بے شمار سونے اور چاندی کے خزانے جمع کر دیئے ہین، تم ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہو، اور اس کے اس فضل و احسان کا شکریہ ادا کرتے ہو؟ اگر کوئی شخص تم کو ایک اچھا گھر دیتا ہے، تو تم اس کو تمام محسنون سے بہتر سمجھتے ہو، اور اس کے احسان کو تمام عمر یاد کرتے رہتے ہو، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ جو اتنا بڑا عظیم الشان گھر جس کی چھت نیلگون اور چمکتے ہوے ستارون سے مزین ہے تم کو رہنے کے لئے دیا ہے۔ تم دن رات کے چوبیس گھنٹے مین کسی وقت اس کا شکریہ ادا کرتے ہو، اور منت پذیری کا ثبوت دیتے ہو، سچ کہنا تمھاری دونون آنکھون مین روشنی کہان سے آئی ہے، کس نے تمھارے بدن مین خون پیدا کیا ہے۔ جس سے تم زندہ رہتے ہو، کیا اسکا پیدا کرنے والا وہی نہین ہے، جس نے معمولی مضغۂ گوشت کو دنیا کی سب سے زیادہ حسین و جمیل مخلوق بنا دیا، کیا خدا نے تمھارے آرام و راحت کے لئے بیشمار چوپائے اور حیوانات نہین پیدا کیئے؟ جنکی روزی بھی بجائے اسکے کہ تم فراہم کرو وہی رزاق عالم مہیا کرتا ہے، اے لوگو تم اس خدا کی حمد کرو جسنے تمکو پیدا کیا اور تمکو تاریکی سے نکال کر روشنی مین لایا،

مسلمانو! تم ان لوگون سے کہدو کہ ہم لوگ خدا کی معرفت کے تم لوگون سے زیادہ مستحق ہین، کیونکہ ہم لوگ صاحب مذہب ہین، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ان مین تو ایسے لوگ ہون جو خدائی صنعت کی تحقیق کرین، اور خدا کے ساتھ اپنے عشق و محبت کا اظہار کرین، اور مسلمانون مین ایسے لوگ ناپید ہون مین نے اس کتاب مین اسپنسر لارڈ اوبری سینکا اور شکسپیر جیسے علماء اور حکماے مغرب کی تصنیفات و تالیفات کے اقتباسات اور ان کے ملفوظات و منظومات اور حکیمانہ اشعار نقل کئے ہین، تم غور کرو کیا ہم لوگ ان لوگون سے

زیادہ علم و عرفان، حکمت و فلسفہ. سائنس اور عقلی علوم کے مستحق نہین ہین؟ انھون نے اپنی عقل و دانش سے علم کو حاصل کیا، کیا ہم اس موہبت عظمیٰ سے محروم رہین جس کو عقل و فہم سے تعبیر کیا جاتا ہے؟ ہم مین تو وہ علم اعظم پیدا ہوا ہے، جس کی تعلیم و تربیت اور فیض و اثر سے بڑے بڑے عقلاے روزگار، اور دانایان رموز و اسرار پیدا ہوئے، سارا قرآن یکسر علم و عرفان ہے، قرآن کہتا ہے، مومنون کو خدا سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے، اس لئے کہ یہ لوگ علوم حاصل کرکے خدا کے حسن و جمال کو بے نقاب دیکھتے ہین، اور اس کے جان دادہ ہوجاتے ہین، گو اس وقت بدقسمتی سے مسلمانون مین جمالِ الٰہی کو برافگندہ نقاب دیکھنے والے تھوڑے ہین، لیکن آیندہ اسپر مٹنے والے نادیدہ عشاق انشاء اللہ بہت زیادہ پیدا ہو جائین گے،

اس تفسیر کی تالیف، آیاتِ الٰہی کی تشریح، مطالب و مقاصد قرآنی کی تفصیل و بیان مین مصروف تھا، کہ ایک عجیب و غریب حادثہ پیش آگیا، جس نے تمام عالم کو حیرت مین ڈال دیا، اثریاتِ مصر کی تفتیش و تحقیق کے سلسلہ مین ایک مقبرہ کا انکشاف ہوا جس مین ایسے بیشمار مجسمے، بیش قیمت پتھر اور عجیب و غریب مصنوعات اور ظروف دستیاب ہوئے ہین، جن کی نظیر موجودہ زمانہ مین نہین مل سکتی ہے، اس مین گوشت اور میوہ جات بھی ملے، جو پچیس [۲۵] بڑے برتنون مین بھر کر رکھے تھے، اور اب تک اپنی اصلی شکل مین موجود ہین، ایک گھوڑا گاڑی بھی ملی، جس مین بے شمار بیش قیمت پتھر جڑے ہوئے ہین، اور جس پر ایک کتاب رکھی ہوئی ہے، جو خط ہیروغلیفی مین لکھی ہوئی ہے، اس کے علاوہ خوشنما تکیے، باریک کپڑے اور چند تاج جو قیمتی جواہرات سے مزین ہین، اور جن مین سے ہر ایک پر ایک عجیب سانپ بنا ہوا ہے، اور بے شمار سامان و اسباب، عجیب و غریب صنعت کی بیشمار چیزین جنکا شمار ان سطرون کے لکھتے وقت تک نہ ہوا تھا، دستیاب ہوئی ہین، کہا جاتا ہے، یہ مقبرہ توت عنخ امون کا ۱۲۹

جو مصر کا بادشاہ تھا، اور جو ۱۳۵۰ق م مین گذرا ہے، یعنی جس کو گذرے ہوئے ۳۲۰۰ سال ہوئے
ہین، محققین نے لکھا ہے، اس خزانہ کی مصنوعات نے ظاہر کر دیا کہ یونان اور روم صناعی وکاریگری
نقاشی ونگار آرائی مین مصر کے سامنے بالکل طفل مکتب تھے، مشرق اور مغرب کے تمام لوگ مبہوت
ہین، اس مقبرہ کا انکشاف کرنے والا ایک انگریز ہے جو آثار قدیمہ کا شائق اور بحث وتمحیص
کا دلدادہ ہے، اس نے علم وحکمت کے عشق مین بہت زیادہ مال خرچ کیا ہے، اور سالون
اس کی تحقیق کے لئے ادھر ادھر پھرتا رہا ہے، لیکن اس بے پایان خزانے سے جس کا کھوج
اس نے لگایا ہے، اس کو کیا ملیگا، لیکن اس در مکنون کی دریافت سے اس کو جو مسرت حاصل
ہوئی ہوگی، اس کو کون چھین سکتا ہے، وہ اس پر جتنا ناز کرے کم ہے، کہ اس نے اپنے ذوق
تحقیق سے آج سے ساڑھے تین ہزار سال پہلے کی تاریخ لکھی، اور تہذیب دنیا کے سامنے پیش کردی تم کہہ سکتے
ہو کہ قرآن پاک کی تفسیر سے، اس واقعہ کا آخر کیا تعلق ہے، مین کہتا ہون کہ گو یہ تم کو انمل بے جوڑ
بات نظر آتی ہو لیکن جو کچھ مین بیان کر رہا ہون اس سے اور اس واقعہ سے بہت گہرا ربط ہے، غور کرو اور
سمجھو، مین اس وقت اللہ کی محبت کی تفسیر کر رہا ہون، اور مین نے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ کی محبت
کے لئے ضروری ہے کہ اس کی صنعتون کے حسن وجمال مین غور وفکر کیا جائے اور ان کے متعلق
بحث وتحقیق کیجائے، جس قدر زیادہ تحقیق کی جائے گی اسی قدر زیادہ سعادت ومعرفت حاصل
ہوگی، مین نے دیکھا ہے کہ لوگ اس مصری بادشاہ کی تقدیس کرتے ہین، اسلئے کہ اس کی دولت
کے آثار اور اس کی جمع کردہ اور بنائی ہوئی چیزون کا کمال ظاہر ہوا ہے، یہ جذبۂ تقدیس زیادہ تر
اس بنا پر ہے کہ یہ تمام چیزین لوگون سے پوشیدہ تھین، اور ان کا حاصل کرنا ہر شخص کے بس کی بات
نہ تھی، چونکہ آثار قدیمہ کے ایک محقق نے ان کو بے نقاب کر دیا ہے، اس لئے ان کی ندرت و
اعجوبگی اور عظمت وتقدیس کے آگے لوگون کے سر نیاز خم ہو رہے ہین، لوگون کی عادت ہے کہ

سامنے کی چیزون کا خیال نہین کرتے، لیکن جو چیز ان کی نظرون سے اوجھل، یا جو بدقت دستیاب ہو اس کے مشتاق ہوتے ہین،

اللہ تعالی کے حسن وجمال اور اس کی صنعت کے مظاہر ستارے، سورج، چاند نباتات اور حیوانات ہین، وہ سونا جس سے توت عنخ امون کے تحت کو مزین کیا گیا ہے، ان خزانون کا ایک ٹکڑا ہے جن کو اللہ تعالی نے انسانون کے لئے پہاڑون کی گود مین ودیعت کر دیا ہے جب انسان کی یہ حالت ہو کہ سامنے کی چیزون کو چھوڑ کر ان چیزون کا طلبگار رہ جائے، جو اسکو بدقت حاصل ہون یا جن تک پہنچنا بہت مشکل ہو یا اسکی نگاہون سے مخفی ہون تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ صناع حقیقی کی صنعتون کے حسن وجمال کی قدردانی سے وہ غافل ہو جائیگا، یہی سبب ہے کہ عام لوگ صنعت الہی کے حسن وجمال سے غافل ہوگئے، وہ حکماہی ہین، خواہ وہ کسی قوم وملت سے تعلق رکھتے ہون جو صنعت الہی کے جمال سے اپنی آنکھون کو روشن کرتے اور اس کے گرویدہ ہوتے ہین، انسانون کا یہی طبقہ ہے جو ہمیشہ خدائی صنعتون کی تحقیق وتفتیش مین مصروف رہتا ہے، اگر آج تمام قومون کو توت عنخ امون کے مقبرہ نے مبہوت کر دیا ہے، تو کیا تعجب ہے، حکمار اور محققین تو روزانہ ہی مبہوت ہوا کرتے ہین، کیونکہ ہر روز ان کو خدائی صنعت کا ایک نہ ایک خزانہ دستیاب ہوتا رہتا ہے، جو اس مقبرہ سے کہین زیادہ مبہوت کن اور حیرت انگیز ہوتا ہے غالباً قدما کو الہام کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے آثار ومصنوعات کو آنے والی نسلون کے لئے مدفون کر دین، تاکہ وہ ان کو دیکھ کر اپنے اسلاف سے حکمت اور صنعت مین بڑھ جائین، اگر آج تمام لوگ جوق درجوق توت عنخ امون کے مقبرہ کو دیکھنے کے لئے جا رہے ہین، تو اس کو تمہید سمجھنا چاہئے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیۃ کے اندر غور وفکر کی، کیونکہ مقبرہ کی حکمتون اور صناعیون کو دیکھ کر ان کے دلون مین خدائی صنعت اور حکمت کی تحقیق کا ولولہ پیدا ہوگا، پھر وہ آسمان اور زمین کی خلقت مین غور وفکر کرنے لگین گے

ور صنعت کو تو اکثر انسان سمجھ سکتے ہین لیکن اس عالم کی حکمت اور صنعت کو
علما ہی سمجھتے ہین، اور ان کو سمجھنا چاہیے،

## دوسرا مقام، رؤسا اور عوام

ر افراد کی دو قسمین ہین، ایک تو وہ ہے جو صرف اپنی نفسانی شہوات و لذات
رہتی ہے، اور مصالح عامہ کا اس کو کچھ خیال نہین ہوتا، دوسری قوم یا دوسرے
ان کا معاملہ محض ان کے ذاتی فائدے کے لئے ہوتا ہے، تم دیکھتے ہو کہ آج اکثر
،، مساوات ،، اور عدل وغیرہ کا شور کرتی ہین، لیکن ان کے اس دعواے حریت
ساوات کا جو مقصد ہے وہ ظاہر ہے، یعنی یہ کہ کمزور قومون کو ذبح کر کے اپنے
لرین، اور اپنے ہوسِ استعمار اور ذوقِ ملک گیری کی تسکین کرین، اکثر مغربی اقوام
ہے، اسی طرح سرمایہ دار و کارخانہ دار ہین، جو مزدورون کو پوری اجرت نہین ۱۴۰
نا کے ساتھ معاملت مین انصاف سے کام لیتے ہین، وزراے حکومت اپنے ایک
برہنہ اور دوسرے ہاتھ مین سونے کے سکے لے کر کھڑے ہوتے ہین، اور کمزور قومون
سے کہتے ہین کہ اگر تم ہماری اطاعت کروگے، تو ہم تم کو سیم و زر سے نہال کردینگے
بڑی بڑی قومون کی صف مین داخل کرلین گے، اور اگر تم نے نافرمانی کی تو پھر
دتم لوگون کی گردنون پر ہوگی، اس دھمکی در مال و دولت اور عزو جاہ کے حصول
اگر کسی مشرقی ضعیف قوم نے ان کی طاعت کرلی، اور ان کی پناہ مین داخل ہوگئی
ضعیف قوم کے ساتھ حیوانون کی طرح برتاؤ کرتے ہین یا ان کو جمادات کی صف
یتے ہین، لیکن جب قوم نے ان کی نافرمانی کی اور ساتھ ہی اُن سے ٹکرا بھی گئی تو

وہ مغربی اقوام کے نزدیک معزز اور محترم ہو جاتی ہے اور وہ اس سے عزت و احترام کیساتھ پیش آتی ہیں، جیساکہ انسان شیر کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے، اسی طرح سرمایہ دار بھی ہیں جن کے ایک ہاتھ مین ننگی تلوار اور دوسرے ہاتھ مین اجرت کے کھوٹے سکے ہوتے ہین، اور یہ کہتے ہین، کہ اے مزدورو! اگر تم نے ہم لوگون کی اطاعت کی تو تم کو زندگی بسر کرنے کے لئے یہ روپیے دین گے، اور اگر تم نے نافرمانی کی تو پھر اپنے کامون سے الگ کردیے جاؤ گے، اس کو سن کر اگر مزدورون نے متحد ہو کر مقابلہ کیا تو پھر اپنے مقصد مین کامیاب ہو جاتے ہین، اور اگر خاموشی کے ساتھ ان کی اطاعت کرلی تو پھر سرمایہ دار اور مالدار ان کو پیس ڈالتے ہین،

(کمزور قومین) جب کمزور قومون کے افراد اپنے ایسے امرار کی اطاعت کرین جو بزدل ہون، ظالم قومون نے ان پر عیش و عشرت کے عذاب کو مسلط کر دیا ہو، ہمیشہ رات و دن فسق و فجور مین وہ غرق رہتے ہون، تو اس مین کوئی شک نہین کہ ایسے امرار اپنی غریب قوم کے لئے ایک مصیبتِ عظمیٰ بن جاتے ہین، اور جو تمام مصائب و آفات سے زیادہ خطرناک اور مہلک ہوتے ہین، اور بالآخر قوم ان کی قیادت و ریاست مین تباہ و برباد ہو جاتی ہے، (جیساکہ ہندوستان کے والیان ریاست، زمیندار و ساہوکار وغیرہ ہین جو ہمیشہ اپنی غریب قوم کا خون چوسنے کی فکر مین لگے رہتے ہین،) طاقتور قومون کا معاملہ کمزور قومون کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے، جیسا ایک شخص مرغی اور کبوتر کے ساتھ کرتا ہے، اس قسم کے رؤسا ظالمون کے مددگار اور مظلومون کو تباہ کرنے والے ہوتے ہین، یہانتک کہ اس بدقسمت قوم کا آخر وقت آجاتا ہے، وہ بتدریج غالب اور طاقتور قوم مین مدغم ہو جاتی ہے،۔ قیامت کے دن یہ حلقہ درگوش اشخاص اپنے سر پھرے رئیسون سے

کہین گے، کہ ہم لوگ تو دنیا مین تمہارے مطیع و فرمانبردار تھے، کیا اس وقت کچھ کام نہین آؤگے، رئیس جواب دین گے، بس اللہ کا فیصلہ ہو چکا، اب ہم تم الگ الگ ہین، اس وقت یہ تابعین افسوس کرین گے اور کہین گے کہ کاش پھر ہم آزاد ہو جاتے تاکہ ہمین اپنے امرا و رئیسون کی نافرمانی کا موقع ملتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝ (قیامت کے دن ضعیف کہین گے اے خدا ہم نے اپنے رئیسون اور امیرون کی اطاعت کی تھی اس لئے ان لوگون نے ہم کو گمراہ کر دیا، خدایا تو ان کو دوگنے عذاب مین مبتلا کراؤ ان پر بہت بڑی لعنت کو مسلط کر دے) اس مطلب کی اور بھی بہت سی آیتین ہین یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ آیتین صرف آخرت کے احوال کے متعلق ہین، اور دنیا کے حالات و واقعات پر منطبق نہین ہو سکتین، لیکن مین دنیا کے حالات و واقعات پر بھی منطبق کرونگا، گو یہ ضرور ہے، کہ امرا اور روسا، اور ان کے متبعین کی یہ قیل وقال اور بحث و تکرار قیامت ہی مین ہوگی، دنیا مین نہین، اور اس مین کوئی شک نہین کہ یہ آیتین آخرت ہی کے احوال کے متعلق ہین، لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ آخرت دنیا کی صدائے بازگشت ہے، آج ہم دنیا مین عام طور سے لوگون کو اسی طریقہ پر چلتے ہوئے دیکھ رہے ہین، خاصکر مشرقیون کو مشرق کی سیاست آجکل یہی ہے کہ یورپ کی برسر اقتدار قومون کی تقلید کیجائے، اور ان کے تمدن و تہذیب کو اختیار کیا جائے، اور انکے وضع و لباس کو مشرقی وضع و لباس پر ترجیح دیجائے، مغرب کے آگے مشرق کی ہر چیز فراموش کر دیجائے، کیا تم بتا سکتے ہو، کہ مشرق کا کوئی گوشہ ایسا ہے، جو مغرب کی تمدنی

معاشرتی سیادت کو تسلیم نہ کرتا ہو، کیا کوئی مشرقی اپنی مشرقیت پر ناز کرتا ہے، مغربی قومون
کے مقابلہ مین مشرقی قومین متبوع و محکوم ہو کر رہ گئی ہین انکو اپنے سود و زیان اور نفع و
نقصان کا کچھ احساس باقی نہین رہا ہے، انھین بالکل خبر نہین کہ یہ جن کی تقلید مین مری جاتی
ہین آخرت مین جب ان کے اعمال و افعال کی پرسش ہوگی اور ان سے مدد کی خواستگار ہونگی تو وہ کیا کہینگی
جو دنیا مین خائب و خاسر رہا یاد رکھو آخرت مین بھی وہی گھاٹے اور ٹوٹے مین رہیگا، اور ہم اس کو دیکھ
رہے ہین، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ
أَعْمٰى ( جو شخص اس دنیا مین اندھا ہو وہ آخرت مین بھی اندھا ہوگا ) دنیا کا اندھا پن یہ
ہے، کہ ظالمون کی ریس کیجائے، اور اپنی ہر چیز کو بھلا دیا جائے، قومین برابر احتجاج کرینگی
اور ظالم و مظلوم کی کشمکش ہمیشہ باقی رہے گی، اور وہ ہر جگہ جھگڑتے رہین گے، چاہئے یہ کہ
مسلمانون کے تمام امور و معاملات بذریعہ شوریٰ انجام پذیر ہون، یہی شوریٰ مسلمانون
کی سیاست مین بھی ہو، یہی شوریٰ صاحب اموال اور اعمال کے درمیان ایسا قانون
بنا دے، جو مصلحت عامہ کے مطابق ہو تاکہ ہم پر بھی وہی مصیبت نہ نازل ہو جائے
جو مغربی قومون پر نازل ہوئی ہے، یعنی بالشویزم، کمیونزم، فسزم وغیرہ عدل و انصاف
اسی طرح قائم ہو جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت مین تھا، کیا آج انگریز
اور دوسری مغربی قومین مسلمانون کو طرح طرح کے عذاب مین مبتلا نہین کر رہی ہین حقیقت
یہ ہے کہ مسلمانون کو ان کے ذوقِ تقلید پسندی نے تباہ کر رکھا ہے، حالت یہ ہے کہ جو
ان کی اطاعت کرتا وہ مبتلائے عذاب ہوتا ہے اور جو ان کی نافرمانی کرتا ہے وہ آزادی
و استقلال کی دولت سے مالامال ہوتا ہے، آج ہر مشرقی کو لندن و پیرس، اور رومہ و
برلن کے خیرہ کن تمدن نے مرعوب کر رکھا ہے، اور وہ بے تابانہ ان کی طرف دوڑا چلا جاتا ہے،

لیکن ان پر دجال والی حدیث کیسی صادق آتی ہے، دجال کے متعلق حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص دجال کی اطاعت کرکے اس کی جنت مین جاے گا، فی الواقع وہ جہنم مین ہوگا، اور جو نافرمانی کرکے اس کی جہنم مین جائے گا تو فی الواقع جنت مین ہوگا۔ آج انگریز بھی درحقیقت دجالی لباس مین ملبوس ہین۔ مین یہ نہین کہتا کہ یہی لوگ حقیقت مین دجال ہین، لیکن اس کے لشکر، اس کے تابعین اور اس کے شاگرد ہونے مین توکوئی شبہہ نہین، آج مشرق کے طول و عرض مین جو بھی جابر اور ظالم حکومتین ہین، وہ سب دجالی لباس مین ملبوس اور اس کی تمثیل ہین جس سے ہم روزانہ صبح و شام اپنی نمازون مین پناہ مانگتے ہین، کیا مسلمان سمجھتے ہین کہ نماز کی دعائین بے کار اور بغیر کسی فائدے کے ہین، ہرگز نہین، مین پہلے کہہ چکا ہون کہ ہم لوگ نماز مین حضرت ابراہیم علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہین، تاکہ ہمارے اندر بھی وہی جذبہ اور تسلیم و رضا کی خو پیدا ہو، جو ان سرخیل انبیا و رسل کا شعار رہی کیا اس اعوذ بک من فتنة الدجال والی دعا مین دجال کا ذکر بغیر ۱۴۱
کسی حکمت کے ہے، ہرگز نہین، یاد رکھو کہ دجال تمام عالم انسانی کو محیط ہین، وہ رؤسا جو اپنی قوم کو اپنی خواہشات نفسانی کے لئے استعمال کرتے ہین دجال ہین، وہ قومین جو ان رئیسون کو گمراہ کرتی ہین دجال ہین، ارباب مال و دولت یعنی امراد جو مزدورون پر ظلم کرتے ہین دجال ہین، تمام منافق اور مکر و فریب کرنے والے دجال ہین، مین پھر کہتا ہون، کہ یہ لوگ بعینہ وہ دجال نہین، جس کے قریب قیامت ظاہر ہونے کا تذکرہ حدیثون مین ہے، لیکن اخلاق و اعمال کے اعتبار سے اس کے مشابہ یا اس کے تلامذہ و پیروکار ہونے مین تو کوئی شبہہ نہین، لیکن دعاے مذکور کا بھی

یہی مقصد ہے،

اللہ تعالیٰ نے ہم کو تبلایا کہ ہم لوگ نماز مین یہ دعا کرین، اے اللہ تو ہم کو مکارون اور فریبیون کے پنجے سے رہا کر دے، جو لوگون کا حرام مال کھاتے اور غلامی کا جوا گردن پر ڈالدیتے ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے متوقع ہے، کہ ہم لوگ بہترین قوم ہون، اور تمام دنیا کے لئے سراپا رحمت بن جائین، تمام بلاد اسلامی سے فواحش اور شراب خواری کو دور کر دین، اور محتاجون اور عاجزون کے لئے اوقاف اور صدقات کے مال سے روزی مقرر کر دین، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مصر، آستانہ اور دوسرے اسلامی شہرون مین ہم کو ایک بھی سائل اور گداگر نظر نہ آئیگا، ہم پر فرض ہے ہر اس شخص کو جس کو عمل پر قدرت ہے، کسی کام مین مشغول کر دین، تاکہ اس کا کسل اور سستی دور ہو جائے، اگر اللہ نے چاہا تو ہمارا مستقبل ہمارے ارادون کے مطابق ہوگا، اور ہم دنیا کی بہترین قوم ہونگے،

## تیسرا مقام ان آیات مین حلال اور حرام

مردہ چیزون کے کھانے کی حرمت اور اسکی نجاست پر اجماع امت ہے شریعت نے مچھلیون اور ٹڈیون کو اس سے مستثنیٰ کر دیا ہے، وہ مری ہوئی مچھلی جو پانی کی سطح پر تیرتی ہو، امام شافعیؒ نے اس کو حلال کہا ہے، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اور حسن بن صالح مکروہ کہتے ہین، حضرت علی، ابن عباس، اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ

عنہم کے نزدیک حرام ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک مباح ہے، ٹڈی کے متعلق امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہین کہ تم اس کو زندہ پکڑو یا مردہ پاؤ دونون صورتون مین حلال ہے، امام مالکؒ کے نزدیک مری ہوئی ٹڈی حرام ہے، ان کے نزدیک وہی ٹڈی حلال ہے جو زندہ پکڑی جائے اور ذبح کی جائے، اس طرح سے کہ اس کے سر کو کاٹ کر بھون دیا جائے، لیکن اگر زندہ پکڑی گئی، مگر غفلت سے مرگئی تو حلال نہین ہے، تمام علمار کا اتفاق ہے کہ خون حرام اور نجس ہے، نہ تو اس کو کھایا جا سکتا ہے، اور نہ اس سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک دم مسفوح اور غیر مسفوح سب حرام ہین امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مچھلی کا خون حرام نہین، کیونکہ اس کا خون سوکھنے کے بعد سفید ہو جاتا ہے، شریعت نے خون سے کلیجی اور تلی کو مستثنیٰ کر دیا ہے،

تمام مسلمانون کے نزدیک سور بجمیع اجزائہ حرام ہے، جمہور علمار کہتے ہین کہ وہ ناپاک اور نجس ہے، امام مالکؒ کے نزدیک پاک ہے، اس لئے کہ ہر زندہ شے ان کے نزدیک پاک ہے، امام شافعیؒ کا جدید مذہب یہ ہے کہ سور کتے کے مثل ہے، جب کسی برتن کو چاٹے، اور قدیم یہ ہے کہ اس کے چاٹنے مین ایک بار دھو دینا کافی ہے، وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے متعلق بعض علمار کہتے ہین، کہ اس سے مراد بت پرستون کے وہ ذبیحے ہین جن کو وہ اپنے بتون کے نام پر ذبح کرتے ہین، ان لوگون نے نصاریٰ کے ذبیحہ کو جائز رکھا ہے بشرطیکہ ذبح کے وقت مسیح کا نام نہ لیا گیا ہو، کیونکہ یہ ذبیحہ اہل کتاب کا طعام ہے اور ان کا طعام مسلمانون کے لئے حلال ہے، عطا، مکحول، حسن، شعبی، اور سعید بن المسیب

کا یہی مذہب ہے، امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نصاریٰ کا ذبیحہ جائز نہین، کیونکہ غیر اللہ کا نام ذکر کرتے ہین، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اگر تم کو معلوم ہو جائے، یا تم سنو کہ اس ذبیحہ پر اہل کتاب نے غیر اللہ کا نام ذکر کیا ہے تو مت کھاؤ اور اگر تم نے نہین سنا تو کھا سکتے ہو،

## مردے کے چمڑے پر کلام

## اور اسمین سات اقوال

۱- امام زہریؒ کے نزدیک دباغت کے قبل اور بعد بھی استعمال جائز ہے،

۲- امام داؤدؒ کے نزدیک دباغت کے بعد استعمال جائز ہے، اس کے قبل نہین،

۳- امام مالکؒ کے نزدیک دباغت کے بعد صرف چمڑے کا ظاہر پاک ہوجاتا ہے باطن نہین،

۴- امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہین، سور کے چمڑے کے علاوہ تمام چمڑے پاک ہین،

۵- امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ سور اور کتے کے چمڑون کے سوا تمام چمڑے پاک ہین

۶- امام اوزاعیؒ اور ابو ثورؒ کے نزدیک صرف اسی جانور کا چمڑہ پاک ہے جو کھایا جا

۷- امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک دباغت سے کسی چیز کا بھی چمڑہ پاک نہین ہوتا،

## مردون کے اون اور بال پر کلام

امام شافعیؒ کے نزدیک مردے کے اون اور بال اور ہڈیون سے انتفاع ناجائز ہے، اما

۱۴۲ مالکؒ کے نزدیک صرف ہڈی سے انتفاع ناجائز اور باقی جائز ہے، لیکن سور کا بال تو اکثر فقہ جمہور اسکی حرمت پر متفق ہین،

# بابِ دوم کے مقاصد

۱۔ کمالِ انسانیت،

۲۔ قصاص،

۳۔ وصیّت،

۴۔ روزہ اور جہاد،

۵۔ حج وغیرہ،

۶۔ شراب اور قمار بازی،

۷۔ یتامیٰ،

۸۔ احکامِ نکاح،

۹۔ احکامِ حیض،

۱۰۔ اللہ کے ساتھ قسم کھانا،

۱۱۔ ایلا اور طلاق،

۱۲۔ رضاعت اور اس کا مابعد،

۱۳۔ متعہ اور بیوہ عورت کی عدت،

۱۴۔ جہاد کے اسرار اور بنی اسرائیل کے قصے،

۱۵۔ رسولوں کے اوصاف اور اللہ کی ذات کے صفات،

۱۶۔ حصولِ علم کے تین طریقوں کا بیان، یعنی طریقۂ حصولِ علم بالفطرۃ والنبوۃ، جیسے کہ وہ علم جو آنحضرت صلعم کے ذریعہ قرنِ اوّل کے مسلمانوں کو حاصل ہوا تھا، طریقۂ حصولِ علم بالجدل جیسے کہ نمرو

اور ابراہیم خلیلؑ نے آپس مین بحث کرکے خدا کو معلوم کرنے کی کوشش کی تھی، طریقۂ حصول علم بالمشاہدۃ و المعاینہ، جیسے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خداے تعالیٰ سے برای العین دیکھنے کی خواہش کی تھی کہ وہ کس طرح مُردون کو زندہ کرتا ہے،

۱۷ - انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب مین عجیب وغریب تمثیلات،

۱۸ - منفق علیہم اور انفاق کی حالتون کا بیان،

۱۹ - مالی معاملات کا بیان مثلاً سود اور رہن وغیرہ،

۲۰ - اللہ اور رسول پر ایمان اور تکلیف اور مدد کی دعا کے ساتھ سورہ کا خاتمہ

## پہلا مقصد ۱

| | |
|---|---|
| لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ | نیکی یہی نہین کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف |
| قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ | کرلو، بلکہ نیکی وہ ہے جو کوئی اللہ اور قیامت |
| الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ | کے دن، اور فرشتون، اور کتابون اور پیغمبرون |
| الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ | پر ایمان لائے، اور مال کی محبت کے باوجود |
| وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ | رشتہ دارون اور یتیمون، اور محتاجون اور |
| ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ | مسافرون اور سوال کرنے والون کو مال دے، |
| وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ | اور غلامون کے چھڑانے مین مال خرچ کرے، |
| فِي الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ | اور نماز کھڑی کرے، اور زکوٰۃ دیا کرے، اور |
| وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ | اور جب معاہدہ کرے تو اپنے عہد کو پورا کرے، |
| اِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ | اور تنگدستی اور بیماری مین اور لڑائی کے وقت صبر سے |

وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ کام لے، یہی وہ لوگ ہیں جو سچے نکلے اور

صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ یہی پرہیزگار ہیں،

ہر پسندیدہ فعل کو بِرّ کہتے ہیں، اور وہ ایک اسم جامع ہے، جو ہر قسم کی بھلائیوں اور اعمال طاعات ۱۴۳
کو شامل ہے، کتاب سے مراد وہ تمام کتابیں ہیں جو خدا کی طرف سے انبیاء پر نازل ہوئیں، حُبِّہٖ سے مراد حبِ مال ہے، ایک شخص رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور پوچھا کس قسم کا صدقہ زیادہ باعثِ اجر ہے، فرمایا وہ صدقہ جو صحت اور تندرستی کی حالت میں دیا جائے، اور اس کے ساتھ محتاجی کا خوف اور مالداری کی امید لگی ہو، ذَوِالْقُرْبٰی سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو محتاج او فقیر ہوں، آنحضرت صلعم نے فرمایا مسکین و محتاج کو تمہارا صدقہ دینا صرف صدقہ ہے، لیکن رشتہ داروں کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلۂ رحم بھی، یتامٰی جمع ہے یتیم کی، اور یتیم وہ بچہ ہے جس کا باپ مرگیا ہو، اور مساکین جمع ہے مسکین کی، اور مسکین وہ ہے جس کو ضرورتوں نے لوگوں سے مانگنے پر مجبور کردیا ہو، ابنِ السَّبِیْل کے معنی مسافر کے ہیں، اس لئے کہ مسافر بھی ہمیشہ راستہ پر چلتا رہتا ہے، سائلین سے وہ مانگنے والے مراد ہیں، جو اپنی پیٹ بھر روٹی طلب کرتے ہیں، اور فِی الرِّقَاب سے مکاتب غلام مراد ہیں، اور ان کی آزادی دو طرح سے ہوسکتی ہے، یا تو ان کو آزاد کردیا جائے، یا فدیہ دے کر ان کو چھڑا دیا جائے، زکوٰۃ سے فریضۂ زکوٰۃ مراد ہے، اور اوپر جو نیکیوں کے طریقے بتائے گئے ہیں وہ نوافل میں داخل ہیں، موفون لعھدھم، مَنْ اٰمَنَ پر عطف ہے، اور الصابرین فی الباسآءِ میں الصابرین مدح کی بنا پر منصوب ہے، اس کو من اٰمَنَ پر اس لئے عطف نہیں کیا گیا تاکہ دوسرے اعمال صالحہ سے زیادہ صبر کی فضیلت ثابت ہو،
باْساء کے معنی تنگدستی اور ضَرّاء کے معنی بیماری اور باْس کے معنی دشمنوں سے جہاد کرنے کے ہیں،

جب اللہ تبارک تعالٰی کافروں اور منافقوں کے حالات، یہودیوں کے اعمال خبیثہ اور مشرکین عرب کی برائیاں اور ان کے حرام کو حلال کرنے اور حلال کو حرام کرنے کے جرم عظیم کو بتفصیل بیان کرچکا،

تو اب نیکیون کے اقسام، ایمان کے کمال اور بھلائی کے جملہ خصائل کو اس آیت لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا الاٰیۃ کے ذریعہ کرنا ہے

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب یہودی بیت المقدس پر، نصاریٰ مشرق پر، اور مسلمان توجہ الی القبلہ پر فخر و مباہات کرنے لگے، اور اس کے علاوہ اور اعمالِ صالحہ کو بالکل بھلا چکے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور ان فخر کرنے والون کو بتایا کہ یہ کوئی کمال کی بات نہین ہے کہ تم کسی ایک عمل کو اختیار کر لو، اور دوسرے اعمال صالحہ سے بالکل غافل ہو جاؤ، کیونکہ انسانیت کی تکمیل کی بہت سی صورتین ہین، اس لئے تم ان لوگون کی طرح نہ ہو جاؤ جنھون نے اپنے اندر قوت فکریہ، صورت جسمیہ، اخلاق نفسیہ سب کچھ رکھتے ہوئے اپنی نظرین کسی خاص چیز کی طرف منعطف کر دین، پس جس شخص کی نظر صرف نماز جو جسم اور روح کو آلائش جسمی و روحی سے پاک رکھتی ہے، یا صرف ایمان، یا صرف اخلاق نفسیہ یا اچھی معاشرت، یا صرف مال کے خرچ تک محدود رہی تو وہ بھی قاصر ہے، نفس بشری کا کمال یہ ہے کہ وہ تمام علوم و معارف کے زیور سے آراستہ ہو، اور معارف مین زیادہ اہم اللہ، آخرت، ملائکہ، انبیاء کرام اور آسمانی کتابون پر ایمان لانا ہے، اسی طرح وہ نماز اور حج جیسے اعمالِ ظاہری پر پوری طرح کاربند ہو، اور اس کی معاشرت بھی اچھی ہو، وہ رشتہ دارون، یتیمون، محتاجون، سائلون، مسافرون وغیرہ کو مال دیتا ہو، اور ہر ممکن طریقہ سے ان کی مدد کرتا ہو، مصیبت، رنج و غم اور بیماری وغیرہ مین صبر سے کام لیتا ہو، اور دشمن کے مقابلہ مین ثابت قدم رہتا ہو، یہی چیزین انسانی جمال و کمال کی اصل ہین،

اس آیت نے دین اسلام کے تمام محاسن کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس آیت پر عمل کر لیا، اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا، گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہود اور عرب قومین کس لئے آپس مین جھگڑتی اور بے فائدہ اختلاف کرتی ہین، آپس کے نفاق و شقاق کو چھوڑ کر اتحاد و اتفاق، علم و عمل اور صبر و احسان کی طرف کیون نہیں متوجہ ہوتین، ضرورت ہے کہ موجودہ مسلمانون کو بھی صبر اور ثبات و عزیمت کی تلقین کیجائے اور ان کے فضائل مین فقہی ابواب کی ترتیب پر رسالے

اور کتابین تصنیف کرکے ان کو مسلمانون مین کثرت سے شائع کیا جائے اور مسلمانون کو یہ بتایا جائے کہ صبر انسان کی عزیمت کو مضبوط کرتا ہے، جب تک کوئی شخص دنیا کی مصیبتون اور تکلیفون کو برداشت نہ کریگا اس وقت تک وہ دنیا کی زندگی مین کبھی کامیاب نہین ہوسکتا، جمیع انبیاے کرام نے مختلف قسم کی مصیبتین برداشت کین اور ان پر صبر کیا ہے، اس سے پہلے ہم آیت وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ کے ماتحت بیان کرچکے ہین، کہ اس دنیا کے اندر درحقیقت سعادت انہی کو حاصل ہوتی ہے، جو ہر قسم کی مصیبتون اور تکلیفون کو برداشت کرتے ہین اور آخرت کی سعادت تو بدرجۂ اولی ان کو نصیب ہوگی، مسلمانو! قرآن مجید کے اسرار و حکم پر جس قدر بھی تعجب کرو کم ہے،

چونکہ کمال کے مقابلہ مین نقص بھی ہے اور انسان کے اندر قوت غضبیہ اور قوت شہویہ ایسی دو قوتین ہین، جو ہمیشہ اس کے کمال کو زائل کرنے مین پیش پیش رہتی ہین، اس لئے اللہ تعالی نے نیک اعمال کے بیان کرنے کے بعد ہی قصاص کا ذکر فرمایا،

## دوسرا مقصد

| | |
|---|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ | اے ایمان والو! مقتولون کے متعلق تم پر قصاص |
| الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ | فرض کیا جاتا ہے، کہ آزاد کے بدلہ آزاد، اور غلام |
| ۱۷۸ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ | کے بدلہ غلام، اور عورت کے بدلہ عورت، |
| الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ | قتل کرو، پھر جس کو اس کے بھائی کی طرف سے |
| لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ | کچھ معاف ہوجائے تو اس کو دستور کے موافق |
| بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ | مرضی پر چلنا اور خوبی کے ساتھ اس تک پہنچانا |
| ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ | چاہئے، یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف اور رحمت |

| | |
|---|---|
| فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ | پھر اس کے بعد جو شخص زیادتی کرے تو |
| فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَكُمْ | اس کیلئے دردناک عذاب ہے، اور لے |
| فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي | عقلمندو! قصاص مین تمہاری زندگی ہے شاید |
| الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ | کہ تم پرہیزگار بنجاؤ، |

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ کا مطلب یہ ہے کہ قانونِ قصاص کے مقرر کرنے مین تمہاری زندگی کی حفاظت مقصود ہے، کیونکہ ایک قاتل کو جب یہ معلوم ہو جائے گا کہ اگر وہ کسی کو قتل کریگا تو وہ بھی مقتول کے بدلہ قتل کیا جائے گا، تو یقیناً وہ اقدامِ قتل سے باز رہیگا، پھر اسی سے اس کی اور اس کے خاندان کی اور اس خاندان کی جن کے کسی فرد کے قتل کا وہ ارادہ رکھتا تھا، سب کی بقا ہوگی، اس سے کہ اگر وہ کسی خاندان کے ایک فرد کو قتل کر دیتا تو مقتول کا خاندان بھی بدلہ لینے پر تیار ہو جاتا، پھر قاتل اور مقتول دونون کے خاندانوں مین ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنگ جاری ہو جاتی،

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ عرب جاہلیت کے دو قبیلون کے درمیان لڑائی ہو گئی تھی اور فریقین کے کچھ افراد اس لڑائی مین مارے گئے تھے، دونون مین سے طاقتور قبیلہ نے قسم کھائی تھی کہ ضرور وہ اپنے مقتول غلام کے بدلہ دوسرے قبیلہ کے آزاد کو اور عورت کے بدلہ مرد کو قتل کرے گا، جب اسلام ظہور پذیر ہوا تو کمزور قبیلہ فیصلہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو فوراً ہی اللہ کی طرف سے یہ آیتین نازل ہوئین، ان آیتون سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ قاتل کو اسی آلہ سے قتل کیا جائے گا جس سے اس نے مقتول کو قتل کیا تھا، خواہ تلوار سے ہو یا لکڑی سے یا سر کچل کر ہو، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قتل کسی چیز سے بھی ہو قاتل کو تلوار ہی سے قتل کیا جائیگا، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آزاد کو غلام کے بدلہ اور مسلمان کو کافر کے بدلہ قتل نہین کیا جا سکتا مگر اس آیت سے ان دونون اماموں کا خیال ثابت نہین ہوتا، البتہ یہ حدیث ان کے قول پر دلیل ہو سکتی ہے کہ

کہ کسی مسلمان کو ذمی کے بدلے اور کسی آزاد کو غلام کے بدلے نہ قتل کیا جائے، صحابہ کرام کا اسی حدیث پر عمل رہا ہے،

اس آیت نے امت اسلامیہ کے لئے بڑی آسانیاں اور سہولتیں پیدا کر دیں، کیونکہ نصاریٰ کے نزدیک صرف عفو، اور یہودیوں کے نزدیک صرف قصاص تھا، زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب کبھی تو قصاص کو اور کبھی دیت کو واجب کر دیتے تھے، عرب کے بعض قبائل طیش میں آکر ایک مرد کے بدلہ بہت سے مردوں کو اور ایک عورت کے بدلہ مرد کو اور غلام کے بدلہ آزاد کو قتل کر دیتے تھے غرض ان تمام صورتوں میں کامل عدل موجود نہیں تھا، اس بنا پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں تمام عالم کے سامنے کامل عدل کو پیش کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے آزاد کے بدلے آزاد کو غلام کے بدلے غلام کو عورت کے بدلے عورت کو قتل کا مستوجب قرار دیا، اب اس قانون سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ دور جاہلیت کے اہل عرب کرتے تھے، اسی آیت سے یہ فائدہ بھی معلوم ہوا کہ بعض خون سے دست برداری سقوط قصاص کی موجب ہے لیکن مقتول کے ولی کو دیت کا مطالبہ کرنا صحیح اور قاتل پر اس دیت کا ادا کرنا واجب ہوگا، مطالبہ اور ادا ئے قصاص دونوں معقول طریقہ سے کئے جائیں، بلاشبہہ یہ مسلم قوم پر بڑی آسانی اور شاہانہ ترحم ہے، اگر مقتول کا ولی قاتل سے دیت لے لینے کے بعد پھر قاتل کو قتل کر دے تو وہ خوفناک عذاب میں مبتلا ہوگا، دنیا میں مقتول ہوگا، اور آخرت میں جہنم میں ڈالا جائیگا، بلاشبہہ قصاص میں جسم اور روح دونوں کے لئے بقا ہے، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ جس قوم میں اضطراب داخل ہو جاتا ہے وہ بلندی سے پستی میں آجاتی اور ذلت کے مختلف عذابوں میں گرفتار ہو جاتی ہے، انسان جب موت یا قتل کے بعد اس دنیائے فانی سے رخصت ہو جاتا ہے، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے وارثوں کو مضطرب اور پریشان حال نہ چھوڑے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر ایک عام حکم ہر اس شخص کے لئے ذکر کر دیا ہے کہ جس کی وفات قریب ہو اور موت کے

فرشتے اس کی روح قبض کرنے کے لئے اس کے بستر مرگ کے قریب کھڑے ہوں،

## تیسرا مقصد

| | |
|---|---|
| كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ | تم پر فرض ہے کہ جب تم میں سے کسی کی |
| الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا | موت حاضر ہو اور وہ مال چھوڑے تو والدین |
| الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ | اور رشتہ داروں کیلئے واجبی طور پر وصیت |
| الْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ج | کر جائے، جو کہ پرہیزگاروں پر حق |
| حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ فَمَنْ | ہے، پھر جو شخص اس وصیت کو سن |
| بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ | لینے کے بعد اسے کچھ کا کچھ کرے، تو |
| فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ | اس کا گناہ انہی پر ہے، جو اس میں ردوبدل |
| يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ | کریں گے، بیشک اللہ سننے والا جاننے والا |
| فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا | ہے، اور جس کو وصیت کرنے والے کی |
| أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا | طرف سے کسی طرفداری یا حق تلفی کا اندیشہ ہوا |
| إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ | اور وہ ان میں میل کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں |
| غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ | ہے، بلاشبہ اللہ بخشنے والا رحم والا ہے، |

چونکہ اہل عرب فخر و مفاخرت اور اظہار بخشش کے لئے مرتے وقت غیروں کو اپنا مال وصیت
کر جاتے تھے، اس لئے ابتدا میں اسلام نے غیروں کی بجائے والدین اور اقربا کے لئے وصیت ۱۸۰
مشروع کی پھر جب میراث کی آیت يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ الآیہ نازل ہوئی تو ورثاء کے حق
میں وصیت منسوخ ہوگئی، البتہ غیر ورثاء کے حق میں وصیت کا حکم باقی رہا، عمرو بن خارجہ سے روایت ہے

وہ فرماتے ہیں کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھا اور آپ اس اونٹنی پر بیٹھے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، مین نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ انّ اللہ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث (اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے، اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہین ہے) ابن عباس، حسن، مسروق، طاؤس، ضحاک اور مسلم ابن یسار کا مسلک یہ ہے کہ وصیت غیر ورثاء کے حق مین واجب ہے، لیکن مسلمانون مین مشہور مذہب اس کے خلاف ہے۔ میرے نزدیک پہلا مسلک ہی زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس صورت مین دولت اور ثروت صرف وارثون کے ہاتھ مین نہین رہتی، بلکہ خاندان کے اور افراد بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہین۔ آج یورپ کی قومین بھی اسی کی کوشش کر رہی ہین کہ دولت و ثروت چند افراد ہی کے ہاتھون مین نہ رہے، بلکہ تمام لوگون کو بھی اس سے کچھ حصہ ملے، چنانچہ ایک سال ہوا کہ انگریزون نے یہ قانون پاس کیا کہ امیرون کے مال سے کچھ حصہ قوم کے لئے لیا جائے، تاکہ تمام مال صرف وارثون ہی کے ہاتھ مین نہ رہ جائے اور قوم اس مال سے فائدہ اٹھائے، تمام فقہا اور علماے شریعت کے نزدیک یہ وصیت مستحب ہے، مگر اسی صورت مین جب کہ مال وافر اور بہت زیادہ ہو،

روایت ہے کہ کسی نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ مین کچھ وصیت کرنی چاہتا ہون، حضرت عائشہؓ نے پوچھا تمھارے پاس کتنا مال ہے۔ اس نے کہا تین ہزار درہم، پھر پوچھا کتنی اولاد ین ہین؟ اس نے کہا چار۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا. یعنی بہت زیادہ مال چھوڑے، اور یہ تو بہت کم ہے، تم اس کو اپنی اولاد کے لئے چھوڑ دو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی وصیت کرنی چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ پہلے سے اسکو لکھ کر رکھ لے، چنانچہ ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ جب سے مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی، اسی وقت سے وصیت میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہے،

وصیت مین تبدیل اور تحریف کرنا یا ثلث مال سے زیادہ وصیت کرنا ناجائز ہے، اور اگر موصی لہم کے درمیان کچھ جھگڑا ہو جائے تو اُن مین میل کرانے کے لئے وصیت مین کچھ تبدیلی کر دے تو کچھ حرج نہین،

چونکہ وصیت بھی ایک طرح کا احسان اور ایثار تھی اس لئے اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے روزہ کا ذکر فرمایا، کیونکہ جس طرح وصیت اور فدیہ سے تہذیب مال ہوتی ہے، اسی طرح روزہ سے قوتِ شہویہ کی تہذیب اور تادیب ہوتی ہے، اسلئے کہ دونون مین مال کی حرص کا چھڑانا ہی مقصود ہے، جو تمام مصیبتون مین سب سے بڑی مصیبت ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ترکِ حرص بعد الموت اور ترکِ حرص دنیاوی کو ایک ہی دھاگے مین پرو دیا، روزہ کی آیتون کو لکھنے سے پہلے ہم اس کے احکام ذکر کرتے ہین، تاکہ آیتون کا مطلب اچھی طرح سمجھ مین آجائے،

## روزہ کے واجبات چھ ہین

(۱) رویت ہلال، اگر بادل ہو تو شعبان کے پورے تیس دن ختم کرلئے جائین، اگر ایک عادل اور متقی رویتِ ہلال کے متعلق کہے تو یہ کافی ہوگا، لیکن شوال کے چاند کے لئے دو شاہد عادل کا ہونا ضروری ہے،

(۲) نیت کرنا، روزہ کے لئے ہر رات نیت کرنا ضروری ہے، اگر کوئی مطلق فرض یا مطلق روزہ کی نیت کرے، یا پورے رمضان کے مہینہ کی ایک بار نیت کرے تو وہ روزہ صحیح نہ ہوگا،

(۳) قصداً کھانا پینا ترک کردینا، اگر قصداً کوئی شخص کچھ کھائے، یا پانی پیے یا ناک مین دوا ڈالے یا حقنہ کرے تو روزہ فاسد ہو جائیگا، فصد لینے، پچھنا لگانے یا سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہین ہوتا، اسی طرح کان اور ذکر مین سلائی ڈالنے سے بھی روزہ نہین ٹوٹتا البتہ اگر ذکر سے کوئی ایسی چیز خارج ہو، جو مثانہ مین داخل تھی تو پھر روزہ ٹوٹ جائیگا، راستہ کی گرد یا مکھی یا کلی کرنے کے بعد منھ کا پانی

بلا قصد حلق کے نیچے چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا، لیکن اگر کلی کرنے میں مبالغہ سے کام لے تو روزہ ٹوٹ جائیگا، اگر کسی نے بھول کر کچھ کھا پی لیا تو روزہ فاسد نہیں ہوتا،

(۴) جماع سے پرہیز، اگر کسی نے بھولے سے جماع کر لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اگر کوئی شخص حالت جماع میں ہو، اور صبح صادق ہو جائے، اگر اسی وقت علیحدہ ہو جائے تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا، اور اگر اسی حالت میں رہے تو روزہ فاسد ہو جائیگا، اور اس کو کفارہ دینا پڑیگا،

(۵) منی نکالنے سے باز رہنا خواہ بذریعہ جماع ہو یا بغیر جماع، بیوی کے بوسہ لینے یا صرف اس کے ساتھ سونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر اس حالت میں انزال ہو گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اسی لئے جوانوں کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر بوڑھا ہو یا کوئی ایسا شخص ہو جو اپنی خواہش پر پوری قدرت رکھتا ہو تو ایسے لوگوں کے لئے بیوی کا بوسہ لینے یا اس کے ساتھ سونے میں کچھ حرج نہیں ہے، اگر کسی شخص کو بوسہ لینے سے انزال کا خوف تھا پھر بھی اس نے بوسہ لیا اور بوسہ لینے سے قبل ہی انزال ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا،

(۶) قے کرنے سے پرہیز کرنا۔ کیونکہ یہ عمل روزہ کو فاسد کر دیتا ہے، ہاں اگر بلا قصد و ارادہ خود بخود قے ہو جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، اور اگر اپنے حلق یا سینے سے تھوک وغیرہ کو گھونٹ جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا، عموم بلویٰ کی وجہ سے رخصت ہے،

## روزہ افطار کر دینے سے چار چیزیں لازم ہو جاتی ہیں

قضا کرنا[۱]، کفارہ دینا[۲]، فدیہ دینا[۳]، اور روزہ داروں کی طرح باقی دن ان چیزوں سے پرہیز کرنا[۴] جن سے روزہ ٹوٹتا ہے، قضا کا وجوب تو عام ہے، اسی لئے حائضہ عورتوں پر قضا واجب ہے، اسی طرح مرتد پر بھی، لیکن کافر، بچہ اور مجنون پر قضا واجب نہیں ہے، قضا کے روزوں میں

تسلسل کا ہونا کچھ ضروری نہین ہے، کفارہ صرف جماع مین واجب ہوتا ہے، اس کے علاوہ کھانے اور پینے وغیرہ سے صرف قضا واجب ہوتی ہی، کفارہ واجب نہین، روزہ توڑنے والے کا کفارہ یہ ہی کہ وہ ایک غلام آزاد کرے (اس زمانہ مین اس پر عمل نہین ہوسکتا، کیونکہ غلامون کی خرید و فروخت ممنوع ہی) اس مین اگر غلام آزاد کرنے کی قدرت نہ ہو تو متواتر دو مہینے روزہ رکھے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتون کو اگر بچہ کا خوف ہو تو وہ فدیہ ادا کرین، اور دوسرے دنون مین چھوٹے ہوے روزون کی قضا کرین، ان کا فدیہ یہ ہے کہ وہ ہر دن کے روزہ کے بدلے ایک مد گیہون محتاج کو دیا کرین، جو بوڑھا کہ روزہ نہ رکھ سکے ایک دن کے روزہ کے بدلے ایک مد گیہون خیرات کرے، دن کا باقی حصہ روزہ دارون کی طرح گذارنا صرف اس شخص پر واجب ہے جو قصداً روزہ توڑے، یا اس کے شرائط مین سے کچھ کمی کر دے، اگر کوئی حائضہ عورت دن کے کسی حصہ مین پاک ہو جائے تو دن کا باقی حصہ روزہ دارون کی طرح گذارنا اس پر واجب نہین اور اس مسافر پر بھی واجب نہین ہے، جو افطار کی حالت مین سفر سے واپس آئے، سفر مین روزہ رکھنا ہی افضل ہے، لیکن اگر طاقت نہ ہو تو افطار ہی کرے،

## روزہ مین چھ چیزین سنت ہین

سحری[۱] مین دیر، افطار[۲] کرنے مین عجلت، ماہ[۳] رمضان مین خیر خیرات، کثرت[۴] تلاوت قرآن، مسجد[۵] مین اعتکاف، خاصکر رمضان کے اخیر عشرہ مین، زوال[۶] کے بعد مسواک نہ کرنا۔ یہ تمام احکام امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق ہین، دیگر ائمہ کے نزدیک ان احکام مین اختلاف ہے، جس کو طوالت کے خوف سے یہان نہین ذکر کیا جاتا ہے،

# روزہ کے اسرار

روزہ تین طرح کا ہوتا ہے، ایک عام روزہ دوم خاص روزہ، سوم خاص الخاص، عام روزہ تو یہ ہے کہ پیٹ اور شرمگاہ کو ناجائز خواہشات سے روکے، خاص روزہ یہ ہے کہ کان، آنکھ، زبان ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء وجوارح کو ہر قسم کے گناہ کرنے سے باز رکھے، خاص الخاص روزہ یہ ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل غمہشوں، دنیاوی فکروں اور ماسوی اللہ کی یاد سے بالکل آزاد کردے، دنیا اور ماسوی اللہ کی فکر کرنے سے موخرالذکر قسم کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ وہ خیالات اور فکریں جو آخرت کے متعلق ہوں دین ہی میں داخل ہیں، لہذا اس قسم کا روزہ کیا ہے، اس قسم کا روزہ بہمہ وجوہ خدا کی طرف متوجہ ہوجانا اور غیر اللہ سے بالکل ترک تعلق کردینا ہے، اور یہ روزہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے،

شاید تم یہ کہو کہ کیسا بات ہے کہ تم اس تفسیر میں متضاد باتیں بیان کرتے ہو، کیونکہ اکثر جگہ تم نے بیان کیا ہے کہ علوم وفنون اور صنعتوں کی تحقیق اور ان صنعتوں کو استعمال میں لانا ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے، جن کے چھوڑ دینے ہی سے اہل یورپ مسلمانوں پر غالب آگئے اور ان کے ملکوں کے مالک ہوگئے، پھر تم اس جگہ یہ بیان کرتے ہو کہ ماسوی اللہ کو بالکل ترک کردینا اور صرف ذات خداوندی میں غور وفکر کرنا چاہئے، حالانکہ یہ دونوں متضاد باتیں ہیں، اور تم مسلمانوں کو جمع بین الضدین کی تکلیف دیتے ہو جو بالکل محال ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دنیاوی امور جو دین کے حفظ وبقا کے لئے ضروری ہوں دین ہی میں داخل ہیں، دنیا میں نہیں، اسی لئے سوئی کی صنعت سے لے کر توپ، ہوائی جہاز اور ریلوں کی صنعت تک، اسی طرح علم نحو سے لے کر علم فلک اور علم طبیعی تک سب کا سیکھنا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، کیونکہ ان سے دین اسلام کی اشاعت اور

اس کے حفظ و بقا میں مدد ملتی ہے ،

شاید پھر تم یہان یہ کہو کہ یورپ والون کی طرح ہم مسلمانونسے اس دنیا کا کامل انتظام کسطرح ہو سکتا ہے جب کہ ہمارا مذہب یہ حکم دیتا ہے کہ صرف ذاتِ خداوندی مین فکر کرو، نماز پڑھو، روزہ رکھو اور تہجد وغیرہ پڑھا کرو، نیز موت ہر طرف سے ہم کو گھیرے ہوئے ہی، تو پھر ہم اپنی زندگی کو کس طرح منظم کر سکتے ہین، جب کہ آخرت کی فکر تمام ارادون کو متزلزل کرنے والی اور مساجد مین اعتکاف کو واجب کرنے والی یا نیند اور سستی کو پیدا کرنے والی ہو، تو مین کہونگا کہ ذرا ٹھہر جاؤ اور روزمرہ کی مثالون پر غور کرو، حالانکہ اکثر لوگ ان مین غور نہین کرتے، کیا تم نہین دیکھتے کہ وہ لڑکی جو اپنے باپ کے گھر مین رہتی ہو اور باوجود یہ جانتے ہوئے کہ اس کی اصل زندگی اس کے شوہر کے ساتھ ہوگی وہ روزانہ اپنے باپ کے گھر کی صفائی اور حفاظت کرتی ہے، گویا وہ اس مکان سے کبھی جدا نہین ہوگی، اسی طرح ہم یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہمین اس دنیا کی زندگی کو خیرباد کہنا ہے اس کی اسی طرح تنظیم و ترتیب کر سکتے ہین، جس طرح کہ وہ لڑکی اپنے باپ کے گھر کا انتظام کرتی ہے، اس قسم کے سوالات وہی مسلمان کرتے ہین جن کے اندر دین اسلامی کو سمجھنے کی صلاحیت نہین ہے، اور جو صرف ظاہری عبادتون کی پابندی کرتے ہین، ورنہ ہمارے اسلاف باوجود روزہ رکھنے، نماز پڑھنے، اور تہجد ادا کرنے کے تمام مشرقی اور مغربی ممالک فتح کیا کرتے تھے، اور اس وقت جبکہ فارس اور روم کے باشندے عیش و عشرت مین مشغول تھے، ہمارے اسلاف روزہ رکھتے تھے، نماز اور تہجد پڑھتے تھے، پھر بھی ان کو جنگون مین شکست دے کر ان کے ملکون پر قبضہ کرتے اور بہترین طور پر اس دنیا کا انتظام کرتے تھے، آخرت کی فکر، تہجد اور اعتکاف وغیرہ نے ان کو ان کامون سے کبھی باز نہین رکھا، بلکہ ان تمام کامون اور فکرون کے باوجود ایسے ایسے کام کر گئے کہ آج دنیا انگشت بدندان ہے، مصر مین مصری فوج کے علاوہ صرف رومی فوج تقریباً ایک لاکھ تھی، حالانکہ اتنی فوج کے ہوتے ہوئے صرف ہمارے بارہ ہزار اسلاف

نے مصر فتح کر لیا، مورخین نے روایت کی ہے کہ مقوقس نے اپنے ان قاصدون سے پوچھا جو عمرو بن عاص اور ان کے ساتھیون سے ملنے گئے تھے کہ تم نے ان کو کیسا پایا؟ قاصدون نے کہا کہ ہم نے ان کو ایک ایسی قوم دیکھا جن کے نزدیک زندگی سے موت زیادہ پیاری ہے، اور فخر و غرور سے تواضع و انکساری زیادہ محبوب ہے، ان لوگون کو دنیاوی رغبت کچھ بھی نہین ہے، ان کی بیٹھک زمین پر اور کھانا گھوڑون پر ہے، ان کا امیر بھی ایک عام سپاہی کی طرح رہتا ہے، شریف و ذلیل اور آزاد و غلام مین کچھ بھی تمیز نہین معلوم ہوتی، جب نماز کا وقت حاضر ہوتا ہے تو سب اس مین موجود ہوتے ہین، ایک فرد بھی پیچھے نہین رہتا، پہلے اپنے ہاتھ پانون، اور منہ کو پانی سے دھوتے پھر نہایت انکساری کے ساتھ نماز مین کھڑے ہو جاتے ہین، اس کو سنکر مقوقس نے کہا اگر ان لوگون کے راستہ مین پہاڑ بھی حائل ہو جائے تو یہ لوگ اس کو دور کر دینگے، اور کوئی قوم بھی جنگ مین ان پر غالب نہین ہو سکتی غور کرو کس طرح مقوقس نے دنیا کے اندر زہد اور نماز کے خشوع و خضوع کو ملک اور سیادت کے حصول کا سبب قرار دیا، اس سے معلوم ہوا کہ انسانی نفوس جس قدر زیادہ لطیف اور مادہ سے الگ ہون گے، اسی قدر وہ نفوس مادہ کے زیادہ مالک ہونگے، واللہ ھو الولی الحمید،

## چوتھا مقصد

| | |
|---|---|
| يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ | اے ایمان والو تم پر گنتی کے دن کے روزے |
| الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ | فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگون پر فرض |
| مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ | کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار رہو جاؤ، پھر |
| اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ | تم میں سے جو بیمار ہو، یا سفر مین ہو تو دوسرے |
| مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ | دنون سے گنتی پوری کرے، اور ان لوگون |

مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَى الَّذِيْنَ
يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ
فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ
تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ
اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى
لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى
وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ
الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ
مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ
اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ
الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ
وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ
عَلٰي مَا ھَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ
قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ
اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ
وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ
اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ

پر جو روزہ کی بمشکل طاقت رکھتے ہوں ایک
محتاج کا کھانا کھلانا ہے، اس پر بھی جو شخص
خوشی سے خیر کرے، تو وہ اس کے لئے بہتر ہے
اور تمھارا روزہ رکھنا ہی تمھارے لئے بہتر ہے
اگر تم جانتے ہو، ماہِ رمضان کا مہینہ جس میں لوگوں
کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا گیا، اور
جس میں ہدایت اور فرقان کی واضح دلیلیں
ہیں، پس تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود
ہو تو چاہئے کہ روزہ رکھے، اور جو بیمار ہو
یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی
پوری کرے۔ اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنی
چاہتا ہے، اور تمھارے ساتھ سختی نہیں کرنی
چاہتا، اور تاکہ تم گنتی پوری کرو، اور تاکہ
اللہ نے تم کو جو راہ دکھا دی ہے، اس پر اسکی
بڑائی کرو، اور شاید تم اسکا شکر ادا کرو، اور جب میرے
بندے میرے متعلق سوال کریں تو کہدو کہ میں
نزدیک ہی ہوں، جب پکارنے والا مجھکو پکارتا ہے
تو میں اسکی پکار کو قبول کرلیتا ہوں، تو چاہئے کہ وہ بھی
میرا حکم قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں، شاید کہ وہ ہدایت

| | |
|---|---|
| اِلٰی نِسَآئِکُمْ ۚ ھُنَّ لِبَاسٌ | پاس، روزون کی شب مین اپنی بیویون کے |
| لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ ط | پاس جانا تمھارے لئے حلال کردیا گیا، وہ |
| عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ | تمھارے لباس ہین، اور تم ان کے لباس ہو، |
| اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَ | اللہ کو خبر تھی کہ تم اپنے نفسون کو خیانت پر آمادہ |
| عَفَا عَنْکُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ | کرتے تھے، مگر اللہ نے تمھارا قصور معاف |
| وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ ص | کیا اور تمھاری خطاؤن سے درگذرا، اب انکے |
| وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ | ساتھ ملو ملاؤ، اور جو اللہ نے تمھارے لئے لکھدیا |
| لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ | اسکو تلاش کرو، اور کھاؤ پیو یہانتک کہ صبح صادق |
| الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص | ظاہر ہو جائے اور صبح کاذب غائب ہو جائے |
| ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ۚ | پھر رات تک روزے پورے کرو، اور ۴۸ |
| وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ | اعتکاف کی حالت مین تم ان سے مباشرت نہ |
| عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ط تِلْکَ | کیا کرو، یہ خداوندی ضابطے ہین، ان سے |
| حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا ط | باہر نکلنے کی کوشش نہ کرو، اسی طرح اللہ |
| کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ | اپنے احکام لوگون کے واسطے بیان فرماتا ہے |
| لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ o وَ | تاکہ وہ لوگ پرہیزگار ہو جائین، اور ایک |
| لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ | دوسرے کے مال کو ناحق مت کھاؤ، اور |
| بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِھَآ اِلَی | جھوٹے مقدمے، حکام تک اس غرض سے |
| الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ | مت لیجاؤ تاکہ تم لوگون کے مال کا ایک |
| اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ | حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ، اور تم اسکا علم بھی |

| | |
|---|---|
| تَعْلَمُوْنَ ○ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ | رکھتے ہو، لوگ آپ سے ہلال کے متعلق |
| الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ | سوال کرتے ہیں، کہدیجئے کہ یہ چاند لوگوں کیلئے |
| لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط وَلَيْسَ الْبِرُّ | اور حج کیلئے آلۂ شناخت اوقات ہے، اس میں |
| بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا | کوئی فضیلت نہیں کہ تم گھروں میں انکی پشت |
| وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ج وَاْتُوا | کی طرف سے آؤ، لیکن فضیلت اسکی ہے جو حرام |
| الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ص وَ | چیزوں سے بچے، اور گھروں میں ان کے دروازوں |
| اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ وَ | سے آؤ، اور اللہ ہی سے ڈرو، شاید کہ تم کامیاب |
| قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ | ہوجاؤ، اور ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے |
| يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط | جنگ کریں اور حد سے نہ بڑھ جاؤ، کیونکہ اللہ |
| اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ | حد سے بڑھنے والوں کو پیار نہیں کرتا، اور انکو |
| وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ | جہاں پاؤ قتل کرو اور نکال باہر کرو جس طرح |
| وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ | انھوں نے تم کو نکالا، اور فتنہ قتل سے بھی |
| وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج | زیادہ سخت ہے، اور ان کے ساتھ مسجد حرام |
| وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ | کے قریب قتال مت کرو، جب تک کہ وہ |
| الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ج | لوگ وہاں خود تم سے نہ لڑیں، اگر وہ تم سے وہاں |
| فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ط | لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو، ایسے کافروں کی یہی |
| كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○ | سزا ہے، پھر اگر وہ لوگ کفر سے باز آجائیں تو |
| فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ | اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اور ان کے ساتھ |
| رَّحِيْمٌ ○ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى | جنگ کرو یہانتک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور |

| | |
|---|---|
| لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ | دین اللہ ہی کا ہو جائے، پھر اگر وہ لوگ کفر |
| لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ | سے باز آجائیں تو سختی صرف ظالموں پر ہوگی |
| اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلشَّهْرُ | حرمت والے مہینہ کے بدلے حرمت والا |
| الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ | مہینہ ہے، اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضے کی |
| الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ | چیزیں ہیں، پس جو شخص تم پر زیادتی کرے |
| اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا | تو تم بھی اس پر ویسی ہی زیادتی کرو جیسی کہ |
| عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى | اس نے تم پر کی، اور اللہ سے ڈرتے |
| عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا | رہو، اور یقین کرلو کہ اللہ ڈرنے والوں |
| اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ وَ | کے ساتھ ہوتا ہے، اور خدا کے راستہ میں |
| اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا | خرچ کرو، اور اپنے آپ کو تباہی میں مت |
| تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۖۛ | ڈالو، اور لوگوں کے ساتھ احسان کرو کیونکہ |
| وَاَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ | اللہ احسان کرنے والوں کو پیار کرتا ہے، |

گذشتہ قوموں میں سے ہر ایک قوم کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ وہ ہمیشہ خواہشات نفسانی سے بچے اور کثرتِ طعام سے پرہیز کرے، کیونکہ نفوسِ انسانی کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ انسانوں کے اندر تہذیب نفس پیدا ہو، اور تہذیب نفس پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ روزہ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام پچھلی قوموں پر روزہ فرض کیا، چنانچہ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ اس آیت سے اشارہ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ یعنی اے مسلمانو! تم پر بھی اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم گناہوں اور خواہشات نفسانی سے بچو۔

چونکہ امت اسلامیہ ایک وسط اور عادل قوم تھی اور اس وجہ سے وہ نہ تو خواہشات نفسانی کے پورے کرنے مین افراط سے کام لے سکتی تھی، کیونکہ وہ اس وقت جانورون کے رتبہ مین آجاتی، اور تمام روحانی مراتب سے محروم ہوجاتی، اور نہ ہندیون اور چینیون کی طرح ریاضت نفس مین غلو کرسکتی تھی، کیونکہ اس صورت مین اس کے جسمانی قویٰ مین اسی طرح کا ضعف آجاتا جس طرح بدھون اور برہمنون کے جسمانی قویٰ مین ہمیشہ روزہ رکھنے کی وجہ سے ضعف آگیا تھا، وران پر یورپ مین قومین غالب آگئی تھین، اس لئے اللہ تعالیٰ نے امت اسلامیہ پر گنتی کے یعنی صرف رمضان کے روزے فرض کئے، تاکہ دونون طرح کی سعادتین اس کو نصیب ہون، افراد امت اسلامیہ کے اجسام کی قوت بھی باقی رہے، اور ریاضت نفوس بھی حاصل ہو، بے شک وہی قوم اس دنیا مین کامیاب، او فائز المرام ہوسکتی ہے، جو اپنے اعمال وافعال مین افراط و تفریط سے کام نہ لے اور اعتدال کا درمیانی راستہ اختیار کرے اور ایسی قوم ہی دوسرون کو کامیابی کا راستہ دکھاسکتی ہے،

چونکہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے خطاب مین وہ مریض اور مسافر بھی داخل تھے جن کا بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ رکھنا بہت مشکل تھا، اس لئے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ سے ایسے مریضون اور مسافرون کو پہلے حکم سے الگ کرلیا، اور انھین اجازت دی کہ اگر وہ بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکین تو اچھے ہونے یا سفر سے لوٹنے کے بعد دوسرے دنون سے چھوٹے ہوئے روزون کی گنتی پوری کرلین، نیز ان لوگون کو جو بمشکل روزہ رکھ سکتے ہون ہر دن کے روزہ کے بدلہ فدیہ دینے کا حکم صادر فرمایا، اور یہ فدیہ فقہائے عرب کے نزدیک گیہون مین نصف صاع ہے، اور دوسری چیزون مین ایک صاع، اور فقہائے حجاز کے نزدیک ایک مداور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہ فدیہ ایک فقیر کی افطاری اور سحری ہے، فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایک محتاج کو کھانا کھلانے کے بعد بھی خیر و خیرات کرے اور محتاجون اور

فقیرون کو کھانا کھلائے تو اس کے لئے بہتر ہی ہے، وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی روزہ رکھنا تو ہر حال مین افضل ہے، لیکن یہ افضیلت اسی حد تک ہے، جبکہ بوڑھون، مریضون اور بمشکل روزہ رکھنے والون مین روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور ان کی جان کے نقصان کا اندیشہ نہ ہو ورنہ دوسری حالت مین ان کا روزہ رکھنا بالکل حرام ہو جاتا ہے،

شَهْرُ رَمَضَانَ لفظ الصِّیَام سے بدل واقع ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس رمضان کے ۷۹
مہینے کے روزے تم پر فرض کئے گئے ہین، جس مین کہ نزول قرآن کی ابتدا ہوئی تھی، اور اس قرآن مین تمام انسانون کے لئے واضح ہدایت اور کھلی نشانیان ہین جو حق و باطل مین فرق کرتی ہین، اور چونکہ روزہ ہلال رمضان کے دیکھنے ہی سے واجب ہوتا ہے، اس لئے شَهْرُ رَمَضَانَ الخ کے بعد ہی فرمایا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ الخ یعنی جو شخص رمضان کا چاند دیکھ لے تو اس پر واجب ہے کہ روزہ رکھے، پھر اس عام حکم سے دو قسم کے لوگون یعنی مریضون اور مسافرون کو الگ کیا، اور انھین اجازت دی کہ مرض سے صحت پانے یا سفر سے لوٹنے کے بعد دوسرے دنون سے اس کی گنتی پوری کرلین، اور یہ اجازت صرف اس لئے کہ اللہ تعالی ان پر آسانی کرنا چاہتا ہے، سختی نہین کرنا چاہتا، اور تاکہ وہ خداے تعالی کی اس رخصت پر خدا کی بڑائی بیان کرین اور اس کا شکر ادا کرین،

چونکہ روزے کے اوقات اجابت دعا کے لئے بہترین اوقات ہین، اس لئے اللہ تعالی نے روزون کے بیان کے بعد ہی دعا کا ذکر فرمایا، حضرت کعبؓ سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے پوچھا کہ اے خدا کیا تو ہم سے بالکل قریب ہے تاکہ ہم تجھ سے آہستہ بات کرین، یا دور ہے تاکہ ہم تجھ کو زور سے پکارین اللہ نے فرمایا اے موسیٰ مین اپنے یاد کرنے والون کا ساتھی ہون، موسیٰؑ نے کہا اے خدا ہم تو بعض وقت جنابت اور ناپاکی کی حالت مین ہوتے ہین تو کیا اس وقت بھی ہم تجھ کو یاد کرین، اللہ نے فرمایا اے موسیٰؑ مجھ کو ہر حال مین یاد کرو، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ

ہر حال مین خدا کو پکارین تو مسلمانون کو بالا وحی حکم ملنا چاہئے تھا کہ وہ ہمیشہ اور ہر حال مین خدائے تعالیٰ کا ذکر کرین، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ہ

اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا ہمارا خدا قریب ہے، تاکہ ہم اس سے آہستہ آہستہ بات کرین، یا دور ہے تاکہ ہم اس کو پکارین تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

اجابت اور استجابت دونون ہم معنی الفاظ ہین اور ان کی نسبت اللہ اور بندے دونون کی طرف کیجاسکتی ہے، بندے کی اجابت تو یہ ہے کہ وہ خدا کی اطاعت کرے اور اللہ کی اجابت یہ ہے کہ بندہ جو مانگتا ہے اس کو پورا کرے، گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم مجھ پر ایمان لاؤگے یا میری اطاعت کروگے تو مین تم کو دنیا و آخرت کا صحیح راستہ تبلادونگا تم اپنے جسم مین غور کرو، تمھارے دونون ہاتھ حاسۂ لمس کی وجہ سے سخت مواد کو چھوتے ہین تمھارے منھ حاسۂ ذوق کی وجہ سے مادہ اور مادہ سے زیادہ لطیف چیزون کو چکھتے ہین تمھاری ناک ان ذرات مادی کو سونگھتی ہے جو ہوا مین ادھر ادھر پھیلے ہوتے ہین اور یہ ذرات اپنے ماقبل سے زیادہ لطیف ہین، تمھارے کان امواج ہوائی کو سنتے اور تمھاری آنکھین اس نور کو دیکھ لیتی ہین جو تمام مادون سے زیادہ لطیف ہے، تمھاری عقلین ان تمام حواس سے اعلیٰ اور برتر ہین اور ان کا اتصال عالم الٰہی روحانی کے ساتھ ہے، ہماری روحین عقلی طور پر عالم روحانی کے ساتھ متصل ہین، حسی اور جسمی طور پر نہین، جس طرح ہر حاسہ اسی محسوس کے ساتھ متصل ہوتا ہے جو اس کے مناسب ہوتا ہے اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی اللہ تعالیٰ کے اس قول اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ، کا یہی مطلب ہے، جو مین نے تحریر کیا،

اس آیت مین قرب سے مراد قرب معنوی ہے حسی نہین اللہ تعالیٰ نہ تو مادہ ہے نہ جسم

اور نہ عرض، بلکہ اللہ تعالیٰ مادہ سے پاک اور منزہ ہے، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کا بھی یہی راز ہے، اور اس حدیث من عرف نفسہ عرف ربہ (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا خدا کو پہچان لیا) کا بھی یہی مطلب ہے،

الغرض دعا کی اجابت اسی وقت ہوگی جب کہ قلب بہمہ وجوہ خدے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، اور سائل اور مسئول عنہ کے درمیان مناسبت بھی ہو، عالم کے اندر اس کی مثالین بہت ملتی ہین مثلاً بارش زمین پر پڑتی ہے، مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، کیونکہ طالب اور مطلوب مین ایک قسم کی مناسبت ہے، لہذا جب طالب اور مطلوب مین مناسبت ہو اور قلب کامل طور پر اسی طرف متوجہ ہو تو یقیناً اس کا مطلوب اس کو حاصل ہو سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ (مضطر کی پکار کا کون جواب دیتا ہے، اور اس کی بےچینی کو کون دور کرتا ہے) موجودہ دور مین اسی مطلب کو اعتماد علی النفس سے تعبیر کرتے ہین، یعنی اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے نفس کی ہمت قوی ہو جاتی ہے پھر نفس اپنے عمل مین کوشش کرنا اور لغزش وغیرہ کی کچھ بھی پروا نہین کرتا ہے، مسلمانو! اپنی خلوتون مین خدا کو پکارو، اور عمل سے غافل نہ رہو، ایسا نہ ہو کہ خدا سے دعا کرو اور عمل نہ کرو، سست ہو کر بیٹھ جاؤ، دعا نام ہی ہے اپنی ہمت کو اللہ کی طرف متوجہ کر دینے کا، خدائے تعالیٰ ہماری عقلون سے بالکل قریب ہے، اس لئے اپنی ہمتون کو اس کی طرف متوجہ کر دو، ہمت زیادہ ہو جائے گی، یہ یاد رکھو کہ اگر دعا کے ساتھ عمل نہ ہو اور رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کے مخالف چلو تو پھر تم کبھی اپنے مقصود مین کامیاب نہین ہو سکتے کیا تم نہین دیکھتے کہ چڑیا فضائے آسمانی مین اڑتی اور صبح و شام فراہمی غذا کیلئے کوشان رہتی ہے اسی طرح اے مسلمانو! تم بھی کوشش کرو، آج مسلمان صبح و شام دعا کرتے ہین لیکن ان کی دعا قبول نہین ہوتی، کیونکہ نہ ان مین عمل ہوتا ہے، اور نہ تہذیب نفس، دعا سے

انسان کے اندر حریتِ نفس پیدا ہوتی ہے، چنانچہ اسی حریت کی طرف اللہ تعالیٰ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ،

(یہودی عزیر کو اللہ کا بیٹا، اور نصاریٰ مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں اور ان کے اقوال ان کے قبل والے مشرکین کے اقوال کے مشابہ ہیں، اللہ ان کو ہلاک کرے، وہ کہاں بہکے ہوئے جاتے ہیں) اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہودیوں اور نصرانیوں کے خیالات قدیم مصریوں، رومیوں اور عربوں کے خیالات کے مشابہ ہیں، جو غیر اللہ کو پکارتے تھے، مگر ہم لوگوں سے اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ اے مسلمانو! تم لوگ صرف خدا کو پکارو، تاکہ آزاد رہو، ہر چیز میں اپنی عقلوں سے غور و فکر کرو، کسی کے مقلد نہ ہو، جو شخص غیر اللہ پر اعتماد کریگا، وہ ہمیشہ ظالموں کے نزدیک ذلیل ہی ہوتا رہیگا، تم لوگ مجھے پکارو میں غائب نہیں ہوں، جنگلوں میں میدانوں میں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر، غرض ہر جگہ مجھی کو پکارو میں تمھارے نزدیک ہر وقت حاضر رہتا ہوں، اور تمھارا دل میرا عرش ہے، اس آیت میں ان بعض جاہل مکاروں کی تردید بھی ہے، جو مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ "مسلمانوں کا خدا چونکہ ان سے بالکل دور ہے، اس لئے رات اور دن یہ لوگ اس کو پکارتے اور راستوں میں چیختے رہتے ہیں، گویا یہ لوگ اس کو تلاش کرتے ہیں، اور وہ خدا ملتا نہیں"۔ ایسے اعتراض کرنے والوں کو نہیں معلوم کہ دعا کی اجابت کے لئے زبان سے کہنا بھی ضروری ہے، تاکہ دعا مقبول اور عمل صحیح ہو،

اس کے بعد اللہ تعالیٰ روزہ کی ابتدا اور انتہا کو بیان فرماتا ہے۔ ابتداے اسلام میں یہ دستور تھا کہ صرف عشا کی نماز تک کھانا، پینا اور جماع کرنا، جائز تھا، اور عشا کی نماز کے بعد ممنوع، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عشا کی نماز کے بعد مباشرت کر لی اور اس پر بہت نادم ہوئے، تو یہ آیت نازل ہوئی

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ، رفث سے مراد جماع ہے، جماع کرنے والوں

کے لئے ضروری ہے کہ ان کا مقصد جماع سے صرف طلب بقاے نوع انسانی ہو، اور اس کے ماسوا سب مقاصات مین جو زائل ہوجانے والے ہین، اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین اشارہ فرمایا وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (اور اللہ نے جو تمہارے لئے لکھدیا ہے اس کو تلاش کرو)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جب یہ آیت كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخ نازل ہوئی تو اس مین لفظ مِنَ الْفَجْرِ نہین تھا، لہذا سب لوگ، ایک پیر مین سفید اور دوسرے مین سیاہ دھاگا باندھ لیتے تھے، اور اس وقت تک کھاتے پیتے رہتے تھے کہ یہ دونون دھاگے خوب اچھی طرح دکھائی دینے لگین. تو اللہ تعالیٰ نے مِنَ الْفَجْرِ کا لفظ نازل فرمایا، اور لوگون کو معلوم ہوا کہ سفید اور سیاہ دھاگے سے مراد رات اور دن ہین، اسی قسم کی روایت عدی بن حاتمؓ سے بھی مروی ہے۔

چونکہ روزہ مین اعتکاف کرنا سنت ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے روزہ کے بیان کے بعد ہی اعتکاف کا ذکر فرمایا، جس سے قرب خداوندی حاصل ہوتی ہے، چنانچہ فرمایا وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ، بعض لوگ حالت اعتکاف مین ہوتے ہوئے بھی بیویون سے مجامعت کر لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا، کیونکہ جماع اعتکاف کو باطل کرنیوالا ہے اعتکاف مسجد مین ہونا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رمضان کے اخیر عشرہ مین اعتکاف کیا کرتے تھے، آپکے بعد آپ کی ازواج مطہراتؓ نے اعتکاف کیا، اعتکاف مین جماع کرنا حرام اور اس کے علاوہ اور چیزین مکروہ ہین،

## وضاحت

اعتکاف کرنا سنت ہے، حضرت علیؓ کے نزدیک اعتکاف صرف مسجد حرام مین ہونا چاہئے، عطا فرماتے ہین کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی، دونون مین اعتکاف کرنا جائز ہے، حذیفہ کا خیال ہے کہ صرف

مسجد حرام، مسجد نبوی اور بیت المقدس مین اعتکاف کرنا جائز ہے، اور جگہون مین نہین، امام زہری فرماتے
ہین کہ صرف جامع مسجد مین اعتکاف ہو سکتا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر اس مسجد مین اعتکاف ہو سکتا
ہے، جس مین امام اور موذن ہوں، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک تمام مسجدون مین اعتکاف
کرنا جائز ہے، امام ابو حنیفہؒ کہتے ہین، کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک اعتکاف
١٧ کی اقل مدت ایک لحظہ اور اکثر مدت کے لئے کوئی حد نہین ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک
اقل مدت ایک دن ہے، بشرطیکہ طلوعِ فجر کے قبل داخل ہو، اور غروبِ شمس کے بعد نکلے،

چونکہ روزہ، فدیہ اور وصیت کی طرح اعتکاف سے مقصود قوتِ شہویہ کا ابطال تھا کیونکہ
اعتکاف مین مباح چیزون سے بھی اپنے نفس کو روکا جاتا ہے، اور حوائج ضروری کے علاوہ مسجد سے نہ
نکلنا ہوتا ہے، اس لئے مناسب تھا کہ اعتکاف کے بعد کچھ مال کا بھی ذکر کیا جائے جو قوت شہویہ کو برانگیختہ
کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے، چنانچہ فرمایا وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ، الخ
آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگون کے مال کو ناجائز طور پر مت کھاؤ، اور نہ لوگون کے مال کو لینے کے لئے جھوٹے
مقدمے حکام کے پاس لیجاؤ، کیونکہ کسی حاکم کا حکم نہ تو کسی حلال کو حرام کر سکتا ہے، اور نہ حرام کو حلال،
روایت ہے کہ عبد اللہ حضرمی نے امرء القیس کندی پر ایک قطعہ زمین کا دعوی کیا، لیکن ان کے
ساتھ کوئی دلیل نہ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ سنایا کہ امرء القیس کندی قسم کھائین اور ساتھ
ہی یہ آیت بھی تلاوت فرمائی، اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا الخ
اس آیت کو سنکر امرء القیس نے قسم نہین کھائی، اور زمین عبد اللہ کے حوالہ کر دی، اس پر یہ آیت لَا
تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ الخ نازل ہوئی،

چونکہ روزہ چاند کے دیکھنے ہی سے واجب ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے روزہ اور اعتکاف
کے بیان کے بعد ہی چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمت کے متعلق بھی کچھ فرمایا، اور ساتھ ہی اس سوال کا جواب

دیا، جو معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غنم رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا، کہ چاند ایسا کیوں ہوتا ہے، کہ وہ ابتدا مین بالکل باریک ہوتا ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے، یہانتک کہ پورا ہو جاتا ہے، پھر اس کے بعد گھٹنا شروع ہو جاتا ہے، اور آخر مین اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہے، چنانچہ اللہ نے فرمایا، یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ، (یعنی لوگ آپ سے چاند کے متعلق سوال کرتے ہین، آپ فرما دیجئے کہ چاند لوگون کے دنیاوی امور اور عبادات خصوصاً حج کے اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ ہے. زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام مین دستور تھا کہ انصار جب احرام باندھ لیتے تو گھرون اور خیمون مین دروازہ سے نہین داخل ہوتے، بلکہ دوسری طرف سے داخل ہوتے اور اس کو یہ لوگ نیک کام سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس غلط خیال کی تردید کی اور فرمایا وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا، یہ کوئی فضیلت نہین ہے کہ تم گھرون مین ان کی پشت کی جانب سے آؤ، بلکہ فضیلت یہ ہے کہ تم خدا کی اطاعت کرو، اور معاصی سے بچو، اس آیت مین اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہلال کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق سوال کرنا اتنی ہی بیہودہ بات ہے جتنی کہ گھر مین پشت کی جانب سے داخل ہونا،

اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ روزہ اور اعتکاف سے مقصود قوت شہویہ کو زیر کرنا اور صبر کی قوت پیدا کرنا ہے، اور چونکہ دشمنون سے جنگ کرنے مین بھی صبر کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے روزہ کے بعد ہی جہاد کا ذکر فرمایا، کیونکہ روزہ اور جہاد سے صبر کی قوت پیدا ہوتی ہے، اور نفس حالت بہیمیت سے نکل کر روحانی بلندی حاصل کرتا ہے، روزہ مین کھانے اور دیگر اشیاء کی خواہشون سے نفس کو بچانا مقصود ہے، تو جہاد مین ظالمون کے ظلم اور ذلیل کرنے والون کی ذلت سے اپنے کو آزاد کرنا مقصود ہے. روزہ جہاد اٰلامینین ہے تو جنگ جہاد المخالفین ہے. ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے نفس کو ذلتون سے بچائے، نہ تو اس کا نفس خواہشات نفسانی کا غلام ہو کر ذلیل ہو

نہ کسی دوسری قوم کے ماتحت ہو کر ذلیل ہو، بلکہ مفتوح قوم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذلت کی قید سے نکلنے کے لئے ان تھک کوشش کرے، اور جس طرح بھی ہو اپنی گردنوں سے غلامی کی زنجیر نکال پھینکے انسان کی زندگی ہمیشہ جہاد میں گذرتی ہے، انسان اس دنیا کی زندگی میں ہر طرف سے دشمنوں کے اندر محصور ہے اس کے بعض دشمن تو ایسے ہیں جو اس کے جسم میں داخل ہیں جیسے خواہشات نفسانی اور بعض ایسے ہیں جو اس کے جسم سے خارج ہیں، جیسے ضرر رساں حیوانات اور جنگجو انسان، مگر سب سے پہلے انسان کو داخلی دشمنوں سے جنگ کرنی چاہئے، جب اس سے فارغ ہو تو پھر خارجی دشمنوں کو زیر کرے، جبتک مسلم قوم دینی اعمال کی طرف متوجہ اور ان کی کما حقہ رعایت کرتی رہی اپنے تمام دشمنوں پر غالب رہی، مگر جب یہ حالت بدلی تو اس کو ہر جانب سے دشمنوں نے مقہور اور مغلوب کر دیا، کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنی خواہشوں کی غلام ہو جاتی ہے، تو ان میں نا اتفاقی پیدا ہو جاتی ہے، اور بعض بعض کے دشمن ہو جاتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی زبردست قوم اس پر حملہ آور ہوتی ہے، اور سب کو غلام بنا لیتی ہے، یہی راز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا جس کو آپ نے کسی جنگ کی واپسی کے بعد فرمایا تھا، رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر جہاد النفس (چھوٹے جہاد سے ہم اب بڑے جہاد یعنی نفس کے جہاد کی طرف واپس آئے ہیں) اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ امن کے زمانے میں اکثر لوگ خواہشات نفسانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان میں نا اتفاقی پیدا ہو جاتی ہے، پھر دشمن ان پر بآسانی غلبہ حاصل کر لیتے ہیں، اسی لئے آپ نے نفس کے جہاد کو جہاد اکبر فرمایا، غرض جب روزہ اور جہاد کا مقصد ایک ہی تھا تو اللہ تعالیٰ نے روزہ کے بعد جہاد کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا، وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ الخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا میں جہاد کا حکم نہیں ملا تھا، جب مسلمانوں میں جہاد کی ایک حد تک طاقت پیدا ہو گئی تو مشرکین عرب سے جہاد کرنے کی اجازت دی گئی، اور کفار مکہ نے حدیبیہ کے سال ماہ ذیقعدہ ۶ھ میں آپ کو مکہ میں داخل

ہونے سے روک دیا، بعد میں یہ طے پایا کہ اس سال تو آپ مع ساتھیوں کے واپس چلے جائیں اور آیندہ سال اپنا عمرہ ادا کریں، چنانچہ آپ نے پھر ماہ ذیقعدہ ۷ھ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کی تیاری کی تو صحابہ کو خیال پیدا ہوا کہ شاید قریش ایفاے عہد نہ کریں اور مسجد حرام کی زیارت سے روکدیں تو پھر ہم حالت احرام میں اور ماہ حرام اور شہر حرام کے اندر کس طرح ان سے جنگ کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ الخ یعنی جو تم سے جنگ کریں تم بھی ان سے جنگ کرو، مگر بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو، اور جہاد میں حد سے تجاوز نہ کرو، اور نہ معاہد کو قتل کرو اور نہ مقتولین کا مثلہ کرو، اور نہ بغیر اسلام کی دعوت دیئے ہوئے تم جنگ کی ابتدا کرو، اسکے بعد اس حکم میں ایک بات کا اضافہ کیا اور فرمایا وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ اس آیت میں حکم جہاد ۵۲
کی تعمیم ہے، یعنی ہر جگہ جہاد کرو خواہ حرم میں ہو یا غیر حرم میں، اور آیت أَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ تم بھی ان کو مکہ سے نکال دو جیسا کہ انھوں نے تم کو نکالا تھا، چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا، اور فتح مکہ کے دن جو لوگ اسلام نہیں لائے، مسلمانوں نے ان کو مکہ سے نکالدیا، اور جلا وطن کردیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ جلا وطنی کی سزا قتل سے بھی زیادہ سخت ہے، کیونکہ تا زندگی سزا بھگتنی پڑتی ہے، اور موت تو راحت ہے قتل ہو گیا اور ساری تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ یعنی مشرکین عرب سے جنگ کرو یہانتک کہ فتنہ فرو ہو جاے، او الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اگر مشرکین تم سے حالت احرام، ماہ حرام، اور شہر حرام میں جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرو، کیونکہ حرمات میں بھی قصاص جاری ہو سکتا ہے،

چونکہ جہاد بغیر مال کے نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے جہاد کے بیان کرنے کے بعد ہی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی، اور فرمایا وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ

رِ إِلَى التَّهْلُكَةِ مسلمانون کی ہلاکت کے اسباب مین سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ مسلمان مال جمع کرنے مین مصروف ہو گئے اور مال کو جہاد مین خرچ کرنے کے اصول سے غافل رہے، دوسری قومین اس اصول کو سمجھ گئین اور مسلمانون پر سبقت لے گئین، آج جس قدر قومین ہین سب کے سب فوجین، بندوق، بحری جنگی بیڑے، توپ، ہوائی جہاز اور دوسرے ہلاکت خیز آلات کے تیار کرنے مین مصروف ہین اس لئے کہ وہ اپنے کو ہلاکت سے بچانا چاہتی ہین، جس طرح صرف قبلہ کی طرف منہ کر لینے یا چاند کے متعلق سوال کر لینے کا نام نیکی نہین ہے، اسی طرح صرف دشمن سے جہاد کر لینا نفسی جہاد کے لئے کافی نہین ہے، اور نہ خواہشات نفسانی کے خلاف جہاد کر لینا دشمنون سے جنگ کرنے کے لئے کافی ہے، بلکہ مسلمانون کو تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہونا چاہئے، اور بری خصلتون سے بچنا چاہئے، اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ مسائل حج اور مسئلۂ جہاد کو بیان فرماتا ہے، آیاتِ حج کی تفسیر کرنے کے قبل مین احوال حج بیان کر دینا چاہتا ہون تاکہ آیندہ آیتین بآسانی سمجھ مین آسکین اور ناظرین کے ذہن مین حج کی ایک تصویر قائم ہو جائے

## وجوب حج کی پانچ شرطین ہین

بلوغ، اسلام، عقل، حریت اور استطاعت، جس پر حج واجب ہو اس پر عمرہ بھی واجب ہوتا ہے، استطاعت مین مندرجۂ ذیل صورتین داخل ہین، مثلاً تندرست ہو، راستہ بالکل امون اور محفوظ ہو، وطن تک پہنچنے کے لئے زادِ راہ ہو، اور اپنے اہل وعیال کے لئے اتنا مال چھوڑ سکتا ہو کہ وہ اس کی غیر موجودگی تک اہل وعیال کے خرچ کے لئے کافی ہو، اس کے ذمہ کوئی قرض نہ ہو، سفر کی تکلیفون کو برداشت کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہو، اگر معذور ہو، خود جا کر حج نہ کر سکتا ہو تو کسی کو اپنا روپیہ پیسہ دے کر حج بدل کرا سکتا ہے، بشرطیکہ یہ حج بدل کرنے والا خود پہلے حج سے فارغ ہو چکا ہو اور حاجی بھی ہو،

# حج کے صحیح ہونے کی شرطیں

حج کے صحت کی دو شرطیں ہیں، وقت اور اسلام، بچوں کا حج صحیح ہے، بچہ اگر تمیز دار ہے تو خود سے احرام باندھے، اگر بالکل چھوٹا ہے تو اس کا ولی اس کی جانب سے احرام باندھے، اور اس کو لے کر وہ تمام ارکان ادا کرے جو حج میں کئے جاتے ہیں، حج کا وقت شوال سے لے کر ذی الحجہ کے نو دن تک ہے، جو شخص ان کے علاوہ اور مہینوں میں حج کا احرام باندھے گا تو وہ حج نہ ہوگا، بلکہ عمرہ ہوگا، کیونکہ عمرہ کے لئے کوئی خاص وقت نہیں ہے،

# وقوعِ حج کی شرطیں

وقوعِ حج کی پانچ شرطیں ہیں، یعنی اسلام[۱]، حریت[۲]، بلوغ[۳]، عقل[۴]، اور وقت[۵]،

# وہ ارکان جنکے بغیر حج صحیح نہیں ہو سکتا پانچ ہیں

احرام[۱]، طواف[۲]، طواف کے بعد سعی[۳]، عرفہ میں وقوف[۴]، اور ایک[۵] مذہب کے مطابق وقوفِ عرفہ کے بعد حلق کرانا (بال منڈوانا) عمرہ کے ارکان بھی یہی ہیں، مگر عمرہ میں وقوفِ عرفہ ضروری نہیں ہے،

# کیفیت حج

۱۵۳

جب کوئی شخص اس مقام پر پہنچے جہاں سے لوگ احرام باندھتے ہیں تو وہ سب سے پہلے احرام کی نیت کر کے غسل کرے، اور اچھی طرح طہارت کر لینے کے بعد بغیر سلا ہوا احرام کا لباس

(ایک سفید چادر اور ایک سفید تہ بند) پہن لے پھر اسکے بعد حج یا عمرہ کی نیت کرے، خواہ قران ہو یا افراد (اگر حج یا عمرہ دونون کی نیت کرے تو اس کو قرآن کہتے ہین اور اگر صرف حج کی نیت کرے تو اس کو افراد کہتے ہین) انعقادِ احرام کے لئے صرف نیت کافی ہے، اور نیت کے ساتھ لبیک کہنا مسنون ہے، پھر مکہ مین داخل ہو، افضل تو یہ ہے کہ مکہ مین کداء کے راستہ سے داخل ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی راستہ سے داخل ہوئے تھے، پھر جب مسجد حرام مین داخل ہو تو افضل یہ ہے کہ باب بنی شیبہ سے داخل ہو، پھر حجر اسود کے نزدیک آئے اور اس کو داہنے ہاتھ سے مس کرتے ہوئے بوسہ دے، اس کے بعد طواف قدوم کرے، اگر فرض نماز کا وقت آجائے تو پہلے نماز پڑھے پھر طواف کرے، ہر طواف کی صحت کے لئے وہی شرطین ہین جو نماز کی صحت کے لئے ہین، مثلاً کپڑے پاک وصاف ہون، بدن پاک ہو، جگہ پاک ہو، ستر عورت وغیرہ ہو، کیونکہ بیت اللہ کا طواف بھی ایک طرح کی نماز ہے جس مین اللہ تعالیٰ نے بولنے کی اجازت دی ہے، جب سات مرتبہ طواف ہو جائے تو وہ ملتزم یعنی اس مقام کے نزدیک آئے جو حجر اسود اور دروازہ کے درمیان ہے، اور کعبۃ اللہ کے پردہ کو پکڑ کر جو چاہے خدا سے دعا کرے، پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد باب صفا (صفا ایک پہاڑی ہے) سے نکلے اور صفا ومروہ کے درمیان سات مرتبہ تکبیر کہتا ہوا سعی (دوڑ) کرے، یہان تک کہ جب میل اخضر کے قریب پہنچے، اور اس کے اور میل کے درمیان چھ گز کا فاصلہ باقی رہے، تو تیز دوڑے، اس کو رمل کہتے ہین، پھر جب میلین اخضرین کے پاس آئے، تو آہستہ چلے، جب مروہ کے پاس پہنچے تو اس پر چڑھ جائے، یہ ایک سعی ہوئی، پھر مذکورہ بالا باتون پر عمل کرتا ہوا صفا پر آئے، یہ دوسری سعی ہوگی، اسی طرح سات مرتبہ کرے، اب یہ شخص طواف قدوم اور سعی سے فارغ ہو چکا، طواف قدوم اور سعی دونون سنت ہین، سعی کے لئے طہارت مستحب ہے، واجب نہین، جب ایک مرتبہ سعی کر چکا تو پھر وقوف عرفہ کے بعد دوبارہ سعی کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے، کیونکہ حج کا جو رکن تھا وہ ادا

ہوگیا، اسلئے کہ سعی کیلئے یہ شرط نہین ہے کہ کوئی شخص وقوف عرفہ کے بعد سعی بھی کرے، بلکہ یہ شرط طواف رکن کیلئے
ہے کہ وقوف عرفہ سے پہلے طواف رکن نہین کیا جا سکتا، البتہ سعی کے لئے یہ شرط ضرور ہے کہ طواف کے
بعد واقع ہو، خواہ وہ کوئی طواف بھی ہو، اگر کوئی حاجی عرفہ کے دن سیدھے عرفات پہنچ جائے تو وقوف
سے پہلے طواف قدوم اور دخول مکہ کے لئے جلدی نہ کرے، اور اگر کوئی شخص عرفہ کے چند دن قبل پہنچے
اور طواف قدوم کرلے تو اس کو محرم ہی رہنا چاہئے، پھر ترویہ کے دن منیٰ مین جائے اور وہین رات گذارے
پھر صبح کو منیٰ سے عرفہ مین ٹھہرنے کے لئے نکلے، کیونکہ زوال کے بعد عرفہ مین ٹھہرنا فرض ہے، قیام عرفہ
کا وقت زوال سے لیکر قربانی کے دن کے طلوع فجر تک ہے، وقوف عرفہ کے لئے پہلے غسل کرلینا
چاہئے، پھر جب آفتاب ڈھل جائے تو امام مناسب خطبہ دے، پھر بیٹھ جائے، اور اسی وقت موذن
اذان شروع کردے، پھر امام اثنائے اذان مین دوسرا خطبہ شروع کردے، اقامت اور اذان دونون
ایک ساتھ ہون، اور جب ادھر اقامت ختم ہو تو ادھر امام بھی اپنا خطبہ ختم کرلے، پھر ظہر اور عصر کی
نماز ساتھ ہی ساتھ پڑھے، پھر غروب آفتاب کے بعد کوچ کرے، اور نہایت اطمینان کے ساتھ چلتا ہوا
مزدلفہ مین داخل ہو، یہان بھی غسل کرکے مغرب اور عشار کی نماز ایک ساتھ پڑھے، جب آدھی رات
ہوجائے تو اسی میدان سے ہر شخص ستر کنکریان چن کر اپنے ساتھ رکھ لے، پھر غلس مین صبح کی نماز پڑھ
لینے کے بعد مشعر الحرام مین آئے اور طلوع آفتاب کے قبل یہان سے کوچ کرے، جب قربانی کے
دن کی صبح ہو تو سب لوگ لبیک اور تکبیر کہتے ہوئے منیٰ اور مواضع جمرات مین داخل ہون، پہلے
اور دوسرے جمرے سے کوئی تعرض نہ کرے، جب جمرہ عقبہ کے پاس آئے تو طلوع آفتاب کے بعد
اس جمرہ پر ایک نیزہ کے فاصلہ سے سات کنکریان پھینکے، کنکری پھینکتے وقت ہر شخص قبلہ رو ہو یا
جمرہ کی طرف رخ کئے ہوئے ہو، اور تکبیر اور لبیک بھی کہتا رہے، اور جب رمی جار سے فارغ
ہوجائے تو لبیک اور تکبیر کہنا چھوڑدے، صرف قربانی کے دن کے ظہر کے وقت سے لیکر آخری

ایام تشریق کی صبح کی نماز کے بعد تک تکبیر کہا کرے، جب رمی جمار سے فراغت ہو جائے تو ہر شخص قربانی کا جانور ذبح کرے، پھر اپنے سر کا بال استرے سے مونڈوائے، اور اگر عورت ہو تو کچھ کم کرا لے، اور جس کے سر میں بال ہی نہ ہوں تو وہ بھی صرف استرا اپنے سر پر پھروا لے، سر مونڈوا لینے کے بعد بیوی اور شکار کے سوا باقی چیزیں حلال ہو جاتی ہیں،

حج اور عمرہ میں چھ چیزیں ممنوع ہیں، اول قمیص، پائجامہ، موزہ اور عمامہ وغیرہ کا پہننا، صرف ایک چادر پہننی چاہئے اور سر بھی کھلا رہے، عورت ہر قسم کا سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے، لیکن چہرہ کھلا رکھنا چاہئے، دوم، تمام خوشبوؤں کا استعمال، اگر کوئی خوشبو لگائے تو اس کو ایک بکری کی قربانی دینی پڑیگی سوم اثنائے حج میں سر مونڈوانا اور ناخن ترشوانا، ورنہ ایک بکری فدیہ میں دینی پڑیگی، سرمہ لگانا، غسل کرنا، فصد لینا، پچھنا لگانا اور بال میں کنگھی کرنا جائز ہے، چہارم، جماع، پنجم مقدمات جماع جیسے بوسہ اور ملامست وغیرہ، اسی طرح اخراج منی بھی ناجائز ہے اور حالت احرام میں اپنا نکاح کرنا یا کسی دوسرے
کا نکاح کرانا دونوں ناجائز ہے، ششم خشکی کا شکار، اگر کوئی شخص حالت احرام میں شکار کرے تو اس کو ۱۵۴
اسی قسم کا جانور فدیہ میں دینا ہو گا، یہی وہ تمام ممنوعات ہیں جو جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد حلال ہو جاتے ہیں، اور جس کو تحلل اول کہتے ہیں، صرف شکار اور جماع حرام رہتے ہیں، پھر جب ان تمام سے فارغ ہو جائے تو مکہ کی طرف کوچ کرے اور یہاں پہنچکر بیت الحرام کا اسی طرح طواف کرے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے، اسی طواف کو طواف رکن یا طواف زیارت کہتے ہیں، اس طواف کا اول وقت قربانی کی رات کے نصف کے بعد کا وقت ہے، اور افضل وقت قربانی کا دن ہے، آخر وقت کی کچھ حد نہیں، مگر جب تک یہ طواف نہ ہو جائے احرام باندھے رہنا چاہئے، پھر جب یہ طواف ہو جائے تو ساری ممنوع چیزیں حلال ہو جاتی ہیں، اور جماع وغیرہ سب کچھ کر سکتا ہے، گویا احرام بالکلیہ رفع ہو جاتا ہے، اس کے بعد رمی ایام تشریق اور منیٰ کی شب باشی باقی رہجاتی ہے، جو زوال احرام کے

بعد ہ مبسیل اتباع حج واجب ہے،

حلال ہونے کے تین اسباب ہیں، کنکری پھینکنا، سر مونڈوانا، اور طواف زیارت کرنا، اگر کوئی شخص ان تین میں سے دو باتوں سے فارغ ہو جائے تو اس کے لئے پہلا تحلل صحیح ہو جاتا ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے کنکری پھینکے، پھر قربانی کرے، پھر سر مونڈوائے، پھر طواف کرے، ان تمام کے بعد امام یادگار خطبہ دے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا، جب تمام حاجی آخری طواف یعنی طواف رکن سے فارغ ہو جائیں تو سب مل کر کنکری پھینکیں اور شب باشی کے لئے پھر منیٰ میں واپس آئیں اور ایک دن وہاں ٹھہریں، دوسرے دن میں زوال آفتاب کے بعد غسل سے فارغ ہو کر پہلے جمرہ کے پاس جائیں اور اس پر سات کنکریاں پھینکیں، پھر دوسرے جمرہ کے پاس آئیں اور اس پر بھی پہلے کی طرح سات کنکریاں پھینکیں، اور یہاں پر تہلیل و تکبیر کے بعد حضور قلب سے دعا کریں، پھر تیسرے جمرہ کے پاس آئیں، اور اس پر بھی سات کنکریاں پھینکیں اور یہ رات منیٰ ہی میں گذاریں، پھر ایام تشریق کے دوسرے دن بھی ظہر کے بعد کل کی طرح اکیس کنکریاں پھینکیں، اس کے بعد حاجیوں کو اختیار ہے یا تو منیٰ میں ٹھہریں یا مکہ واپس آجائیں، اگر کوئی حاجی غروب آفتاب کے قبل منیٰ سے نکل گیا، تب تو اس پر کچھ نہیں ہے، اور اگر شام ہو گئی تو پھر منیٰ میں رات گذارنا اور دوسرے دن اکیس کنکریاں پھینکنا اس پر واجب ہو جاتا ہے، اگر کوئی شخص باوجود شام ہو جانے کے وہاں سے نکل گیا اور وہاں رات نہیں گذاری اور نہ کنکری پھینکی تو اس کو ایک جانور کی قربانی کرنی پڑے گی، اور گوشت کو صدقہ کرنا ہوگا اسی کا نام اسلام میں حج ہے،

## عمرہ

جو شخص چاہتا ہے کہ حج کے قبل یا حج کے بعد عمرہ کرے تو وہ شخص غسل کرے اور احرام باندھے

جیسا کہ حج مین بیان کیا گیا ہے، عمرہ کا احرام اس کے میقات پر باندھنا چاہئے، تمام میقاتون سے افضل میقات جعرانہ ہے، پھر تنعیم، پھر حدیبیہ، پھر عمرہ کی نیت کر کے لبیک کہتا ہوا مسجد عائشہ مین داخل ہو اور دو رکعت نماز پڑھے اور جو چاہے خدا سے دعا کرے، پھر لبیک کہتا ہوا مکہ کو واپس ہو، جب مسجد حرام مین داخل ہو جائے تو لبیک کہنا چھوڑ دے اور سات مرتبہ طواف اور سات مرتبہ سعی کرے، پھر اپنا سر مونڈوائے اس کے بعد عمرہ ختم ہو جاتا ہے، اس طریقہ یعنی پہلے حج پھر اس کے بعد عمرہ کرنے کو افراد کہتے ہین، ایک دوسرا طریقہ اور ہے جس کو قران کہتے ہین، وہ یہ کہ حج اور عمرہ دونون کو جمع کر دے، احرام باندھنے کے وقت لبیک لحجۃ و عمرۃ کہے تو اس حالت مین عمرہ حج مین داخل ہو جاتا ہے، جس طرح وضو غسل مین داخل ہو جاتا ہے، طوافِ قدوم کے بعد جو سعی ہو گی وہ دونون کی سعی شمار ہو گی، تیسرا طریقہ وہ ہے جس کو تمتع کہتے ہین وہ یہ کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر چلے اور مکہ مین جا کر حلال ہو جائے، اور حج کے وقت تک تمام محظورات سے مستفید ہوتا رہے، پھر حج کا احرام باندھے، ان طریقون مین سب سے افضل طریقہ افراد کا ہے پھر تمتع کا، پھر قران کا، اب تم احکامِ حج کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہو، یہ تمام احکام امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق ہین، بعض مین کچھ اختلاف ہے، جس کو ہم آیت کی تفسیر کے ماتحت بیان کرینگے،

## حج اور بقیہ ارکانِ اسلام کے اسرار

انسان اس دنیا مین اس مالدار تاجر یا اس بادشاہ کے بچہ کی طرح ہے، جس کو بہت کچھ دولت و ثروت
ورثہ مین ملی، پھر اس نے تجارت کے ذریعہ اس کو بہت بڑھایا، انسان کو اس دنیا مین ہر طرف سے حوادث
زمانہ اور مصیبتین گھیرے ہوتی ہین، اگر انسان ان مصیبتون کو برداشت کرے اور ان پر صبر کرے اور
اس کی ہمت قوی ہو جائے تو یہی چیزین اس کی دنیاوی سعادت کے لئے ایک زبردست قوت ہونگی ١٥٥
جس کو بچے اور حیوان کبھی محسوس نہین کر سکتے، بچون اور جانورون کو صبر نہین کیونکہ صبر عقل سے پیدا ہوتی

ہے، نعمتوں، لذتوں، اور کھانے پینے سے تمتع حاصل کرنے میں عقلمندوں کے ساتھ بچے اور حیوان بھی مشترک ہیں، لیکن یہ تمام چیزیں غیر مستقل ہیں، ان کے اندر انسانی سعادت کا انحصار نہیں ہے، بلکہ انسانی سعادت یہ ہے کہ انسان اس کو خود اپنے لئے حاصل کرے وہ اس طرح کہ حوادث زمانہ پر صبر کرے، یہی صبر اس کے لئے ایک ایسی ڈھال ہوگی جس سے وہ زمانہ کی تمام آفتوں سے بچتا رہیگا، اس کو ایک ایسا اطمینان حاصل ہوگا کہ لاکھ غم اور خوشی اس پر گذرے لیکن یہ اس کی سعادت میں موثر نہیں ہو سکتے، آیت وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ الخ میں اسی طرف اشارہ ہے، لہذا مصیبت بھی میراث کے مشابہ ہے، جس طرح میراث عام ہے اسی طرح مصیبت بھی عام ہے، اور جس طرح میراث سے سعادت حاصل ہوتی ہے، اسی طرح مصیبت سے بھی سعادت حاصل ہوتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوا کہ انسان کے اندر زیادہ ترقی کرنے کا جذبہ پیدا کرے، تو اس پر کتابیں نازل کیں، اور انہی کتابوں سے انسان کو مہذب بنانے کا ارادہ کیا، تہذیب دو چیزوں سے پیدا ہوتی ہے، اول تخلیہ دوم تحلیہ، تخلیہ چند صورتوں سے ہوتا ہے، کبھی ترک لذات سے جیسا کہ روزہ میں ہے کبھی مرغوب اور دلپسند چیزوں کے سلب ہو جانے سے مثلاً بچہ کا انتقال ہو جانا یا روپیہ وغیرہ کا زکوٰۃ اور صدقات میں خرچ ہو جانا، ایک عاقل شخص میں جس قدر عقل بڑھتی جاتی ہے تو اتنی قدر اقربا، خاندان اور قوم کی محبت بھی بڑھتی ہے، اسی وجہ سے وہ شخص گھبرا جاتا ہے، جب کہ اس کے رشتہ دار یا والدین یا اس کے خاندان کے کسی فرد پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے، اگر اس حالت میں اس نے صبر کیا تو یہی اس کے لئے جمال اور حسن ہے، اور یہی اس کے لئے وہ پر ہے جس سے وہ بلندی کی طرف پرواز کر سکتا ہے، غرض جس طرح ایک مسلمان کھانے پینے اور جماع سے رمضان میں علحدہ ہوتا ہے اور زکوٰۃ میں مال کی مضبوط زنجیر سے آزاد ہو جاتا ہے، اسی طرح حج میں لباس سے بھی خالی ہو جاتا ہے سلا ہوا کپڑا نہیں پہنتا، بلکہ ایک سفید تہبند اور ایک سفید چادر پر کفایت کرتا ہے، سر کھولے ہوئے ننگے

پیر تمام لوگونکے ساتھ دھوپ کی گرمی مین خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے، اہل وطن سے دور، مال کا خرچ، کپڑون سے ننگا، عورتون سے محروم، غرض ہر قسم کا تخلیہ ایام حج مین ہوتا ہے، زکوٰۃ اور حج مین یہی تخلیہ ہے، لیکن تحلیہ، تو وہ نماز مین بدرجۂ اتم موجود ہے، پہلے انسان وضو کرتا ہے پھر اپنے قلب کو خدا کی طرف متوجہ کر دیتا ہے، اس کے قلب مین یہ بات جاگزین ہو جاتی ہے، کہ وہ رحمٰن و رحیم ہے، اس کی رحمتین تمام مخلوقات کو شامل ہین، جب جلال خداوندی اچھے طور پر اس کے قلب مین جلوہ فگن ہوتا ہے، تو بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ الآیہ گویا وہ خدا کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے، یہی چیز تحلیہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دینے، روزہ رکھنے سفر حج مین مال کے خرچ کرنے، قربانی کرنے اور عورتون اور سلے ہوے کپڑون کے چھوڑنے کی وجہ سے انسان اس حقیر زندگی کے تمام علائق سے خالی اور علحدہ ہو جاتا ہے، اسی کو تخلیہ کہتے ہین، اور تحلیہ تو وہ مناجات اور توجہ قلب اور اس سے مدد چاہنے مین موجود ہے، نیز حج مین احرام باندھتے وقت اس دعا لَبَّیْكَ اللّٰھم لبیك لا شریک لك لبیك ان الحمد و النعمة لك والملك لا شریک لك لبیك وسعدیك والخیر کله بیدیك والرغباء الیك لبیك لحجة حقا تعبدا و رقا اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمد مین بھی تحلیہ موجود ہے، غرض اسلام کی بعض عبادتون مین تخلیہ اور بعض عبادتون مین تحلیہ ہے، تم یہ نہ خیال کرو کہ حج کے اعمال حکمت سے خالی اور بیکار ہین، ہرگز نہین، کیونکہ وہ تمام قول اور عمل جسکو انسان حج مین ادا کرتا ہے، سب کے سب حکمت سے پُر ہین، جس طرح نماز پڑھنے مین قلبی توجہ ہوتی ہے، اسی طرح طواف، سعی، اور رمی جمار مین بھی قلبی توجہ پائی جاتی ہے، اور جس طرح کشتی لڑنے والون کے کھڑے ہونے، جھکنے اور ان کے دیگر اعمال مین اور نماز کے کھڑے ہونے، جھکنے اور اعمال مین فرق ہے، کیونکہ کشتی والون کے تمام اعمال سے تقویت عضلات اور مسابقت مقصود ہوتی ہے، اور

اسی قسم کا اثر بھی اس کے نفس مین پیدا ہوتا ہے، لیکن نماز کے اعمال سے خشوع وخضوع اور رجوع الی اللہ
مقصود ہوتا ہے، اس لئے نفس مین آثار بھی اسی قسم کے پیدا ہوتے ہین، کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات
ثابت ہے کہ جس عمل کا جو مقصد ہوتا ہے، ویسا ہی اثر اس سے نفس مین پیدا ہوتا ہے، اسی طرح طواف
بیت اللہ اور سعی اور رمی جمرات کے اور انسان کے اسی قسم کے افعال کے درمیان جو اس سے ہمیشہ
صادر ہوتے رہتے ہین، بہت بڑا فرق ہے، کیونکہ حج کے تمام افعال سے خدا کی عظمت کا ظہور مقصود ہے
چنانچہ بیت اللہ کے طواف سے خدا کی ہستی اپنے پورے صفات جلالی کے ساتھ اس کے ذہن مین
اتر جاتی ہے، اسی طرح صفا اور مروہ کی سعی اس غلام کی گردش کے مشابہ ہے جو کسی بادشاہ کے محل
کے صحن مین ادھر سے ادھر اپنی خدمت ظاہر کرنے کے لئے آمد و رفت کرتا رہتا ہے، رمی جمار سے یہ
مقصود ہے کہ اے خدا جس طرح یہ کنکری ہم سے دور ہو رہی ہے، اسی طرح ہم گناہون سے دور رہینگے
تو بھی ہمارے گناہ دور کر دے، یہ ضروری بات ہے کہ یہ افعال ویسا ہی اثر کرین گے جس مقصد کیلئے
یہ وضع کئے گئے ہین، اسی وجہ سے ہم حاجیون کو دیکھتے ہین کہ ان کے سر بسرت اور ذکر اللہ اس طرح ۱۵۶
موجود ہوتا ہے کہ نوعِ انسان کے دوسرے اعمال مین مفقود ہے، غرض جس طرح الفاظ کا اثر انکے
مدلولات کے مطابق ہوتا ہے، اسی طرح افعال کا اثر ان کے مقصد کے مطابق ہوتا ہے، اسی فعل کا اثر
شریعت مین ایک قسم کا اور دنیاوی حالات مین دوسرے قسم کا ہوتا ہے، جیسا کہ نماز اور کشتی کی مثال
سے واضح ہے، غور کرو تحیہ (مبارکبادی) ایک قوم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ اپنے آنے والے دوست
کے منہ پر تھوکے، دوسری قوم کے نزدیک یہ ہے کہ اس کو زدوکوب کرے، تیسری قوم کے نزدیک
یہ ہے کہ چت ہوکر زمین پر لیٹ جائے، اور چوتھی قوم کے نزدیک یہ ہے کہ اپنی پشت کو آنے والے
کی طرف کر دے، یہ تمام اعمال وہی مقصد ظاہر کرینگے جس کے لئے عرف مین بنائے گئے ہین یعنی ایک
قسم کی تعظیم گو وہ دوسری قوم کے نزدیک تعظیم نہ ہو، اگر وہ اپنے آنے والے دوست کے ساتھ یہ برتاؤ

ذکرے تو پھران دونون مین عداوت اور بغض پیدا ہوجائیگا، جیسا کہ انسان کی عادت ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان اعمال رکوع، سجود، طواف، سعی اور رمی وغیرہ کو اپنے ذکر کے لئے ظواہر اپنے امر کے لئے امتثال، اور اپنی صفات اور جلال کے لئے استحضار اور بندون کے گناہون کو پاک وصاف کرنے والا بنایا ہے، یہ واضح رہے کہ حج مبرور وہی ہے جس مین یہ اچھے معانی پائے جائین، اس کی علامت یہ ہے کہ حج مبرور والا اس حال مین گھر واپس ہوگا کہ وہ خدا کا عاشق اور دنیا سے بیزار ہوگا، موت سے نہین ڈرے گا، ہمیشہ اللہ کی ملاقات کو پسند کریگا، اور ہر حق والے کو اس کا حق دیا کریگا، یہی راز ہے اس حدیث شریف کا رسول اللہ صلعم نے فرمایا الحج المبرور لیس لہ الا الجنہ (حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے) لیکن جو نماز اور حج ان مطالب سے خالی ہون تو پھران کے ادا کرنے والے سعادت عالیہ کو نہین پا سکتے اور وہ ہمیشہ اصل سعادت سے محروم رہین گے،

# پانچوان مقصد

## حج اور بعض احکام قتال مین

| | |
|---|---|
| وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ | اور حج اور عمرہ کو اللہ کے واسطے پورا کرو پھر اگر |
| فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ | تم روکے گئے تو جو میسر ہو قربانی بھیجو اور اپنے |
| مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا | سرون کی حجامت نہ بنواؤ جبتک کہ قربانی |
| رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ | اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے، پھر تم مین سے جو کوئی |
| مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا | بیمار ہو یا اس کے سر کی کوئی تکلیف ہو تو |
| اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ | روزون یا خیرات، یا قربانی کا فدیہ دے |
| فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ | پھر جب تم کو خاطر جمع ہو تو جو کوئی حج کیساتھ |

| | |
|---|---|
| صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ج فَاِذَآ | عمرہ ملا کر فائدہ اٹھائے تو جو میسر ہو قربانی |
| اَمِنْتُمْ قف فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ | کرے، پھر جو کوئی قربانی کے جانور نہ پائے تو |
| اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ | حج کے دنوں میں سے تین دن کے روزے رکھے |
| فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ | اور جب گھر واپس جائے تو سات روزے رکھے |
| اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا | یہ دونوں ملکر دس پورے ہوئے یہ ان کیلئے |
| رَجَعْتُمْ ط تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط | ہے جنکے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والوں |
| ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى | میں سے نہ ہوں، اور ڈرو اللہ سے اور |
| الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ | جان لو کہ اللہ سخت عذاب لینے والا ہے |
| وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ | حج کے کئی معلوم مہینے ہیں، پھر جس نے ان کے |
| الْعِقَابِ ○ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ | اندر حج کو لازم کرلیا تو حج میں نہ عورت سے |
| مَّعْلُوْمٰتٌ ج فَمَنْ فَرَضَ | بے پردہ ہونا ہے اور نہ گناہ کرنا ہے اور |
| فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ | نہ جھگڑا کرنا ہے، اور تم جو کچھ نیکی کروگے |
| لَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى | اللہ اس کو جانتا ہے، اور زاد راہ ساتھ |
| الْحَجِّ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ | لیا کرو کہ بہتر زاد راہ گناہ سے بچنا ہے اور |
| يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ط وَتَزَوَّدُوْا | اے عقلمندو مجھی سے ڈرو، تم پر کچھ گناہ |
| فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى | نہیں کہ تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو |
| وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ○ | پس جب طواف کے لئے عرفات سے چلو |
| لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا | تو مشعر حرام کے نزدیک خدا کو یاد کرو جس |
| فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط فَاِذَآ اَفَضْتُمْ | طرح اس نے تم کو سکھایا، اگرچہ تھے تم اس سے |

مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ
الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا
هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ
لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ○ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ
حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا
اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○
فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا
اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ
ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ
رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ
فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ○ وَمِنْهُمْ
مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً
وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اُولٰۗىِٕكَ
لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ
وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ وَ
اذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ
فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ
عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ

پہلے گمراہ۔ پھر طواف کے لیے چلو جہاں سے
کہ سب لوگ چلیں، اور خدا سے گناہ بخشوا ؤ
بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا
ہے، پھر جب حج کے کام پورے کر چکو
تو اللہ کو یاد کرو جس طرح کہ تم اپنے
باپ دادون کو یاد کرتے تھے۔ بلکہ اس
سے بھی زیادہ یاد، پھر لوگون مین سے
کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے پروردگار
دے ہم کو دنیا مین۔ حالانکہ آخرت مین
اس کے لئے کوئی حصہ نہین اور ان مین
سے کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے پروردگار
دے ہم کو دنیا مین خوبی اور آخرت مین
خوبی، اور دوزخ کے عذاب سے ہم کو
بچا، انہی کے لئے اس چیز سے حصہ ہے،
جسکو انھون نے کمایا، اور اللہ جلد حساب
لینے والا ہے، اور اللہ کو گنتی کے دنون
مین یاد کرو، پھر جو کوئی دو دن ہی مین
چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہین، اور جو
کوئی رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہین، یہ

عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ
عَلٰي مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَھُوَ اَلَدُّ
الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى
فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا
وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝
وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ
اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ
فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ
الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ
اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا
فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ

حکم اس کے لئے ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو، اور
اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم اسی کے پاس
جمع کئے جاؤ گے، اور لوگون مین سے کسی ۱۵۷
کی باتین اس دنیا کی زندگی مین تجھ کو خوش
لگتی ہین، اور وہ اپنے دل کی بات پر خدا
کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ سخت جھگڑالو
ہے، اور جب وہ پیٹھ پھیرتا ہے تو زمین مین
فساد ڈالنے اور کھیتیون اور جانورون کو
برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اللہ
فساد کرنے کو خوش نہین رکھتا، اور جب اس سے
کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسکو
گناہ پر کھینچ لاتا ہے پھر بس ہے اسکو دوزخ اور وہ
بری تیاری ہے، اور لوگون مین سے کوئی اپنی
جان کو اللہ کی خوشی کے تلاش کرنے کیلئے
خریدتا ہے، اور اللہ بندون پر شفقت رکھتا ہے
اے ایمان والو! پوری طرح سے اسلام مین
داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے قدمون پر مت
چلو، کیونکہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے، پھر
اگر تمھارے پاس کھلے احکام آنے کے بعد

| | |
|---|---|
| مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ | بھی تم ڈگنے لگو تو جان لو کہ اللہ زبردست |
| فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ | اور حکمت والا ہے، کیا لوگ یہ انتظار رکھتے |
| هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ | ہیں کہ اللہ اور فرشتے ابر کے سائبانوں میں |
| اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ | ان کے پاس آئیں، اور فیصلہ ہوگیا، اور |
| الْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ | اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جائینگے، |
| وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ | بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ ہم نے ان کو |
| سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ | کتنی کھلی دلیلیں دیں، اور نعمت کے |
| مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ | پہنچنے کے بعد جو شخص اس کو بدل ڈالے |
| يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ | تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے، |
| مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ | ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کیا |
| الْعِقَابِ ○ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا | دنیا کی زندگی رچھائی گئی، اور وہ ایمان |
| الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ | والوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں، حالانکہ جو |
| مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ | لوگ پرہیزگار ہیں وہ قیامت کے دن |
| اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ | ان سے اوپر ہونگے، اور اللہ جس کو چاہتا |
| وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ | ہے، بے شمار روزی دیتا ہے، لوگ |
| حِسَابٍ ○ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً | ایک ہی امت تھے، پس اللہ نے خوشخبری |
| وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ | دینے والے اور ڈرانے والے نبی بھیجے |
| مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۪ | اور ان کے ساتھ سچی کتاب بھیجی تاکہ |
| وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ | لوگوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کریں |

| | |
|---|---|
| يَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا | جس مین کہ انھون نے اختلاف کیا تھا، اور |
| فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا | اس مین نہین اختلاف کیا، مگر انہی لوگون |
| الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا | نے جن کے پاس کھلی نشانیان آچکی تھین، |
| جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ | اور یہ اختلاف محض آپس کی ضد سے تھا |
| فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا | پس اللہ نے اپنے حکم سے ایمان والون |
| لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ | کو اس سچی بات کی راہ دکھائی جس مین |
| بِإِذْنِهِ ۚ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ | کہ انھون نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ |
| يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ | جسکو چاہتا ہے سیدھے رستہ کی طرف ہدایت دیتا |
| أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ | ہے کیا تم کو خیال ہے کہ تم جنت مین داخل |
| وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا | ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر تم سے پہلے لوگون کے |
| مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ | برابر بھی مصیبتین نہین آئین جنکو کہ سختی اور |
| وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ | تکلیف نے چھو لیا تھا، اور وہ جھنجھوڑے |
| يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ | گئے، یہانتک کہ رسول اور وہ لوگ جو |
| آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللّٰهِ ۗ | اس پر ایمان لائے، پکار اٹھے کہ اللہ کی |
| أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ ۝ يَسْأَلُونَكَ | مدد کب آویگی، آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی مدد قریب |
| مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ | ہی ہے، اے پیغمبر! تجھ سے پوچھتے ہین کہ کیا چیز |
| خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتٰمٰى | خرچ کرین، کہدو کہ جو کچھ بھلائی کی چیز |
| وَالْمَسٰكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا | خرچ کرو تو ماں باپ، اور رشتہ دارون |
| مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ كُتِبَ عَلَيْكُمُ | اور یتیموں اور محتاجون، اور مسافرون کیلئے ہو |

| | |
|---|---|
| الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ | اور جو بھی بھلائی کا کام کرو گے اللہ اس سے |
| أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا | آگاہ ہے، تم پر لڑائی فرض کی گئی ہے اور وہ |
| وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَنْ | تم کو بری لگی ہو، اور شاید کہ تم کو بری لگے |
| تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ | کوئی چیز اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، اور |
| وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ | شاید کہ تم کو اچھی معلوم ہو کوئی چیز اور وہ تمہارے |
| يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ | حق میں بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں |
| قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ | جانتے، (اے پیغمبر) تجھ سے حرام کے مہینے میں لڑائی |
| كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ | کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ اس میں |
| اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ | لڑائی کرنا بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کے راستہ سے |
| الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ | روکنا اور اس کو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا |
| مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَ | اور اس کے لوگوں کو وہاں سے نکال دینا اللہ |
| الْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ | کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے، اور فتنہ قتل |
| وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ | سے بھی زیادہ ہے، اور وہ تم سے لڑتے ہی |
| يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ | رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور پاویں تو تم |
| اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ يَرْتَدِدْ | کو تمہارے دین سے پھیر دیں، اور تم میں سے |
| مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَ | جو کوئی اپنے دین سے پھر جائیگا اور کفر پر |
| ۱۵۸ هُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ | مر جائے گا، تو اس کے اعمال دنیا اور آخرت |
| أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ | میں ضائع جائیں گے، اور وہ لوگ دوزخی |
| وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ | ہونگے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے، جو لوگ |

| | |
|---|---|
| هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا | ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی |
| وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ | اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا وہی |
| سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ | اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور |
| اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ | اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے، |

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (حج اور عمرہ خدا ہی کے لئے کرو) یعنی دونوں کو پورے شرائط کیساتھ ادا کرو فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ (پھر اگر تم حج سے روک دئیے جاؤ) یعنی کوئی دشمن تم کو حج کرنے سے روک دے، یہ آیت بیماری وغیرہ کو شامل نہیں ہے، جیسا کہ حنفیہ کا خیال ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لا حصر الاحصر العدو۔ یعنی صرف دشمن کے روک ہی کو رکاوٹ کہہ سکتے ہیں، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے، اس رکاوٹ کے اندر راستہ میں ہاتھ پاؤں کا ٹوٹ جانا یا لنگڑا ہو جانا داخل نہیں ہے، ہاں اگر شرط کر لی جائے تو اس وقت داخل ہو جاتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے ضباعہ بنت زبیر کو فرمایا، تم حج کرو اور یہ شرط کر لو، اور یہ کہو اللھم محلی حیث حبستنی۔ اے اللہ میرے حلال ہونے کی جگہ وہی ہوگی جہاں تو مجھ کو روک دے۔ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (تو جو جانور میسر ہو سکے قربانی کرو) یعنی جو شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھے لیکن دشمن اس کو پورا کرنے سے روک دے، تو وہ اسی جگہ حلال ہو جائے قربانی کا جانور ذبح کر دے اور اپنا سر مونڈوائے، لیکن اپنا سر اس وقت تک نہ مونڈوائے جب تک کہ اس جگہ پر جہاں اس کو روکا گیا ہے قربانی کا جانور نہ ذبح کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ یعنی اپنے سروں کی حجامت نہ بنواؤ، یہانتک کہ قربانی کا جانور اپنی جگہ پر پہنچ جائے اور تم اس کو ذبح نہ کر لو، احناف کا خیال ہے کہ محلہ سے مراد حرم ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اس وقت تک اپنا سر نہ منڈواؤ جب تک تم کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص جس کے ساتھ تم نے اپنا قربانی کا جانور بھیجا ہے، حرم تک پہنچ گیا ہے، لیکن پہلا معنی ہی زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ

فرماتے ہیں کہ ہم عمرہ کرنے کی غرض سے آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلے، مگر جب کفار قریش نے کعبۃ اللہ کی زیارت سے روک دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں قربانی کی اور سر منڈوا کر واپس چلے آئے، اس کے بعد فرمایا، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ یعنی تم میں سے جو شخص مریض ہو یا تمہارے سر میں زخم یا جوؤں وغیرہ کی کچھ تکلیف ہو تو وہ اپنا سر منڈوائے اور اس کے بدلے تین دن روزہ رہے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا ایک جانور کی قربانی کرے، چنانچہ رسول اللہ صلعم سے مروی ہے کہ آپ نے کعب بن عجرہ سے فرمایا شاید تمہارے سر کی جوئیں تم کو تکلیف دے رہی ہیں، کعبؓ نے کہا ہاں یا رسول اللہ، آپ نے کہا سر منڈوالو اور تین دن روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو، یا ایک بکری کی قربانی کردو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ تیسرے حکم کی تشریح فرماتا ہے، وہ یہ کہ جب کوئی شخص پہلے میقات سے عمرہ کا احرام باندھے، پھر حلال ہو جائے اور محظورات سے تمتع حاصل کرتا رہے، یہاں تک کہ دوبارہ حج کا احرام باندھے، تو اس شخص کو چاہئے کہ محصر کی طرح ایک اونٹ یا ایک گائے یا ایک بکری کی قربانی کرے، چنانچہ فرمایا، فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ جب تم امن کی حالت میں ہو تو جو شخص عمرہ کے ساتھ حج تک تمتع کرے تو اس کو جو میسر ہو قربانی کرے) یعنی جس وقت حج کا احرام باندھے تو اس وقت ایک جانور ذبح کرے اور خود اس کا گوشت نہ کھائے، احناف کے نزدیک اس کا گوشت کھانا جائز ہے، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ (پھر جس کو قربانی کا جانور نہ ملے تو وہ حج میں تین دن روزہ رکھے) بہتر یہ ہے کہ ذی الحجہ کی ساتویں آٹھویں اور نویں تاریخ میں روزہ رکھے، وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ اور واپسی کے بعد سات روزے) یعنی حج سے فراغت پانے کے بعد خواہ راستہ میں ہو یا گھر پہنچکر روزہ رکھے حنفیہ کا یہی مسلک ہے، اور شافعی کے نزدیک گھر پہنچنے کے بعد روزہ رکھے، تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ (یہ کامل دس روزے ہیں) لہذا بعد والے سات روزے صرف زیادتی کے لئے نہیں ہیں، ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ

لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قرب وجوار میں نہ رہتے ہوں) یعنی دوسری جگہ کا باشندہ ہو شافعی کے نزدیک حرم سے دور رہنے والا ہو، اور حنفیہ کے نزدیک تمام میقات یعنی قرن، یلملم، جحفہ ذی الحلیفہ اور ذات عرق کے باشندے لفظ حاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں داخل ہیں، اگر یہ لوگ تمتع کریں تو ان پر قربانی ضروری نہیں کیونکہ یہ لوگ ان لوگوں میں داخل نہیں ہیں جو میقات سے احرام باندھتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک ان لوگوں کے لئے تمتع ہی جائز نہیں، اگر کرلیں تو ان پر دم جنایت واجب ہوگا، وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور خدا سے ڈرو اور یہ سمجھ لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے) یہ آیت بالکل واضح ہے، اس کے بعد فرمایا اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ (حج کے چند معلوم مہینے ہیں) یعنی شوال سے لیکر ذو الحجہ کی دسویں رات تک، امام شافعیؒ اور حنفیہ کے نزدیک دسویں ذی الحجہ تک اور امام مالکؒ کے نزدیک پورا ذی الحجہ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ (جس شخص نے اپنے اوپر حج فرض کرلیا) خواہ احرام باندھکر جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں، یا لبیک کہکر یا قربانی کا جانور بھیجکر جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں فَلَا رَفَثَ (تو اس کے لئے فحش کلام کرنا جائز نہیں) رفث سے فحش کلام اور جماع دونوں مراد ہوسکتے ہیں وَلَا فُسُوْقَ (اور فسق وفجور کی باتیں یعنی حدود شرع سے نکل جانا اور محظورات کا مرتکب ہونا جائز نہیں) وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ (اور نہ لڑائی جھگڑے) یہ تمام باتیں ایام حج میں جائز نہیں ہیں، وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (جو بھلائی کا کام تم کروگے اللہ اس کو جانتا ہے، اور زاد راہ ساتھ لیا کرو کہ بہتر زاد راہ گناہوں سے بچنا ہے) کہا جاتا ہے کہ یہ آیت اہل یمن کے متعلق نازل ہوئی جو حج کرتے تھے اور اپنے ساتھ زاد راہ نہیں رکھتے تھے، اور یہ کہتے تھے کہ ہم لوگ خدا کے بھروسہ پر ہیں تو ان کو حکم ہوا کہ اپنا زاد راہ ساتھ رکھیں اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کریں، وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ، (اور اے عقل والو تم لوگ مجھی سے ڈرو) اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے اور ان سے کچھ نہ مانگے،

اس کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کسب کی ترغیب دلاتا ہے، ایام جاہلیت میں اہل عرب بہت زیادہ تجارت کرتے تھے، اور اس تجارت کی وجہ سے عکاظ، ذی المجاز اور مجنہ وغیرہ جیسے بڑے بڑے بازار قائم تھے، اور انہی میں سالانہ میلہ بھی لگتا تھا، لیکن اسلام لانے کے بعد یہ لوگ ان مقامات میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھنے لگے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (تم پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ اپنے پروردگار کے فضل کو تلاش کرو) یعنی اگر اپنی روزی تجارت کے ذریعہ حاصل کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس ہو تو مشعر حرام کے پاس خدا کو یاد کرو) مشعر حرام ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس پر امام کھڑا ہوتا ہے۔ اس کو قزح بھی کہتے ہیں، وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ (اور اس کو یاد کرو جس طرح کہ اس نے تم کو ہدایت دی) یعنی خدا کا خوب ذکر کرو اس لئے کہ اس نے تم کو حج وغیرہ کی ہدایت دی، وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّيْنَ (اگرچہ تم لوگ اس کے پہلے گمراہ تھے) یعنی ہدایت ملنے سے پہلے، ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (پھر طواف کے لئے چلو جہاں سے کہ لوگ چلیں) یعنی عرفہ مزدلفہ ہی سے نہیں جیسا کہ تم لوگ پہلے کیا کرتے تھے، وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (خدا سے مغفرت چاہو، بلاشبہ اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) یعنی مناسک کے اندر جو کچھ تم نے ردو بدل کیا تھا، اس کو اللہ معاف کر دیگا، فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا (جب تم اعمال حج پورا کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آبار و اجداد کا ذکر کیا کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بدرجہا بڑھ کر کرو) ایام جاہلیت میں عربوں کے اندر یہ دستور تھا کہ جب وہ حج سے فارغ ہو چکتے تو نظم و نثر کی صورت میں اپنے آبار و اجداد کے مناقب ذکر کرتے تھے اور ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے، جیسا کہ سوق عکاظ وغیرہ میں ہوا کرتا تھا، لیکن جب اسلام آیا تو ان لوگوں کو حکم ملا کہ آبار و اجداد پر فخر کرنے اور ان کے ذکر کے بجائے خدا کا ذکر کرو، تاکہ خدائے تعالیٰ کا حق پہچان سکو اور ایک متحد

ومتوسط قوم ہو جاؤ کیونکہ اللہ کا ذکر آپس میں اتفاق پیدا کرتا ہے، اور آباؤ اجداد کا ذکر نفاق پیدا کرتا ہے، ابن عباسؓ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا کہ بعض لوگ تو اپنے آباؤ اجداد کا ذکر نہیں کرتے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر تم خدا کی نافرمانی کروگے تو وہ بہت غضبناک ہو جائے گا اور یہ اس غصہ سے بہت زیادہ ہوگا، جبکہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے اور وہ غصہ ہو جائیں، فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (بعض لوگ کہتے ہیں کہ اے خدا ہم کو جو کچھ دینا ہو دنیا ہی میں دیدے، حالانکہ ایسے منکروں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ اے خدا دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بہتری دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا) زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب اس طرح دعا مانگا کرتے تھے، اے خدا مجھ کو اونٹ، گائے، اور بکریاں وغیرہ دے، بعض یہ دعا مانگتے تھے، اے خدا میرا باپ بہت عزت والا اور مالدار تھا تو مجھ کو بھی اسی جیسا بنا دے، اس آیت میں بتایا کہ اس طرح دعا نہیں کرنی چاہئے، بلکہ یوں دعا کرنی چاہئے جیسا کہ آیت میں مذکور ہے، أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ. (ایسے لوگوں کو ان کے عمل کی بدولت بہت بڑا حصہ ملیگا، اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے) اس لئے انسان کو چاہئے کہ حساب کا دن آنے سے پہلے عمل صالح کرے اور حساب کے لئے تیار ہو جائے، وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ (اور گنتی کے دنوں میں یعنی ایام تشریق میں اللہ کا ذکر کرو) قربانی کے دن کے بعد کے تین دنوں کو ایام تشریق کہا جاتا ہے، یعنی گیارہویں تاریخ سے لیکر تیرہویں تک ان دنوں میں ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہی جاتی ہے فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ (پھر جو شخص دو دن میں واپسی کے لئے جلدی کرے) یعنی جو شخص ایام تشریق کے دوسرے دن رمی جمار کے بعد مکہ واپس چلا آئے اور تیسرا دن منیٰ میں نہ گذارے تو فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (جلدی کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے)

وَمَنۡ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَيۡهِ‌ۙ (اور جو شخص ٹھہر جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہین ہے) یعنی ایام تشریق کے تیسرے دن کی رمی کے لئے ٹھہر جائے، اور کنکری پھینکنے کے بعد واپس ہو تو اس تاخیر کی وجہ سے بھی اس پر کوئی گناہ نہین ہے، ایام جاہلیت کے عرب آپس مین اختلاف کرتے تھے بعض تو جلدی کرنے والے کو گنہگار ٹھہراتے تھے، بعض تاخیر کرنے والے کو گنہگار سمجھتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آیت کے ذریعہ فیصلہ کر دیا لِمَنِ اتَّقٰى‌ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (یہ مذکورہ حکم اسی کے لئے ہے جو خدا سے ڈرے، اور تم لوگ خدا ہی سے ڈرو) اپنے تمام امور اور جمیع احوال مین اور اسی کا خیال رکھو، وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ (اور یہ یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے،) جاہلیت کے عرب اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے تھے تو ان کو حکم ملا کہ خدا کا ذکر کرو اور حاجیون کو بھی یہ حکم ہوا کہ تم لوگ بھی خاصکر ایام تشریق مین خدا کا ذکر کرو تو اب ایسے لوگون کا ذکر فرماتا ہے جو اخنس بن شریق ثقفی کی طرح بظاہر دوست لیکن درحقیقت دشمن تھے۔ یہ شخص اخنس بن شریق بہت خوبصورت اور شیرین کلام تھا، بظاہر رسول اللہ صلعم سے دوستی اور اسلام کا دعویٰ کرتا تھا اور قسم کھا کر آنحضرت صلعم سے کہتا تھا کہ مجھے تو آپ سے بہت محبت ہے، لیکن یہی شخص جنگ بدر کے دن قبیلہ بنی زہرہ سے تین سو آدمیون کو لے کر میدانِ جنگ سے پوشیدہ طور پر نکل گیا، اس نے ان لوگون سے کہا کہ محمد صلعم تمہارے بھانجے ہین، اگر وہ جھوٹے ہین تو دوسرے لوگ ان سے نپٹ لین گے اور اگر سچے ہین تو پھر بھی تم لوگون کو کوئی نقصان نہین پہنچ سکتا، ان لوگون نے کہا تم نے کیا اچھی بات کہی، تو پھر اس نے کہا کہ مین تم کو میدانِ جنگ سے نکال کر کسی محفوظ جگہ مین چھپا دینا چاہتا ہون، تم میری اتباع کرو تم تمام آفتون سے بچ جاؤ گے، اسی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین اشارہ فرمایا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے، وَمِنَ النَّاسِ
مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا (بعض لوگ ایسے ہین کہ ان کی دنیاوی گفتگو آپ کو بہت پسند ۱۶۰
آتی ہے،) یعنی وہ گفتگو جو اسباب معاش اور تجارت وغیرہ سے تعلق رکھتی ہے، وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖ (اور جو کچھ اس کے قلب مین ہے اس پر اللہ کو حاضر و ناظر بھی بناتا ہے) یعنی یہ کہتا ہے کہ جو کچھ

میرے دل میں ہے وہی زبان پر بھی ہے، اور اس کا خدا گواہ ہے، وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ (حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے) اس کے دل میں بغض اور عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ (اور جب آپ کے پاس سے ہٹتا ہے تو زمین میں فساد کرنے اور کھیتیوں اور نسلوں کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے، جس طرح کہ اخنس بن شریق نے قبیلہ ثقیف کے ساتھ کیا تھا، ان کے مکانوں اور کھیتیوں کو جلا ڈالا تھا اور ان کے مواشیوں کو ہلاک کر دیا تھا، یا جس طرح کہ آج ایک ظالم حاکم لوگوں کو قتل کرتا اور ان کے مال و جان کو بے وجہ برباد کر دیتا ہے، وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا) یعنی مفسدوں کو پسند نہیں کرتا، وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ (اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو نخوت اس کو گناہ پر زیادہ آمادہ کر دیتی ہے) اور اس کے اندر جاہلیت کی حمیت پیدا ہو جاتی ہے، فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ (تو ایسے شخصوں کے لئے جہنم کافی ہے) اور جہنم بہترین بدلہ ہے، وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (اور جہنم ہر حیثیت سے بہت ہی بری جگہ ہے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا ذکر فرماتا ہے، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا کی رضاجوئی میں اپنی جان تک دے ڈالتے ہیں) جیسا کہ صہیب بن سنان رومی کی حالت تھی، مشرکوں نے ان کو پکڑ لیا تھا اور ان کو مختلف سزائیں دیں، تاکہ وہ اسلام چھوڑ کر پھر کافر ہو جائیں، صہیب رومی نے کہا کہ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں، نہ تو میرا کفر تم کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے، اور نہ میرا ایمان ضرر دے سکتا ہے، تم لوگ میرا تمام مال لے لو اور مجھے چھوڑ دو، مشرکوں نے اس کو قبول کر لیا، اور یہ رہا ہو کر مدینہ واپس آ گئے، وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ (اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے) اور اسی لئے وہ اپنے بندوں کے اندر استقامت پیدا کر دیتا ہے، کہ وہ دین اسلامی سے برگشتہ نہ ہوں،

چونکہ مناسکِ حج اور آدابِ صیام و جہاد کا مقصد تہذیبِ نفوس، ائتلافِ قلب اور اتحادِ قوم تھا

مگر ایک جماعت نے گمراہی اختیار کی جیسے اخنس منافق اور اس کے متبعین اور دوسری جماعت نے ہدایت پائی، جیسے صہیب رومی وغیرہ تو اب اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صلح اور طاعت کی طرف بلا رہا ہے، تاکہ اُن میں ایک قومیت پیدا ہو اور تمام جھگڑے ملیامیٹ ہو جائیں، چنانچہ فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً (اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ) یعنی ظاہر و باطن ہر جگہ خدا ہی کی طاعت کرو اور اسی کو ڈرو وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ (اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو) اسطرح کہ آپس میں تفریق پیدا کرو اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (کیونکہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے) اس کی عداوت بالکل ظاہر ہے، فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْکُمُ الْبَیِّنٰتُ (پھر اگر تمھارے پاس کھلی نشانیوں کے آجانیکے بعد بھی تم صحیح راستہ سے بھٹکو گے) اور خواہ مخواہ حق بات کو چھپاؤ گے تو فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ (تو پھر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے) کوئی چیز اس کو انتقام سے نہیں روک سکتی، حَکِیْمٌ (حکمت والا ہے) صرف حق پر ہی انتقام لیتا ہے، واقعی بات یہ ہے کہ انسان کی سعادت صلح اور اطاعت ہی میں ہے، اور اس کی شقاوت اختلاف اور شقاق ہی میں مضمر ہے، یہی وجہ ہے کہ جب لوگوں کے قلوب متفرق ہو جاتے ہیں، اور ہر شخص اپنی خواہشوں کی اتباع کرنے لگتا ہے تو پھر نعمتوں کی جگہ سے بھی ان پر عذاب ہی کی بارش ہونے لگتی ہے، یہی خدائے تعالیٰ کا عام قانون ہے اور یہی اس کی سنت ہے، جو دنیا کی ہر قوم پر منطبق ہوتا ہے، اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ (کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کو سزا دینے کے لئے آئیں) لیکن اللہ اور فرشتوں کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اللہ بغیر بادل میں آئے ہوئے بھی سزا دے سکتا ہے، اور فرشتے کائنات عالم کے انتظام میں مصروف ہیں، وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (حالانکہ فیصلہ ہو چکا، اور یہ سارے کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے،) اسی وجہ سے ان کے پاس اس جگہ سے برائی پہنچتی ہے، جہاں سے بھلائی کی امید ہوتی ہے، اور جہاں سے نفع کے منتظر ہوتے ہیں وہاں

سے نقصان پہنچتا ہے، جیسا کہ خواہشات نفسانی کے بندے اور مغروروں کا حال ہوتا ہے، اور جیسا کہ آج خصوصاً مسلمانوں کی حالت ہے، اگر مسلمان بیدار نہ ہوے اور اپنے مال جمع کرنے اور اولاد کے پیدا کرنے پر قانع ہوگئے تو یہی چیزیں ان کے لئے بلا و مصیبت بن جائیں گی،

اس کے بعد اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کی مثال پیش فرمائی، سَلْ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ (تو اے نبی اسرائیل سے تو پوچھو ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں،) جو حق بات کی شاہد تھیں، لیکن ان لوگوں نے ان میں تاویلیں کیں اور ان کو بدل ڈالا اور جھوٹی باتیں بیان کرنے لگے، جیسا کہ آج بھی مسلمانوں کے جاہل واعظ جھوٹ بولتے ہیں اور تھوڑے سے عمل پر لوگوں سے بہت بڑے اجر کا وعدہ کر لیتے ہیں، اسی لئے ہدایت گمراہی کا اور خیر برائی کا سبب بنتا ہے۔ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور جو شخص اللہ کی نعمت کے پہنچنے کے بعد بھی اس کو بدل ڈالے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے) اس لئے کہ وہ شخص بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوا اور اپنے ہدایت دینے والی کتاب کی آیتوں کو اپنے لئے گمراہی کا سبب بنا لیا ہے، جس طرح یہودیوں نے توراۃ کو اپنی گمراہی کا سبب بنا لیا تھا، آج اسی طرح مسلمان بھی قرآن و حدیث کو اپنے لئے گمراہی کا سبب بنائے بیٹھے ہیں، یہودیوں کے احبار اور راہبوں نے اپنی ریاست کی حفاظت کی غرض سے اللہ اور رسول پر افترا کیا اور توراۃ کے احکام میں تغیر و تبدل کیا، انجام یہ ہوا کہ اللہ نے مسلمانوں کو ان پر غالب کر دیا، اسی طرح آج مسلمانوں کے اکثر عالم اور مولویوں نے قرآن و حدیث کے اکثر احکام کی اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق تفسیر کی، اور لوگوں کو قرآن کے صحیح مطالب سے بالکل غافل کر دیا اور کر رہے ہیں، تو اللہ تعالی نے ان پر بھی ایک ظالم قوم کو مسلط کر دیا، چونکہ اس قسم کی گمراہ کن باتیں دنیاوی فریفتگی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے اللہ تعالی اس آیت میں اسی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (دنیوی زندگی کافروں کو خوب آراستہ و پیراستہ معلوم ہوتی ہے، اس لئے

وہ حضرت بلالؓ، عمارؓ اور صہیب رومیؓ رضی اللہ عنہم جیسے مسلمانون سے تمسخر کرتے ہین،) وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (حالانکہ یہ مسلمان جو کفر و شرک سے بچتے ہین ان کافرون سے جو مسلمانون سے ٹھٹھا کرتے ہین، قیامت کے دن اعلیٰ درجہ مین ہونگے، اور اللہ جس کو چاہتا ہے بغیر کسی حساب کے روزی دیتا ہے)

گذشتہ آیتون مین مسلمانون کو اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ صلاح عام، حب عام اور خدا کی اطاعت گذاری مین داخل ہو جائین اور آپس کے حسد و نفاق کو مٹا دین، اب اللہ تعالیٰ اس کی مناسبت سے کچھ گذشتہ قومون کی حالتین بیان فرماتا ہے، کہ وہ قومین بھی اسی احکام خداوندی کی اطاعت اور آپس کے اتحاد و اتفاق کی بدولت کیسی اور کتنی عمدہ زندگی بسر کرتی تھین، كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً
۲۱۳ (سب لوگ ایک امت تھے،) اور صدیون تک ان لوگون نے ایک ہی طرح کی زندگی بسر کی جیسا کہ آثار قدیمہ کے انکشاف سے معلوم ہوتا ہے، اور جیسا کہ ہندوستان کی قدیم قوم اور بودھ مذہب والے اپنے اسلاف کے کارنامے سلام و صلح کی عام صورت مین پیش کرتے ہین، اور جیسا کہ ہومیروس یونانی شاعر کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے، مگر بعد کو ان مین حرص اور حسد وغیرہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے یہ قومین مختلف ہوگئین، فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ (تو اللہ نے پیغمبرون کو بھیجا) تاکہ ان مین اتحاد و اتفاق پیدا کرین، اور انکو سیدھے راستہ کی ہدایت دین، انبیاء مین پہلے پیغمبر نوحؑ تھے جو اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک احکام خداوندی کی طرف بلاتے رہے، اور جب قوم نے ان کی دعوت قبول نہین کی، تو اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا، وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (اور ان پیغمبرون کے ساتھ کتاب بھی نازل فرمائی تاکہ مختلف فیہ باتون کا فیصلہ ہو جائے) لیکن نتیجہ اس کے برعکس ہوا، کیونکہ ان پیغمبرون کی قومون نے ہدایت کے بجائے گمراہی اختیار کی، اور اس چیز کو جو ہدایت کا سبب تھی گمراہی کا سبب بنا لیا، وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ (اور اس کتاب

مین نہین اختلاف کیا، مگر انہی لوگون نے جن کے پاس کھلی نشانیان آچکی تھین، اور یہ اختلاف صرف ان کی آپس کی ضد سے تھا) کیونکہ یہ لوگ دنیاوی حرص وحسد مین گرفتار ہو چکے تھے، اور ان کے آپس کے نفاق کی بنیاد بہت کچھ مضبوط ہو چکی تھی، فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پس اللہ نے ایمان والون کو اپنے فضل سے اس امر حق کی ہدایت کی جسمین وہ اختلاف کر رہے تھے، اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے) اللہ تعالیٰ ان آیتون مین تمام انسانون کو اتحاد و اتفاق کی دعوت دے رہا ہے، اور نوح علیہ السلام کے قبل والی قومون کا ذکر فرمارہا ہے، کہ وہ قومین آرام اور سعادت کی زندگی بسر کررہی تھین، لیکن جب گمراہ ہوگئین تو اللہ نے ان کے پاس رسولون کو بھیجا، مگر علماے قوم نے ان رسولون کی تعلیم کو بدل دیا، اور مذہب کو اپنے شکار کا ایک جال بنالیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ تمام قومون کو دعوت دے رہا ہے کہ وہ پھر سے اپنی قدیم نعمت اور سعادت کو حاصل کرین، اور جھوٹے اور مکار علماء اور سرداروں کی اتباع کو چھوڑکر احکام خداوندی پر عمل کرنے کی طرف متوجہ ہون جبکہ سلام وصلح عنقا تھی اور بغض وعداوت انسانون کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم اور مسلمانون سے کہا تم لوگون کی زندگی یکسر صبر اور جہاد ہوجانی چاہیئے تاکہ جب طاقت پیدا ہوجائے تو حق کو قائم کرو اور بغض وعداوت کو دور کرسکو، فرمایا، اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ (کیا تمہارا خیال ہے کہ جنت مین بغیر مشقت کے داخل ہوجاؤگے حالانکہ گذشتہ قومون کے برابر بھی تم پر مصیبتین نہین آئین،) یعنی تم سے پہلے لوگ جن تکالیف مین مبتلا ہوئے تھے ابھی تک تم لوگ ایسی تکلیفون اور مصیبتون سے ملاقی نہین ہوئے ہو، پھر ان تکالیف کو مجملاً ذکر فرمایا، مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (سختی اور تکلیف نے ان کو چھولیا، اور وہ جھنجوڑے گئے، یہانتک کہ رسول اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے پکار اُٹھے کہ

کہ کب خدا کی مدد پہنچے گی) پھر ان لوگوں کو بشارت دی گئی اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ (یاد رکھو کہ اللہ کی مدد بہت قریب ہے،) ہر ایک انسان اس دنیا میں ہر طرف سے دشمنوں سے گھرا ہوا ہے اس کو دو طرح کے یعنی بیرونی اور اندرونی دشمنوں سے جنگ کرنا پڑتا ہے، بیرونی دشمنوں سے جنگ کرنے میں ثبات قدمی کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن اندرونی دشمنوں سے جنگ کرنے میں صبر کی ضرورت ہے، جب ثبات قدمی اور صبر پیدا ہو جائے تو ضرور حق کو باطل پر غلبہ ہو جاتا ہے،

چونکہ مال کا خرچ کرنا نفس کو بہت شاق گذرتا ہے جس سے بخالت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، تو اب اللہ تعالیٰ مال کے خرچ کرنے اور دشمنوں سے جنگ کرنے کی ترغیب دلا رہا ہے،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عمرو بن جموح انصاری نے جو ایک بہت بڑے مالدار اور بوڑھے شخص تھے، رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے مال کو کس طرح اور کہاں خرچ کریں تو اسی سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ (کہدیجئے کہ جو کچھ مال تم خرچ کرو، والدین اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہو، اور تم جو بھی بھلائی کروگے وہ اللہ کو معلوم ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے الاقرب فالاقرب کے اصول کو ملحوظ رکھا ہے، اسی لئے سب سے پہلے والدین کو ذکر کیا، پھر رشتہ دار، پھر یتامیٰ پھر مساکین پھر مسافر، کیونکہ مدد کے سب سے پہلے مستحق والدین ہیں، پھر رشتہ دار، پھر یتامیٰ پھر مساکین پھر مسافر، کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ (تم پر لڑائی فرض کی گئی ہے اور وہ تم کو بری معلوم ہوتی ہے، اور شاید کہ تم کسی چیز کو بری سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، اور شاید کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو) نفوس بشری کو جب بھلائی کی عادت ہو جاتی ہے تو پھر بھلائی کرنے ہی میں لذت حاصل ہوتی ہے، اسی لئے لذت نفس کا نام ہی سعادت ہے،

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ( اللہ کو سب کچھ معلوم ہے، اور تم کو معلوم نہیں) کہ کون چیز تمہارے حق میں بہتر ہے اور کون نہیں، اگر انسان اپنے نفس کو اس کی خواہشوں میں بالکل غرق چھوڑ دے تو پھر نفس کو دنیا کی زندگی ہی بھلی معلوم ہونے لگتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو چیز بھلی معلوم ہوتی ہے وہ درحقیقت اسکے لئے غیر مفید اور وبال جان ہو جاتی ہے،

انسان طبعاً جنگ کو پسند نہیں کرتا، حالانکہ جنگ سے جی چرانا اس کے حق میں بہت ہی برا ہے کیون کہ اس صورت میں دشمن کو غلبہ حاصل کرنے کی جرأت ہو جاتی ہے، اسلئے کہ جب تک تمہارے اندر ہمت اور دلیری ہے، اور تم اپنے کو ایک جنگجو قوم ثابت کر چکے ہو تو پھر کوئی دشمن تمہاری طرف رخ نہیں کر سکتا، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ اب فتح کے بعد ہجرت نہیں، لیکن جہاد اور نیت باقی ہے، جب جنگ کا موقعہ آجائے تو تم جنگ کے لئے طیار رہو جاؤ، زہری فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے جہاد کو مسلمانون پر فرض کر دیا ہے، خواہ وہ جہاد کرین یا نہ کرین، جس شخص نے جہاد کیا تو یہ بہت اچھی بات ہے، اور جو شخص گھر میں رہ گیا تو وہ گویا جنگ کا اسباب ہے، اگر اس سے مدد مانگی جائے تو اسکو مدد دینی چاہئے، اگر جنگ کی شرکت کے لئے کہا جائے تو اس کو ضرور شرکت کرنی چاہئے اور اگر ایسا موقعہ نہ ہو تو گھر میں بیٹھ رہے، ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا، فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (ان لوگون کو جو اپنی جان ومال سے جہاد مین شریک ہوتے ہین اللہ نے جنگ مین نہ شریک ہونے والون پر بہت زیادہ فضیلت دی ہے اور ہر ایک کے لئے اللہ نے اچھے وعدے کئے ہین) اس سے معلوم ہوا اگر دشمن ہم پر حملہ کرنا چاہے تو جنگ کرنی ہم پر واجب ہو جاتی ہے، اور تمام قوم کو اس مین شرکت کرنی چاہے، اور اگر امن کی حالت ہو اور کسی طرف سے دشمن کے حملہ کا خوف نہ ہو تو پھر ہر شخص اپنے مخصوص جہاد مین مصروف رہے کیونکہ امور دنیاوی بھی ایک طرح کا جہاد ہیں،

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ مسائل جہاد کو بیان فرماتا ہے، روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ماہ جمادی الاخریٰ مین جنگ بدر سے دو مہینہ پہلے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو ایک دستہ فوج دے کر روانہ فرمایا تاکہ وہ قریش کے قافلہ کی دیکھ بھال کرتے رہین، اس قافلہ مین عمرو بن حضرمی کے علاوہ اور تین شخص تھے، عبداللہ بن جحش کے ساتھیون نے عمرو بن حضرمی کو قتل کرکے اس کے دو ساتھیون کو قید کرلیا، اور تمام اونٹون کو مع اس طائف کے تجارتی سامان کے جو ان پر لدا ہوا تھا لئے چلے آئے۔ یہ واقعہ ماہ رجب مین پیش آیا، لیکن عبداللہ بن جحش وغیرہ نے غلطی سے اس کو جمادی الاخریٰ کا مہینہ سمجھ لیا تھا، اس پر قریش نے بہت شور مچایا اور لوگون سے یہ کہنے لگے کہ لو محمد نے ماہ حرام کو بھی حلال کردیا جس مین تمام ڈرنے والے بھی بے خوف ہوجاتے ہین، اور جس مین تمام لوگ اپنی معاش کے لئے ادھر ادھر نکل پڑتے ہین، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا، کہ بیشک ماہ حرام مین جنگ کرنا گناہ ہے، لیکن تمھارا لوگون کو اسلام سے روکنا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا، لوگون کو مسجد حرام مین داخل نہ ہونے دینا اور نبی صلعم اور ان کے اصحاب کو شہر بدر کردینا اس سے بہت بڑا گناہ ہے جس کو کہ مسلمانون کی جماعت نے غلطی سے کرلیا تھا مذکورۂ بالا چارون فتنے کی باتین ایک شخص کے قتل سے بھی زیادہ سخت اور بری ہین، اسی کو اللہ تعالیٰ اس آیت مین بیان فرماتا ہے، يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ (یہ لوگ آپ سے ماہ حرام مین جنگ کرنے کے متعلق سوال کرتے ہین،) قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (آپ کہدیجئے کہ بیشک ماہ حرام مین جنگ کرنا گناہ ہے، لیکن لوگون کو اسلام سے روکنا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام مین داخل نہ ہونے دینا اور مکہ کے باشندون کو وہان سے جلاوطن کردینا، یہ باتین اللہ کے نزدیک ماہ حرام مین جنگ کرنے سے بھی زیادہ بری ہین اور فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ بری چیز ہے)

روایت ہے کہ عطار خدا کی قسم کھا کر یہ کہتے تھے کہ ماہ حرام مین جنگ کرنا جائز نہین ہے اور یہ آیت منسوخ بھی نہین ہے، لیکن جمہور علماء یہ کہتے ہین کہ یہ آیت اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ الآیہ سے منسوخ ہوگئی ہے، اسی طرح قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً بھی اس آیت کی ناسخ ہے، اس کے بعد خدائے تعالیٰ رفتار زمانہ کو دیکھتے ہوئے مسلمانون کو کافرون سے ڈراتا اور بیدار کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے، وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (یہ مشرکین ہمیشہ تم سے جنگ کرتے رہین گے، یہانتک کہ اگر ان کو طاقت ہو جائے تو وہ تم کو اسلام سے برگشتہ کردین، اور تم مین سے جو شخص اپنے دین سے برگشتہ ہوگیا، اور کفر کی حالت مین مرا تو ایسے لوگون کے اعمال دنیا اور آخرت مین بالکل بے کار ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخی ہین، اس مین ہمیشہ رہین گے،) اس آیت مین اللہ تعالیٰ کافرون کی عداوت کی مسلمانون کو خبر دیتا ہے، کہ کافر ہمیشہ تمھارے دشمن رہین گے، مرتد کے متعلق دو خیال ہین، امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ مرتد اگر حالت کفر مین مرے تو اس کے اعمال سابقہ باطل ہوجائین گے۔ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہین کہ مرتد اگر پھر سے مسلمان ہو بھی جائے تو اس کے اعمال سابقہ باطل ہوجائین گے، اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے تو اس کی سزا یہی ہے کہ اس کی بیوی اس سے الگ کیجائے، اور اس کو قتل کیا جائے، پھر فرمایا، اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (جو لوگ کہ ایمان لائے اور جنھون نے ہجرت کی، اور اللہ کی راہ مین جہاد کیا، یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہین، اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) یہ آیت عبداللہ بن جحش اور صحابۂ کرام کے متعلق نازل ہوئی، کیونکہ جب یہ جماعت روانہ ہوئی تھی تو کہا تھا کہ یا رسول اللہ کیا ہم لوگون کو اس روانگی کا ثواب ملیگا اور اس کا شمار جہاد مین ہوگا، تب یہ آیت نازل ہوئی، مطلب یہ ہے

کہ ثواب ضرور ملیگا اور اس کا شمار جہاد میں ہوگا، جب اللہ تعالیٰ جہاد کے ذکر سے فارغ ہو چکا تو اب نظام داخلی کو بیان فرماتا ہے، اور اس کی تشریح کرتا ہے، سب سے پہلے شراب اور قمار بازی کے احکام ذکر کرتا ہے،

## چھٹا، ساتواں، آٹھواں اور نواں مقصد

(شراب خواری و قمار بازی، کیفیت صرف مال، یتامیٰ، احکام نکاح اور حیض وغیرہ کا بیان)

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ چھ سوالوں کا جواب دیا ہے، اول انفاق مال کے متعلق عمرو بن جموح کا سوال، دوم شہر حرام کے متعلق اہل مکہ کا سوال، (ان دونوں سوالوں کے جوابات اوپر گذر چکے) سوم شراب خواری و قمار بازی کے متعلق عمر بن خطاب، معاذ بن جبل اور انصار کی ایک جماعت کا سوال، چہارم کیفیت انفاق کے متعلق عمرو بن جموح کا سوال، پنجم یتیموں کے متعلق عام مسلمانوں کا سوال، ششم مجمع صحابہ میں حیض کے متعلق ابو دحداح کا سوال، اگلے تین سوال بغیر عطف کے اور بعد والے سوال عطف کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، کیونکہ اگلے تین سوالوں کا زمانہ الگ الگ اور بعد والے سوالوں کا زمانہ ایک ہے، اب ہم چاروں مقاصد کی تفسیر بالتفصیل بیان کرتے ہیں، واللہ الموفق،

| | |
|---|---|
| یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ | لوگ آپ سے شراب اور جوے کے متعلق |
| قُلۡ فِيۡهِمَآ اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ وَّمَنَافِعُ | دریافت کرتے ہیں، کہدیجئے کہ ان دو میں |
| لِلنَّاسِ ۚ وَاِثۡمُهُمَآ اَكۡبَرُ مِنۡ | بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے فائدے بھی ہیں مگر |
| نَّفۡعِهِمَا ؕ وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ مَاذَا | نفع سے انکا گناہ بہت زیادہ ہے، اور آپ سے دریافت |
| يُنۡفِقُوۡنَ ؕ قُلِ الۡعَفۡوَ ؕ كَذٰلِكَ | کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہدیجئے کہ جو زائد |
| يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ | اسی طرح اللہ تمہارے لیے کھلے ہوئے احکام |
| تَتَفَكَّرُوۡنَ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ | بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت میں غور کرو |

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ — اور آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں، کہدیجئے
إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ — کہ انکی اصلاح کرنا بہتر ہے، اور اگر تم انکے ساتھ خرچ ۶۳
فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ — ملا رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ مفسد اور
مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ — مصلح کو خوب جانتا ہے، اور اگر خدا چاہتا تو تم کو
إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ وَلَا تَنكِحُوا — مشقت میں ڈالدیتا، کیونکہ خدا زبردست اور حکمت والا
الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ — ہے، اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جبتک کہ
مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ — وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان عورت مشرک عورت
أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ — سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تم کو اچھی معلوم ہو، اور مسلمان
حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ — عورتوں کا نکاح مشرکوں سے نہ کرو جبتک کہ وہ
خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ — مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان غلام مشرک سے بہتر
أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ — ہے گو وہ تمکو اچھا معلوم ہو، کیونکہ یہ لوگ دوزخ
وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ — کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت
بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ — کی طرف بلاتا ہے، اور اللہ لوگوں کیلئے اپنے احکام
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَيَسْأَلُونَكَ — اسلئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پر عمل کریں، اور آپ سے
عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى — حیض کے متعلق پوچھتے ہیں کہدیجئے کہ وہ گندگی ہے
فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ — اسلئے تم ایام حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور
وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ — ان سے قربت نہ کرو یہانتک کہ وہ پاک ہو جائیں
فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ — پھر جب وہ پاک ہو لیں تو انکے پاس آؤ جہاں
حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ — سے تمکو اللہ نے اجازت دی ہے، کیونکہ اللہ توبہ کرنے والوں

يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ — کو دوست رکھتا ہے، اور پاک رہنے والون سے
الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ نِسَآؤُكُمْ — محبت رکھتا ہے، تمھاری بی بیان تمھاری کھیتی
حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى — ہین، اسلئے اپنے کھیت مین جس طرح چاہو آؤ
شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ — آیندہ کی بھی اپنے واسطے کچھ تدبیر کرتے رہو
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ — اور اللہ سے ڈرو، نیز یہ یقین رکھو کہ تم ضرور
مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ — خدا سے ملیگے (اور اے محمد) ایماندارون کو بشارت دیدو

روایت ہے کہ جب یہ آیت وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا (اور کھجور اور انگور کے پھلون سے تم لوگ شراب اور اچھی روزی حاصل کرتے ہو) مکہ مین نازل ہوئی تو تمام مسلمان شراب پینے لگے، پھر حضرت عمر اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما نے صحابۂ کرام کے مجمع مین آنحضرت صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ شراب کے متعلق کوئی قطعی حکم فرمائیے، کیونکہ یہ چیز عقل کو بالکل بیکار کردینے والی ہے، اس پر یہ آیت يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ الآیۃ نازل ہوئی، اس آیت کے بعد بعضون نے تو شراب پینا چھوڑدیا اور بعض پیتے ہی رہے، پھر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چند لوگون کی دعوت کی جسمین خوب شراب کا دور چلا یہانتک کہ سب نشہ مین چور ہوگئے، پھر انہی لوگون مین سے کسی ایک نے امامت کی جس مین بجاے لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کے اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھا، اس پر یہ آیت لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (نشہ کی حالت مین نماز نہ پڑھو) نازل ہوئی، اس آیت کے اترنے کے بعد بہت کم لوگ شراب پیتے رہے، پھر عتبان بن مالک بن سعد بن ابی وقاص نے چند لوگون کی دعوت کی ان لوگون نے خوب شراب اڑائی یہانتک کہ وہ مست ہوکر ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے، اس مستی کی حالت مین سعد نے ایک شعر پڑھا، جس مین انصار کی ہجو تھی، ایک انصاری نے غصہ مین آکر ان کی داڑھی کو پکڑلی اور زور سے ان کے منہ پر ایک تھپڑ مارا جس کی وجہ سے ان کے منہ سے خون بہنے لگا، پھر رسول اللہ صلعم کے

یہاں مقدمہ پیش ہوا، حضرت عمرؓ نے دعا کی، اے خدا تو شراب کے متعلق ہم لوگوں کو ایک کافی اور شافی حکم عطا فرما، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ الآیہ اس آیت کو سنکر حضرت عمرؓ نے کہا اے خدا اب ہم لوگ شرابخواری سے باز آگئے،

انگور، کھجور، منقی، خرما وغیرہ کے شیرہ کو خوب جوش دیا جاتا ہے جب اس پر جھاگ آجاتی ہے تو اس کو چولھے سے اتار لیتے ہیں، اسی کو شراب کہتے ہیں، جب اس قدر پکایا جائے کہ اس کا دو ثلث حصہ جل جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا پینا جائز ہے، اور اگر نشہ آجائے تو حرام ہے، جیسا کہ روایت ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض عاملوں کو یہ حکم لکھکر روانہ کیا کہ وہی طلا مسلمانوں کی روزی ہوسکتی ہے، جس کا دو ثلث حصہ پکانے کے وقت جل گیا ہو، اور ایک ثلث باقی رہجائے، ایک روایت میں ہے، اما بعد تم لوگ اپنی شراب کو یہانتک پکاؤ کہ اس میں سے شیطان کا حصہ دور ہوجائے کیونکہ اس میں شیطان کے دو حصے اور تمھارا ایک حصہ ہے، اور طلا وہ شراب ہے جو انگور کے نچوڑ سے بنائی جاتی ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک شراب انگور کے اس شیرہ کا نام ہے جس کو اس قدر پکایا جائے کہ اس پر جھاگ آجائے، منقی، خرما اور کھجور سے بھی شراب بنتی ہے، اور شہد، گیہوں، جو، اور چاول وغیرہ سے جو چیز بنائی جاتی ہے اس کو بھی شراب کہتے ہیں، غرض ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو شراب ہے، اکثر علمائے اسلام نے فتنہ کو بند کرنے کے لئے شراب کو مطلقاً حرام کہا ہے، خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ، متاخرین حنفیہ بھی اسی طرف مائل ہیں،

شراب میں گو بظاہر لذت حاصل ہوتی ہے، اور فوری طور پر شجاعت اور تقویت پیدا ہوجاتی ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس میں بے شمار خرابیاں اور نقصانات ہیں جن کو علمائے یورپ نے اچھی طرح ظاہر کردیا ہے، اس کی مذمت میں بے شمار رسالے نکل چکے ہیں، اور موجودہ ڈاکٹروں نے اس کے نقصانات

کی حقیقت اچھی طرح واضح کردی، یہانتک کہ چائے، قہوہ اور سگریٹ کو بھی شراب مین داخل کرلیا ہو؛
ہنری فرانسیسی اپنی کتاب خواطر وسوانح اسلام مین لکھتا ہے، کہ سب سے تیز ہتھیار جس سے باشندگان مشرق کا قلع قمع ہوسکتا ہے، اور سب سے تیز تلوار جس سے مسلمانون کو قتل کیا جاسکتا ہے شراب ہے، ہم نے اس ہتھیار سے اہل جزائر پر حملہ کیا، لیکن وہان اسلامی شریعت کے ہونے کی وجہ سے ہمارا یہ حملہ کارگر نہ ہوا تمام باشندون نے شراب پینے سے انکار کردیا، اگر وہ شراب کا اسی طرح استقبال کرتے جس طرح کہ اہل جزائر کے بعض منافق افراد نے کیا تھا، اور اسکو پینا شروع کردیتے، تو یقیناً یہ لوگ بھی ہمارے مطیع وفرمانبردار ہوجاتے جیسا کہ جزائر کے شرابخوار لوگ ہمارے مطیع ہوگئے تھے؛

انگریزی قانون دان بنتام اپنی کتاب مین لکھتا ہے، کہ شریعت اسلامی کے محاسن مین سے ایک شراب کی حرمت بھی ہے، کیونکہ باشندگان افریقہ میں سے جنھوں نی اس کو استعمال کیا اس کی نسل مین عام دیوانگی پیدا ہوگئی، اور باشندگان یورپ مین سے جن لوگون نے ہمیشہ اس کا استعمال کیا انکی عقلیں بالکل بیکار ہوگئیں لہذا افریقہ والون پر شراب کو بالکل حرام کردینا چاہئے اور یورپ مین شراب پینے والون کو سخت سزا دینی چاہیئے تاکہ عذاب، ضرر کے مطابق ہوا اور لوگ اس سے باز رہنے کی کوشش کرین؛

کیلوج نامی ایک امرکین ڈاکٹر نے بھی اپنی کتاب مین شراب سے علاج کرنے کو منع کیا ہے، کیونکہ علاج کے وقت اس سے جو ضرر جسم مین پیدا ہوتا ہے وہ اس کے وقتی شفا اور نفع سے بہت زیادہ ہے؛ معدہ اور آنتون کے لئے اس کا استعمال سخت مضر ہے، جب ملک مصر مین شراب کا رواج ہوا تو تمام لوگون نے بصد ذوق وشوق اس کا استقبال کیا اور بکثرت اس کو پینے لگے، یہانتک کہ ان کے گھر برباد ہوگئے، اور ان کی عقلین بالکل بے کار ہوگئین، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ بہت جلد ہماری قوم کو اس مصیبت سے نجات دے، جب مین یہانتک لکھ چکا تو ایک کتاب مسمی بکتاب الید فی الطب میری نظر سے گذری، جس مین شراب کے نقصانات کو تقریباً تین صفحون مین بیان کیا گیا ہے، نیز تمباکو، چائے،

قہوہ کو کو پینے سے جو برے نتائج پیدا ہوتے ہین، ان کو ظاہر کیا گیا ہے، اور تمام لوگون کو سختی کے ساتھ انکے استعمال سے منع کیا گیا ہے، اس کتاب کے ملخص ترجمہ سے مین نے لوگون کے سامنے ایک تقریر کی تھی جسکو اس تفسیر کی طبع کے ایک سال پہلے متعدد رسالون اور اخبارون نے شائع کیا، چنانچہ ایک اخبار لکھتا ہے،

آج ہم وہ تقریر شائع کر رہے ہین، جو فلان صاحب نے مدرسہ خدیویہ اور امریکن کالج مین علماً اطبا، اور طلباً کالج کے ایک کثیر مجمع کے سامنے کی تھی، عنوانِ تقریر یہ تھا، "موجودہ تحقیقات کی مطابقت حدیث نبوی ان التداوی بالخمر ضار (یعنی شراب سے علاج کرنا مضر ہے) کے ساتھ" جیسا کہ انگلینڈ، فرانس اور امریکہ کے بڑے بڑے ڈاکٹر کہتے ہین، اس تقریر کے شائع کرنے کا صرف یہی مقصد ہے کہ ہمارے اطبا، اور علما بیدار ہون اور ابنا وطن کی اصلاح کی کوشش کرین جیسا کہ دوسری قومین کر رہی ہین، تقریر مندرجہ ذیل ہے،

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ - امابعد، جناب صدر، اطباے عظام وعلمائے کرام وعزیز طلبہ آپ لوگ قوم کے پیشوا ہین، اور قوم کی تمام امیدین آپ ہی سے وابستہ ہین اس لئے مین اپنی تقریر مین آپ ہی کو خطاب کرونگا، مجھے کامل امید ہے کہ جو کچھ مین آپ کے سامنے بیان کرونگا، آپ اسکو بغور سنین گے اور مین آپ حضرات کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ آپ لوگ اپنا وقت ضائع کر کے میری تقریر سننے کے لئے اس جگہ تشریف لائے ہین،

حضرات آج تمام قومین خواب غفلت سے بیدار ہو چکین اور علم ان کو تیزی کے ساتھ ترقی کی طرف بڑھائے لئے چلا جا رہا ہے، جو انسان کل تھا وہ آج نہین ہے، اور جو آج ہے وہ کل نہین رہے گا، کیونکہ ہر وقت وہ تیزی کے ساتھ ترقی کی طرف بھاگا جا رہا ہے، مصر جس کے متعلق تاریخی شہادت موجود ہے کہ وہ تمام قومون سے زیادہ ترقی یافتہ تھا اس کو بہت مناسب ہے کہ ترقی کی طرف قدم بڑھائے، امور عامہ اور مسائل عظیمہ مین تحقیق وتفتیش کرے اور تعلیم یافتہ وترقی یافتہ قومون کے

دوش بدوش چلے ورنہ ہماری آنے والی نسلیں ہم پر آوازیں کسینگی اور یہ کہینگی کہ ہمارے آباؤ اجداد نا اہل تھے اور ہمارے علمائے سابق خواب غفلت میں پڑے ہوئے تھے لہذا ہم لوگوں پر واجب ہے کہ اپنی قوم کو ضرر اور مصائب سے بچائیں جنمیں سب سے زیادہ اہم شراب خواری ہے،

حضرات قرآن مجید نے شراب کو مطلقاً حرام کہا ہے، کسی حالت میں بھی اس کو جائز نہیں کیا، اور نہ تو ہضم طعام کے لئے شراب کے استعمال کی اجازت دی نہ شہوت کی تقویت کے لئے اس کو پسند کیا اور نہ ہی جسم میں خون کی زیادتی کے لئے اس کے پینے کی اجازت دی، بلکہ عام طور پر اس کو حرام قرار دیا، چنانچہ فرمایا،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مسلمانو! شراب، قمار، انصاب اور ازلام ناپاک چیزیں اور شیطانی اعمال میں اُنسے بچو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ)

شراب سے علاج کرنے کے متعلق فقہائے کرام کا اختلاف ہے، ان میں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ جب کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہ مل سکے تو شراب سے علاج کرنا جائز ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کسی حالت میں بھی شراب کو دوا کے طور پر نہیں استعمال کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حرام چیزوں کو آپ کی امت کے لئے دوا نہیں بنایا ہے،

## موجودہ تہذیب اور مذہب

موجودہ تہذیب کے سیلاب نے مشرق کی طرف رخ کیا جس میں تمام مشرقی قومیں بہنے لگیں یہی تہذیب شراب بھی لائی جس نے تمام شہروں اور دیہاتوں کو مدہوش کر دیا، اور خاص و عام اس دختِ رز کے شیدا اور اس کے ساغر پر کیف کے جرعہ کش ہو گئے، ساتھ ہی بھنگ، تمباکو اور کوکین بھی استعمال کی جانے لگی، لیکن قرآن مجید بلند آواز سے کہہ رہا ہے رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ

یہ چیزیں ناپاک شیطانی عمل ہیں ان سے بچو)

# موجودہ تہذیب کا مذہب سے اعراض

ہمارے اسلاف ہر حرام چیز کے استعمال پر حد قائم کرتے تھے، اور شرابیوں کو چالیس درے لگاتے تھے، اس وجہ سے شرابخواری تقریباً معدوم تھی، مذہبی علماء کو زبردست سطوت حاصل تھی، خود بادشاہ و حکام بھی مکروہات کے روکنے اور فضیلتوں کی اشاعت کرنے میں قاضیوں کے مدد و معاون ہوتے تھے، لیکن آج حالت بالکل برعکس ہے،

موجودہ تہذیب کیا آئی کہ ہمارے لئے ایک مصیبت بن گئی، اس کا دخل ہماری ہر چیز حتی کہ مال و اولاد میں بھی ہوگیا، مذہب کی وہ سطوت نہیں باقی رہی جو اس کو حاصل تھی، ہر ایک چھوٹا بڑا امیر و غریب مذہب کے استخفاف میں پیش پیش نظر آتا ہے، اور مذہب کا خلاف کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ تہذیب و تمدن بغیر علم کے گمراہی ہے اور ناقص علم وبال جان ہے، اور بیوقوفی بقول امام غزالی فتنہ پرداز ذہانت سے بہتر ہے، اور جہلاء و اذکیاء مغرورین سے افضل ہیں، نہ تو ہمنے مذہب ہی کی اتباع کی اور نہ ہی علم حاصل کیا، دونوں طرف سے خسارے میں رہے اور اہل یورپ ہم پر فوقیت لے گئے، ایک زمانہ تھا کہ ہم لوگوں کو ان پر فوقیت حاصل تھی، مگر آج افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے اندر اتباع مذہب کا جذبہ اور حصول علم کا ذوق و شوق نہ رہا، اسی وجہ سے ہمارے تمام اعمال ضائع اور ہماری ساری کوششیں بالکل بیکار ہوگئی ہیں، اور اہل یورپ ہم سے آگے بڑھ گئے، اس لئے ہم پر فرض ہے کہ ہم پھر سے حصول علم کی طرف متوجہ ہوں، اتباع مذہب کی کوشش کریں، شراب کی علمی تحقیق کریں، اور حقیقت امر کو حاصل کرلیں، آج علم ہی وہ ہتھیار ہے جس سے فضیلت و بزرگی پر قبضہ کیا جاسکتا ہے، اور ناقص کو ناقص ثابت کیا جاسکتا ہے، چنانچہ آج میں بھی مصری قوم کی جہالت کے ساتھ اسی علم کے ہتھیار

۱۶۵

سے جنگ کرنا چاہتا ہون، اب مین چار پہلوؤن سے آپ حضرات کے سامنے اس موضوع پر روشنی ڈالونگا

(۱) علماے اجتماع کا یہ خیال کہ شراب نسل انسانی کو فنا کردیتی ہے،

(۲) علماے تشریح کا یہ خیال کہ اقطار جنوبیہ مین اس سے دیوانگی پیدا ہوتی ہے،

(۳) انجمن منع شراب کی کارگذاریان اور مصر مین اس انجمن کے صدر کی تقریر،

(۴) انگریزی فن ڈاکٹری خاصکر امریکن فن ڈاکٹری کے خیالات اور اس کا بیان کہ کیون فن ڈاکٹری نے شراب سے علاج کرنے کو منع کیا ہے،

ا۔ کونٹ ہنری کاسٹری فرانسیسی اپنی کتاب خواطر و سوانح اسلام مطبوعہ ۱۸۹۶ء کے صفحہ ۱۳۵ مین لکھتا ہے، کہ "جزائر کے جنوبی جانب صحراے کبریٰ کی طرف تنگیِ جگہ کی وجہ سے قبائل کا ہجرت کرنا میرے نزدیک ایک وہم باطل سے زیادہ حقیقت نہین رکھتا، باقی رہا یورپ مین تمدن کے بعد باشندگان جزائر کا آہستہ آہستہ فنا ہوجانا، تو ہم اس کی بھی تصدیق نہین کرسکتے، کیونکہ تمدن کسی قوم کے وجود کو فنا نہین کردیتا بلکہ باشندگانِ جزائر کے اندر یورپ والون سے بہت زیادہ توالد و تناسل کا سلسلہ جاری تھا، علاوہ ازین وہ کبھی منشی چیزین نہین استعمال کرتے تھے، جس طرح کہ بعض فاتح قومین استعمال کرتی ہین، کیونکہ باشندگانِ جزائر ان چیزون کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مین اس جملہ کو پڑھکر بالکل مدہوش اور مبہوت ہوگیا اور نصر بن سیار کے اشعار پڑھنے لگا،

ارى خلل الرماد وميض نار ویوشک ان یکون لها ضرام

مین راکھ کے اندر آگ کی چمک دیکھتا ہون، اور عنقریب اس کے اندر سے شعلے بھڑک اٹھین گے،

فان النار بالعودين تذكو وان الحرب اولها كلام

کیونکہ آگ دو لکڑیوں سے تیز ہوتی ہے، اور جنگ کی ابتدا کلام ہی ہے،

فان كانت امية فی سبات فقل قوموا فقد حان القيام

اگر امیہ خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں تو ان سے کہدو کہ بیدار ہو جاؤ کیونکہ بیدار ہونے کا وقت آگیا۔

سخت تعجب کی بات ہے کہ کس طرح ہماری قوم ان تمام باتوں کو پڑھتے ہوئے پھر بھی ان سے غافل ہے، کس طرح یہ فرانسیسی کونٹ کہتا ہے، کہ شراب ہی وہ آخری ہتھیار ہے جس سے امم مستعمرہ کو قتل کیا جا سکتا ہے، اور اسی سے ان کی نسلیں فنا و برباد ہو سکتی ہیں، مگر افسوس کہ ہمارے ملک والے بالکل غافل اور رات دن شراب پینے میں مصروف ہیں، اس نظریہ کو میں نے اکثر اہل علم کے سامنے پیش کیا اور میں کہتا تھا کہ کیا ہماری قوم اس کلام کو پڑھتی نہیں یا پڑھتی ہے، اور اس پر عمل نہیں کرتی، اور شراب نوشی سے باز نہیں رہتی، اس جگہ ہماری موت وحیات کا سوال ہے، کیونکہ شراب کے چھوڑنے میں ہماری حیات ہے، ورنہ ہماری موت یقینی ہے،

۲۔ انگریزی قانون دان بنتام اپنی کتاب اصول شرائع میں جس کا ترجمہ احمد فتحی زغلول پاشا مرحوم نے کیا ہے، جرائم شخصیہ کے ماتحت لکھتا ہے، "یہ شراب شمالی ممالک میں انسانوں کو بیوقوف اور جنوبی ممالک میں دیوانہ اور پاگل بنا دیتی ہے، اس لئے شمالی ممالک میں اس کے استعمال پر سزا دینا کافی ہے، لیکن جنوبی ممالک میں ہر ممکن طریقہ سے اس کی روک تھام ضروری ہے، شریعت محمد ... نے ہر قسم کی شراب کو حرام کر دیا ہے اور یہ اس کے محاسن میں سے ایک بہت بڑا حسن ہے"۔

۳۔ آج سے آٹھ سال پہلے مصر میں جرمنی کی ایک انجمن کا جو تمام عالم سے شرابخواری دور کرنے کے لئے قائم کی گئی تھی، ایک ممبر آیا تھا جو اپنے کو اس انجمن کا صدر کہتا تھا، اس نے اکثر دول یورپ اور مشرقی ممالک مثلاً فرانس، انگلینڈ، روس، چین، جاپان وغیرہ کا سفر کیا تھا، تمام حکومتوں نے اس کے خیالات کی تائید کی، اس انجمن کے اراکین کی تعداد چھ لاکھ ہے، اس نے یہ بھی بیان کیا کہ ہماری انجمن نے امریکہ میں ساڑھے چار کروڑ انسانوں کو شرابخواری سے نجات دلائی اور آج یہ حال ہے کہ وہ سب کے سب شراب کو حرام سمجھتے ہیں، (یہ پہلے کا واقعہ ہے، ورنہ آج امریکہ میں شراب پینا قانوناً جرم ہے) اور یہ بھی کہا کہ ملک

سویڈن کے ولی عہد نے شراب کے چھوڑ دینے کی قسم کھائی، اور ہم لوگ اس بات پر فخر کرتے ہین کہ یورپ مین وہ پہلا بادشاہ ہے جو شراب نہین پیتا اور دوسرون کو اس کے پینے سے منع کرتا ہے،

۴- چند سال پہلے مین ایک مصری ڈاکٹر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے مجھکو ایک انگریزی کتاب دکھائی جس کا مصنف ایک امریکن شخص تھا، ڈاکٹر نے کہا کہ اس کا مصنف لکھتا ہے کہ مین اس کتاب مین منع خمر کے متعلق کچھ نہین لکھونگا، کیونکہ دوسرے علما اس کے متعلق بہت کچھ لکھ چکے ہین، مین اس مین صرف شراب کے طبی ضرر کو دکھلاؤنگا، اور یہ ثابت کرونگا کہ شراب سے علاج کرنے مین انسان کے اندر بعض ایسی بیماریان پیدا ہو جاتی ہین جو قبل سے موجود نہین ہوتین، اسی لئے طبی طور پر بھی اس کا استعمال کرنا سخت مضر ہے، اس مین کچھ بھی فائدہ نہین ہوتا، مین نے ڈاکٹر موصوف سے کہا کہ پھر تم کیون خاموش ہو، ملک مین اپنی آواز کیون نہین بلند کرتے، اس نے جواب دیا کہ میرے دوسرے ہم پیشہ ڈاکٹر مجھ سے اختلاف کرینگے، اور خواہ مخواہ مجھ پر آوازین کسنا شروع کر دینگے اسی خوف سے مین خاموش ہون، مین نے کہا کیا امریکہ مین علمائے محققین موجود نہین ہین؟ اس نے کہا ہان موجود تو ہین، لیکن ان لوگون کی آواز نہین سنی جائے گی،

جب تقریر کرنے کی مجھے دعوت دی گئی تو مین نے ڈاکٹر موصوف سے اس کتاب کو منگوایا، اس کا نام کتاب الید فی الطب تھا، اور مصنف کا نام ڈاکٹر کیلوج، مصنف موصوف نے استعمال شراب کے متعلق صفحہ ۵۰ سے صفحہ ۵۴ تک لکھا ہے، مین اس کو مجملاً یہان پر ذکر کئے دیتا ہون، اور تمام ڈاکٹرون سے گذارش کرتا ہون کہ وہ اس کا پورا ترجمہ ملک مین شائع کرین، اور اگر اس مین کچھ غلطیان ہون تو اس کی تردید کرین، ورنہ پھر کتاب کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے ملک مصر سے شرابخواری کو بالکل دور کرنے کی کوشش کرین، جیسا کہ امریکہ نے کیا ہے،

مصنف موصوف لکھتے ہین، کہ شراب کے زہر ہونے مین اگر کسی کو کچھ بھی شبہہ ہو تو اس کو پینے والون

کے معدہ پر غور کرنا چاہئے، کیونکہ جب شراب معدہ مین پہنچتی ہے تو غشاے مخاطی محتقن ہو جاتی ہے، اور کثیر مقدار مین بلغم کو خارج کرنے لگتی ہے، تاکہ وہ خود کو محفوظ کر سکے، یہی وجہ ہے کہ معدہ کے غدود اور اس کی قوتِ دافعہ بہت جلد اس چیز کو برباد کر دینا چاہتی ہے جو معدہ مین پہنچتی ہے، کیا اس کے بعد بھی کسی کو شک ہوگا کہ شراب بھی زہر کی ایک خاص قسم نہین ہے، ڈاکٹر لبیج کہتے ہین کہ اگر شراب کے استعمال مین اعتدال سے کام لیا جاے تو اس سے جسم قوی اور نشاط پیدا ہوتا ہے، لیکن اس نظریہ کو فرانس کے تین علماے کیمیا یعنی ڈاکٹر للمان، ڈاکٹر پیرن اور ڈاکٹر دروی اور انگلینڈ کے ڈاکٹر اڈورڈ اسمتھ نے بالکل باطل قرار دیا ہے، فرانسیسی ڈاکٹر یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ شراب تو جسم سے بالکل نکل جاتی ہے، اس کا کچھ بھی اثر جسم مین نہین رہتا، پھر وہ جسم کو کس طرح قوی کر سکتی ہے، اور ڈاکٹر اسمتھ یہ زیادہ کرتے ہین کہ مین نے خون کی تحلیل کی تو مجھے اس مین وہ عناصر کچھ بھی نہین ملے جن سے شراب کی ترکیب ہوتی ہے، پھر جسم کس طرح قوی ہو سکتا ہے، ڈاکٹر ملر اسکاٹ لینڈی لکھتے ہین کہ شراب کسی بیماری سے بھی شفا نہین دیسکتی ہے جمعیت طبی برطانی کے صدر ڈاکٹر ہیجنو نام کہتے ہین کہ مجھے تو کوئی بھی ایسا مرض نہین معلوم کہ جس مین کبھی بھی شراب سے کچھ شفا ہوئی ہو، انگریزی ڈاکٹر جانسن تحریر کرتے ہین کہ شراب کو بطور دوا استعمال کرنا بالکل بے کار ہے، اس سے کبھی فائدہ نہین ہو سکتا، ڈاکٹر موصوف ان لوگون کی تردید کرتے ہین جو یہ کہتے ہین کہ شراب غذا ہے وہ جسم کو محفوظ رکھتی اور عضلات کو قوی کرتی ہے، ڈاکٹر موصوف کہتے ہین کہ شراب سے جسم مین جو قوت پیدا ہوتی ہے، وہ قوت نہین ہے، بلکہ زہر ہے جو بدن مین اپنا اثر کرتا ہے، اگر ہم یہ کہتے ہین کہ فلان شخص نشہ مین مست اور مسرور ہے تو درحقیقت اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ مسموم ہے، اور شراب کا زہر اپنا کام کر رہا ہے، کیونکہ جب ہم شراب کو یا اور کسی زہریلی دوا کو جسم مین داخل کر دین تو تمام اعضا اس کی مقاومت اور مدافعت کے لئے تیار ہو جاتے ہین اور جلد سے جلد اس کو جسم سے خارج کر دینا چاہتے ہین، بس یہین سے نشاط یا سرور پیدا ہوتا ہے، تو گویا سرور زہر کے اثر

ہی کا نام ہوا نیز ڈاکٹر موصوف اس نظریہ کی کہ شراب مرض کو ترقی کرنے سے روکیتی ہے تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اکثر لوگ بعض امراض مین شراب دیتے ہین، اگر یہ بات واقع مین بالکل ٹھیک اور حق ہے جو تم لوگ کہتے ہو تو پھر شراب کا ضرر جسم کے لئے اس مرض سے زیادہ نقصان دہ ہے، شراب تو کچھ بھی شفا نہین دیتی، کیونکہ مذکورۂ بالا ڈاکٹرون کے تجربون نے ثابت کردیا ہے کہ شراب نسیج انسانی مین اپنا اثر کچھ بھی نہین چھوڑتی حالانکہ حقیقی اثر نسیج ہی مین ہوتا ہے، لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ شراب سے کچھ بھی فائدہ نہین بلکہ نقصان ہی نقصان ہے،

انگریزی ڈاکٹر اسمتھ، ڈاکٹر لیبیج کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ شراب کے استعمال سے جسم کی اصلی حرارت زائل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ زوال یوماً فیوماً بڑھتا جاتا ہے، کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ ہمارے آقاے نامدار محمد صلعم نے شراب کے ضرر کو صاف لفظون مین بیان فرمایا ہے، صحیح مسلم مین روایت ہے کہ طارق بن سوید نے رسول اللہ صلعم سے شراب کے متعلق دریافت کیا تو آپنے ان کو شراب پینے سے منع فرمایا، اور شراب بنانے کو بھی مکروہ سمجھا، سوید نے عرض کیا کہ مین اس کو دوا کے لئے بناتا ہون تو آپنے فرمایا انہ لیس بدواء ولکنہ داء (شراب دوا نہین بلکہ بیماری ہے) کیا یہ حدیث شریف موجودہ ڈاکٹری کے خیالات کے مطابق نہین ہے، اسمتھ کہتے ہین کہ شراب کے استعمال سے جسم کی اصلی حرارت زائل ہوجاتی ہے، آج سلطنت امریکہ نے شراب نوشی کو مطلقاً ممنوع قرار دیا ہے، ڈاکٹر بارکس، سرجان ہیل اور ڈاکٹر ہنری مارٹس وغیرہ بھی یہی کہتے ہین کہ نہ تو شراب بیماری کو دفع کرتی ہے اور نہ جسم کو کوئی فائدہ پہنچاتی ہے ڈاکٹر کیلوج بعض لوگون کے اس خیال کی بھی تردید کرتے ہین، کہ اگر شراب مین ضرر ہے تو یہ اسی کے ساتھ مخصوص نہین ہے کیونکہ شراب دانے سے بنائی جاتی ہے اور دانون مین تھوڑا سا زہر بھی ہوتا ہے، پھر ڈاکٹر لوگ کیون استغفر پیخ پکار کرتے ہین، اس کا جواب ڈاکٹر کیلوج یہ دیتے ہین، کہ بیشک شراب دانون سے بنتی ہے، لیکن تمام ڈاکٹرون کا یہ خیال محض غلط ہے، کہ دانون مین زہر ہوتا ہے، دانون مین زہر اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ

ان کو تلف کر دیا جائے، جیسے کہ لکڑی مین اُس وقت دھوان پیدا ہوتا ہے، جب کہ اس کو تلف
کیا جائے جس طرح فی نفسہ لکڑی دھوان نہین اسی طرح فی نفسہ دانے زہر نہین ہین، اس سے ثابت ۱۷۶
ہوا کہ شراب زہر ہے خواہ وہ شراب خالص ہو یا مخلوط اور صحت کے لئے مضر اور اجسام کے لئے مہلک ہے،

اس کے بعد ڈاکٹر کیلوج ان ڈاکٹرون کی مذمت کرتے ہین، جو شراب اور منشیات سے علاج
کرتے ہین، پھر شراب پینے والون کے اس خیال کی تردید کرتے ہین کہ شراب رنج وغم اور سستی کو زائل کرتی ہے،
اور ایک فقیر کو ایسا بنا دیتی ہے کہ گویا وہ بادشاہ ہے، وہ لکھتے ہین کہ ایک انسان جب شراب پیتا ہے
تو نشہ مین بالکل مست ہو جاتا ہے، یہانتک کہ اسکو اپنی حالت کا شعور نہین ہوتا، اس کا احساس بالکل مفقود
ہو جاتا ہے اور یہ بالکل بھول جاتا ہے کہ وہ کیسی بدبخت زندگی مین گرفتار ہے، اور کس طرح جمیع اخلاق عالیہ
اور احساسِ لطیف سے بالکل بے بہرہ ہو جاتا ہے، پھر شراب پینے اور کوکین اور افیون وغیرہ کھانے والون کے
متعلق لکھتے ہین کہ موت ان کا شکار کر رہی ہے، لیکن ان کو کچھ نہین معلوم ہوتا، یہانتک کہ موت کا زبردست
چنگل اچانک ان کو اپنے قبضہ مین پکڑ لیتا ہے، اس کے بعد اس خیال کی تردید کرتے ہین کہ شراب پینا انسانی
عادت اور اس کی اصل فطرت مین داخل ہے، کیونکہ دنیا کی ہر قوم شراب پیتی ہے، اور تمام گذشتہ قومون نے
بھی اس کو استعمال کیا تھا، چینی، جاپانی، مشرقی، مغربی مسلمان، نصاریٰ، یہودی، مجوسی، بدھ، غرض ہر ایک
قوم اسکو استعمال کر رہی ہے، اگر اس کا پینا فطرت کے خلاف ہوتا تو اتنی قومین ہرگز اس کو نہین استعمال کرتین،
اس کا جواب ڈاکٹر کیلوج یہ دیتے ہین کہ ان مذکورہ قومون مین گمراہ اور فاسق و فاجر بھی ہین، سب کو معلوم
ہے کہ چوری، زنا، اور فسق و فجور انسان کی فطرت مین داخل نہین ہے، جس طرح چوری، بدکاری وغیرہ
انسان کی فطرت مین داخل نہین ہے، اسی طرح شراب بھی انسان کی فطرت مین داخل نہین، اور جس طرح
باوجود غیر فطری ہونے کے یہ چیزین انسان کے اندر داخل ہو گئین، اسی طرح شراب بھی داخل ہو گئی، پھر
کیون تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ شراب خواری فطرت مین داخل ہے اور بجائے افسوس وغم کرنے کے اسکی تائید کرتے ہو،

کیلیوج امریکی کے نظریون کا یہ خلاصہ ہے جو مین نے تحریر کیا، اس مین کوئی شک نہین کہ کوئی حکومت کسی قانون کو اسی وقت نافذ کر سکتی ہے، جبکہ علماء اس کی تائید کرین، اور عوام اس کو پسند کرین، اگر اس کتاب کے مولف جیسی ہستیان امریکہ مین نہ پیدا ہوتین، تو ہرگز امریکہ شراب خواری کو قانوناً نہین منع کرتا، مصر اس کا زیادہ مستحق ہے کہ وہان شرابخواری کو قانوناً ممنوع کر دیا جائے، کیونکہ شراب نے اس کو بہت زیادہ ضرر پہنچایا ہے، اطباء و علماء قوم کو چاہئے کہ وہ اپنی قوم کو شراب خواری کے استعمال سے منع کرین، اور ساری قوم کو اس سے باز رکھین ؛

## متناقضاتِ امم اور عجائب اسلام

دوستو غور کرو کس طرح امریکہ کے نصرانیون نے سب سے پہلے منع خمر کی آواز بلند کی اور اس کو قانوناً اپنے ملک مین حرام کر دیا، حالانکہ اس کا مذہب شراب کو حرام نہین کہتا، ہم کو اس زمانہ مین یہ خبر ملی ہے کہ شراب کو ممنوع قرار دینے کی وجہ سے اس قوم مین وسعتِ رزق اور ملک مین امن و امان پیدا ہو گیا ہے، بکثرت علمی انجمنین قائم ہو گئی ہین، چوری اور قتل وغیرہ کے واردات بالکل کم ہو گئے ہین، اور مال و دولت مین خوب ترقی ہو گئی ہے، شراب کے حرام کرنے مین اسلام کا یہی مقصد تھا جو آج امریکہ مین ظاہر ہوا، اب مسلمانون کو دیکھو، اسلام نے سختی کے ساتھ شراب سے منع کیا ہے، لیکن افسوس ہمارے ملک مصر اور دوسرے ممالکِ اسلامیہ مین صبح و شام بکثرت اس کا استعمال کیا جاتا ہے، حکومت ترکیہ نے باوجود خالص اسلامی سلطنت ہونے کے مدتون تک اس طرف توجہ نہین کی اور جب دوسری قومون کو شراب ناجائز قرار دیتے ہوئے دیکھا تو صرف ان کی اتباع مین اس سال اس کو قانوناً ناجائز قرار دیا، حالانکہ اسلامی سلطنت ہونے کی وجہ سے اس کو سب سے پہلے پیشقدمی کرنی چاہئے تھی، مسلمانون نے علوم کونیہ چھوڑ کر اپنی کامل توجہ صرف امور فقہیہ کی طرف کر دی، اور حلال و حرام جان لینے کے سوا اور علوم سے بالکل غافل ہو گئے

جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہم تمام علوم وفنون میں اور قوموں سے پیچھے ہو گئے باشندگان یورپ ہم پر سبقت لے گئے، کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ باوجود فقہ میں اس قدر مشغول ہونے کے بھی ہم اپنے ملک سے شراب خواری کو دور نہ کر سکے اور اس بارے میں دوسری قومیں ہم پر سبقت لے گئیں، یا اللہ! ہم مسلمانوں کی حالت کس قدر پست ہوگئی ہے کہ نہ تو ہم نے علوم کونیہ میں کامیابی حاصل کی اور نہ ہی حلال و حرام سے بچتے ہیں، ان دونوں صورتوں میں بھی انگریز ہی ہم سے بڑھ گئے، شاید اب بھی مسلمان سنبھل جائیں اور اپنی اصلی شرافت کو حاصل
۱۶۸ کرلیں اور قسمت کا ڈوبا ہوا آفتاب پھر پورے آب و تاب سے ابھرے اور خط نصف النہار پر چمکنے لگے، اور عالم میں نیا دور شروع ہو جائے۔

## شراب بیچنے اور اُس سے نفع اُٹھانے کی حرمت

شراب بیچنے اور اس سے نفع اٹھانے کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، جاہلیت کے زمانہ میں اہل عرب شراب کی قیمت سے نفع حاصل کرتے تھے، جس کا ذکر آیت مذکورہ میں ہے، اسلام نے مطلقًا اس کو حرام قرار دیا، اور بتایا کہ شراب نجس العین ہے اس سے کسی طرح کا فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا تمام علماء کا یہی فتویٰ ہے

## جوئے کا حکم

ایام جاہلیت میں دو قسم کا جوا رائج تھا پہلی قسم تو یہ تھی کہ جوا کھیلنے والا اپنے اہل وعیال اور مال کی شرط لگاتا تھا، اگر وہ ہار جاتا تو جیتنے والا شرط کے مطابق ہارنے والے کے اہل وعیال اور مال پر قبضہ کر لیتا تھا، دوسری قسم یہ تھی کہ اونٹ ذبح کرکے اس کو اٹھائیس حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، پھر دس تیروں سے جوا کھیلا جاتا تھا، ان دس تیروں میں سے سات تیر تو حصہ والے کے ہوتے تھے جن میں سے پہلے کا نام فذ تھا، یہ جس کے حصہ میں نکلتا وہ صرف ایک حصہ کا حقدار ہوتا تھا، اور سب سے زیادہ حصہ والا تیر معلی تھا، جس کے حصے

مین آجاتا وہ سات حصون کا مالک ہوتا تھا، باقی تین تیر جس کے حصہ نہین تھے، ان مین سے پہلے کا نام **وغد** دوسرے کا **منیح** تیسرے کا **سفیح** تھا، یہ تین تیر جنکے نام پر نکلتے ان کو گوشت سے حصہ نہین ملتا تھا، اور ان حصے والے سات تیرون کے نام یہ تھے، **قد، توام، رقیب، حلس، نافس، مسبل، معلیٰ** دس تیرون کو ایک چھوٹے سے پیالے مین جمع کر دیتے، پھر اس کو ایک عادل شخص کے ہاتھ مین دیدیتے، یہ شخص کچھ دیر تک ان کو پیالے مین کھڑکھڑاتا، پھر ایک ایک شخص کے نام سے اس مین سے ایک ایک تیر نکالتا، پس جس کے نام سے جو تیر نکلتا وہ اسی کے مطابق اپنا حصہ لے لیتا، اگر کسی کے نام ان تین تیرون مین سے جن مین حصہ نہین ہوتا ہے، کوئی ایک نکلتا تو وہ گوشت سے محروم کر دیا جاتا، جاہلیت مین قمار بازی کا یہی طریقہ تھا، ہر وہ چیز جس مین مال کے چلے جانے کا خطرہ ہو تو وہ جوا ہے، قمار بازی انسان کے لئے فطری کسب کی صورت نہین ہے، کیونکہ فطری کسب وہی ہے کہ جس مین کچھ مشقت ہو اور دستور کے مطابق اس مین نفع ہوتا ہو، جیسے تجارت یا صنعت وغیرہ، تعجب تو یہ ہے کہ یہ چیز ابتداے آفرینش سے انسان کے ساتھ موجود رہی ہے، کیونکہ قمار بازی کے آثار زمانہ قدیم کے کھنڈرات مین پائے گئے ہین، گویا کہ انسان مغالبت اور مسابقت کا فطری عاشق ہے، لہذا اس نے اس کو غلط طور پر قمار کی صورت مین ایجاد کیا، ورنہ انسان تو اسی لئے پیدا ہوا ہے، کہ وہ ہر سختی اور مشقت کی پشت پر سوار ہو اور بلندی کی طرف ترقی کرے، اور اپنی طبیعت پر غالب آئے، اسی وجہ سے قمار فی الحقیقت ایک رمز ہے جس کو عالم سمجھ سکتے ہین، خداوند عالم نے قمار کو حرام کر دیا اور بلندی کی طرف ترقی کو واجب کر دیا اور یہ حکم دیا کہ تم لوگ اپنی اندرونی قوتون سے قمار بازی کرو یہی اصل قمار ہے،

آج مصری قوم شراب خواری اور قمار بازی مین بالکل مستغرق ہے، باشندگان یورپ ان دونون کو ہمارے ملک مین پھیلا کر ان کے ذریعہ ہماری دولت ہم سے چھینکر یورپ بھیج رہے ہین، اور ہمارے ملک کو پیسون سے خالی کر رہے ہین، اور ہماری بے وقوفی پر خوب ہنستے ہین، فی الواقع یہ ہنسنے کی چیز

ہی ہے،

اکثر علماء نرد اور شطرنج کو بھی جوے کی ایک قسم قرار دیتے ہیں، نرد کھیلنا تو بالکل حرام ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے نرد یا نردشیر کھیلا اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی، اس حدیث کی تخریج ابوداؤد نے کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نرد اور شطرنج قماربازی میں داخل ہیں، امام ابوحنیفہؒ شطرنج کے متعلق فرماتے ہیں، کہ وہ مطلقاً حرام ہے خواہ کسی شرط کے ساتھ ہو یا نہ ہو، امام شافعی کے نزدیک شطرنج کھیلنا مباح ہے، بشرطیکہ کسی قسم کی شرط نہ ہو اور بیہودگی اور فحش کلامی کو دخل نہ ہو اور نہ نماز سے بے پرواہی ہو، آج طالب علموں میں اس قسم کے کھیل بکثرت رائج ہو چکے ہیں اگر علم ان کو محبوب ہوتا تو وہ یقیناً بجائے اس کھیل کے علم ہی سے خوش ہوتے اور اسی کی طرف متوجہ ہوتے، اساتذہ کرام کو چاہئے کہ نوجوان طلبہ کے اندر علم کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کریں، ان کے سامنے عجائبات عالم کے محاسن اور جمال کو پیش کریں، تاکہ ان کا عزیز وقت بے کار کھیلوں میں نہ ضائع ہو، اور وہ کائناتِ عالم کے عجائبات میں غور و فکر کرنے کے شائق ہو جائیں

چونکہ ایام جاہلیت میں اہلِ عرب اپنے جیتے ہوئے حصے فقیروں کو دے دیتے، اور اس پر فخر کرتے تھے، اور جو شخص ایسا نہیں کرتا تھا تو اس کو لئیم اور بخیل سمجھتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ قماربازی کے بیان کے بعد ہی انفاقِ مال کا ذکر کرتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے، يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ (آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم لوگ کیا خرچ کریں) ان کو جواب دو کہ وہ عفو خرچ کریں، عفو اس کو کہتے ہیں جو ضرورت سے زیادہ ہو، اور خوشی دل کے ساتھ خرچ کیا جائے،

روایت ہے کہ ایک شخص سونے کا انڈا جو اس کو غنیمت میں دستیاب ہوا تھا، رسول اللہ صلعم کے پاس لایا، اور کہا کہ آپ اس کو بطور صدقہ مجھ سے لیجئے، آپ نے اس کی جانب سے منہ پھیر لیا، یہانتک کہ اس نے کئی مرتبہ سامنے آ آ کر عرض کیا تو آپ نے غصہ سے فرمایا لاؤ پھر اس کو اس طرح پھینک دیا کہ اگر اسکے بدن پر پڑتا تو یقیناً سخت چوٹ آتی اور فرمایا کہ کوئی اپنے کل مال کو صدقہ کے لئے لے آتا ہے، لیکن اس کے بعد ۱۶۹

لوگوں کا دست نگر بنجاتا ہے، صدقہ وہ ہے جو انسان کو مفلس نہ کر دے، گویا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجہول اور غیر منظم طریقہ یعنی قمار بازی سے جیتی ہوئی چیزوں کے صدقہ کرنے کو منع فرمادیا تو ان کو یہ حکم دیا کہ جو کچھ تمھاری ضرورتوں سے بچ جائے اس کو منتظم طور پر صدقہ کرو، اسی لیے اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا کَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (اسی طرح اللہ تمھارے لئے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت کے متعلق غور و فکر کر سکو)

روایت ہے کہ جب آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا الآیہ نازل ہوئی تو تمام لوگ یتیموں سے علٰحدہ اور ان کی سرپرستی سے دست بردار ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (اور آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں، کہدیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت رکھنی بہت بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو تو وہ تمھارے دینی بھائی ہیں، اللہ مفسد اور مصلح کو خوب جانتا ہے، اگر خدا چاہے تو تم کو مصیبت میں ڈال سکتا ہے کیونکہ خدا زبردست حکمت والا ہے) حاصل مطلب یہ کہ یتیم بچوں کی سرپرستی بشرط ارادۂ اصلاح بہت بہتر چیز ہے، اور دلوں کا حال اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے، کہ کس کے دل میں ارادۂ اصلاح اور کس کے دل میں برا ارادہ ہے، خداوند عالم حکیم ہے جو حکم دیتا ہے وہ مقتضائے حکمت کے مطابق ہوتا ہے،

اس کے بعد اللہ تعالیٰ مشرکوں کے نکاح کی تشریح فرماتا ہے، چنانچہ فرمایا وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ (مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جبتک کہ مسلمان نہ ہوجائیں) وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ (اور وہ مسلمان لونڈی) جو تمھارے عقیدے اور دین کی پیرو ہو، اور اخلاق و عادات مذہبی میں تمھارے مشابہ ہو، خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ (مشرک عورت سے بہتر ہے گو وہ تم کو پسند ہی کیوں نہ ہو) کیونکہ جمال ظاہری سے محبت میں ثبات پیدا نہیں ہوتا، جب تک کہ اس کو جمال باطنی سے تقویت

نہ پہنچائی جائے، جمال ظاہر مثل پھول اور جمال باطن مثل پھل ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ پھول بہت
جلد مرجھا جاتا ہے، چونکہ حیض عورتون کے ساتھ مختص ہے، اس لئے نکاح کے بعد ہی اس کو ذکر فرمایا، وَ
یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ [illegible] جاہلیت مین دو طرح کے لوگ تھے، یہودی حائضہ عورتون کو بالکل
علیحدہ کردیتے، یہانتک کہ کھانے مین بھی ان کو اپنے ساتھ نہین رکھتے تھے، اور نصاریٰ حالت حیض مین
تب عورتون سے مجامعت کرتے تھے، اور عرب بھی یہود و نصاریٰ کی طرح ہوگئے تھے، ابو دحداح اور صحابہ کرام
کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلعم سے سوال کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی، مطلب یہ ہے کہ حیض
گندی چیز ہے نفس کو اس سے نفرت ہوتی ہے، اور طبیعت راغب نہین ہوتی ہے، حالت حیض مین
مجامعت کرنے سے ضرر کا اندیشہ ہے، لہذا تم لوگ بوقت حیض مجامعت نہ کرو، یہانتک کہ وہ پاک
نہ ہوجائین، یا تو غسل کرلینے سے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے یا صرف خون کے بند ہوجانے سے،
جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے، اس کے بعد جماع حلال ہے، لیکن اسی جگہ مین جو اس کے لئے مختص ہے،
غیر جگہ مین نہین، تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حیض والی عورتون سے ناف کے اوپر اور زانو کے نیچے
[illegible] حائضہ عورتون پر روزہ اور نماز حرام ہوجاتی ہے، لیکن پھر روزہ کی قضا واجب ہے
اور نماز کی قضا واجب نہین، چونکہ شریعت نفوس کو بیدار کرنے والی اور عقول کو متنبہ کرنے والی ہے، اس لئے
[illegible] شریعت کی باتین ذکر کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حیض کے فقہی
مسائل بیان [illegible] کی لذت کی باتین بھی بیان فرمائین یعنی اے انسانو! شہوت
صرف تناسل و توالد کا ایک سبب ہے، اور تمہاری بیویان کھیتی ہین، تم اس کے مزارع ہو، لہذا تم لوگون
کا مقصد صرف شہوت پرستی نہ ہونا چاہئے بلکہ شہوت کے پوری کرنے کی اصل غرض بقائے نسل ہونا چاہئے
چونکہ شہوت اصل مقصد نہین تو قدر حاجت سے اس مین زیادتی لائق نہین، تم لوگون کا مقصد اور اہم
غرض اولاد ہو، شہوات صرف مقدمات اور منافع نتائج ہین، جس طرح غذا کا نتیجہ بقائے جسم ہے اسی طرح

جماع کا نتیجہ بقائے نسل ہے، گویا آیت کا یہ مقصد ہے کہ طہارت، نجاست اور احکام شریعت سے مراد بقائے جسم اور طہارت ارواح ہے، جب اللہ تعالیٰ شادی اور احکام حیض کے ذکر سے فارغ ہو چکا تو اب ترتیب طبعی کے مطابق احوال طلاق بیان فرماتا ہے، کیونکہ طلاق شادی کے بعد ہی دیجاتی ہے، اس مسئلہ کی ابتدا حلف باللہ کے مسئلہ سے شروع کی، چنانچہ فرمایا،

## دسواں مقصد

| | |
|---|---|
| وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ | اور اللہ کو اپنی قسموں کے ذریعہ ان امور کا |
| اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا | حجاب مت بناؤ کہ تم نیکی اور تقویٰ اور |
| بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ | اصلاح فیما بین خلق کے کام کرو، اللہ سب کچھ |
| لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ | سنتا جانتا ہے، تمہاری لغو اور بیہودہ قسموں کی |
| اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ | اللہ تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن ان |
| بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ | قسموں پر مواخذہ کرے گا جو تمہارے دلوں سے |
| غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ | نکلی ہوں اور اللہ بخشنے والا حلیم ہے، |

وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے اور جس کے قلب میں جلال الٰہی کا نور جلوہ گر ہے، کبھی حقیر چیزوں میں خدائے تعالیٰ کے باعظمت نام کو زبان پر نہیں لائے گا، بلکہ وہ ہمیشہ اپنے قول کا سچا ہوگا، یہاں تک کہ لوگ خود اس کا یقین کر لیتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ ایک سچا شخص ہے، جب انسان کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنے نام کو نشانہ ملامت ہونے سے بچانے کی کوشش کرتا ہے، تو پھر خدا کے متعلق کیا کہو گے جو آسمان و زمین کا خالق ہے، حقیر چیزوں کے ساتھ کس طرح اس کے نام کو ملایا جائے، اور خواہ مخواہ کسی چیز کے فعل یا ترک پر اس کے نام کی قسم کھائی جائے، جن لوگوں کو ہر چھوٹے بڑے کام میں قسم کھانے کی عادت ہوتی ہے

تو وہ ان کے لئے طبیعت ثانیہ بنجاتی ہے، اس صورت مین خواہ سچ ہو یا جھوٹ، حق ہو یا باطل بے ساختہ ان کی زبان پر قسم جاری ہوجاتی ہے، پھر یہ لوگ اللہ کے غضب کے مستحق بنجاتے ہین، اور عام لوگ بھی ان کو حقیر سمجھتے ہوئے کبھی ان کی باتون پر اعتماد نہین کرتے، جب ایسے لوگون کی یہ حالت ہے تو وہ لوگ تو ان سے بھی زیادہ برے ہین، جو ہر وقت جھوٹی قسمین کھاتے رہتے ہین جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (ہر جھوٹی قسم کھانے والے کی اطاعت نہ کرو) رسول اللہ صلعم نے فرمایا الیمین الغموس (جھوٹی قسمین) جو کہ قسم کھانے والون کو جہنم کی آگ مین پہنچا دیتی ہین، البیوت بلاقع (وہ کھنڈر مکانون کی طرح ہین یعنی بے کار ہین جن سے کچھ فائدہ نہین حاصل ہوتا، لیکن جو لوگ باتون کے سچے ہین اور قسم نہین کھاتے یہی لوگ صالح اور خدا پرست ہین، اور یہی لوگ اپنی سچائی کی وجہ سے لوگون کے درمیان صلح کرا سکتے ہین، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ (اپنی قسمون کی حفاظت کرو) اہل عرب ایسے انسان کی تعریف کرتے تھے جو بہت کم قسم کھایا کرتا تھا، جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے،

قلیل الالایا حافظ لیمینہ — وان سبقت منہ الالیۃ برت

وہ بہت کم قسم کھانے والا اور اپنی قسمون کا حافظ ہو، اگر اتفاقاً اسکے منہ سے قسم نکلتی تو اسکو پورا کرتا ہے

آیت مذکورہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ تم لوگ اللہ کے نام کو اپنی قسمون کی وجہ سے نیکی اور صلح کا روکنے والا نہ بناؤ، کیونکہ بعض لوگ صلۂ رحمی اور اصلاح ذات البین کے چھوڑ دینے کی قسم کھا لیا کرتے تھے، پھر جب ان سے یہ کام کرنے کو کہا جاتا تو کہتے کہ ہم خدا سے ڈرتے ہین، ہم اپنی قسم کو نہین توڑ سکتے، اس لئے یہ آیت نازل ہوئی، مطلب یہ ہے کہ نیکی کے کام کو خدا کے نام کی قسم کھا لینے سے مت روکو، بلکہ اس قسم کو توڑ دو، کفارہ ادا کرو، اور نیکی کے کام کرو، وَلَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ، کے متعلق امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہین کہ لغو قسم یہ ہے کہ کوئی انسان اپنے ظن کاذب

کی بنا پر قسم کھائے، مطلب یہ ہوگا کہ اگر قسم مین کچھ غلطی ہو جائے تو خدا اس کا مواخذہ نہین کریگا، لیکن اگر قصداً جھوٹ کا ارادہ کیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ کریگا،

# آیاتِ سابقہ مین تین مقام پر تفصیلی کلام

قمار بازی، طہارت، قسم سے زبان کو محفوظ رکھنا،

## قمار بازی

قمار بازی کا جو طریقہ اہلِ عرب کے نزدیک رائج تھا وہ تو تم کو معلوم ہو گیا، کہ کس طرح وہ ایک اونٹ ذبح کرتے تھے، اور پھر اس کے گوشت کو اٹھائیس حصّون مین تقسیم کرتے تھے، اور ہر تیر کے لئے حصہ مقرر تھا پورے دس تیر ہوتے تھے، اس مین سے سات تیر حصے والے تھے، پہلے تیر کے لئے ایک حصہ، دوسرے کے لئے دو، تیسرے کے لئے تین، اسی طرح سات تک حصے مقرر تھے، ساتوین تیر کو معلّیٰ کہتے تھے، اس تیر کے سات حصے تھے، مجموعہ اٹھائیس ہوتا ہے، جب یہ لوگ جیت لیتے تھے تو اپنا حصہ فقیرون اور مسکینون کو خیرات کر دیتے تھے، اس قسم کی قمار بازی سے کوئی نفع مقصود نہین تھا، بلکہ صرف فخر کے لئے اس قسم کا جوا کھیلا جاتا تھا، باوجودیکہ اس مین فقیرون پر ایک قسم کی رحمت تھی، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا، کیونکہ قوم کی تربیت کا مدار تقویتِ ارادہ اور عزیمت پر ہے، آج تم دیکھو مسلمانون کے اندر تیرہ سو چالیس سال کے
۱۷۱ بعد کیا کیا چیزین رائج ہو گئی ہین، ان مسلمانون کے اخلاق کس قدر پست ہو گئے ہین جن کی آبادیوں مین انگریزون کا قدم پہنچ گیا ہے، مسلمانوں نے باطل نفع حاصل کرنے کے لئے ایسی ایسی چیزین اختیار کر لی ہین جو ایک شریف آدمی کو ذلیل اور خدا و ندعالم کو غضبناک کر دینے کے لئے کافی ہین،

# قمار بازی کی بعض قسموں کا ذکر جو آج ملک مصر میں رائج ہیں

## گھوڑ دوڑ (پولو) کبوتر کا شکار، لاٹری،

جب میں قمار بازی کی آیتوں کی تفسیر لکھتا ہوا اس مقام تک پہنچا تو مجھے خیال ہوا کہ میں خود ان مقامات کی سیر کروں، جن کو انگریزوں نے مصر میں ایجاد کیا ہے تاکہ قمار بازی کے متعلق میں جو کچھ لکھوں وہ خود میرا مشاہدہ ہو، چنانچہ میں دو ایسے شخصوں کو ساتھ لیکر چلا جو اس قسم کے کھیلوں کے انسپکٹر تھے اور علمی بحث وتحقیق کے بہت شائق تھے، سب سے پہلے ہم لوگ کبوتر کے شکار کے محل کی طرف روانہ ہوئے جو مقام شبرا میں واقع ہے، یہ لوگ اس کو تیرو کہتے تھے، اٹھارہ مارچ ۱۹۲۲ء کا دن تھا، ہم ایک وسیع مکان کے اندر داخل ہوئے جو ایک چہار دیواری سے محصور تھا، اس وسیع مکان کے وسط میں بیٹھنے کیلئے بہت سی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں، اور اسی جگہ کبوتر مارنے کے آلات بھی رکھے ہوئے تھے، اس روز پندرہ آدمی مارنے والے تھے، جو اپنی بندوقیں سنبھالے ہوئے ایک صف میں کھڑے ہوئے تھے، اور اسی جگہ دیوار میں بہت سے ورق لٹکے ہوئے تھے، جوا کھیلنے والا ان اوراق میں سے جتنے ورق چاہتا قیمت ادا کر کے لے لیتا تھا، ایک ورق کے لئے صرف ایک ہی موقع دیا جاتا تھا اس لئے جو شخص جتنے ورق خریدتا اتنی ہی مرتبہ اس کو کھیلنے دیا جاتا، شکار کا طریقہ یہ تھا کہ مکان والا انگریز آتا اور باری باری ایک ایک کبوتر اڑاتا تھا اسی طرح مارنے والے بھی نمبروار باری باری مارتے تھے۔ ان مارنے والوں میں جو سب سے زیادہ مارتا وہی کامیاب ہوتا تھا، اور جو رقم جمع ہوتی اس کو یہ انگریز اور جیتنے والے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے، باقی سب محروم کر دیئے جاتے تھے، پھر دوبارہ وہ کاغذ خریدا جاتا تھا اور پہلے کی طرح کھیلا جاتا تھا،

پہلے تو یہ رائج تھا کہ جوا کھیلنے والے ان کبوتروں کو مارتے تھے جو پنجروں میں بند کر کے رکھے جاتے تھے، مگر جب مصری حکومت نے دیکھا کہ اس میں ایک نوع حیوانی کو بے فائدہ تباہ کرنا ہے، تو اس طریقہ کو بدل دیا، اب یہ طریقہ ہے کہ بہت سے مصنوعی کبوتر

تیار کئے گئے ہیں جو ایک مشین کے ذریعے سے فضا میں اڑائے جاتے ہیں، اس مشین کو میں نے خود دیکھا ہے، پھر مارنے والے اس مصنوعی کبوتر کو مارتے ہیں، اسی جگہ شکار کا ایک دوسرا مکان بھی ہے، ان دونوں مکانوں کی سالانہ آمدنی تیس یا چوبیس ہزار اشرفی ہے، آمدنی کے تقسیم کی صورت یہ ہے کہ جب کوئی جواری رقم ہار جاتا ہے، تو اس مکان کے مالک کا حصہ اس رقم میں فیصدی ساڑھے بارہ ہوتا ہے، اور حکومت فیصدی ساڑھے تین لیتی ہے، پھر حکومت جوے سے حاصل شدہ رقم کے دو ثلث کو مصری رفاہِ عام میں اور ایک ثلث کو انگریزی رفاہ عام میں خرچ کرتی ہے، جیتنے والے جواری کو اس کی لگائی ہوئی رقم کے علاوہ صاحب محل کی طرف سے ایک گنی دیجاتی ہے، کھیلنے والے مغربی اور مشرقی دونوں ہوتے ہیں،

## گھوڑ دوڑ

اس کے کھیل کا بھی قریب قریب وہی طریقہ ہے جو کبوتر کے شکار میں ہے، اس میں بھی شریک ہونے والا ورق خریدا کرتا ہے، جیسا کہ پہلی صورت میں تھا، مجموعہ مال میں سے صاحب محل دسواں حصہ لیتا ہے اور حکومت ہر گھوڑ دوڑ میں سو گنی لیتی ہے، صاحبِ محل انگریز ہے، جیتنے والے گھوڑے کو یہی شخص انعام دیتا ہے، گھوڑے پر سوار ہونے والے اس کے سائیس یا دوسرے لوگ ہوتے ہیں یہ سواری فضیلت حاصل کرنے کے لئے نہیں کیجاتی بلکہ منافع کے لئے کیجاتی ہے،

## اسلام میں گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی اور موجودہ دور کی گھوڑ دوڑ سے اس کا موازنہ

فقہی کتابوں میں ایک وسیع باب ہوتا ہے جس کو کتاب السبق والرمی کہتے ہیں، اس میں مذکور ہے کہ گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی باجماعِ مسلمین سنت نبویہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاَعِدُّوْا لَهُمْ

مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (ہر ممکن قوت کے ساتھ تم کافرون کے مقابلہ کے لئے تیار ہوجاؤ) قوت سے
مراد رمی یعنی تیراندازی وغیرہ ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا لا سبق الا فی خف او حافر او نصل
(ایک دوسرے پر فوقیت دکھانا صرف اونٹ، گھوڑے اور تیراندازی مین ہے) ہمارے اسلاف کے
نزدیک یہی چیزین مشہور ومعروف تھین، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ارموا بنی اسماعیل فان اباکم
کان رامیا (اے بنی اسماعیل تیراندازی سیکھو، تمھارے باپ اسماعیل بہت بڑے تیرانداز تھے) ہمارے
اسلاف گھوڑے یا اونٹ کی دوڑ مین یہ شرط لگایا کرتے تھے کہ بازی لیجانے والے جانور کو جہاد کے لئے
مقرر کردیا جائے اور کوئی دوسرا کام اس سے نہ لیا جائے، اس شرط سے صرف بزرگی کے حصول اور ۱۶۴
حفاظت ملک کا شوق دلانا مقصود ہوتا تھا، غور کرو آج مصری قوم کس طرح اپنے [illegible]
اور اپنے آباء و اجداد کی تاریخ سے جاہل ہے، آج نشانہ مارنے والا صاحب مکان کا مزدور ہے، تمام
حاضرین کے مال کو صاحب مکان مفت مین لے لیتا ہے، علاوہ ازین جیتنے والے جانور کو خود اسی کے
بھائی کے پیسون سے رقم دی جاتی ہے، صاحب مکان خود کچھ نہین خرچ کرتا، غور کرو کس طرح
نشانہ باز اپنی جہالت کی وجہ سے صاحب مکان کا ایک مزدور ہوگیا، ہر جواری دو طرح کا نقصان
اٹھاتا ہے، پہلے یہ کہ نشانہ بازی اور گھوڑ دوڑ مین اس کو کوئی فائدہ نہین ہوتا، دوسرے یہ کہ صاحب
محل اس کی تمام دولت کو کھینچ لیتا ہے اور وہ اس سے غافل رہتا ہے، میرا تو یہ خیال ہے کہ ہر قریہ اور
ہر شہر مین اسلامی طریقہ پر گھوڑ دوڑ اور نشانہ بازی رائج کیجائے اور ہر نوجوان مسلم کو اس کی مشق
کرائی جائے، تاکہ ان کا جسم قوی ہو اور ان کے اندر شجاعت اور حفاظت ملک کی حمیت پیدا ہو اور
وقت آنے پر دشمنون سے اپنے ملک کو محفوظ رکھ سکین، کیونکہ جو صورت آج رائج ہے، لوگون کے اندر
بزدلی اور سستی پیدا کرتی ہے،

# لاٹری

اس کی صورت یہ ہے کہ بہت سے ٹکٹ قیمت پر فروخت کئے جاتے ہین، اور جب لاکھون کی تعداد مین یہ ٹکٹ نمبر وار فروخت ہو جاتے ہین، تو ان تمام ٹکٹون کے نمبر ایک صندوق مین رکھدیئے جاتے ہین، پھر اس کے بعد نمبرون کو نکالتے ہین، ان نمبرون مین جتنی رقم درج ہوتی ہے وہ صاحب ٹکٹ کو دیجاتی ہے، سب سے پہلے سو نمبر نکالے جاتے ہین، ان ٹکٹ والون کو ایک ایک گنی ملتی ہے، پھر دس نکالے جاتے ہین، ان مین ہر ایک کو دس گنی ملتی ہے، پھر ایک ٹکٹ نکالا جاتا ہے، یہ جس کے نام نکلتا ہے اس کو سو گنی دیجاتی ہے، باقی رقم انگریزون کی جیبون مین پہنچ جاتی ہے، یہ صورت ملک مصر مین بہت رائج ہے، بعض لوگ اس کو غریبون پر احسان سمجھتے ہین، لیکن واقعہ یہ ہے کہ آج کل جو گھوڑ دوڑ، نشانہ بازی اور لاٹری وغیرہ رائج ہے وہ مسلمانون کے لئے عار کی بات ہے، کیونکہ اس صورت سے انگریز اپنی روزی پیدا کرتے ہین، ور لاکھون گنیان مصریون کی جیبون سے نکل کر انگریزون کی جیبون مین چلی جاتی ہین، کاش کہ یہ قمار بازی انہی صورتون تک موقوف ہوتی، مگر ہم دیکھتے ہین کہ ملک مین ایسی بے شمار جگہین ہین جہان مختلف قسم کے جوئے پوشیدہ طور پر کھیلے جاتے ہین، ان پوشیدہ جگہون مین بڑے بڑے مالدار اور شریف و باعزت لوگ کھیلتے ہین، ان لوگون کی دولت بھی اسی طرح انگریزون کے ہاتھون مین پہنچ جاتی ہے، لیکن یہ لوگ بالکل غافل ہین کبھی غور و فکر سے کام نہین لیتے، واللہ یہ لوگ غریب بھیڑ کی طرح ہین جن کے بال کاٹے جاتے ہین اور جن کا دودھ پیا جاتا ہے، پھر اسی اون کی قیمت سے بھیڑون کے لئے چارا بھی خریدا جاتا ہے، اگر کوئی مصری جیتنے والا ایک گنی حاصل کرتا ہے تو یہ گنی اس نے دوسرون سے نہین بلکہ وہ اپنے مصری بھائیون ہی سے حاصل کرتا ہے، اور باقی رقم سے انگریز ہمارے ملکون مین بڑے بڑے مکانات بناتے ہین اور تجارتی منڈیان

قائم کرتے ہیں، باوجودیکہ ہمارے عرب اسلاف فقیروں پر احسان کرنے کے لئے جوا کھیلتے تھے، پھر بھی اسلام نے قمار بازی کو حرام قرار دیا، تو پھر ہم لوگ کیونکر اس قسم کا جوا کھیل سکتے ہیں جس میں کہ ہمارے غریب بھائیوں کو کچھ بھی نفع نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ذریعہ غیروں کی جیبیں بھرتی ہیں اور ہم مفلس بنجاتے ہیں، اسلام نے سباق اور نشانہ بازی کے جس طریقہ کو جائز بتاتا ہے وہ ہر حال میں قوم کے لئے بہت مفید ہے، لیکن موجودہ صورت تو مال کو ضائع کرنے والی اور قوم کو ذلیل وخوار کرنے والی ہے، سارا مال غیروں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے اور وہی لوگ کامیاب رہتے ہیں، بے شک اسلامی طریقہ پر ہر شہر اور ہر دینی مدرسہ میں گھوڑ دوڑ اور نشانہ بازی ہونی چاہئے، کیونکہ یہ چیزیں مذہب میں داخل ہیں، فقہی کتابوں میں اس کے لئے اسی طرح کے باب مقرر کئے گئے ہیں جس طرح کہ نماز کے لئے مقرر کئے گئے ہیں، انگریزوں کے یہاں تو یہ چیز مفقود ہی ہے، جو مجھ پر واجب تھا اس کو میں نے ادا کر دیا، عمل کرنا مسلمانوں کا کام ہے، اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ،

## دوسرا مسئلہ طہارت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۔ (تم ان عورتوں سے قربت نہ کرو یہانتک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں، پھر جب پاک ہو جائیں تو انکے پاس آؤ، جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے، بیشک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔)

غور کرو کس طرح اللہ نے توابین کو متطہرین کے ساتھ ملا دیا ہے، اور دونوں کو اپنا محبوب قرار دیا ہے، اور کیونکر حیض کی گندگی سے دور رہنے کو اپنی محبت کا سبب بتایا ہے پھر ساتھ ہی توبہ کا بھی ذکر کیا ہے، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس جگہ ایک راز ہے جس کو علمائے مشرق نے قدیم زمانہ میں اور علمائے مغرب

نے موجودہ دور میں معلوم کیا ہے، مشرقیوں میں سے اس کی تشریح امام غزالیؒ نے بیان فرمائی ہے، وہ طہارت ظاہری و طہارت باطنی کے درمیان پورا تعلق ثابت کیا ہے، نیز یہ بتایا ہے، کہ جب کوئی شخص اپنے جسم کی طہارت کا اچھی طرح خیال رکھے تو اس کی ظاہری نظافت اس کو باطنی نظافت تک پہنچا دیتی ہے، اس سے امام غزالیؒ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ جس کا جسم زیادہ پاک و صاف ہو تو وہ زیادہ روشن عقل ہوگا، ہرگز نہیں ورنہ پھر دلہن باعتبار قلب کے تمام لوگوں سے زیادہ پاک، صاف ہوگی، انسان کی یہ عادت ہے کہ اگر وہ چھوٹے گناہوں سے نہیں بچ سکتا تو بڑے گناہوں سے بدرجہ اولیٰ بچ نہیں سکتا، اسی طرح اگر وہ اپنے ظاہر جسم کی صفائی و پاکیزگی کی طرف توجہ نہیں کرتا تو قلبی صفائی کی طرف کبھی توجہ نہیں کر سکتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ تم لوگ اگر اپنے ظاہر کی اصلاح کرو تو تمہارے باطن کی بھی اصلاح ہو جائے گی، اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ظاہر جسم کو باطن نفس کے ساتھ بہت قریبی تعلق ہے، جب کوئی شخص ظواہر قرآن کو نہ سمجھ سکتا ہو تو بواطن قرآن کو بدرجۂ اولیٰ نہیں سمجھے گا، اسی طرح اگر ہم ظاہر جسم کی صفائی پر قادر نہیں ہو سکتے تو پھر باطن کی صفائی بہت مشکل ہوگی، حالانکہ عبادت، طہارت، زکوٰۃ، حج، نماز، اور روزہ وغیرہ سے باطنی صفائی ہی مقصود بالذات ہے، ان تمام ظواہر کا مقصد باطن کا جمال اور اس کی صفائی ہے، کوئی نفس بلندی کی طرف کس طرح اڑ سکتا ہے، یا اسیر اس عالم جمیل کے محاسن کس طرح ظاہر ہو سکتے ہیں، اگر قلب فخر و غرور، حرص و طمع، تملق و ریا، غیظ و غضب، بغض و حسد اور جنگ و جدال کے جذبات سے بھرا ہوا ہو، یہ درحقیقت بہت ہی مضبوط قلعے ہیں علم میں ان کے منہدم کرنے کی طاقت نہیں ہے، اور نفس ان تک نہیں پہنچ سکتا،

ان امراض نفسیہ نے جو قلوب پر پردہ ڈال دیتے ہیں، بہتیرے نفوس انسانی کو اس بہشت کی تمتع سے روک دیا ہے جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے اور جو متقیوں کیلئے طیار کی گئی ہے، یہ جنت جنت علم اور جنت حکمت ہے، جس شخص نے دنیا کے اندر اس خوشی کو نہیں پایا اور مر گیا تو اگر وہ شخص صالح ہے

تو اسکو صرف جنت محسوسہ ملیگی، اور جس قدر اس نے دنیا میں پا لیا، اس پر قانع اور بھولا ہوا رہے گا،
یہی وہ فلسفہ ہے جو تمام حکماے اسلام اور صوفیاے کرام کے ملفوظات مین ملتا ہے، اور در حقیقت
یہی لوگ اہل شرف اور اہل فضل ہین، اور یہی فلسفہ اللہ تعالی کے قول یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ مین مضمر ہے،
علماے مغرب مین سے انگریزی عالم بنتام کے قول کو انکی کتاب اصول شرائع سے نقل کرتا ہون اس
کتاب کا ترجمہ یورپ کی اکثر زبانون مین ہو چکا ہے، اور عربی زبان مین فرانسیسی سے ترجمہ کیا گیا ہے،
مترجم مرحوم احمد فتحی پاشا زغلول ہین، مصنف دوسری جلد کے صفحہ ۱۱ مین قیدیون پر بحث کرتے ہوے
لکھتا ہے،

## نظافت اور صحت

"محققین کا خیال ہے کہ قیدیون کو قید خانہ مین داخل کرنے سے پہلے پاک وصاف کر لینا ضروری
ہے، ان کو سفید موٹا لباس پہنایا جاے تاکہ وہ اس کو صاف رکھنے پر مجبور رہون، ان کا سر مونڈ وا دیا
جاے یا مشین سے ان کے بال چھوٹے کر دیے جائین، روزانہ مقررہ وقتون مین ان کو غسل کرنے کا حکم
دیا جاے، سگریٹ، بیڑی اور ہر قسم کی بری عادتون سے ان کو روکا جاے اور مخصوص وقتون مین
لباس بھی تبدیل ہوتا رہے، کیونکہ تنعم جسمی اور ملکات نفسیہ کے درمیان زبردست اور گہرا تعلق ہے، اس
بات کو اکثر مصنفین نے ثابت کیا ہے کہ صفائی سستی کو دور کرتی ہے، اور انسان کے طور طریق مین
وقار پیدا کرتی ہے، کیونکہ جسم کی صفائی اور طہارت نفس کے درمیان بہت بڑا تعلق ہے، اسی لئے
اسلامی شریعت نے طہارت وصفائی و پاکیزگی کو مسلمانون پر واجب قرار دیا ہے، جو شخص مذہب اسلام
کی تصدیق نہین کرتا تو وہ بھی اس کے ان اثرات سے جو جسم انسانی پر مترتب ہوتے ہین کبھی نہین انکار کرسکتا، اسی کو
علامہ بنتام نے اپنی کتاب اصول شرائع مین تحریر کیا ہے، غور کرو کس طرح وہ لکھتے ہین کہ جسم کی صفائی
اور ملکات نفسیہ کے درمیان زبردست اور گہرا تعلق ہے، یہ قول بعینہ وہ ہے جس کو ہمارے علماء نے

تحریر کیا ہے، کہ ظاہری نظافت، باطنی نظافت تک پہنچا دیتی ہے، جو اصل مقصود ہے، اور بعینہ یہی مطلب ہے
اللہ تعالیٰ کے اس قول کا یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ، یحب التوابین سے طہارت باطنی
اور سلامت نفس کی طرف اور یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ سے ظاہری جسمی طہارت کی طرف اشارہ ہے، طہارت
باطنی کو مقدم کیا، کیونکہ یہی اصل مقصود ہے اور طہارت جسمی کو بحسب اللفظ مؤخر کیا کیونکہ یہ طہارت باطنی کا
وسیلہ ہے، کیا اس آیت میں ظاہر کا باطن کے ساتھ اقتران بعینہ وہ نہیں ہے، جس کو مشرق میں حکمائے اسلام
۴۷، اور مغرب میں حکمائے قانون نے تحریر کیا ہے، اب یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ کا راز اچھی
طرح سمجھ میں آگیا ہوگا،

## تیسرا مسئلہ حلف باللسان سے خدا کی تنزیہ

مین نے اس آیت کے دو مطلب بیان کئے ہیں، ان میں سے ایک جو اصل مقصود ہے وہ یہ کہ عُرضہ
مشتق ہے جعلتنی عرضۃ للومک سے مطلب یہ ہوگا کہ جب کوئی شخص زیادہ بولا کرے اور
بہت زیادہ قسمین کھائے اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسم کا نشانہ بنائے تو لوگ ایسے شخص کو جھوٹا سمجھتے ہین اور اُن لوگوں
کا اعتبار جاتا رہتا ہے، اور ایسا شخص لوگون کے درمیان صلح کرانے کی صلاحیت نہین رکھتا لیکن
جب زیادہ کلام کرنے سے بچے اور اپنی زبان کو محفوظ رکھے اور زیادہ قسمین نہ کھائے تو ایسا شخص
باعزت ہوتا ہے، اور اس کا قول قابلِ تسلیم ہوتا ہے، اور یہی شخص لوگون کے درمیان صلح کرا سکتا ہے

## اس آیت کے مناسب مغربی اور مشرقی علماء کے اقوال

قدیم علمائے اسلام نے آداب نفس کی بہت کچھ تشریح کی ہے، آدابِ نفس مین سب سے زیادہ
اہم آداب زبان ہے، مین اس وقت حلال اور حرام کے متعلق کچھ نہین لکھنا چاہتا اور نہ یہ میرا مقصد ہے

بلکہ میرا مقصد ان نتائج اور فوائد کو بیان کرنا ہے، جو اخلاق و عادات میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں، ہمارے علماء جیسے امام غزالیؒ وغیرہ فرماتے ہیں، کہ خاموشی، وقار، اور محرمات سے نیچی نظر رکھنے میں انسان کے اندر کمال پیدا ہوتا ہے، اور ایسا شخص بارعب اور پر شوکت ہو جاتا ہے، کیونکہ کلام کا اثر انسان کے قلب پر بہت زیادہ پڑتا ہے، خواہ وہ کلام اچھا ہو یا برا، یہ بات سب کو معلوم ہے کہ تمام قومیں لشکروں کی ایسی حرکات سے تربیت کرتی ہیں جو سرداروں کی اطاعت پر دلالت کرتی ہیں، اور یہی عقول میں مؤثر اور طاعت کی موجب ہیں، کیونکہ باطن ظاہر کا تختہ ہے، باطن میں وہی چیز لکھی جاتی ہے، جو ظاہر پر ڈالی جاتی ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اگر کوئی شخص طالب علمی کے زمانہ میں خوشخط لکھنے کی عادت ڈال لیتا ہے تو یہی عادت اس کے نفس میں ایک ملکہ پیدا کر دیتی ہے، جس سے وہ جس وقت چاہے آسانی کے ساتھ عمدہ حروف لکھ سکتا ہے، یہی حالت گرامو فون کی ہے جو اولاً آواز کو قبول کر لیتا ہے، پھر یہ آواز اس کی تختی پر بالکل باریک نقش کر دیجاتی ہے، اس کے بعد اس تختی کو گھمانے اور ایک باریک سوئی رکھدینے سے وہی آواز نکلنا شروع ہو جاتی ہے، جیسا کہ کسی پہاڑ کے دامن میں بولنے سے پیدا ہوتی ہے، پھر وہی آواز ہم تک واپس ہوتی ہے یعنی پہاڑ اس آواز کو ہماری طرف واپس کر دیتا ہے، مثلاً اگر ہم اللّٰہُ اکبر کہیں تو پہاڑ سے بھی یہی آواز نکلے گی، بعینہ یہی حالت انسان کی ہے، جو چیز انسان کے ظاہر پر نظر آتی ہے، وہی چیز اس کے باطن سے بھی ظاہر ہوگی،

جب اللہ تعالیٰ نے آداب کی ایک قسم حلف باللہ کی تشریح فرمادی تو اب ایلاء کا حکم بیان فرماتا ہے، کیونکہ ایلاء بھی حلف کی ایک قسم ہے،

## گیارہواں مقصد

### ایلاء اور طلاق کا حکم

ایلاء کے متعلق فرمایا،

| | |
|---|---|
| لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ | ان لوگون کے لئے جو اپنی بیویون کے پاس |
| تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ | جانے سے قسم کھا لیتے ہین چار ماہ تک کی |
| فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ | مہلت ہے، پھر اگر یہ لوگ رجوع کرلین تب |
| وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ | تو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے، اور اگر بالکل |
| سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ | چھوڑ ہی دینے کا ارادہ کرلیا ہو تو اللہ سننے والا جاننے والا ہے |

ایلاء کی صورت یہ ہے کہ کوئی یہ قسم کھالے کہ مین اپنی بیوی سے اتنی مدت تک جماع نہین کرونگا اور وہ مدت چار مہینے سے زیادہ ہو۔ اگر چار ماہ کے اندر اس نے اپنی قسم توڑ کر بیوی سے جماع کرلیا تو بہتر ہے، صرف قسم توڑ دینے کا کفارہ ادا کرنا پڑیگا، اور اگر بیوی کے مطالبہ کے بعد بھی شوہر نے بیوی کی طرف رخ نہین کیا تو اس کو طلاق کا ارادہ سمجھا جائے گا،

اگر یہ شخص بیوی کے پاس آیا بھی نہین اور نہ طلاق ہی دی، تو امام شافعیؒ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک حاکم وقت اس شخص پر طلاق کو واجب کردیگا، اور وہ ایک طلاق سمجھی جائے گی، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدت گذر جانے کے بعد اگر طلاق دیجائے گی تو وہ طلاق بائن شمار کیجائے گی، سعید بن المسیب اور زہری فرماتے ہین کہ اس صورت مین طلاق رجعی ہوگی، بائن نہین، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ جاہلیت کے زمانے مین جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کچھ طلب کرتا اور وہ نہین دیتی تو قسم کھالیتا تھا کہ مین ایک سال، دو سال، یا تین سال تک تمھارے پاس نہین آؤنگا، پھر یہ شخص اپنی بیوی کو اس کی حالت پر چھوڑ دیتا تھا، اس حالت مین کہ وہ نہ بیوہ رہتی اور نہ شوہر والی، ابتداے اسلام مین مسلمانون نے بھی یہ طریقہ اختیار کیا تھا، اس لئے یہ آیت نازل ہوئی تاکہ ظلم دفع ہوکر انصاف قائم ہو جائے، چونکہ ایلاء کی صورت حلف اور طلاق دونون قسمون کو شامل تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایلاء کا ذکر وسط مین کیا، پہلے حلف، پھر ایلاء، پھر طلاق

چنانچہ اب مسئلہ طلاق کو بالتفصیل بیان فرماتا ہے،

## بارہوان مقصد ۱۸

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ
اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ
اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ
اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ
اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَلَهُنَّ
مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ اَلطَّلَاقُ
مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ
لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ
شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا
حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا
يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ

مطلقہ عورتین تین حیض تک نکاح سے اپنے
کو روکے رہین، اور ان کو یہ جائز نہین کہ خدا
نے جو کچھ ان کے رحم مین پیدا کیا ہے اسکو
چھپائین، اگر وہ اللہ اور یوم قیامت پر
ایمان رکھتی ہین، اور ان عورتون کے شوہر
ان کے پھر لوٹا لینے کے زیادہ مستحق ہین بشرطیکہ
اصلاح کا ارادہ ہو اور دستور کے مطابق عورتون
کا بھی حق ہے، جیسا کہ ان پر حق ہے، اور
مردون کا ان کے مقابلہ مین کچھ درجہ بڑھا ہوا
ہے، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے، طلاق
دو مرتبہ ہے پھر یا تو رکھ لینا ہے یا دستور کے موافق
رخصت کر دینا ہے نیکی سے اور تمھارے لئے یہ بات
جائز نہین کہ تم ادا کردہ مہر مین سے کچھ بھی لے
مگر اس صورت مین کہ میان بیوی دونون کو
احتمال ہو کہ وہ ضابطہ خداوندی کو نہ قائم کر سکینگے
سو اگر تم کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونون ضابطہ

عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ
فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ
حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ طَلَّقَهَا
فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى
تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ
اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ
النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ
سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا
تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ
نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ
هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ
مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ

خداوندی کو قائم نہ کرسکین گے، تو ان دونون
پر کوئی گناہ نہ ہوگا، اس مال کے لینے مین جسکو
دیکر عورت اپنی جان چھڑائے، یہ خدائی قانون
ہین تم ان سے باہر مت نکلنا، جو شخص خدائی
قانون سے باہر نکلے تو ایسے ہی لوگ اپنا
نقصان کرنے والے ہین، پھر اگر کوئی تیسری
طلاق دیدے تو وہ عورت اس کے بعد اسکے
لئے حلال نہ ہوگی، یہانتک کہ وہ کسی غیر سے
نکاح کرے، پھر اگر یہ شوہر اس کو طلاق دیدے
تو ان دونون پر کچھ گناہ نہین ہے کہ آپس مین
بدستور ملجائین، بشرطیکہ دونون کو خدائی قانون
کے نگہداشت کی امید ہو، اور یہ خدائی قانون
ہین جو عقلمند لوگون کے لئے بیان کئے جاتے
ہین، جب تم عورتون کو طلاق دیدو اور وہ
اپنی عدت گذرنے کے قریب پہنچ جائین تو یا
تم دستور کے موافق نگہدارو یا دستور کے موافق
ان کو چھوڑ دو، اور ان کو تکلیف پہنچانے یا کسی
قسم کا ظلم کرنے کے لئے نہ روکو، اور جو شخص ایسا
کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کریگا، اور خدا کے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِذَا
طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ
اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ
اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ
اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ
كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ
اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

احکام کو ٹھٹھا نہ بناؤ اور اللہ کا احسان یاد کرو جسنے
تم پر کتاب اور حکمت کی باتین اتارین تاکہ تم کو
اس کے ذریعہ سمجھائے، اور اللہ سے ڈرو اور
یقین رکھو کہ خدا ہر چیز کو جانتا ہے، اور جب
تم عورتون کو طلاق دو اور وہ اپنی میعاد
پوری کر چکین تو تم ان کو اس امر سے مت روکو
کہ وہ اپنے شوہرون سے نکاح کر لین جبکہ
دستور کے موافق باہم رضامند ہون، اس سے
اس شخص کو نصیحت کیجاتی ہے جو اللہ اور
قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو، اس نصیحت
کو قبول کرنا تمھارے لئے زیادہ صفائی اور
پاکی کی بات ہے کیونکہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے اور تم نہین جانتے۔

ان آیات مین بے شمار عجیب وغریب فائدے اور نکتے بیان کئے گئے ہین، اور ان آیتون مین وعظ کو احکام کے ساتھ اور اخلاق کو فقہ کے ساتھ مخلوط کر دیا گیا ہے۔ اور ترغیب و ترہیب کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے، جس کی نظیر عالم کی دوسری کتابون مین نہین مل سکتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مطلقہ عورتین تین قروء کا انتظار کرین، قروء سے مراد یا تو طہر ہے یا حیض، صحابۂ کرام کی ایک جماعت پہلے معنی یعنی طہر مراد لیتی ہے، جیسے حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، نیز امام زہری، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے، اور ایک جماعت مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت ابو درداءؓ، ضحاک سدی اور امام ابو حنیفہؒ

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، دوسرے معنی مراد لیتے ہین، لفظ قرء کا اصل معنی وقت ہے، کہا جاتا ہے جاء فلان
لقرئه ای لوقته - اس مین کوئی شک نہین کہ ایام حیض بھی وقت ہے، اور ایام طہر بھی، یہ اختلاف
۱۶۷ کوئی بڑا اختلاف نہین، کیونکہ ہر طہر کے بعد حیض ضروری ہے، اور دونون مذہب مین حفظ انساب کا حل
طور پر موجود ہے، کیونکہ طہر اور حیض دونون عدم حمل پر دلالت کرتے ہین، یہ عدت تو مدخولہ عورتون کے
متعلق ہے، لیکن وہ بوڑھی عورتین جو سن ایاس کو پہنچ چکی ہین، اور چھوٹی چھوکریان جنکو ابھی حیض ہی نہین
آتا تو ان دونون کی عدت تین ماہ ہے، اور جس عورت کا شوہر مرگیا ہے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے،
اور حاملہ عورتون کی عدت وضع حمل ہے۔

اس کے بعد یہ بیان فرمایا کہ وہ طلاق جس کے بعد رجعت صحیح ہے، دو مرتبہ ہے، پھر یا تو باقاعدہ رکھ لینا اور حسن معاشرت برتنا ہے، یا خوش اسلوبی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، ترک کی دو صورتین ہین یا تو پوری عدت تک رجعت ہی نہ کرے یا تیسری طلاق دیدے، پھر اس جگہ خلع کا حکم بیان فرمایا وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْئًا الخ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کی بیٹی جمیلہ اپنے شوہر ثابت بن قیس کو ناپسند کرتی تھین، وہ رسول اللہ صلعم کے پاس آئین، اور یہ کہا کہ میرے اور ثابت کے سر کو کوئی چیز ایک جگہ نہین جمع کر سکتی، خدا کی قسم مین ان کے دین اور اخلاق پر کوئی عیب نہین لگاتی صرف یہ بات ہے کہ مین اسلام مین کفر کو ناپسند کرتی ہون، اور بغض کی وجہ سے اسکے ساتھ رہنے کی طاقت نہین رکھتی ہون، ایک روز مین نے خیمہ کا پردہ اٹھایا تو اس کو چند مردون کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا، وہ ان سب مین سب سے کالا، قد و قامت مین سب سے چھوٹا اور چہرے مین سب سے زیادہ بدشکل تھا، اس پر یہ خلع والی آیت نازل ہوئی، رسول اللہ صلعم نے جمیلہ سے دریافت فرمایا کہ کیا وہ ثابت بن قیس کا دیا ہوا باغ واپس کردیگی، جمیلہ نے اثبات مین جواب دیا، اور کہا اور کچھ زیادہ بھی دونگی، آپ نے فرمایا زیادہ کی ضرورت نہین ہے، پھر ثابت سے فرمایا تم اپنا باغ لے لو، اور ان کو طلاق دیدو،

پھر حاکموں اور شوہروں کو خطاب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے شوہرو! اور حاکمو! تم لوگوں کو یہ جائز نہیں ہے کہ ادا کردہ مہر سے کچھ لے لو، ہاں اس صورت میں لے سکتے ہو کہ وہ دونوں خدائی ضابطے کو قائم نہ کرسکیں اور علیحدگی چاہیں، یہ آیت دو طلاق والی آیت کے ذکر کے بعد وارد ہوئی ہے، پھر اس کے بعد فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ میں تیسری طلاق کا ذکر ہے۔ لہذا ابن عباسؓ، طاؤسؒ، عکرمہ، احمد، اسحاق، ابو ثور، اور قدیم قول کے مطابق امام شافعی کے نزدیک اس آیت میں فسخ نکاح کا حکم ہے اور حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حسن، شعبی، نخعی، عطاء، ابن مسیب، مجاہد، مکحول، زہری، ابو حنیفہ، مالک، سفیان ثوری، اور جدید قول کے مطابق امام شافعی کے نزدیک طلاق ہے۔

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ دوسری طلاق کے بعد شوہر کے لئے تین صورتیں ہیں، (۱) یا تو وہ رجعت کرے، (۲) یا رجعت نہ کرے، بلکہ عورت کو اسی طرح چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے، اس وقت وہ عورت جدا کر دی جائے گی، (۳) یا اس کو تیسری طلاق دیدے۔ پہلی صورت کی طرف اللہ تعالیٰ نے فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ، اور دوسری صورت کی طرف أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ، اور تیسری صورت کی طرف فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ سے اشارہ فرمایا، آیت کی ترتیب یوں ہوگی، اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (طلاق دو مرتبہ ہے، پھر یا تو باقاعدہ روک لینا ہے، یا خوش اسلوبی کیساتھ چھوڑ دینا ہے، پھر اگر اس کو طلاق دے تو اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ غیر سے شادی نہ کرے) اس بنا پر خلع والی آیت جس نے تیسری طلاق کو دو طلاق والی آیت سے علٰحدہ کر دیا ہے، ان دونوں آیتوں سے الگ ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ نے آیت کی ترتیب اس طرح اس لئے رکھی کہ رجعت اور خلع دونوں تیسری طلاق کے قبل ہی صحیح ہوتے ہیں، اور طلاق ثالثہ کے بعد صحیح نہیں ہوتے، اسی لئے پہلے رجعت کا، پھر بعد ہی خلع کا اور سب کے بعد تیسری طلاق کا حکم بیان فرمایا، کیونکہ

یہ طلاق تمام احکام کو ختم کر دینے والی ہے، تین طلاق دی ہوئی عورت اپنے شوہر کے لئے پانچ شرطوں کے ساتھ حلال ہو سکتی ہے، پہلی یہ کہ طلاق کے بعد عدت ختم کرلے، دوسری یہ کہ دوسرا شخص اس سے نکاح کرے، تیسری یہ کہ دوسرا شوہر اس سے جماع کرے، چوتھی یہ کہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دے، پانچویں یہ کہ عورت اس طلاق کی عدت گذارے، سعید بن المسیب اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ صرف عقد سے عورت حلال ہو سکتی ہے، جماع کی ضرورت نہیں، لیکن جمہور امت کے نزدیک جماع ضروری ہے۔ بعض تو اس کو نفس آیت سے ثابت کرتے ہیں، کیونکہ عرب کہتے ہیں نکح فلان فلانة عقد علیھا، یعنی اس صورت میں نکاح کا معنی عقد ہوتا ہے، اور کہتے ہیں نکح زوجته او امراته جامعھا۔ اس طرح کے استعمال میں نکاح کا معنی جماع ہوتا ہے، چونکہ قرآن مجید میں یہی دوسری صورت وارد ہوتی ہے حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ، اس لئے آیت میں نکاح سے مراد جماع ہوگا، بعض کہتے ہیں کہ عقد کا ثبوت تو آیت سے ہوتا ہے اور وطی کا ثبوت حدیث شریف سے ہے، جیسا کہ روایت ہے کہ رفاعہ کی بیوی نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ جب رفاعہ نے مجھ کو طلاق بائن دی تو عبدالرحمن بن زبیر نے مجھ سے شادی کی، لیکن اس کے پاس کپڑوں کے پھندنے کے برابر بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا کیا پھر تو رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے، اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ہو سکتا یہانتک کہ تو اس کا مزہ چکھ لے اور وہ تیرا مزہ چکھ لے، لہذا آیت مطلق ہے اور یہ حدیث اس کو مقید کرتی ہے، اس کے بعد ان مطلقہ عورتوں کا حکم بیان فرمایا، جو اپنی عدت پوری کر چکی ہیں اور ان کے اولیاء کو حکم دیا کہ وہ مطلقہ عورتوں کو ان کے شوہروں کے ساتھ شادی کرنے سے منع نہ کریں، روایت ہے کہ معقل بن یسار نے اپنی ہمشیرہ کو شوہر کے ساتھ شادی کرنے سے روکدیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ (ان کو شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو)

مجھے ان آیتوں کو پڑھکر بہت زیادہ تعجب ہوتا ہے، یہ تمام آیتین احکام و قوانین شرعی اور احکام فقہی
پر دلالت کرتی ہین، لیکن بغور دیکھنے والون کو ان آیتون کا نظام بالکل مدہوش کر دیتا ہے، تمام آیتین نصیحت
سے بھری ہوئی ہین، جس حکم کو ذکر کیا ہے اس کے پیچھے ضرور کچھ نہ کچھ نصیحت بھی کرد ا ہے، مثلاً قرو ثلاثہ
کو بیان کر لینے کے بعد فرمایا وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ (ان عورتون
کو یہ جائز نہین ہے کہ اللہ نے ان کے رحمون مین جو پیدا کیا ہے اسکو چھپائین) غور کرو کس طرح عدت کے
۱۷۷ زمانہ مین رجعت کو بشرط ارادۂ اصلاح جائز قرار دیا، اور اسی پر بس نہین کی، بلکہ حقوق مین عورتون اور
مردون کے درمیان بالکل مساوات کا حکم دیا۔ چنانچہ فرمایا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
(اور دستور کے موافق عورتون کا بھی حق ہے جیسا کہ ان پر حق ہے) پھر اس مسئلہ کو اس ذکر کے ساتھ ختم
کیا کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ وہ ان لوگون کو سزا دیگا جو اس کے حکم کے خلاف کرین گے
اس لئے عورتون کو چاہیئے کہ وہ خدا کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرین، اور اللہ نے جو کچھ ان کے رحمون مین
پیدا کیا ہے اس کو نہ چھپائین، اور مردون کو چاہیئے کہ وہ عورتون کے مقابلہ مین خدا سے ڈرین، اور اصلاح
کے ارادہ کے بغیر عورتون سے رجعت نہ کرین، پھر غور کرو کس طرح اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے بعد اللہ تعالیٰ
نے دو بہترین کلمون کو ذکر فرمایا یعنی پہلے معروف کو پھر احسان کو بیان کیا، اس سے معلوم ہوا کہ مرد عورت
کو نیکی اور حسن معاشرت کے ساتھ روکے ورنہ احسان کے ساتھ چھوڑ دے، کیونکہ شوہرون کو یہ اختیار
نہین کہ وہ خلع کے وقت عورتون کے مال کو ضبط کر لین، البتہ ایسی صورت مین جبکہ میان بیوی مین صلح کی
کوئی امید نہ ہو اور عورت خود مرد کو چھوڑنے پر راضی ہو جیسا کہ جمیلہ ثابت بن قیس کو چھوڑنا چاہتی تھین
تو مرد اپنا دیا ہوا مال عورت سے وصول کر سکتا ہے، مگر وہ اپنے دئے ہوئے مال سے زیادہ وصول نہین
کر سکتا، بلکہ مِن تبعیضیہ کا لاکر خدائے تعالیٰ نے شوہر کے دیئے ہوئے مال کو بھی کم کر دینا چاہا ہے
اس لئے خلع کے وقت دئے ہوئے مہر یا اس سے زیادہ لینا ظاہر آیات کے بالکل مخالف ہوگا، خلع ہر حال

مین جائز نہین ہے، بلکہ ایسے خلاف وشقاق کے بعد جائز ہوتا ہے جب کہ میان بیوی مین صلح کی کوئی امید باقی نہ رہ جائے، حدیث شریف مین وارد ہوا ہے ایما امراۃ سالت زوجہا طلاقا فی غیر باس فحرام علیہا رائحۃ الجنۃ (جو عورت بغیر کسی حرج کے اپنے شوہر سے طلاق طلب کرے گی، تو اس پر جنت کی بو بھی حرام ہوگی،) اس کے بعد اللہ تعالیٰ لوگون کو اپنے احسانات یاد دلا رہا ہے، چنانچہ فرمایا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اللہ کے ان احسانات کو یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں،) جیسے زندگی، صحت، مذہب، مکان، عقل وغیرہ، اس لئے تم اپنی زندگی بے کار چیزون مین ضائع نہ کرو، اور اللہ کا احسان یاد کرتے ہوئے خدا کے احکام کی پیروی کرو،

اس کے بعد اس آیت کو نصیحت پر ختم کیا، ذٰلِكَ يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ (یہ نصیحت ان لوگون کے لئے ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہین، اس نصیحت کو قبول کرنا تمھارے لئے زیادہ صفائی اور پاکی کی بات ہے) کیونکہ اس مین دین و دنیا دونون کی سعادت مضمر ہے، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ (اور اللہ خوب جانتا ہے) کہ زندگی میان بیوی کے اتفاق کے بغیر مسرت بخش نہین ہوتی، اور ایک دوسرے کی محبت کے بغیر زندگی باسعادت اور بچے آنکھون کی ٹھنڈک نہین ہوتے، لوگو اگر تم نے میری تحریر کے خلاف کیا اور صرف قوانین فقہی اور احکام ظاہری کو اسلام سمجھا تو یاد رکھو کہ تم لوگ چوپایون سے بھی زیادہ گمراہ ہو جاؤ گے، وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم کچھ نہین جانتے ہو) انجام کو اور نہ تم کو یہ معلوم ہے کہ تم پر کیا کیا مصیبتین نازل ہونگی، لہذا اپنی بیویون سے اچھی طرح پیش آؤ، بغیر کسی حق کے ان کے مال کو حلال نہ سمجھو، اور نہ ان کو کسی قسم کی تکلیف دو، ان کے حقوق کی پوری نگہداشت کرو، اگر اس کے خلاف کروگے تو تم خدائی احکام کو لہو ولعب سمجھنے والے سمجھے جاؤ گے،

یہ تمام آیتین علم الاخلاق، حسن معاشرت، طلب فضیلت اور اخلاق عالیہ مین داخل ہین، کیا یہ تعجب خیز

نہین کہ آج تمام انسان انہی احکام کے دوش بدوش چل رہے ہین، آج امریکہ مین میان بیوی کو علیحدہ کردیا جاتا ہے جب یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ دونون حدود معاشرت پر قائم نہین رہ سکتے، یورپ کی عدالتون مین طلاق کے طلب کرنے والون کا ہجوم رہتا ہے اس لئے آخر تنگ آکر عدالتون نے یہ شرط لگادی ہے کہ طلاق کے اسی مقدمہ کی سماعت ہوگی جبکہ شادی کو چھ ماہ گذر چکے ہون، اخبارون مین یہ خبر بھی شائع ہوچکی ہے کہ ججون نے صرف اس بنا پر طلاق کا فیصلہ شوہر پر صادر کردیا کہ وہ گندے لباس مین رہتا ہے اور اس کی بیوی نے یہ ثابت کردیا کہ وہ شخص غسل نہین کرتا تھا کیا آج تمام دنیا آہستہ آہستہ اسلام کے قریب نہین آرہی ہے، کیا تم دیکھتے نہین کہ مذکورۂ بالا اتفاقات جمیلہ کے واقعہ کے مثل ہین، اگر جمیلہ کا واقعہ شوہر کے بدشکل ہونے پر موقوف تھا تو یہ اتفاقات شوہر کے گندے ہونے اور غسل نہ کرنے پر موقوف ہین کیا یہ تمام باتین اللہ تعالیٰ کے اس قول اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ مین داخل نہین ہین

خدایا انسان نے آج تک تیرے حق کو نہین پہچانا اور سیاست ازواج اور سیاست مدن سے جاہل رہا، نظام مدن مین اس نے تیری نافرمانی کی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گمراہ ہوگیا، خداوندا تو تمام قومون بالخصوص اہل منازل پر اپنا رحم نازل فرما کیونکہ تو رحمٰن و رحیم ہے، اے خدا تو انسان کو اچھے حال کی ہدایت عطا کر

چونکہ شادی بیاہ کا نتیجہ ولادت ہے، اور بغیر رضاعت کے بچے کی زندگی نہین ہوسکتی، اور کبھی ایسا اتفاق ۱۲۸
ہوتا ہے کہ میان بیوی اس کے متعلق آپس مین جھگڑ پڑتے ہین تو اب اللہ تعالیٰ اسی کے احکام بیان فرماتا ہے،

## تیرہوان ۱۳ مقصد

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ

اور مائین اپنے بچون کو کامل دو سال دودھ پلایا کرین، یہ مدت اس کے لئے ہے جو کوئی

| | |
|---|---|
| أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى | شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے اور باپ کے ذمے |
| الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ | دستور کے موافق ان ماؤں کا کھانا اور کپڑا |
| بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ | ہے، ہر شخص کو اس کی طاقت کے مطابق تکلیف |
| إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ | دیجاتی ہے، بچہ کی وجہ سے کسی ماں کو تکلیف |
| بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ | نہ پہنچنا چاہئے، اور نہ بچہ کی وجہ سے کسی باپ |
| بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ | کو تکلیف دینی چاہئے، اسی کے مثل وارث |
| ذَٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا | کے ذمے ہے، پھر اگر دونوں اپنی رضامندی اور |
| عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ | مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں |
| فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ | پر کسی قسم کا گناہ نہیں، اور اگر تم لوگ کسی انا |
| أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا | کا دودھ اپنے بچوں کو پلانا چاہو، تب بھی |
| أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ | تم پر کوئی گناہ نہیں، جبکہ دستور کے موافق |
| إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ | تم کو جو کچھ دینا ہو ان کے حوالے کر دو، اور |
| وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ | خدا سے ڈرو نیز یہ یقین رکھو کہ تم جو کچھ کرتے |
| اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ | ہو اللہ اس سے واقف ہے، اور جو لوگ تم |
| وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ | میں سے وفات پاجاتے ہیں اور بیویاں |
| وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ | چھوڑ جاتے ہیں، وہ بیویاں چار مہینے اور |
| بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ | دس دن تک اپنے کو نکاح سے روکے رہیں |
| وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ | پھر جب اپنی میعاد ختم کر لیں تو تم پر کچھ گناہ |
| فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ | نہ ہوگا، کہ وہ عورتیں دستور کے موافق اپنی ذات کیلئے |

فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ وَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ
خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ
فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ
سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا
تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ
تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ڛ وَلَا تَعْزِمُوْا
عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ
الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ
فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

کچھ کریں، اور اللہ کو تمہارے کرتوتوں کی خبر
ہے، اور تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا اگر تم ان عورتوں
کو پیغام نکاح کے بارے میں کوئی بات اشارۃً
سے کہو یا اپنے دل میں پوشیدہ رکھو، اللہ کو
یہ بات معلوم ہے کہ تم عنقریب ان عورتوں
کا ذکر کروگے، لیکن تم لوگ ان سے پوشیدہ
طور پر نکاح کا وعدہ مت کرو، مگر کوئی بات
قاعدہ کے موافق ہو تو پوشیدہ کہہ سکتے ہو،
اور تم اس وقت تک ان سے نکاح کا ارادہ
نہ کرو جبتک کہ وہ اپنی عدت سے فارغ نہ ہولیں،
یہ یقین رکھو کہ اللہ تمہارے دلوں کی
باتیں جانتا ہے، پس اس سے ڈرو، اور
یقین رکھو کہ اللہ معاف کرنے والا حلیم ہے،

اس مقصد میں تین موتیاں ہیں، پہلا موتی بچے کی تربیت ورضاعت، دوسرا بیوہ عورتوں کی عدت کی مدت، تیسرا پیغام نکاح،

## پہلا موتی

اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے، کہ جھگڑے کے وقت بچے کی رضاعت کامل دو سال ہونی چاہئے، کیونکہ اس میں بچوں کے لئے بہت زیادہ احتیاط ہے، اور اگر ماں

دودھ پلائے تو بہتر ہے، کیونکہ اس کا دودھ بچوں کے زیادہ موافق ہوگا، تمام ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے کہ بچہ ماں کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اور اللہ نے اسی کا دودھ اس کے لئے پیدا کیا ہے، بچہ جس وقت ماں کے رحم میں متحرک ہوتا ہے اسی وقت سے اللہ تعالیٰ دودھ کو پستانوں میں پیدا کر دیتا ہے لہٰذا صحت کے خیال سے اگر مائیں خود بچہ کو دودھ پلائیں تو بہت بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ قول یُرْضِعْنَ گو خبر کی صورت میں ہے لیکن امر کے معنی میں ہے، یعنی لِیُرْضِعْنَ ۔ ہاں علی سبیل الاستحباب اگر کوئی ایسی عورت مل جائے جس کا دودھ بچہ کے لئے مضر نہ ہو اور بچہ اس کے دودھ کو قبول کرتا ہو تو وہ دودھ پلا سکتی ہے، ورنہ پھر ماں پر دودھ پلانا واجب ہے اور باپ کے اوپر بچہ کی ماں کے لئے کھانا کپڑا واجب، یہ تقسیم عادلانہ تقسیم ہے، باپ کے ذمے کھانا، کپڑا اور ماں کے ذمے رضاعت. تعجب کرو کس طرح اللہ تعالیٰ والدین کو بچوں کے ضرر پہنچانے سے منع کر رہا ہے، لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ (کوئی ماں اپنے بچہ کی وجہ سے تکلیف نہیں پہنچائی جاسکتی اور نہ کوئی باپ اپنے لڑکے کی وجہ سے تکلیف پہنچایا جاسکتا ہے) ہر ایک کا عمل اللہ نے بیان کر دیا، ماں کے ذمے رضاعت، باپ کے ذمے نان ونفقہ اور بچوں پر دونوں کی مہربانی، فرمایا لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا (ہر شخص کو اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دی جاتی ہے) لہٰذا مطلقہ کو رضاعت کی تکلیف نہیں دی جاسکتی اور نہ اس کو نفقہ ملیگا اور نہ باپ کو اس کی وسعت سے زیادہ نفقہ کی تکلیف دی جاسکتی ہے، جب اللہ تعالیٰ نے والدین کے فرض منصبی کو بیان فرمادیا تو اب بچوں

کے متعلق وصیت فرمائی، چنانچہ فرمایا ماں اپنے بچے کو تکلیف نہ پہنچائے وہ اس طرح کہ وقت پر اسکو ۱۰۹

غذا نہ دے یا اس کے کپڑے پاک وصاف نہ رکھے یا حالات صحت سے جاہل ہو، یا زیادہ محنت و مشقت کرے جس سے اس کے آرام میں خلل واقع ہو کر دودھ میں مرض پیدا ہو جائے، پھر بچہ کو کسی قسم کا ضرر لاحق ہو، باپ کے متعلق فرمایا، والد بھی اپنے بچوں کو تکلیف نہ پہنچائے وہ اس طرح کہ بیوی کے ساتھ بدسلوکی کرے، نان ونفقہ ترک کر دے یا بچہ ہی کو ماں سے علٰحدہ کر دے، اور میاں بیوی

کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو سال سے کم میں دودھ چھڑا دیں، ہاں اگر دونوں کی رضامندی، مشورہ اور
رائے ہو تو دو سال سے کم میں دودھ چھڑا سکتے ہیں،

ان آیتوں پر جس قدر بھی تعجب کرو کم ہے، اللہ تعالیٰ نے علم صحت اور مبادی تربیت کو عورتوں
پر واجب کر دیا ہے کیونکہ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا میں علم صحت بھی داخل ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ
بچوں کی تربیت کی جہالت سے بہت کچھ ضرر بچوں کو لاحق ہو جاتا ہے مسلمانو! بچوں کے ضرر کو والدین کے
گناہ پر محمول نہ کرو، بلکہ اصول صحت سے جہالت ہی وہ چیز ہے جو بچوں کے جسم کی بنیاد کو منہدم کر دیتی ہے
اور اس کی صحت کے ارکان کو توڑ دیتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ مختلف بیماریوں اور مصیبتوں میں مبتلا
ہو کر موت کے ہمکنار ہو جاتا ہے،

شادی کے قبل ہر عورت پر شرعی حیثیت سے اصول صحت اور تربیت کا علم حاصل کرنا واجب
ہے، ولاۃ امور، علماء اور اغنیاء پر اشاعت تعلیم میں تعاون واجب ہے، کیونکہ اللہ نے بچوں پر احسان
کرنے اور ترک تکلیف کا حکم فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ انسان کی حالتوں سے واقف تھا کہ انسان جاہل اور
کمزور ہے، اس کی اصلاح کا راستہ صرف تعلیم و تعلم ہی ہے، چڑیوں کو اللہ نے بطور الہام ان تمام چیزوں
سے واقف کرا دیا جن کی اس زندگی میں ان کو ضرورت تھی، کیا تم دیکھتے نہیں، کہ چڑیوں کے بچے اپنے
گھونسلوں میں بیٹ نہیں کرتے، اور کس طرح اللہ نے بھیڑ کے بچے کو یہ الہام کر دیا کہ وہ پیدا ہوتے وقت
نہ بولیں، تاکہ بھیڑیا ان کی آواز کو سن کر کھا نہ جائے، انسان سے یہ تمام چیزیں سلب کر لی گئیں تو اللہ نے
اس کی بجائے اس کو علم و حکمت عطا فرمایا، اور ہدایت کے لئے مذہب بخشا، قرآن نے انسان کو یہ حکم
دیا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا۔ ہم کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ بچہ بالکل نازک ہوتا ہے، اور بہت
جلد ہلاک ہو جاتا ہے، اس صورت میں جاہل مائیں اس کی صحت کی درستگی پر قادر نہیں ہو سکتیں، اس لئے
اس مصیبت سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ لڑکیوں کو شادی کے قبل کچھ علم صحت سے واقف کرا دیا جائے

میرے خیال مین دونون مضمون یعنی مرد و عورت کے لئے علم صحت کے بیش اسباق کافی ہونگے، ورنہ پھر میان بیوی آپس مین کس طرح مشورہ کر سکتے ہین، جبکہ وہ دونون صحت اور مبادی تربیت سے جاہل ہون، لیکن عورت پر یہ چیز زیادہ ضروری ہے، عقلاے قوم ہماری اس تحریر مین غور کرین، ہمارے اندلس والے اسلاف ایسا ہی کرتے تھے، مریضون کی نگہداشت عورتین ہی کیا کرتی تھین، اس سبق کو انگریزون نے انہی سے لیا ہے، ان لوگون نے اپنی لڑکیون کو تعلیم دی اور صحیح طور پر ان کی تربیت کی، اسی وجہ سے انگریزی شفاخانون مین مریضون کی نگہداشت کے لئے زیادہ تر عورتین ہی نظر آتی ہین، جن کو نرس کہتے ہین، تربیت کے متعلق ان لوگون کی بہت سی تصنیفات میری نظر سے گذری ہین، لیکن ان مین سب سے عمدہ کتاب وہ ہے جس کا نام تربیت البنات ہے، اس کتاب کے مصنف فیلسوف فنلون فرانسیسی ہین، اور مترجم مرحوم صالح بک حمدی حماد ہین، یہ کتاب مصر مین چھپ گئی ہے، اس کتاب کو دیکھ کر مجھے بہت تعجب ہوا کہ باشندگانِ یورپ کس طرح اپنے حکماء کی تعلیم کے خلاف عمل کرتے ہین، مثلاً فیلسوف فنلون نے عورتون کے بن ٹھن کر نکلنے کو منع کیا ہے، لیکن آج یورپ مین اس کے برخلاف عورتین بن ٹھنکر باہر نکلتی ہین، اس فیلسوف نے عورتون پر خلوص قلب کے ساتھ عبادت کرنے کو واجب کیا ہے، اور ناولون کے پڑھنے کو سختی کیساتھ منع کیا ہے، لیکن یورپ کی عورتین بجائے عبادت کے ناولون مین زیادہ مصروف رہتی ہین، یورپ کے باشندے اس کتاب کی اکثر تعلیمات کے خلاف کرتے ہین، لیکن بہرحال علم تربیت مین ان کی عورتین اور ان کے مرد بہت ترقی کر چکے ہین، لیکن مسلمان تو یہ لوگ انہی کی تقلید کرتے ہین، مگر وہ بھی پوری طرح نہین، کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ لوگ یورپ کی تقلید چھوڑ کر اپنی مقدس کتاب کی طرف رجوع کرتے،

اس تفسیر کے دورانِ طباعت مین مین نے ترکی کے اقتصادی میثاق وطنی کا مطالعہ کیا، اس کے مطالعہ سے مجھے بے حد خوشی ہوئی اور مین نے خدا کا شکر ادا کیا، کیونکہ مین نے اپنی زندگی مین ایک اسلامی قوم کو ابھرتے اور بیدار ہوتے دیکھ لیا، اس میثاق مین لکھا ہوا ہے کہ ترکی قوم اپنے بچون کو تعلیم دے گی اور جدید

علم کے موافق ان کی صحیح تربیت کرے گی، مسلمانوں کی یہ پہلی قوم ہے جو ایک طویل جمود و غفلت کے بعد بیدار ہو رہی ہے، ضرور یہ لوگ تربیت کی بنیاد فکری اور عقلی استقلال و آزادی کے ساتھ مشرقی اسلامی اصولوں پر رکھیں گے، اور یورپ کی روشن و تابناک مگر سراب آسا تہذیب و تربیت سے بچیں گے، جو بدقسمتی سے اس وقت مصر میں پھیل رہی ہے، مجھے کامل امید ہے کہ دوسری اسلامی قومیں سیاست و اقتصاد، تہذیب و تمدن، تعلیم و تربیت ہر چیز میں ترکی قوم کی اتباع کریں گی، چونکہ معاہدۂ مذکور کے رو سے عورتوں پر یہ واجب ہے کہ وہ بچوں کی تربیت اس معاہدہ کے مطابق کریں اس لئے میں اس معاہدہ کو یہاں پر نقل کر دیتا ہوں، اخباروں میں شائع ہوا ہے، کہ اس معاہدہ کو ترکی قوم کے مختلف طبقوں کے ایک ہزار ایک سو پینتیس نمائندوں نے مؤتمر اقتصادی میں پاس کیا ہے جس کا اجلاس ازمیر میں ۱۷ فروری ۱۹۲۳ء سے لیکر ۴ مارچ تک زیر صدارت کاظم قرہ بکر پاشا ہوتا رہا،

(۱) عناصر صلح و سلامتی میں سے ترکی قوم بھی ایک عنصر ہے، اور مستقل طور پر عالم کے اندر ترقی کرنا اس کے حدود قومی میں داخل ہے،

(۲) ترکی قوم نے بہت کچھ جان و مال کی قربانی کے بعد قومی طاقت حاصل کی ہے، اس لئے ۱۸۰
وہ کسی قیمت پر بھی اس قومی طاقت سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں، اور وہ ہمیشہ اس مجلس اور حکومت پر قائم رہے گی، جنکی بنیاد قومی طاقت پر رکھی گئی ہے،

(۳) ترکی قوم آباد کرنے والی قوم ہے، اس کے ہاتھ سے کبھی کوئی تخریب واقع نہیں ہو سکتی اور اس کی تمام کوششیں اقتصادی حیثیت سے مملکت کی شان کے بلند کرنے میں صرف ہونگی،

(۴) ترکی قوم حتی الامکان اس فاسد مواد کو نکالنے کی کوشش کرے گی جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے، اور یہ قوم وقت اور دولت کو بیکار صرف کرنے اور واردات اجنبیہ سے نفرت کا اظہار کرتی ہے، نیز مقتضائے حال کے مطابق محصولات قومیہ کے انتاج کے لئے ترکی قوم دن رات کام کریگی

(۵) ترکی قوم اس بات کو جانتی ہے کہ وہ سونے کے خزانہ پر بیٹھی ہوئی ہے، اور اپنے ملک کے جنگلات سے اس کو ویسی ہی محبت ہے جیسی کہ اس کو اپنی اولاد سے ہے، اور قومی ضروریات مین استعمال کرنے کے لیے وہ نئے نئے جنگل آباد کرے گی، اور یہ کوشش کرے گی کہ وہ اپنی دولت وثروت کو اس سے بہت زیادہ بڑھوائے، جتنا کہ غیر اس کی دولت وثروت کو بہچانتے ہین،

(۶) ترکی قوم کے سب سے بڑے دشمن، لغاوت، جھوٹ، ریاکاری، اور سستی ہین، ہمارا عام قاعدہ یہ ہے کہ ہم ہر چیز مین غیر متعصب اور مذہب کے سخت پابند رہین گے، اور ہمیشہ مسرت اور خوشی کے ساتھ ہر نئی اور مفید چیز کا استقبال کرینگے، اور ترکی قوم ان تمام مکر و فریب سے اظہار نفرت کرتی ہے اور کرے گی، جنکو ہمارے دشمن ہماری کوششون، ہمارے وطن، ہمارے اشخاص اور ہمارے مال و دولت کے خلاف عمل مین لا رہے ہین، یا لائین گے، اور تمام قوم پر ایسے دشمنون کے مکر و فریب کا مقابلہ کرنا واجب ہے،

(۷) ترک علم و عرفان کے عاشق ہین، اس لئے وہ اپنی زندگی کو علم کے حصول مین صرف کرینگے اور جہان بھی وہ علم ہو اس کو ضرور حاصل کرین گے، مگر ان سب سے پہلے وہ اپنے کو عزیز وطن کی اولاد شمار کرین گے،

(۸) ہمارا سب سے پہلا اہم کام یہ ہوگا کہ ہم اپنی نسل کو جو مسلسل جنگون کے باعث گھٹ چکی ہے، بڑھائین، اور اپنے افلاس کو جس مین کہ ہم اس وقت مبتلا ہین، دور کرین، نیز اپنی قوم کی تندرستی اور صحت و طاقت کے بڑھانے کی کوشش کرین، ہم ترکی قوم سے امید کرتے ہین کہ وہ مہلک جراثیم فاسد ہوا اور گندگی و غلاظت سے بچے گی، اور پاک و صاف ہوا اور آفتاب کی روشنی مین صفائی و پاکیزگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریگی، اور شہسواری، نیزہ بازی، شکار اور تیراکی وغیرہ مین اپنے اسلاف کی پیروی کرے گی، نیز ترکی قوم جس طرح اپنی نسل کی اصلاح و افزائش کا اہتمام

کرتی ہے، اسی طرح چوپایون اور جانورون کے جنس اور نسل کی اصلاح وافزائش کا بھی اہتمام کرے گی،

(۹) ترکی قوم ان تمام اقوام کی دوست رہے گی جو اس کے مذہب، قومیت اور تہذیب وتمدن کی دشمن نہین ہین، وہ غیرون کی سرمایہ داری کو حسد کی نگاہ سے نہین دیکھیگی، البتہ ان بیرونی تاجرون سے معاملہ نہین کرے گی، جو اس کی زبان اور قانون کی پابندی نہ کرتے ہون، خواہ وہ تاجر اس کے وطن ہی کے کیون نہ ہون، ترکی قوم جہان بھی علم اور صنعت کے اندر تجدد پائے گی اس کو جلد تر حاصل کرنے کی کوشش کرے گی، اور ترکی قوم اپنے کسی کام مین بھی واسطون کو نہ ڈھونڈھا کرے گی،

(۱۰) ترکی قوم کوشش اور عمل کو پسند کرتی ہے اور غلہ و اناج کو جمع کرکے گرانی کے بعد بیچنے سے نفرت کا اظہار کرتی ہے،

(۱۱) بعض ترک بعض سے محبت رکھین گے گو وہ کسی پیشہ یا طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہون، جب ان کے اعمال اور مسلک متحد ہوجائین گے تو پھر وہ اس مین ایک ہاتھ ہوجائین گے، اور بعض لوگ تعارف اور ملکی حالات پر واقف ہونے کے ارادہ سے سیر وسیاحت بھی کرتے رہین گے،

(۱۲) ترکی عورتین اور ترکی عالم دونون اس اقتصادی میثاق کے موافق اپنے بچون کی تربیت کرینگے

از میر ۴ر مارچ ۱۹۲۳ء،

مین نے یہان پر یہ میثاق نقل کردیا ہے، کیونکہ ترکون نے اس میثاق کو وہ دستور العمل قرار دیا ہے، جس کے مطابق عورتین اپنے بچون کی تربیت کرینگی، اور یہ میثاق آیت کے بالکل موافق ہے، کیونکہ مرد اور عورت دونون کو اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بچون کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائین، اور بچے کی تکلیف مین یہ بھی داخل ہے کہ ماں باپ اپنے بچے کو قوم اور اس کی مصلحت اور اقتصادی حالت سے جاہل رکھین، اس لئے مذکورۂ بالا تجاویز واجبات شرعیہ مین داخل ہونگی۔

کیا بچے کی صحت کے لئے عمدہ ہوا، آفتاب کی روشنی اور ورزش مفید نہین ہے ؟ اور کیا اپنے وطن سے محبت رکھنا، اپنے مذہب پر چلنا اور اس سے محبت رکھنا جیسا کہ اس میثاق مین ہے بچون کے لئے ضروری نہین ہے ؟ ضرور مفید ہے، اسی طرف اللہ تعالی اپنے اس قول لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا سے اشارہ فرماتا ہے،

## دوسرا موتی ۱۸۱

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۔الآیہ

خدائے تعالی ان عورتون کو جنکے شوہر انتقال کر چکے ہون حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد چار مہینے اور دس دن عدت مین گذارین، کیونکہ ظہور حمل کیلئے کم سے کم مدت تین ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ چار ماہ ہے، اس لئے عدت مین انتہائے مدت کا اعتبار کیا گیا ہے زیادہ وضاحت کے لئے دس دن زیادہ کر دیئے گئے، عدت کا حکم بھی عجیب ہے، اللہ تعالی نے مطلقہ کو تین مہینے کی اور بیوہ کو چار مہینے دس دن کی عدت کا حکم دیا گیا، یہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالی ہم کو اختلافِ صور اور اتحادِ مقصد دکھلانا چاہتا ہے، دونون صورتون مین مقصد تو ایک ہی ہے یعنی برأۃ رحم، لیکن آداب ملکی کی رعایت کرتے ہوئے بیوہ عورت کی عدت مین چند دن زیادہ کر دیئے گئے، کیونکہ شوہر کی وفات کے بعد ہی دوسری شادی حسنِ معاشرت کے خلاف ہے اور جاہلیت کے زمانہ مین مطلقہ عورتین ایک ماہ بعد ہی شادی کر لیتی تھین، تو اللہ تعالی نے چار مہینہ اور دس دن کی حد بندی کر دی تاکہ رحم کی صفائی اچھی طرح متحقق ہو جائے، میرا تو یہ خیال ہے کہ اگر بیوہ عورت پاکدامن اور حسن سیرت والی ہو تو اس مقرہ مدت سے زیادہ عدت گذارے، کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ اشرف اور اجمل اور اس کے حسن اخلاق پر دلالت کرنے والا ہوگا، اس کے بعد عموم حکم سے حاملہ عورت کی عدت کو علحدہ کر دیا، چنانچہ فرماتا ہے، وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ

اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ( اور حمل والیان توان کی مدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کر دین )
عدت کی حالت مین عورتون کے لئے زیب وزینت کی چیزین بناؤ سنگار، خوشبوئین، سر مین تیل ڈالنا
اور سرمہ لگانا وغیرہ ممنوع ہے، البتہ اگر سخت ضرورت پیش آجائے تو یہ چیزین مباح ہوجاتی ہین، اگر
رات کو سرمہ لگائے تو دن کو صاف کرلینا چاہئے، پھر جب بیوہ یا مطلقہ عورتون کی عدت کا زمانہ گذرجائے
تو ائمۂ مسلمین پر کوئی گناہ نہ ہوگا، اگر وہ عورتین شادی بیاہ کے متعلق اشارۃً یا کنایۃً کچھ گفتگو کرین اور
وہ تمام چیزین حلال کرلین جو عدت کے زمانہ مین ان پر حرام تھین، بشرطیکہ وہ شریعت، عرف عام،
اور اخلاق کے منافی نہ ہون، اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانون کو ایک دوسرے کا معاون
و مددگار اور خیرخواہ ہونا ضروری ہے، اور گنہگارون کو گناہ کرنے سے روکنا اور فاسقون کو فسق وفجور
کرنے سے منع کرنا ان پر واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانون کو یہ خطاب کیا ہے، فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ( تم پر کوئی گناہ نہین ہے ) یعنی اگر وہ عورتین احکام خداوندی کے بجا لانے مین قاصر
رہین تو تم لوگ گناہگار ہوگے، یہ حکم صرف یہین تک محدود نہین ہے، بلکہ جس شخص کو بھی احکام خداوندی
کے خلاف کرتا ہوا پائے تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اس کو ٹوکے اور اس کو منع کرے، چونکہ سب مسلمان
آپس مین ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہین اس لئے علم وفضیلت کی اشاعت، امر بالمعروف
نہی عن المنکر وغیرہ ان پر واجب ہے، اور ہر شخص سزا کا مستحق ہوگا، اگر وہ اپنی ہمت کو صرف اپنی
ذات کے فائدے کے لئے صرف کرے، اور عام لوگون کی مصلحت کی رعایت نہ کرے،

## تیسرا موتی

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ الخ

پہلے اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتون کی عدت کا ذکر کیا اور ان کو عدت کی حالت مین بناؤ سنگار

کرنے سے منع کیا، پھر یہ بیان فرمایا کہ انقضاے عدت کے بعد وہ دستور اور آداب کے مطابق بناؤ سنگار کر سکتی ہیں۔ اب مردون کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ وہ صریح طور پر شادی کا پیغام نہ بھیجا کرین، اس خیال سے کہ کہین صبر کا رشتہ عدت گذارنے والی عورتون کے ہاتھون سے چھوٹ نہ جائے اور خواہشات نفسانی پر قابو نہ پا کر زنا کے مرتکب نہ ہو جائین،

روایت ہے کہ سکینہ بنت حنظلہ جب بیوہ ہوگئین تو عدت کے زمانہ مین ابوجعفر محمد بن علی باقر ان کے پاس آئے اور یہ کہا کہ مجھے جو قرابت رسول اللہ صلعم سے ہے اس کو اور میرے اسلام کی قدامت کو تم اچھی طرح جانتی ہو، سکینہ نے کہا خدا تمھارے گناہ معاف کرے کیا تم عدت مین مجھے شادی کا پیغام دیتے ہو، حالانکہ تم ہی سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایام عدت مین شادی کا پیغام نہ دینا چاہئے؟ تو ابوجعفر نے کہا کہ مین نے تو تم کو اپنی قرابت کے متعلق خبر دی ہے، رسول اللہ صلعم ام سلمہ کے پاس عدت کے زمانہ مین آئے اور آپ کا جو درجہ خدا کے نزدیک تھا اس کو بیان فرمایا، آپ چٹائی پر اپنے ہاتھ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے یہانتک کہ چٹائی کا نشان آنحضرت صلعم کے ہاتھ مین پڑ گیا تو یہ شادی کا پیغام نہ تھا،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر تم شادی کے پیغام دینے مین اشارہ اور کنایہ سے کام لو، یا شادی کی نیت کو بغیر کسی تصریح یا کنایہ کے اپنے نفس مین پوشیدہ کئے ہوئے رہو، تو تم پر کوئی گناہ نہین ہے، عرب جاہلیت کے بعض جہلا کی یہ عادت تھی کہ وہ عدت کے زمانہ مین عورتون کے پاس جاتے تھے اور ان سے شادی کی خواہش کرتے تھے، اور زنا کے مرتکب ہو جاتے تھے، پھر عدت کے ختم ہونے کے بعد نکاح کا اعلان کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس فعل سے منع کیا،

وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا مین سر سے مراد پوشیدہ باتین کرنی ہین، اس مین جماع بھی داخل ہے، امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے،

امرء القیس کہتا ہے،

الا زعمت بسباسة الیوم اننی کبرت وان لا یحسن السر امثالی

آج بسباسہ یہ خیال کرتی ہو کہ مین بوڑھا ہوگیا ہون اور میرے جیسا شخص سر کو بحسن خوبی انجام نہین دے سکتا،

یہان سر سے مراد جماع ہے،

اس کے بعد اللہ تعالی نے صاف حکم دیا کہ لَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ (نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرو) جب تک کہ ایام عدت بالکل ختم نہ ہوجائین،

# چودھوان مقصد

۱۸۲ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ — تم پر کوئی گناہ نہین ہی اگر بیویون کو ایسی حالت

النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ — مین طلاق دو کہ نہ انکو تم نے ہاتھ لگایا اور نہ

تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَ — اُنکے لئے کچھ مہر مقرر کیا، صرف ان کو خرچ دو

مَتِّعُوهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ — وسعت والے پر اسکی حیثیت کے موافق اور تنگی

وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ۚ مَتَاعًا — والے پر اس کی حیثیت کے موافق ہے، دستور

بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ — کے مطابق خرچ دینا محسن لوگون پر واجب ہے،

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ — اور اگر ہاتھ لگانے کے قبل تم اُنکو طلاق دو اور

تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ — ان کیلئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر مقرر

فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ — کیا ہے اس کا نصف واجب ہی، مگر یہ کہ وہ

إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي — عورتین معاف کردین، یا وہ شخص معاف کرے

بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ — جسکے ہاتھ مین نکاح کا معاملہ ہی، اور تمھارا معاف

| | |
|---|---|
| تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ط وَلَا تَنْسَوُا | کر دینا تقوی کے زیادہ قریب ہے، اور آپس میں |
| الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا | احسان کرنے سے غفلت مت کرو، بیشک اللہ |
| تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ٥ حَافِظُوْا عَلَى | تمہارے کرتوتوں سے واقف ہے، سب نمازوں |
| الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ق | کی عموماً اور درمیان والی نماز کی خصوصاً محافظت |
| وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ٥ فَاِنْ | کرو اور اللہ کے سامنے عاجز ہو کر کھڑے ہوا کرو، |
| خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ج فَاِذَآ | اگر تمکو خوف ہو تو کھڑے کھڑے یا سواری ہی پر |
| اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ | پڑھ لیا کرو، پھر جب تمکو اطمینان ہو جائے تو |
| مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ٥ وَ | خدا کی یاد اسی طرح سے کرو جیسا کہ اس نے تم کو سکھلایا |
| الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ | ہے جسکو تم نہیں جانتے تھے، اور تم میں سے جو لوگ وفات |
| اَزْوَاجًا ج وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ | پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ اپنی |
| مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ج | بیویوں کیلئے ایک سال تک خرچ دینے کی وصیت |
| فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ | کر جائیں اس طور پر کہ وہ گھر سے نہ نکالی جائیں اگر |
| فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ | وہ خود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا جو کچھ وہ دستور |
| مَّعْرُوْفٍ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ٥ | کے مطابق اپنے بارے میں کریں اور اللہ زبردست حکیم ہے، |
| وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ط | اور مطلقہ عورتوں کیلئے دستور کے مطابق خرچ دینا ہے |
| حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ٥ كَذٰلِكَ | جو پرہیزگاروں پر حق ہے، اسی طرح اللہ |
| يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ | تمہارے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے، |
| لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥ | تاکہ تم غور و فکر کرو۔ |

ان آیات میں دو جوہر ہیں، پہلا جوہر غیر مدخولہ اور غیر مفروضہ مطلقہ کو مال و متاع دیکر رخصت کرنا

اور دوسرا جوہر بیوہ عورتوں کا ایک سال تک عدت گذارنا ہے

## پہلا جوہر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (تم پر کوئی گناہ نہیں ہے) یعنی تمہیں مہر نہیں دینا پڑے گا اگر تم نے بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دی، کہ نہ تو تم نے ان کو ہاتھ لگایا اور نہ کوئی مہر مقرر کیا، مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے شادی کی، لیکن مہر نہیں مقرر کیا، اور اس عورت سے مباشرت کرنے سے پہلے اس کو طلاق دیدی تو امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک طلاق دینے والے پر واجب ہے، کہ وہ اس عورت کو کچھ مال و متاع دیدے، لیکن اگر اس کے لئے مہر مقرر کر دیا تھا، اور مباشرت کرنے سے پہلے اس کو طلاق دیدی تو مال و متاع کی بجائے نصف مہر کی ادائیگی واجب ہوگی اور اگر مباشرت کرنے کے بعد طلاق دے تو پورا مہر ادا کرنا واجب ہے، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ہر مطلقہ عورت کو کچھ مال و متاع بھی دینا چاہئے، مگر اس عورت کو نہیں جس کے لئے مہر مقرر کر دیا گیا ہو اور شوہر نے اس کے ساتھ جماع بھی نہ کیا ہو اسکو اس کا نصف مہر کافی ہے،

مال و متاع دینے کا اندازہ شوہر کی مالداری اور تنگدستی پر کیا جائے گا، اس کے لئے کچھ قید نہیں ہے، کہ اتنا ہی دینا چاہئے، عرف اور مروت یہی دو چیزیں ہیں، جو اس کے متعلق فیصلہ کرینگی عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ سے اسی طرف اشارہ ہے، حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ سے اس کی اور مزید تاکید بیان فرمائی، غور کرو، کس طرح اللہ تعالیٰ مال و متاع دینے کو طلاق دینے والے پر حق قرار دیا ہے، اور مال و متاع دینے والوں کی مدح احسان کیساتھ بیان فرمائی ہے، لہذا حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ میں ایجاب اور مدح دونوں ہیں۔ مال و متاع دینا اس وقت واجب ہو جاتا ہے جبکہ میاں بیوی میں جھگڑا پیدا ہو جائے، اور مدح انسان کو احسان، ورمروت

پر برانگیختہ کرتی ہے، اسی وجہ سے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی اپنی بیوی کو دس ہزار درہم دیئے تھے۔ اس وقت حضرت حسنؓ کی بیوی نے کہا تھا،

متاع قلیل من حبیب مفارق — ایک جدا ہونے والے دوست سے یہ مال و متاع بالکل کم ہے

۸۳ حضرت ابن عباسؓ کا یہ اندازہ ہے کہ سب سے زیادہ مال و متاع ایک خادم ہے، اور متوسط تین کپڑے ایک تہ بند، ایک کرتی اور ایک اوڑھنی ہے، اور سب سے کم درجہ کا مال و متاع کچھ پیسے یا برقع دیدینا ہے۔ یہی اندازہ امام شافعی کا بھی ہے، امام ابوحنیفہ کا یہ اندازہ ہے کہ اس کو مہر مثل کا نصف دینا چاہئے اور امام احمد کا یہ اندازہ ہے کہ اس کو اس قدر کپڑا ملنا چاہئے جو نماز ادا کرنے کے لئے کافی ہو، مگر یہ تمام اندازے اختلافِ احوال اور خاص امور کی وجہ سے ہیں، ورنہ مال و متاع کے دینے میں اصل مروت ہے جسکی کوئی حد نہیں، قاضی کو غور کرنا چاہئے کہ مقتضائے حال کیا ہے، اور مال و متاع کو کسی قید کے ساتھ مقید کرنا چاہئے، کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ارشاد فرمایا ہے، یعنی مال و متاع مروت اور شریعت کے مطابق ہو، معروف اور مروت مال و متاع کو صرف غیر مدخولہ اور غیر مفروضہ مطلقہ عورت کے ساتھ مخصوص نہیں کرتے، بلکہ مروت تو یہ کہتی ہے کہ غیر مدخولہ مطلقہ عورت کو بھی مال و متاع دینا چاہئے، جس کا مہر مقرر تھا، اس کے بعد اللہ معافی کا مسئلہ پیش کرتا ہے، یعنی مہر کی یا مال و متاع کی ادائیگی، ہر شخص کے لئے ضروری ہے، لیکن اگر عورت معاف کردے یا وہ شخص معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کا معاملہ تھا تو پھر ضروری نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ مردوں کو مخاطب کرتا ہے، اور ان کو ترغیب دلاتا ہے کہ اے مردو اگر تم ہی معاف کردو تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے کیونکہ مرد کو فضل و احسان کے ساتھ متصف ہونا زیادہ لائق ہے، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک عورت سے شادی کی اور قبل دخول کے طلاق دیدی تو اس کو پورا مہر عنایت فرمایا اور یہ کہا کہ عفو کرنے کا زیادہ مستحق میں ہوں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کی بزرگی بیان

کرکے لوگون کو عام فضل واحسان کی رغبت دلاتا ہے، فرمایا وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (آپس مین ایک دوسرے پر فضل واحسان کرنے مین غفلت نہ کرو) اس طرح کہ ایک دوسرے سے لڑو، مقدمہ بازی کرو، اور ایک دوسرے کو شکست دینے کی تدبیرین سوچو، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کرتوتون سے واقف ہے وہ تمہارے فضل واحسان کو ضائع نہین کرسکتا،

لوگو! اپنے عزیز وقت اور مروت کو بے فائدہ لڑائی جھگڑے مین صرف کرنے سے بچو، ایک دوسرے پر مروت اور فضل کرنے کو نہ بھولو، بلکہ تم میں سے بعض بعض پر فضل واحسان کرو، اور نماز کو کسی حالت مین بھی نہ چھوڑو، اس کی اچھی طرح حفاظت کرو، ایسا نہ ہو کہ طلاق، مال ومتاع اور مقدمات مین پھنسکر نماز کو بالکل بھول جاؤ، جو سب سے اعلیٰ وارفع ہے، چنانچہ فرمایا حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (تمام نمازون کی عموماً اور بیچ کی نماز کی خصوصاً محافظت کرو) وسطیٰ بمعنی فضلی ہے، افضل کو اوسط بھی کہتے ہین، اس سے مراد عصر کی نماز ہے، جیساکہ رسول اللہ صلعم نے احزاب کے دن ارشاد فرمایا، شغلونا عن الصلوٰة الوسطی صلاة العصر ملاء الله بیوتهم نارا (ان لوگون نے ہم کو صلوت وسطی یعنی عصر کی نماز سے غافل کردیا خدا ے تعالیٰ ان کے گھرون کو آگ سے بھردے)

نماز انسانی نفوس کو تمام ہموم وغموم سے نجات دلانے والی، خوشی اور مسرت پیدا کرنے والی اور روح کو اس عالم رنج ومحن سے نکال کر دوسرے عالم تک پہنچانے والی چیز ہے، انسان کے لئے ایسے وقت کا ہونا ضروری ہے جسمین کہ وہ دنیا کی تنگی اور رنج وغم کے بوجھ سے اپنے نفس کو نجات دلائے، ایسا وقت نماز ہی کا ہے، تمام مسلمانون کو نماز پڑھنی چاہئے اور خدا کے سامنے عاجز ہو کر کھڑے ہونا چاہئے تاکہ اس دنیا کے دون کا خیال ان کے دلون سے بالکل نکل جائے، مسلمانو! نماز کو کسی حالت مین بھی نہ چھوڑو، اگر تم لوگ خوف کے مقام مین ہو تو کھڑے کھڑے یا سواری ہی پر نماز پڑھ لیا کرو، رکوع وسجود کو اچھی طرح ادا کرو،

اور سجود مین رکوع سے زیادہ خضوع وخشوع پیدا کرو، اسی طرح اگر موقعہ ہو تو اپنے پاؤن پر چلتے ہوئے یا سواری پر چلتے ہوئے نماز پڑھ لو، خواہ استقبال قبلہ ہو یا نہ ہو، امام ابو حنیفہؒ پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہین اور فرماتے ہین کہ نماز مین تاخیر کر دیجائے جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے واقعہ خندق کے دن ظہر اور عصر کی نماز کو غروب شمس کے بعد ادا کیا تھا، امام شافعیؒ اسی آیت سے استدلال پیش کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ چلتے ہوئے نماز پڑھ سکتے ہین، بہرحال یہ تو خوف کے وقت کا حکم تھا، اب امن کے وقت کا حکم یہ دیتا ہے، فَإِذَآ أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ (جب امن کی حالت ہو تو اللہ کو اسی طرح سے یاد کرو جیسا کہ اس نے تم کو سکھلایا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طریقہ پر تمہین نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ادا کرو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ پھر مسائل ازواج کو بیان فرماتا ہے تاکہ اس بحث کو متوفی عنہا زوجہا کی عدت سے ختم کر دے، چنانچہ فرمایا وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ الآیہ یہی دوسرا جوہر ہے

## دوسرا جوہر

طائف مین حکیم بن حارث نامی ایک شخص رہتا تھا جو اپنے والدین، بیوی اور اولاد کیساتھ مدینہ معظمہ ہجرت کر کے چلا آیا تھا، یہان پہنچکر جب حکیم بن حارث کا انتقال ہو گیا تو نبی کریم صلعم سے اسکی بیوی کے متعلق استفسار کیا گیا اس پر یہ آیت وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ الآیہ نازل ہوئی اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورت کو میراث نہین دلائی بلکہ شوہر کے وارثون کو حکم دیا کہ وہ شوہر کے مال متروکہ سے بیوہ عورت کو ایک سال تک نان ونفقہ دیا کرین، اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کو نان ونفقہ اور مکان دونون دینا چاہئے، نیز یہ کہ بیوہ عورت کی عدت کامل ایک سال ہے، اور عورت کو اختیار ہے کہ یا تو وہ شوہر کے مکان مین رہے یا دوسری جگہ چلی جائے، اگر وہ دوسری جگہ چلی جائے، تو نان ونفقہ ساقط ہو جائے گا، پھر یہ آیت میراث والی آیت سے اور ایک سال کی عدت چار مہینے دس دن کی عدت سے منسوخ ہو گئی، جب اللہ تعالیٰ بیوہ عورت کی

عدت کے احکام کو بیان کر چکا، تو اب مطلقہ عورتوں کی عدت کے احکام کو بیان کرتا ہے، چنانچہ فرمایا وَ

لِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (مطلقہ عورتوں کو دستور کے موافق کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچانا ہے جو پرہیزگاروں پر حق ہے، اسی

طرح اللہ تمھارے لئے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو) اس آیت میں متاع سے مراد عدت کے زمانہ

کا نان و نفقہ ہے، بعض نے اس سے عدت کے زمانہ کے علاوہ اور زمانہ کا نان و نفقہ مراد لیا ہے، اس سے

ان کا مطلب یہ ہے کہ عدت کے زمانہ میں تو نان و نفقہ دینا واجب ہے، اس کے علاوہ اور زمانہ میں مستحب ہے

مگر بعض نے ہر مطلقہ عورت کے لئے نان و نفقہ کو واجب قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں کہ مطلقہ عورتیں مردوں

کی طرف سے فضل و احسان کی بہت زیادہ مستحق ہیں، اس لئے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ مطلقہ عورتوں پر فضل و احسان

کرے، اور اپنے کو فضائل و محاسن اخلاق اور آداب عالیہ کے ساتھ متصف کرنے کی کوشش کرے۔)

## حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى کی تفسیر،

اس جگہ اللہ تعالیٰ تمام نمازوں کی محافظت کا حکم دیتا ہے، اور تمام شرائط کے ساتھ نماز ہر مسلمان پر

واجب ہے، یعنی بدن، کپڑے اور مکان پاک صاف ہوں، ستر عورت کی محافظت ہو، استقبال قبلہ ہو

دخول وقت کا علم ہو، اور تمام ارکان کی ادائیگی کا اچھی طرح خیال ہو، جیسے نیت، تکبیر احرام، قیام، قراءۃ فاتحہ،

رکوع، سجود اور تشہد وغیرہ، اسی طرح ان تمام چیزوں سے بھی بچنا چاہئے جو نماز کی باطل کرنے والی ہیں خواہ

وہ اعمال قلبی ہوں یا اعمال لسانی، نماز میں سب سے زیادہ اہم نیت کی رعایت ہے، کیونکہ نماز کا اصل مقصود وہی ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو) اس جگہ ایک سوال کیا جاتا ہے

کہ محافظت باب مفاعلہ سے ہے جس میں فعل کے اندر جانبین سے اشتراک عمل ہوتا ہے، پس جب بندہ نماز کی

محافظت کرے تو دوسری جانب سے محافظت کہاں ہے، لوگوں نے کہا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم

نماز کی حفاظت کرو، تو اللہ تمھاری حفاظت کرے گا، یا یہ کہ نماز تمام معاصی اور مصیبتوں سے تمھاری حفاظت

کرے گی. یہ لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اِنِّی مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ (اگر تم نماز پڑھوگے تو میں تمھارے ساتھ رہوں گا) اس کا مطلب بقول امام رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ میں تمھاری حفاظت اور مدد کرونگا. اگر تم نماز پڑھو گے، قرآن وحدیث میں اس قسم کی دلیلیں بکثرت آئی ہیں، یہ بات کہ خدا ہماری حفاظت کریگا ہم کو صرف تجربہ سے ہی معلوم ہوسکتی ہے، جب کوئی شخص ظاہری صفائی و پاکیزگی اور خلوص قلب کے ساتھ نماز ادا کرے، اور خدا کو اس طرح خطاب کرے گویا وہ اس کے سامنے ہے، اور اس کی تعریف کرتے ہوے کہے کہ مخلوق سے جس قدر بھی حمد صادر ہوتی ہے، وہ سب تیرے لئے ہے تو رحمن ورحیم ہے، عبادت تیرے لئے مخصوص ہے، اور سب کا مددگار تو ہی ہے، اور یہ معلوم ہے کہ ایک غافل جو اِیَّاکَ نَعْبُدُ بھی کہہ رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کا دل اس کے کھیت یا دوکان میں بھی متوجہ ہے تو یقیناً یہ شخص اپنے دعوے میں کاذب ہوگا. جیسا کہ امام غزالی فرماتے ہیں نہ تو یہ شخص نمازی ہے. نہ عابد، اگرچہ فقیہوں کے فتوی کے اعتبار سے وہ نمازی ہے. کیونکہ فقیہوں کو امور اخروی سے کچھ تعلق نہیں ہوتا، فتوی کا تعلق ظاہر سے ہوتا ہے اور بظاہر اس شخص نے نماز پڑھی ہے لیکن آخرت میں اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، نماز بلا حضور قلب جسم بلا روح اور لفظ بغیر معنی کے مثل ہے، یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو حضور قلب کے ساتھ ادا کرے تو کیا یہ نماز اس کو معاصی اور مصیبتوں سے بچا سکتی ہے، اور کیا خداے تعالی اس کی مدد فرمائیگا؟ اس سوال کے دو جواب ہیں، پہلا جواب تو یہ ہے کہ اگر اس نے اکمل طریقہ پر نماز ادا کی ہے تو اسکو اس کے کاموں کے نتائج میں ضرور خدا کی مدد کام کرتی ہوئی نظر آئے گی، لیکن اس کی ذات کے سوائے کوئی دوسرا شخص اس کو محسوس نہیں کرسکتا، اس لئے نماز پڑھنے کا فائدہ پڑھنے والے ہی کو محسوس ہوگا، دوسروں کو نہیں محسوس ہوسکتا، دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز و دعا کے اثر کے متعلق علماے امریکہ ویورپ نے جو کچھ تحقیق کی ہے اس پر غور کیا جائے، گو ہمارے اسلاف کرام نے بھی اس کے متعلق متعدد کتابیں لکھی ہیں، مگر جدید تحقیقات کو پیش کرنا زیادہ بہتر ہے،

تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ نفس انسانی جو اس بدن مین متصرف ہے، اپنے اندر بہت سی قوتین رکھتا ہے،
اور اس سے بہت سے حیرت انگیز اعمال صادر ہوتے ہین، لوگ دو طرح کے ہوتے ہین، ایک تو وہ ہین جو
اپنی قوتون کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرتے ہین، اور اپنے نفس کو اس قدر آزاد چھوڑ دیتے ہین
کہ وہ بدن کی تمام قوتون کو جس طرح اور جہان چاہتا ہے، اپنی خواہشات نفسانی کے پو۔ا کرنے مینا
صرف کرتا ہے، عقل، دین، مروت اور اخلاق وغیرہ مین سے کوئی چیز ان طاقتون کے بے موقعہ صرف کئے
جانے سے نہین روکتی، ایسے لوگون کے نفوس بالکل کمزور ہو جاتے ہین، اور ان کا کوئی اثر نہین باقی رہتا،
مگر دوسرے وہ لوگ ہین جو اپنی قوتون کی پوری حفاظت کرتے ہین، اور ان کے استعمال مین افراط سے
کام نہین لیتے، اور جب ایسے لوگ اپنی زبان، کان، آنکھ اور عقل وغیرہ کی قوتون کی حفاظت کرتے ہین،
۱۸۵ اور ان کو بے موقع نہین صرف کرتے تو ان مین کی کہربائی اور مقناطیسی طاقتین اور قوتین بھی محفوظ رہتی
ہین، اور یہی کہربائی اور مقناطیسی طاقتین غیر شعوری طور پر ان کے کامون مین بڑی مدد پہنچاتی ہین، اور
لوگون کے دلون کو اپنی طرف کھینچتی ہین، اور ان مین ان کے احترام و اکرام کا جذبہ پیدا کرتی ہین،
چنانچہ آجکل حکمائے یورپ اپنے شاگردون کو تعلیم دیتے ہین کہ وہ اپنی فکری و ارادی قوتون کو ایک
نقطہ پر جمع کرین، اس لئے کبھی تو وہ اپنے شاگردون کو بہت زمانہ تک ایک ہی امر مین غور و فکر کا حکم دیتے
ہین یا بعض دقیق کلمون کے جو کسی خاص مقصد کی طلب کے لئے ہوتے ہین، مکرر پڑھنے کا حکم کرتے ہین، یا بہت
زمانہ تک اس ہوا کو روکنے کی مشق کراتے ہین، جو پھیپھڑے مین داخل ہوتی ہے، اسی طرح پھیپھڑے سے
ہوا نکلنے کے بعد بہت بہت دیر تک سانس نہین لیتے اور اپنے شاگردون سے کہتے ہین کہ تم لوگ مجلسون
مین فخر کرنے اور واقعہ۔۔ کے ذکر کرنے سے بچو، شرابخواری سے احتراز کرو، بری شہوتون کی طرف رغبت
نہ کرو، کیونکہ ہر ایک کلمہ، رغبت، خفت، طیش اور لذت اپنے ساتھ مقناطیسی قوت رکھتی ہے جو قدرت
کی طرف سے تمہارے نفسون مین ودیعت کر دی گئی ہے، لہذا اس مقناطیسی قوت کی حفاظت کرو، راز کو

پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرو، سکوت اور سکون حاصل کرو، یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کرنے سے قوت ارادی حاصل ہوتی ہے، ان لوگوں کے نزدیک ہر چیز کا حصول قوت ارادہ ہی پر موقوف ہے، مذکورہ بالا خیالی امریکہ کی جمعیۃ نفسیہ کے علماء کا ہے، بعض اوقات وہ اپنے کسی شاگرد کو ایک کمرہ میں تنہا بند کر دیتے ہیں، اور وہ اس کمرہ میں ادھر ادھر ٹہلتا ہوا کسی خیالی شخص سے باتیں کرتا رہتا ہے، اور کبھی اس طرح تقریر کرتا ہے کہ گویا بڑا زبردست مقرر ہے، یہ عمل آدھا گھنٹہ تک ہوتا ہے، ان تمام کا مقصد قوت عزیمت اور ارادہ کا حصول ہے، کیونکہ دنیا کے تمام مقاصد کا حصول اسی ارادہ پہ موقوف ہے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں ہے،

ان تمام کے ذکر سے میرا مقصد نہیں ہے کہ یہ چیزیں اچھی ہیں یا بری بلکہ میں نے تمہارے سامنے ایسی باتیں ذکر کر دی ہیں، جن کی نظیر ہمارے دین اسلام میں موجود ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (کان، آنکھ، دل ہر ایک سے سوال ہوگا) لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ مسئولیت صرف قیامت کے دن ہوگی، حالانکہ حق یہ ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ میں ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (ہم ان کو دو بار سزا دینگے پھر بڑے عذاب کے لئے لوٹائے جائیں گے) قرآن مجید نے اکثر جگہ صاف طور پر عذاب دنیا اور عذاب آخرت کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے، جو لوگ کہ اپنی قوتوں کی حفاظت نہیں کرتے ہیں، ان کی قوتیں ضائع ہو جاتی ہیں جس سے ان کی دنیاوی مصلحت بھی ضائع ہو جاتی ہے، پھر دنیا اور آخرت دونوں جگہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (یہی وہ لوگ ہیں جن کے نفوس خسارے میں رہے اور وہ تمام افترا پردازی ان سے غائب ہو جائے گی جس کو وہ کیا کرتے تھے،) ایک جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (خدا کسی قوم کی حالت

اس وقت تک نہین بدلتا جب تک کہ یہ خود اپنے نفس کی حالت کو نہ بدلیں) غور کرو کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان دونون آیتون مین خسارہ اور تغیر کی اصل نفس کے تغیر پر موقوف کیا، اس سے معلوم ہوا کہ نفس اور اس کی قوتین ہی انسان کا راس المال ہین، اگر یہ قوتین صالح رہین تو یہی انسان کی معین و مددگار رہوتی ہین ورنہ پھر انسان بالکل بیکار رہو جاتا ہے، اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰاهُمْ اَنْفُسَهُمْ (یہی وہ لوگ ہین جنھون نے اللہ کو بھلا دیا تو ان کے نفس نے بھی ان کو بھلا دیا) یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کسی ارادہ اور عزیمت پر قادر نہین ہوتے اور ہر چیز مین غیرون کے محتاج ہوتے ہین، اسی کے قریب قریب ایک حدیث ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا من اصبح وهو منه هم واحد وقاه الله الهموم كلها (جو شخص اس حال مین صبح کرے کہ اس کے پاس ایک ہی غم ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو تمام غمون سے نجات دلا دیگا) قرآن مجید مین اکثر جگہ بلند ہمتی اور اولو العزمی کا ذکر وارد ہوا ہے، فرمایا۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (اولو العزم رسولون کی طرح تم بھی صبر کرو) اس آیت مین ہر چیز کا مدار عزیمت کو قرار دیا اسی طرح نماز مین بھی قوتِ فکریہ کو ایک ہی مقصد یعنی ذات خداوندی اور اس کے جلال وجمال کے تصور کرنے مین منحصر کرنے کو واجب قرار دیا ہے، غور کرو کیا یہ تمام باتین وہی نہین ہین جن کو جمعیتہ نفسیہ نے تقویت ہمت نصرت اور سعادت کے لئے ضروری قرار دیا ہے، تعجب کرو کس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو) دیکھو کس طرح صبر کو اس نماز کے ساتھ ملا دیا ہے، جس مین حضور قلب ہو، یہی وجہ ہے کہ آج اکثر عاقل مسلمانون کی نمازین نمازین نہین ہوتین، کیونکہ وہ حضور قلب سے بالکل خالی ہوتی ہین، اب تم سمجھ سکتے کہ امریکہ والون کا بند کرہ مین حضور قلب کے ساتھ ان کلمات کو پڑھتے رہنا جو علو ہمت اور قوت عزیمت پیدا کرتے ہین، بالکل ہماری نماز کی تقلید ہے، خواہ ان کو معلوم ہو یا نہ ہو، کہ وہ ہماری نماز کی تقلید کر رہے ہین، واقعی بات یہ ہے کہ جب یورپین قومین ایک ایسے مذہب سے جو ان کو ترقی کی راہ دکھا سکتا ہے محروم ہوگئین تو ان لوگون نے تجربہ اور عقل سے

ایسے قواعد استنباط کئے جو ان کے اندر عزیمت وغیرہ پیدا کریں۔ اگر ان کے سامنے وہ تمام آیتیں اور
حدیثیں ہوتیں جو میں نے اوپر نقل کی ہیں، تو وہ اپنی تعلیم کی بنیاد ہی آیات واحادیث پر رکھتے، یہی مطلب
ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ
أَنَّهُ الْحَقُّ (ہم اپنی نشانیاں ان کو آفاق میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان کو معلوم
ہو جائیگا کہ بیشک یہ حق ہے) ان تمام تقریروں کے بعد اب تم سمجھ سکتے ہو کہ حضور قلب کے ساتھ نماز ادا
کرنا اور اللہ تعالیٰ کو خطاب کرنا اور دعائیں مانگنا یہ تمام باتیں عزیمت کو قوی کرنے والی اور دنیا و آخرت
میں نفع دینے والی ہیں، علماء نفس نے اسی حقیقت کو جو آیۃ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ میں
مضمر تھی کئی ضخیم جلدوں میں بیان کیا ہے، ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ تمام باتیں اسلام میں تیرہ سو سال سے موجود ١٨٦
ہیں بعض لوگوں کو اسی نماز کی وجہ سے سعادت حاصل ہوتی ہے لیکن ان کو معلوم نہیں کہ اسی نماز کے ذریعہ سے
اسلاف مشرق اور مغرب تمام ملکوں کے مالک ہو گئے، وہ سب متقی پرہیزگار تھے، اور صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ کے بہت
زیادہ پابند تھے مصر اور دیگر اقطار اسلامیہ کے کم نظر طالب علموں کو میری اس تحریر میں غور کرنا چاہئے، ان کیلئے
ضروری ہے کہ وہ اپنی مقناطیسی اور کہربائی قوتوں کو اپنے نفوس میں محفوظ رکھیں، مجھے کامل یقین ہے کہ عقلمند
حضرات میری دعوت کو سوچ سمجھ کر قبول کریں گے اور میری تقلید کریں گے، علماء امریکہ کہتے ہیں کہ ایک تاجر
اور ایک عالم کے درمیان جو تجارت اور علم میں متشابہ ہوں، اور عمل و شہرت میں مختلف ہوں، فرق کی یہ
وجہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک قوی الارادہ اور پوری مقناطیسی قوت رکھنے والا ہے جس کی وجہ سے تمام قلوب اس کی طرف
متوجہ ہو گئے، اور دوسرے نے اپنی حیوانی مقناطیسیت ضائع کر دی، لہٰذا نہ اس کا کوئی دوست ہے اور
نہ اس میں کوئی جاذبیت ہے، علماء امریکہ کی یہ بحث بعینہ علماء اسلام کی بحث کے مشابہ ہے جو اولاً
نماز میں حضور قلب کو واجب کرتے ہیں، ثانیاً تمام اقوال اور افعال میں،

(وضاحت) جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ،

(نماز انسان کو فحش اور لغو باتون سے روکدیتی ہے) تو اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ نماز ہم کو حصر فکر اور توجہ الی اللہ کی تعلیم دیتی ہے جس کی وجہ سے نماز پڑھنے والے کی روحانیت قوی ہو جاتی ہے اور اس کی قوت مقناطیسی کامل طور پر اس کے جسم کے اندر محفوظ ہو جاتی ہے، علماے نفس کے طریقۂ تعلیم سے نماز کا طریقۂ تعلیم بہت بڑھا ہوا ہے کیونکہ نماز مین اعتقاد دینی کے ساتھ ساتھ حصر فکر اور توجہ الی اللہ بدرجۂ اتم واکمل موجود ہے، اور علماے نفس کے طریقۂ تعلیم سے صرف حصر فکر حاصل ہوتا ہے، اسی لئے نماز سے جس قدر عزیمت اور مقناطیسی قوت حاصل ہوتی ہے اسی قدر ان لوگون کے بتائے ہوئے طریقہ سے حاصل نہین ہوسکتی ہے یہی وہ تقریر ہے جو اس موضوع پر مین پہلے کر چکا ہوں اور اب مین کچھ اپنے نمازی آباؤ اجداد کے حالات لکھنا چاہتا ہون جنھون نے فارس وروم فتح کیا اور جو باقاعدہ صوم وصلاۃ کے پابند تھے، اور ایک ہم لوگ مین کہ نہ روزہ رکھتے ہین نہ نماز پڑھتے ہین، صرف انگریزوں کی زبان، ان کے آداب اور ان کی شرب سے خوب واقف ہین، ان کے لہو ولعب اور شراب کی مجلسون مین ہم بیٹھنے والے اور اپنے پیسے کو خرچ کرنے والے ہین

(۱) رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ایک بندہ نماز پڑھتا ہے، لیکن اس کے لئے نہ نماز کا نصف، نہ ثلث نہ ربع نہ خمس نہ سدس اور نہ دسوان حصہ لکھا جاتا ہے، بلکہ بندے کے لئے اس کی نماز سے وہی لکھا جاتا ہے جو اس نے نماز سے سمجھا ہے،

(۲) روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا کہ ایک شخص اسلام مین بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اللہ اس کی نماز کو کبھی نہین کامل کرتا، لوگون نے پوچھا یہ کیسے، آپ نے کہا یہ اس وجہ سے کہ وہ خشوع اور خضوع کو اچھی طرح نہین اختیار کرتا اور نہ نماز مین خدا کی طرف اچھی طرح متوجہ ہوتا ہے،

(۳) مسلم بن یسار بے انتہا خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، ایک بار وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد مین ایک کھمبا گرا لیکن ان کو کچھ نہین پتہ چلا،

(۴) عامر بن عبداللہ لیثی کی یہ حالت تھی کہ وہ نماز پڑھتے تھے، اور ان کی لڑکیان دف بجاتی تھین اور

عورتین گھر مین باتین کرتی تھین لیکن ان کو کچھ نہین خبر ہوتی تھی، غور کرو کیا یہ وہی چیز نہین ہے جس کو امریکہ اور یورپ کی جمعیۃ نفسیہ تلاش کر رہی ہین، ایک زمانہ تھا کہ ہمارے اسلاف صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوتے ہوئے تمام مشرق ومغرب کے مالک ہوئے اور آج ہم مسلمان ہین کہ خواب غفلت مین مدہوش اور ذلیل وخوار ہین،

ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

دوستو! جمعیۃ نفسیہ کی کارگذاریون کو مین نے اس لئے نہین ذکر کیا ہے کہ وہ ہمارے دین کے حق ہونے پر دلیل ہون بلکہ مین ان طالب علمون کو جو یورپ کے بعض علوم حاصل کر کے مذہب اسلام اور اس کے پیروون کا مذاق اڑاتے ہین، یہ تبلا دینا چاہتا ہون کہ تم لوگ ان تمام باتون سے غافل ہو جن پر ہمارے اسلاف گامزن تھے اور جن باتون کو تم یورپ کی پیداوار سمجھتے ہو دراصل وہ اسلام کی پیداوار ہین ،

## ایک مصری حکایت

انیسوین صدی کے وسط مین مرحوم محمد علی پاشا کی کوشش کی وجہ سے ہماری مصری قوم ابھی حالت مین تھی اور ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی تھی، مرحوم موصوف جب مصری نوجوانون کو جدید تعلیم حاصل کرنے کے لئے فرانس بھیجتے تھے تو چند شیوخ بھی ان کے ساتھ کر دیتے تھے، تاکہ ان نوجوانون کو دین اسلام کی تعلیم دین، ان نوجوانون کو حکم تھا کہ وہ ہر ہفتہ اپنی تعلیمی رپورٹ بھیجا کرین اور امیر کی مُہر سے ان کے پاس خطوط بھی جایا کرتے تھے، جن مین ان نوجوانون سے خوشنودی کا اظہار کیا جاتا تھا،

ایک دن کا واقعہ ہے کہ کسی بڑے اخبار کا ایک نامہ نگار فجر کے وقت کسی مقصد سے کھیتون مین ٹہل رہا تھا، دور سے اس کو ایک انسانی شکل نظر آئی، نامہ نگار سخت متعجب ہوا کہ اس جاڑے کے موسم مین ١٨٠

کون شخص یہان گشت کر رہا ہے، اور جب وہان پہنچا تو دیکھا کہ ایک مصری طالب العلم منجمد پانی کے کنارے بیٹھا ہوا ہے اور وضو کرنے کے لئے ادھر ادھر ہاتھ بڑھا کر پانی تلاش کر رہا ہے، نامہ نگار سخت متعجب ہوا اور اس سے پوچھا کیا کر رہے ہو، طالب علم نے کہا صبح کی نماز کے لئے وضو کر رہا ہون پھر نامہ نگار گھر واپس آیا اور ایک مقالہ لکھا جس کا عنوان یہ تھا "مصر عنقریب یورپ کو اپنا غلام بنالیگا" نامہ نگار اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوے لکھتا ہے کہ طالب العلم اس قدر صادق العزیمت تھا کہ جاڑے کے موسم مین برف سے وضو کرتا ہے، ایسی عزیمت کی نظیر یورپ مین نہین مل سکتی، یہی عزائم قوتہ ہین جو پہاڑون کو اپنی جگہ سے ہلا دیتے ہین، اور ملکون کو زیر وزبر کر دیتے ہین، عنقریب مصری اور مشرقی انہی تعلیمات کی وجہ سے یورپ سے قوی ہوجائین گے، اور اپنے اسلاف کے مجد وشرافت کے مالک ہوجائین گے، اور ہمارے قلعون کو مسمار کر کے رکھ دینگے "

آخر اس اخباری مقالہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ یورپ کی نظرین مصری تعلیم کی طرف متوجہ ہوگئین اور یورپ کی ایک قوم نے بعض مصری حکام کو مکر وفریب سے اپنے قبضہ مین کر لیا اور ان کے ذریعہ تمام ملک مین فسق وفجور پھیلانا شروع کر دیا، مصریون کو یہ تعلیم دیجانے لگی کہ وہ اپنے آبار واجداد ان کے مجد وشرافت، اور ان کے دین کی تحقیر کرین، نتیجہ یہ ہوا کہ مصریون کے سر پر ذلت کا عذاب نازل ہوا، جس نے ہر طرف سے مصریون کو گھیر لیا اور آج وہ ذلیل وخوار ہین، کیا اس فرانسیسی نامہ نگار نے اپنے مضمون مین حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ کے مطلب کو نہین پیش کیا؟ کیا اس نامہ نگار نے اپنی ذہانت سے یہ نہین معلوم کر لیا کہ اگر مصر مین ایسے نوجوان پیدا ہو گئے تو مصر بہت جلد ترقی کریگا اور فی الواقع ایسا ہی ہوا، کیونکہ چند ہی سال بعد تمام حجاز وشام پر مصر کا قبضہ ہوگیا اور اگر خلافت کا جھگڑا نہ چھڑ جاتا اور جہالت بیچ مین نہ کود پڑتی تو آج یورپ مصریون کے قبضہ مین ہوتا، غور کرو یہ فرانسیسی کہتا ہے کہ اگر ایسے صاحبِ عزیمت نمازی نوجوان پیدا ہوگئے تو مصر تمام ملکون کو زیر وزبر کرسکتا ہے

کیونکہ نماز کی عزیمت کے لئے جنگ ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالتِ جنگ مین بھی نماز کو ضروری قرار دیا، کیونکہ نماز سے ہمت اور عزیمت قوی ہوتی ہے، کیا اس بیان کے بعد اب ہمارا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ جو قوم نماز کی پابند رہے گی، اللہ تعالیٰ دشمنون پر ضرور ان کو غلبہ دیگا۔ یہ غلبہ کیون ہوگا۔ قوتِ عزائم اور اجتماع قلوب سے، کیونکہ نماز سے انسان کے اندر یہی چیزین پیدا ہوتی ہین،

صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر کے متعلق علماے اسلام کے بہت سے اقوال ہین جنمین دو قول بہترین ہین، مگر دونون کا مطلب ایک ہی ہے، پہلا قول تو یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ مجہول ہے اور اسکے مجہول رکھنے کا سبب یہ ہے کہ ہر شخص تمام نمازون کی حفاظت کرتا رہے، کیونکہ اس حالت مین ہر نماز کے متعلق ہر شخص یہی گمان کریگا کہ شاید یہی صلوٰۃ وسطیٰ ہو اس لئے وہ باقاعدہ ہر وقت کی نماز ادا کریگا، اس کی نظیر موجوداتِ عالم مین بھی ملتی ہے بعض چیزین ہم سے مجہول رکھی گئی ہین، اور ان سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ علم کی صورت مین نہین ہوسکتا تھا، مثلاً انسان کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اپنی موت کے وقت سے جاہل رہے تاکہ وہ دین دنیا کی سعادت کے حاصل کرنے کی کوشش کرے اور خاموش ہوکر گوشہ نشینی نہ اختیار کرے، ورنہ پھر عالم کے اندر تنازع للبقا بالکل معدوم ہوجاتا۔ اسی طرح یہان پر ہے کہ مصلی ہر نماز مین کوشش کرے، اگر صلوٰۃ وسطیٰ معلوم کرادی جاتی تو سب لوگ اسی ایک صلوٰۃ وسطیٰ کی حفاظت پر قانع ہوجاتے،

دوسرا قول یہ ہے کہ پانچون وقت کی نماز مجموعی حیثیت سے تمام طاعتون کی وسطیٰ ہے، لہذا یہ پنجوقتہ نمازین نہ تو تمام عبادتون سے اعلیٰ اور نہ سب سے ادنیٰ ہین، کیونکہ اعلیٰ طاعات وہ ہین جو انسان کے قلب سے مس کرتی ہون، مثلاً ایمان، علم، اور حکمت وغیرہ یہ سب تمام عبادتون سے افضل ہین، اور ادنیٰ طاعات وہ ہین جو امور صغیرہ سے تعلق رکھتی ہین، مثلاً راستہ سے تکلیف دہ چیزون کا دور کردینا، حدیث شریف مین وارد ہوا کہ سچا مومن وہ ہے جس مین ایمان کے تمام شعبے کامل طور پر پائے جائین، اور یہ شعبے ساٹھ یا ستر سے کچھ زیادہ ہین، سب سے اعلیٰ شعبہ اللہ پر ایمان لانا ہے، اور سب سے ادنیٰ شعبہ اکثر اعمال صالحہ

مین اور نماز وسطیٰ مین ہے، ان تمام شعبون کو صاحب نقایہ نے نام بنام گنایا ہے، یہی وہ تقریر ہے جس کو مین اس آیت کے متعلق ذکر کرنا چاہتا تھا، اب ہم پھر عام بحث کی طرف رجوع کرتے ہین،

## پندرہوان مقصد

| | |
|---|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ | کیا تم نے ان لوگون کا قصہ نہین سنا جو ہزارون |
| دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ | کی تعداد مین موت کے ڈر سے گھرون سے |
| حَذَرَ الْمَوْتِ ص فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ | بھاگے تھے، پس اللہ نے ان لوگون کو حکم دیا کہ |
| مُوْتُوْا قف ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ط اِنَّ | مرجاؤ تو سب کے سب مر گئے، پھر اللہ نے انکو زندہ |
| اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ | کردیا، بیشک اللہ لوگون کے حال پر بڑا فضل |
| وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ | کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ شکر نہین کرتے اور |
| وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا | اللہ کی راہ مین جنگ کرو اور یہ یقین کرو کہ اللہ |
| اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ہ مَنْ ذَا الَّذِيْ | سننے والا جاننے والا ہے، کون ہے جو اللہ کو قرض |
| يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا | حسنہ دیگا، پھر اللہ اس کا چند در چند گونہ بدلہ دیگا |
| فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا | اور اللہ ہی کمی اور فراخی کرتا ہے، اور تم سب اسی |
| كَثِيْرَةً ط وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ | کی طرف لوٹائے جاؤ گے، کیا تم کو بنی اسرائیل |
| وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ہ اَلَمْ تَرَ | کی جماعت کا قصہ معلوم نہین ہے، جو موسیٰ |
| اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ | کے بعد واقع ہوا ہے، جب ان لوگون نے ١٨٨ |
| مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ | اپنے نبی سے کہا کہ ہم لوگون پر ایک بادشاہ |
| لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ | مقرر کردیجئے تاکہ ہم اللہ کی راہ مین جہاد کرین |

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ
عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۚ قَالُوْا
وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا
وَاَبْنَآئِنَا ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ
الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا
مِّنْهُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ
وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ
قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۚ
قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ
عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ
مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ
الْمَالِ ۚ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ
عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي
الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۚ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ
مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَقَالَ لَهُمْ
نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ
اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ

پیغمبر نے کہا کہ اگر تم پر جہاد فرض
کر دیا جائے تو تم سے کچھ بعید نہین کہ تم نہ لڑو،
ان لوگون نے کہا کہ اللہ کی راہ مین لڑنے
سے ہم کیون انکار کرینگے، حالانکہ ہم لوگ اپنے
ملک اور اپنے فرزندون سے بھی جدا کر دیے گئے
ہین، پھر جب ان کو جہاد کا حکم دیا گیا تو چند لوگون
کے سوا سبھون نے انکار کر دیا، اور اللہ ظالمون کو
خوب جانتا ہے، اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا
کہ اللہ نے تم لوگون پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے،
ان لوگون نے کہا وہ کس طرح ہم لوگون کا بادشاہ
ہو سکتا ہے، حالانکہ ہم لوگ حکمرانی کے زیادہ مستحق ہین
کہ اسکو مال و دولت کے اعتبار سے بھی کچھ ایسی
فارغ البالی نصیب نہین، پیغمبر نے کہا کہ اللہ نے
اسکو تم لوگون پر منتخب فرما دیا ہے اور علم و جسامت
مین اسکو فراخی عنایت فرمائی ہے اور اللہ جسکو
چاہتا ہے اپنا ملک دیدیتا ہے، اور اللہ وسعت دینے والا
جاننے والا ہے، اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ
اس کے بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس
وہ صندوق آئیگا جس مین تمہارے پروردگار کی طرف

| | |
|---|---|
| سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا | سے تسلی ہے، اور بچی ہوئی چیزیں ہیں جنکو موسیٰ |
| تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ | اور ہارون چھوڑ گئے ہیں، اس صندوق کو |
| تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ | فرشتے لائیں گے، اس میں تم لوگوں کے واسطے |
| لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ | پوری نشانی ہے اگر تم لوگ مومن ہو، پھر جب |
| فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ | طالوت فوجوں کو لے کر عمالقہ کی طرف روانہ |
| قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ | ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ اللہ ایک نہر سے تمہاری |
| فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ ۚ | آزمایش کریگا، جو شخص اس میں سے پانی لیگا |
| وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ اِلَّا | وہ میرے ساتھیوں میں نہیں، اور جو کچھ بھی |
| مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ | نہ پیئے گا وہ میرا ساتھی ہے، لیکن جو شخص اپنے ہاتھ |
| فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ | سے ایک چلو بھر پی لے (تو کچھ مضائقہ نہیں) |
| فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ | پس ان لوگوں میں سے معدودے چند کے سوا |
| اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ | سبھوں نے اس نہر سے پانی پیا، پس جب طالوت |
| لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ | اور ان کے ہمراہی نہر سے پار ہو گئے تو کہنے لگے |
| قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ | کہ آج تو ہم میں جالوت اور اسکے لشکر سے مقابلہ کرنے کی |
| مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ | طاقت نہیں ہے، وہ لوگ جو سمجھتے تھے کہ انکو |
| قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ | اللہ سے ملاقات کرنا ہے، کہنے لگے کہ کتنی چھوٹی |
| بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ | جماعتیں خدا کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب |
| وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ | آجاتی ہیں اور اللہ استقلال والوں کیساتھ ہے |
| قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا | اور جب جالوت اور اس کی فوجوں کے سامنے |

| | |
|---|---|
| صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ | آئے تو کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار تو ہم پر استقلال |
| انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ | نازل فرما، اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافر قوم پر تو |
| فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَ | ہم لوگون کو غلبہ عنایت کر، پس ان لوگون نے خدا |
| قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ | کے حکم سے ان کو شکست دی، اور داؤد نے جالوت کو |
| اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَ | قتل کیا اور اللہ نے داؤد کو ملک و حکمت عطا فرمایا |
| عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۭ وَلَوْلَا | اور جو چاہا اسکو سکھایا، اور اگر یہ بات نہ ہوتی |
| دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ | کہ خدا بعض آدمیون کو بعض سے دفع کرتا تو یقینا |
| بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ | ساری زمین فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ جہان والون |
| وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى | پر بڑا فضل کرنے والا ہے، یہ اللہ کی آیتین |
| الْعٰلَمِيْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ | ہین جو صحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھکر سناتے |
| نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَ | ہین، اور بے شک آپ پیغمبرون |
| اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ | مین سے ہین، |

گذشتہ مباحث مین اللہ تعالیٰ نے ملکی اور معاشرتی ہر ہر مرحلہ کو بیان فرمایا، مثلاً فقہی اصول احکام شرعی، آداب اجتماعی، حفظ انساب، شرابخواری، قماربازی، طلاق، یتیمی، مساکین، بیویون کے ساتھ حسن معاشرت وغیرہ اور وہ تمام باتین جو انسان کے لئے بہت زیادہ نافع اور مفید ہین،

جب اللہ تعالیٰ ان تمام سے فارغ ہوچکا تو اب قوم کو اس بات کی طرف رغبت دلاتا ہے کہ تم ہلاک کرنے والی چیزون کو اپنے نفسون سے دفع کرو، دشمنون سے لڑنے اور ان کے حملون کو روکنے کے لئے اپنی ہمتین بلند اور مضبوط کرو، اور اپنے ملکون سے ظالمون کو نکال باہر کرو،

گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو تم آپس کے داخلی اور اندرونی معاملات تم کو خدائی جلال مین تفکر کرنے 189

سے نہ روکدین، مسائل فقیہہ جیسے نفقہ اور عدت وغیرہ اور خانگی معاملات تم کو دشمنون کی طرف سے غافل نہ کردین، اس لئے پہلے اپنی حالتون کی اصلاح کرو، پھر میدان جنگ مین صف بصف کھڑے ہو جاؤ، مسلمانو زمین پر محتاجی اور ذلت کی زندگی نہ بسر کرو، بلکہ تم مین ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو دشمنون کے مقابلہ کے لئے ہر وقت مستعد رہو اور ان کے حالات و اطوار کو بغور ملاحظہ کرتی رہے۔ اللہ تعالیٰ بطور مثال ان لوگون کے حالات کی تشریح کرتا ہے جو ہزارون کی تعداد مین جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے، کس طرح اللہ نے ان کو مردہ کر دیا، اور کس طرح وہ موت کے ڈر سے بھاگے تھے لیکن موت نے ان کا پیچھا نہین چھوڑا، اور کس طرح ایک قلیل جماعت خدا کے حکم سے کثیر جماعت پر غالب آگئی،

مین اس جگہ ان دونون قصیون کی جن کو اللہ تعالیٰ نے اس مقام مین جہاد کی طرف رغبت دلانے کے لئے بیان فرمایا ہے، بطور مکالمہ تشریح کرونگا، تاکہ اچھی طرح سمجھ مین آجائے اور ذہن مین محفوظ رہے، مدرسہ دار العلوم مین چند طلبہ نے مجھ سے سوال کیا، جن کی طرف ان حروف سؔ، جؔ اور عؔ سے اشارہ ہوگا، سوال و جواب درج ذیل ہے،

س ۔ یہ ہزارون کی تعداد مین پیچھے رہنے والے کس قوم سے تعلق رکھتے تھے؟ ان کا ملک کہان تھا؟ اور ان کا کیا قصہ ہے؟ پہلے قصہ اور دوسرے قصہ مین کیا مناسبت ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کا کیا قصہ ہے؟ اور من و سلویٰ کیا چیز ہے؟ اور اس کا تاریخی ثبوت کیا ہے؟

مین :۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم کو اُن کے بادشاہ نے دشمنون سے جنگ کا حکم دیا تھا، یہ لوگ مقابلہ کے لئے تیار ہوے لیکن دلیر اور بہادر نہین تھے، ذلت کے ساتھ زندگی بسر کرنی ان کو محبوب تھی، چنانچہ انھون نے اپنی بزدلی کی وجہ سے یہ حیلہ تراشا کہ جس جگہ دشمنون کا قیام ہے وہان سخت وبا پھیلی ہوئی ہے، اس لئے ہم لوگ ان سے جنگ نہین کرسکتے، لہٰذا جس چیز سے یہ لوگ خوف کرتے تھے اسی نے ان کو پکڑ لیا، جب موت کے ڈر سے بھاگے جا رہے تھے، تو بادشاہ نے

ان پر بددعا کی سب کے سب آنِ واحد میں مرگئے، پھر چند دن کے بعد اللہ نے ان کو زندہ کر دیا، اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ۔ یہ بھاگنے والے دس ہزار سے بھی زیادہ تھے۔ بنی اسرائیل چار سو سال سے زیادہ مصر میں رہے، پھر شام کی طرف چلے گئے اور چار سو سال تک شیوخ لوگ ان کی دیکھ بھال کرتے تھے، موسیٰ علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے نگہداشت کرنے والے یوشع تھے، پھر کالب پھر خرقیل ہوئے، خرقیل کو ابن العجوز اور ذو الکفل بھی کہا جاتا ہے، ذو الکفل اسلئے کہ انھوں نے بقول مفسرین ان ستر نبیوں کی کفالت کی تھی جو مقتول ہونے سے بچگئے تھے، خرقیل ہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے خدا سے ان مُردوں کی زندگی کی دعا کی تو سب کے سب زندہ ہوگئے، ہر کاہن کے ساتھ بنی اسرائیل کے شیوخ میں سے ستر شیوخ رہا کرتے تھے اور یہی کاہن ان کا سردار ہوتا تھا، بعضوں نے کہا ہے کہ خرقیل ہی نے اپنی قوم کو جہاد کے لئے بلایا تھا، مگر ان لوگوں نے لڑنے سے انکار کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں وبا پھیلا دی، اس سے بکثرت لوگ مرنے لگے، تب یہ لوگ موت کے خوف سے اپنے ملک سے بھاگے، جب خرقیل نے ان کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو ان کے لئے بد دعا کی کہ اے یعقوب اور موسیٰ کے خدا تو اپنے بندوں کے گناہ دیکھ رہا ہے، تو خود ان کو کوئی نشانی دکھا دے، جس سے ان کو معلوم ہو جائے کہ وہ تیری قدرت اور تیرے قبضہ سے باہر نہیں نکل سکتے، پس اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو مردہ کر دیا، پھر جب ان کی موت کی وجہ سے خرقیل کو تکلیف ہوئی تو انھوں نے خدا سے ان کی زندگی کی دعا کی، چنانچہ وہ سب زندہ کر دیئے گئے۔

مذکورہ قصہ میں طاعون اور جنگ دونوں سے قوم حزقیل کا فرار ہونا بیان ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طاعون اور جنگ سے فرار ہونا مسلمانوں پر حرام ہے، حدیث میں ہے کہ وبا والے شہر میں نہ تو کسی کو داخل ہونا چاہئے اور نہ کسی کو اس سے بھاگنا چاہئے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو جو شام کی طرف جہاد کرنے کے لئے جا رہا تھا، اس طاعون کی وجہ سے اندر داخل ہونے سے روک دیا تھا، جب

لوگون نے حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا کہ وہ خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہین تو آپ نے مذکورہ حدیث پیش کی اور فرمایا فورنا من قضاء اللہ الی قضاء اللہ (اللہ کے ایک فیصلہ سے دوسرے فیصلہ کی طرف ہم بھاگ رہے ہین) مسلمانون کے لئے یہ بھی جائز نہین کہ وہ بنی اسرائیل کی طرح موت کے خوف سے جہاد ترک کردین، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے قصہ کو صرف اسی لئے ذکر کیا کہ ہم اس سے عبرت حاصل کرین، اس سے صرف ہم لوگون کو قصہ سنانا مقصود نہین ہے، بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر خرقیل کے لوگ طبعی موت مرے تو بزدل اور جنگ سے بھاگنے والے، اپنے دشمنون کے ہاتھ سے تھری یا اونی موت مرین گے، کیونکہ ہر قسم کی ذلت ان کو برداشت کرنی پڑیگی، اور ذلت کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہر چیز سے زیادہ بری ہے،

آج مسلمانون کی بھی یہی حالت ہے، سب کے سب ذلت کیساتھ زندگی بسر کر رہے ہین اور حقارت اور ذلت کی قید مین مقید ہین، ایک زمانہ تھا کہ مسلمانون کی شوکت تمام عالم مین مسلّم تھی اور بڑی بڑی جابر قومین ان کا نام سُنکر کانون پر ہاتھ رکھ لیتی تھین، مگر آج تمام مسلمانون کی شوکت وابہت فنا ہو چکی ہے اور مسلمان بنی اسرائیل کی طرح ذلت اور غلامی کی لعنت مین گرفتار ہین، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ، (اللہ لوگون پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکرگذار نہین ہوتے) کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو پستی کے بعد بلند کرتا ہے، اور تمام دشمنون پر اس کو غلبہ دیتا ہے، اور کسی کو بلندی کے بعد پست کر دیتا ہے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پست قوم کو خدا کی مہربانی سے نا امید نہ ہونا چاہئے اور ترقی یافتہ قوم کو ہر وقت خدا سے
190 ڈرتے رہنا چاہئے، جب ایک قوم مردہ ہونے کے بعد زندہ ہو سکتی ہے، تو پھر مسلم قوم جو اپنی جہالت کی وجہ سے مردہ ہو چکی ہے کیون خاموش ہے، مسلمانون کو چاہئے کہ اپنی جہالت کو دور کردین اور زیور علم سے آراستہ و مزین ہو جائین اور دوبارہ زندگی حاصل کرین، علم ہی وہ فضل عظیم ہے جس کو اللہ نے ہمین

عطا فرمایا ہے، ہم کو چاہیئے کہ اس علم کے دینے پر خدا کا شکر ادا کریں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں،
اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد جہاد کا ذکر کیا، اور فرمایا وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (خدا کے راستہ میں جہاد کرو اور یقین رکھو کہ خدا سننے والا جاننے والا ہے) جہاد صرف صفوں کے جمع ہونے یا لشکروں کے جمع کرنے اور بندوقوں وغیرہ کے اٹھانے کا نام نہیں ہے، بلکہ جہاد کی اصل بنیاد مال ہے، کیونکہ مال کے بغیر آلاتِ حرب جیسے توپ، بندوق، ہوائی جنگی جہاز اور زہریلی گیس وغیرہ نہیں بنائے جا سکتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بعد ہی اللہ کے راستہ میں مال کے خرچ کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا (مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً (کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دیتا ہے، پھر اللہ اس کو اس کا چند گونہ ثواب عنایت کرے گا) اس لئے مسلمانو تم بھی بخالت سے کام نہ لو ورنہ تمہاری حالت کبھی بہتر نہیں ہو سکتی۔

س:- میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس دوسرے قصہ کی وضاحت فرمائیں گے، اور یہ بیان کریں گے کہ یہ دوسرا قصہ بنی اسرائیل کے پہلے قصہ کے بعد کیوں بیان کیا گیا؟!

میں:- سورہ کے شروع میں وہ تمام واقعات گذر چکے جو بنی اسرائیل کو میدانِ تیہ میں پیش آئے، نیز یہ بھی گذر چکا کہ موسیٰ علیہ السّلام کا بھی بنی اسرائیل کے ساتھ اور بنی اسرائیل کا موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ کیا طرزِ عمل رہا، پھر پچھلے صفحات میں بنی اسرائیل کا جو میدانِ تیہ سے نکلنے کے بعد چار سو سال تک یوشع کی سرپرستی میں رہے تھے، یہ قصہ بیان ہوا کہ وہ کس طرح موت کے ڈر سے بھاگے تھے اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو مار کر پھر زندہ کیا، اب اللہ تعالیٰ وہ واقعہ بیان کر رہا ہے جو حزقیل نبی کی وفات کے کئی برس بعد پیش آیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب حزقیل نبی کا انتقال ہو چکا تو سالہا سال تک بنی اسرائیل کی قوم بالکل پراگندہ حالت میں رہی، ان کا کوئی باقاعدہ نظام نہ تھا، اس لئے ان کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاسؑ کو جن کا ذکر سورۂ صافات میں ہے، بھیجا، پھر حضرت الیاسؑ کے بعد

حضرت یوشع تشریف لائے لیکن ان کی وفات کے بعد پھر بنی اسرائیل کی قوم گمراہ ہوگئی، اس کا سارا نظام بگڑ گیا، اس وقت ایک دشمن ظاہر ہوا جس کو بلتاثا کہتے ہیں، یہ شخص قوم جالوت سے تھا، جو اس زمانہ میں مصر اور فلسطین کے درمیان سواحل بحر روم پر زندگی بسر کرتی تھی، اسی قوم کو عمالقہ بھی کہا جاتا ہے، بلتاثا نے تمام بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا لیا اور بنی اسرائیل غلامی اور ذلت کا طوق پہنکر بلتاثا اور اسکی قوم کے باجگذار ہوگئے، اب بنی اسرائیل میں کوئی ایسا گھر نہیں تھا جس میں نبی پیدا ہوسکے، صرف ایک بوڑھی عورت کا گھر باقی رہا تھا جس کو ایک بچہ پیدا ہوا، اس کا نام شموئیل رکھا گیا، آگے چل کر یہی بچہ نبی ہوا، جب جالوت اور عمالقہ نے بہت زیادہ سرکشی اور ظلم وستم کرنا شروع کیا تو بنی اسرائیل نے شموئیل سے درخواست کی کہ ان پر کوئی بادشاہ مقرر کردیں تاکہ اس کے ماتحت رہ کر دشمنوں سے مقابلہ کریں، چنانچہ اس طرف اللہ تعالیٰ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے، اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الآیۃ اسی کے بعد بنی اسرائیل کا نیا زمانہ اور ان کی نئی زندگی شروع ہوتی ہے، پہلے ان کے تمام امور مجلس شوریٰ کے ذریعہ انجام پاتے تھے اور یہی مجلس شوریٰ ان تمام قبائل پر حکومت کرتی تھی جو شام وغیرہ میں مقیم تھے، پھر جب یہ مجلس شوریٰ ظالم وجابر عمالقہ کو دفع کرنے سے عاجز ہوگئی، تو بنی اسرائیل نے ایک ملکی حکومت قائم کرنے کی ضرورت سمجھی تاکہ ایک طاقتور بادشاہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوکر ظالموں سے مقابلہ کرسکیں، چنانچہ جب ان پر بادشاہ مقرر ہوگیا تو پھر ان کی سلطنت مضبوط اور ان کی مملکت وسیع ہوگئی، اور برسوں تک داؤد اور سلیمان علیہما السلام نے سلطنت کی اور بیت المقدس کی تعمیر کی، یہانتک کہ بخت نصر ظاہر ہوا جس نے بنی اسرائیل کو جلاوطن کرکے بیت المقدس کو برباد کیا اور بنی اسرائیل کو نواحی اصبہان کی طرف بھاگنا پڑا، بخت نصر کے بعد پھر فارس کے بادشاہ نے بنی اسرائیل کو اصلی وطن میں واپس کردیا، لیکن رومیوں نے ان کو دوبارہ جلاوطن کردیا،

غور کرو کس طرح سورۂ بقرہ میں ان کے قصے ترتیب وار بیان کئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سب سے

پہلے موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو فرعون اور اس قوم کی غلامی سے آزادی دلانے کے واقعہ کو بیان فرمایا، پھر ستر شیوخ کی حکومت کے اثنا میں موت کے ڈر سے بھاگنے والے بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا، پھر طالوت، جالوت اور داؤد علیہ السلام کے زمانہ کے انقلابات کو بیان فرمایا، یہ آخری دور ان لوگون کی عزت اور سلطنت کا دور تھا، کیا ان تمام واقعات کے ذریعہ مسلمانون کو بیدار کرنا مقصود نہین ہے؟ ان تمام واقعات سے اللہ تعالیٰ کو یہ بتانا ہے کہ اے اہل عرب تم لوگ بھی اسی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتے رہو گے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان واقعات کے بہت بعد عزیرؑ کا قصہ بیان کیا، کیا یہ بات انسان کو مدہوش کرنے والی نہین ہے کہ سورۂ بقرہ مین بنی اسرائیل کے ایک ہزار آٹھ سو سال کی تاریخ ترتیب وار مذکور ہے، اگر تم ان تمام واقعات کو ملا کر ایک جگہ تاریخی صورت مین بیان کر دو تو قوم بنی اسرائیل کی پوری تاریخ تمھاری نظرون کے سامنے آ جائے گی، مجھے تو اثنائے تفسیر مین ایسی ایسی باتین معلوم ہوئی ہین جو پہلے سے معلوم نہ تھین،

بنی اسرائیل کا مذکورہ طالوت والا قصہ انتخاب ملوک اور ان کی صفات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ بادشاہون کو کن صفات کے ساتھ متصف ہونا چاہیے، بنی اسرائیل نے کہا کہ طالوت نہ تو بیت لاوی یعنی خاندان نبوت سے جس کے دو چشم و چراغ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون تھے کچھ تعلق رکھتا ہے، اور نہ بیت یہوذا کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس کی نسل سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام تھے، بنی اسرائیل کا یہ بھی اعتراض تھا کہ طالوت ایک فقیر شخص ہے، حالانکہ سلطنت، مال و دولت سے قائم ہوتی ہے، ان کو جواب دیا گیا کہ کسی شخص کے بادشاہ بننے کے لئے مال و دولت یا شرافت نسب کوئی ضروری چیز نہین، بلکہ ذاتی صفات جیسے علم، جسمانی و روحانی قوت اور شجاعت وغیرہ ہی وہ محور ہین جن پر سلطنت کی چکی گھومتی رہتی ہے، علاوہ ازین اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے، بلند و پست کرتا ہے، اور عزت و ذلت دیتا ہے، اس کا فضل بہت وسیع ہے، ایک فقیر کو سلطنت اور مال و دولت

وہ دیتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ سلطنت کرنے کے لائق کون شخص ہے، اور کون نہیں، آج مسلمان
کے لئے سب سے بڑی مصیبت اور آفت جس نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے، اور ان کو ذلت
کے عذاب مین گرفتار کر دیا ہے یہ ہے کہ وہ اکثر اقطاعِ عالم مین شاہی خاندان کے رحم و کرم کے دست نگر
ہوگئے ہین، اگر شاہی خاندان والے اچھے ہوتے ہین تو قوم کی حالت بھی اچھی رہتی ہے، اور اگر یہ برے
ہوتے ہین تو پھر قوم کی تباہی مین کوئی شک نہین رہتا ہے، مذکورہ آیتون نے جاہل قومون کے عذر کی
بنیاد کو بالکل جڑ سے اکھیڑ دیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ سلطنت علم، قوت، اور شجاعت سے قائم ہوتی ہے، نہ کہ مال و دولت اور شرافتِ نسب سے جیسے کہ
طالوت کا حال تھا، یہ کوئی ضروری نہین کہ بادشاہ صرف شاہی خاندان سے ہو اگرچہ اس مین سلطنت کی لیاقت نہ ہو مسلمان
بھی آج نسب نامہ کی پرستش کرنے لگے ہیں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے پاؤن پھسل گئے اور ان کے ممالک مین
طرف اُلو ہی اُلو بولنے لگے، باشندگانِ امریکہ نے اس حقیقت کو معلوم کر لیا ہے، چنانچہ انھون نے اپنا
صدر ایک درزی کو مقرر کیا ہے، اسی طرح قرآن مجید کی اس حقیقت کو فرانسیسیون نے معلوم کر لیا اور ۱۹۱
اپنا صدر ایک کاریگر کو بنایا، کیونکہ اس کے اخلاق و آداب دوسرے اشخاص کے اخلاق و آداب کے
مقابلہ مین بہت بہتر تھے، فرانس والون کو یہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ آج مسلم قوم بالکل جاہل ہے
وہ اپنا حاکم صرف شاہی خاندان ہی کے کسی فرد کو مقرر کرتی ہے، گو وہ شخص کیسا ہی ہو، اور فرانسیسی
سیاحون نے یہ معلوم کر لیا کہ تمام مسلمان کتانی، مارالعینین، تیجانی اور مراکش وغیرہ کے شرفا و امرا کی طرح
بڑے بڑے شرفا و امرا کے رحم و کرم پر جیتے ہین، اس لئے ان سیاحون نے ان شرفا و امرا پر خوب
نعمت کی بارش برسائی اور ان کی عقلون پر مال و دولت کا پردہ ڈال دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ مراکشی و
تیجانی شرفا، شاہی خاندان کو چھوڑ کر ان سیاحون کی طرف مائل ہوگئے جنھون نے ان کو مال و
دولت سے مالامال کر دیا، فرانسیسیون نے موقع پاکر ان اندھی قومون کو غلامی اور ذلت کی
خوفناک زنجیرون مین جکڑ لیا اور ان کو اپنا غلام بنالیا، یہ تمام کیون ہوا صرف اس لئے کہ یہ تمام مسلمان

حکمت سے غافل اور علم سے جاہل رہے،

ع ۔"گفتگو بہت طول پکڑ چکی، مہربانی فرما کر طالوت کا قصہ پورا کیجئے :

میں :۔ شموئیل نبی نے بنی اسرائیل سے کہا کہ طالوت کے بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ فرشتے تمہارے پاس ایک صندوق لائیں گے جس میں تورات ہوگی جو خوف اور مصیبت کے وقت دلوں کو تسکین دیگی۔ نیز اس صندوق میں حضرت موسیٰ، و حضرت ہارون اور دوسرے انبیاء کرام کے آثار ہونگے مثلاً عصائے موسیٰ وغیرہ،

پہلے یہ صندوق عمالقہ کے پاس تھا، لیکن جب ان پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہونی شروع ہوئیں تو ان لوگوں نے خیال کیا کہ یہ سب اسی صندوق کی نحوست کا نتیجہ ہے، چنانچہ ان لوگوں نے اس صندوق کو ایک بیل گاڑی پر رکھا، اور اس میں دو بیلوں کو جوت کر ان کو کوڑے سے مارا، کوڑا لگتے ہی دونوں بیل دوڑنے لگے، پھر فرشتوں نے اس بیل گاڑی پر قبضہ کیا اور اس کو ہانکتے چلے، یہانتک کہ یہ بیل چلتے چلتے دیار بنی اسرائیل میں پہنچے، ٹھیک اسی وقت طالوت اپنی اسی ہزار فوج کو لیکر نکلا تھا، جیسا کہ کہا جاتا ہے، اور لوگوں کو آزما رہا تھا، کہ ان میں سے کون خواہشات و عادات نفسانی کے بندے ہیں اور کون صالح اور متقی ہیں، اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی کبھی مدد نہیں کرتا جو شہوات اور عیش پرستی میں ہمیشہ منہمک رہتی ہے، ایسی قوم کو ہمیشہ ہلاکت اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ روپیہ پیسہ کی لالچ میں گرفتار رہتی ہے، اور دوزخ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے اور دوسری قومیں ایسی عیش پرست قوم کو توپ، بندوق اور ڈائنامیٹ سے برباد کر دیتی ہیں، کیونکہ عیش پرستی قوم کی شجاعت و بہادری کو ختم کر دیتی ہے، اور اس میں کوئی ایسا رہنما نہیں پیدا ہوتا ہو جان پر کھیل کے اور مصیبتیں اٹھا کے قوم کی اصلاح کر سکے اور اس کی صحیح طور پر رہنمائی کر سکے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی قوم دشمنوں کے سامنے ذلیل ہو کر فنا اور برباد ہو جاتی ہے،

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی مثال اس واقعہ سے دے رہا ہے جو فلسطین کی نہر کے قریب طالوت اور اسکی فوج کے درمیان پیش آیا، طالوت نے اپنی فوج سے کہا کہ تم لوگ اس نہر کا پانی مت پیو، ہاں اگر ایک چلو بھر پی لو تو کچھ حرج نہین ہے، جو شخص زیادہ مقدار مین پئے گا، اس کے ہونٹ کالے ہو جاین گے، اور پیاس بڑھ جائے گی، لیکن اس نصیحت کا خیال کسی نے نہین کیا، سبھون نے خوب پانی پیا، صرف چند سوا ایسے تھے جن مین سے بعض نے تو پیا ہی نہین، اور بعض نے صرف ایک چلو بھر پانی پیا، بہرحال جب یہ سب کے سب یعنی موافق اور مخالف نہر کے پار اتر گئے تو مخالفین کہنے لگے آج تو ہمارے اندر جالوت اور اسکی فوج کے مقابلہ کی طاقت نہین ہے، یہ سنکر موافقین نے کہا، اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل جماعت، کثیر جماعت پر بحکم خداوندی غالب آگئی ہے، جیسا کہ یہ تمام قوم مین مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ غلبہ فی الواقع عزت، شجاعت اور قناعت وغیرہ کے تابع ہے، اس کے بعد ان لوگون نے خدا سے دعا کی کہ اے خدا تو میدانِ جنگ مین ہمین ثابت قدم رکھ اور کافر قومون پر غلبہ عطا فرما،

طالوت کو یہ حکم ملا کہ وہ ایشا نامی اپنے ایک سپاہی کو یہ حکم دے کہ وہ اپنے لڑکے داؤد کو میدانِ جنگ مین لائے کیونکہ اللہ کے علم مین یہی وہ شخص ہے جو جالوت کو قتل کریگا، ایشا نے داؤد کو حاضر کیا اور طالوت نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان کی شادی اپنی لڑکی سے کر دیگا، جب داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا تو بہت کچھ قیل و قال کے بعد طالوت نے اپنی لڑکی کے ساتھ ان کی شادی کر دی، لیکن جب طالوت نے یہ دیکھا کہ تمام لوگون کے دل مین داؤد کی محبت بہت ہے، تو اس کو حسد پیدا ہوا اور پوشیدہ طور پر ان کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا، مگر اپنے مقصد مین کامیاب نہ ہو سکا، جب اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور یہ یاد آیا کہ اس نے پہلے بھی ایک مرتبہ فلسطین والون کے چوپایون کے متعلق خداوندی احکام کی مخالفت کی تھی تو اس کا دل لرز گیا، اور فوراً منھ کے بل زمین پر گر پڑا، پھر جب ایک بڑھیا نے شموئیل کی روح حاضر کی تو انھون نے طالوت کو

بتایا کہ اس کے گناہ کا کفارہ یہی ہو کہ وہ اور اس کے دسون لڑکے دشمن کے مقابلہ مین جائین اور خدا کی راہ مین لڑکر شہید ہو جائین، چنانچہ طالوت نے ایسا ہی کیا، پھر طالوت کے بعد داؤد علیہ السلام بادشاہ مقرر ہوے اور بنی اسرائیل کی عظمت گم گشتہ پھر لوٹ آئی، اور وہ آزادانہ زندگی بسر کرنے لگے، اللہ تعالی نے فرمایا، وَآتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ (اللہ نے ان کو ملک اور حکمت عطا فرمائی اور جو چاہا سکھلایا) تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو قوم داؤد علیہ السلام کے نشان قدم پر چلے گی اور ان کے صبر قناعت اور آداب کو اختیار کرے گی تو یقیناً اس قوم کی قلیل جماعت کثیر جماعت پر غالب آجائے گی، قوم بوئر کو دیکھو کہ وہ کس قدر قلیل تعداد مین تھی، لیکن اللہ نے ان کو ایک بڑی جماعت پر غالب کر دیا، کیونکہ ان لوگون نے صبر اور قناعت سے کام لیا، قوم بوئر ہمیشہ صبح و شام اپنے لڑکون اور لڑکیون سے مزامیر داؤد پڑھوا کر سنا کرتی تھی، قوم بوئر کی طرح اہل طرابلس نے بھی صبر و قناعت سے کام لیا تو اللہ تعالی نے باوجود قلت تعداد کے ان کو ان کے دشمنون پر غالب کر دیا، یہ بھی ایک تعجب خیز امر ہے اور یہ ایسا قانون قدرت ہے جو کبھی ٹل نہین سکتا،

غور کرو اللہ تعالی نے کیسی عمدہ مثال پیش کی ہے، فی الواقع کتاب کریم کی یہی شان ہے کہ وہ لوگون کے لئے مثال پیش کرتی ہے، کیونکہ اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے،

س:- اس مثال مین ابھی تک غموض باقی ہے، ان لوگون کے نہر فلسطین کے پانی سے آزمایش کرنے مین کیا فائدہ تھا اور اس مین صریح حکمت کیا تھی، نیز اس قول سے ہم لوگون کو کیا فائدہ ہوگا؟

مین" قرآن مجید کی یہی تو ایک بڑی خصوصیت ہے کہ وہ بڑے بڑے عظیم الشان امور اور
لاینحل مسئلون کو مثالون سے سمجھاتا ہے، چونکہ لوگون کے اخلاق پوشیدہ اور ان کی حالتین چھپی ہوئی ۱۹۲
رہتی ہین، اسلئے صابرون کی تمیز گھبرانے والون اور بہادرون کی تمیز بزدلون کی آزمایش ہی سے معلوم ہو سکتی ہے، کیونکہ ظاہری صورت ظاہری وضع اور ظاہری لباس، بواطن امور پر کبھی دلالت نہین کر سکتے،

اور انسانون کی خفیہ عادتون کو معلوم کرنے کے لئے آزمایش کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہین ہے، اور مدد الٰہی انہی لوگون کے شامل حال ہوتی ہے، جو بہادر اور صابر ہون اور نفسانی خواہشات پر قابو رکھتے ہون، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ایک جزئی مسئلہ سے آزمایش کی تاکہ طالوت ان کی باطنی خصلتون سے آگاہ ہوجائے، گویا اللہ تعالیٰ طالوت سے فرماتا ہے کہ تم انہی پر اعتماد کرو جو اپنے امتحان مین پورے اترے ہون، اور اس مین کوئی شک نہین کہ دس صبر کرنے والے دو سو آدمیون پر غالب آجائینگے اور سو صبر کرنے والے ایک ہزار پر غالب ہونگے، موجودہ زمانہ مین ظاہر ہوگیا کہ یہ بات بالکل درست اور واقعہ ہے، اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ ہم کو یہ تعلیم بھی دینا چاہتا ہے کہ تم کسی امر کی تصدیق اس وقت تک نہ کرو جبتک کہ تم اس کا تجربہ نہ کرلو، اور آزمایش کے بغیر کسی پر اعتماد اور بھروسہ نہ کیا کرو، کیا تم کو اس اعرابی کا قصہ معلوم نہین ہے جس نے اپنے دوستون کو اس لئے آزمایا تاکہ یہ جانے کہ ان مین دوستی اور محبت مین کون زیادہ سچا اور پکا ہے، اس اعرابی نے ایک بکری ذبح کی اور اس کو پکا کر زمین کے اندر بحفاظت دفن کردیا اور اپنے تمام دوستون پر یہ ظاہر کیا کہ مین نے ایک شخص کو قتل کرکے اس جگہ دفن کردیا ہے، کیا تم لوگ میری موافقت اور مدد کروگے، اس کو سُن کر ہر ایک نے منھ پھیر لیا اور وہان سے چلدیا، لیکن اس مین سے ایک نے جو صاحب فضل تھا کہا، میرے دوست تم ڈرو نہین، تمھارا کچھ نہین ہوسکتا، مین تمھاری مدد کرونگا، پھر اس شخص نے اپنی تلوار کھینچ لی اور فوراً اعرابی کے غلام کو قتل کردیا تاکہ اس راز کو ان دو آدمیون کے سوا کوئی تیسرا نہ سنے اور نہ معلوم کرے، اس وقت اس اعرابی نے کہا میرے دوست بات دراصل یہ ہے کہ مین نے صرف تم لوگون کو آزمایا تھا، تاکہ مجھے معلوم ہوجائے کہ سچا دوست کون ہے، اب مجھے معلوم ہوگیا، اس کے بعد دونون نے زمین سے گوشت نکالا اور مزے لے لیکر کھایا، بعینہ اسی طرح نہر فلسطین کے ذریعہ لوگون کو آزمایش مین ڈالا گیا، تاکہ معلوم ہوجائے کہ کون خبیث ہے، اور کون شریف لطیف، چنانچہ ان مین سے جن کے دلون مین خبث تھا اور د

جن کے دلون مین شرافت تھی ان کا اندازہ ہوگیا،

**ص** - کیا مہربانی فرماکر کچھ داؤد علیہ السلام کی حکمتین بیان فرما سکتے ہین،

**مین** - مزامیر مین فرمایا، اے جابر لوگو! اپنی برائی پر کیون فخر کرتے ہو، اللہ کی رحمت ہر روز نازل ہوتی ہے، تمھاری زبانین مفاسد کا اختراع کرتی ہین، تمھین دنیا مین بھلائی سے زیادہ برائی محبوب ہے، اور سچ بولنے سے زیادہ تم جھوٹ بولنے کے عادی ہو، تم ہر ہلک کلام اور کھوٹی زبان کو پسند کرتے ہو، اللہ تم کو قیامت تک ذلیل و خوار کرتا رہیگا، تم کو تمھارے مکان سے اچک لیگا، اور زندون کی زمین سے تم کو نکال باہر کریگا، پھر دوست دیکھین گے ڈرین گے، اور اس پر ہنسین گے، وہ انسان بالکل ذلیل ہے جس کی حفاظت اللہ نے نہین کی، بلکہ اس نے اپنی مالداری پر بھروسہ کیا اور اپنے فساد سے دھوکے مین پڑگیا، مین مثل سبز زیتون کے ہون جو اللہ کے گھر مین ہے ہمیشہ کے لئے اللہ کی رحمت پر بھروسہ کیا، اے خدا ابد تک مین تیری ہی تعریف کرونگا، کیونکہ سب کچھ تو نے کیا ہے، اور تیرے ہی نام کا انتظار کرتا ہون، کیونکہ اپنے گذشتہ نیک بندون کی اصلاح کرنے والا تو ہی ہے،

(مزمور ۵۳) جاہل کے قلب مین خدا نہین رہتا، کیونکہ یہ لوگ فاسد القلب اور ناپاک ہوتے ہین، اور عمل صالح نہین کرتے ہین، اللہ نے بنی آدم پر آسمان سے جھانکا تاکہ یہ دیکھے کہ کون شخص اللہ کے طالب سے مفاہمت کرتا ہے، سب کے سب مرتد اور خراب ہوگئے، اچھے کام کرنے والے نہ رہے،

(مزمور ۵۵) اپنے اہم امور مین خدا پر بھروسہ کرو، وہ تمھاری مدد کریگا، کیونکہ وہ اپنے دوست کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پریشانی مین نہین چھوڑ سکتا،

(مزمور ۵۴) خداوندا تو اپنے نام کی برکت سے مجھے رہائی دے اور اپنی قوت سے مجھ کو مضبوط کر، خدایا تو میری نماز کو قبول کر اور میرے منھ کے کلام کو توجہ سے سن،

**ص** - اب ہم کو تفسیر آیات کی طرف رجوع کرنا چاہئے،

مین ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بعض آدمیون کو بعض سے دفع کرتا تو تمام زمین فساد سے بھر جاتی، لیکن اللہ جہان والون پر بڑا فضل کرنے والا ہے) اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دوسرے کا محتاج بنایا ہے، ایک شخص تنہا اپنی ضروریات زندگی کو پورا نہین کرسکتا، بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنا یا ایک کو دوسرے کا خادم بننا ضروری ہے، اسی لئے آپ دیکھین گے کہ اس دنیا مین کوئی کاشتکار ہے تو کوئی جولاہا، اور کوئی معمار ہے، اور یہ انواع ثلثہ تمام صنعتون کے اصول ہین، اور اکثر صنعتین یا تو ان انواع ثلثہ کے مقدمات ہین، یا ان کے لئے متممات ہین، جیسے تجارت، لوہاری) تو کوئی باورچی اور کوئی درزی ہے، تو کوئی شیشہ گر، و کوئی ریلوے ڈرائیور ہے اور کوئی الکٹرک انجنیر، عنقریب آخر سورہ مین ان کا بیان آئے گا، ہم بیان ثابت کرین گے کہ ہر انسان کے اندر صنعت اور علم کی استعداد موجود ہے، اہل حل وعقد پر واجب ہے کہ وہ حکومتون کو ان صنعتون کی طرف توجہ کرین، حکمت الٰہی نے ہر عمل کے لئے الگ الگ قومین پیدا کی ہین، جن کے اندر اس عمل کی استعداد موجود ہوتی ہے۔ اور ان کی فطرت اس کی مقتضی ہوتی ہے، گویا کہ تمام انسان ایک جسم ہین، چونکہ افراد انسانی آپس مین جھگڑتے ہین، اور جماعتین آپس مین قتال کرتی ہین، قومین آپس مین جنگ کرتی ہین، اس لئے اللہ تعالیٰ نے زمین پر افراد اور جماعتون کے درمیان حاکم مقرر فرمائے، پھر حکومتین اور سلطنتین پیدا کین، تاکہ یہ سلطنتین اپنی اپنی قوم کی حفاظت کرین، اور ظالمون کو ان سے دفع کرتی رہین،

اس کے بعد فرمایا تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (یہ اللہ کی آیتین ہین جو صحیح طور ۶۳
پر ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہین) لہذا حق یہ ہے کہ اے محمد صلعم آپ اور آپ کی امت ان آیات اور قصص مین غور کرین، اور عبرت حاصل کرین، جس طرح بنی اسرائیل کو دشمنون نے مصیبتون مین مبتلا

کردیا تو انہون نے اپنے دشمنون سے جنگ کی، جالوت نے اپنی فوج سے ان پر حملہ کردیا تو اس کی روک تھام کے لئے شموئیل نبی نے طالوت کو حکم دیا، پھر داؤد آئے اور جالوت کو قتل کیا، تب اللہ نے بنی اسرائیل کو انکے دشمنون پر غالب کردیا، اور حق باطل پر غالب ہوگیا، اور بہت کچھ مصیبتین جھیلنے کے بعد مومن لوگ کامیاب ہوئے، اسی طرح آپ کی اور آپ کی امت کی حالتین بھی ہونگی، جس طرح ہم نے ان کی مدد کی اسی طرح ہم آپ کی اور آپ کی امت کی بھی مدد کرین گے، جمیع انبیائے کرام جیسے موسیٰؑ، عیسیٰؑ، ابراہیمؑ اور داؤدؑ وغیرہ نے مصیبتین برداشت کی ہین، ان مین سے بعض تو وہ ہین جن سے اللہ نے کلام کیا، اور بعض کی اللہ نے روح القدس سے مدد کی، ان تمام کے باوجود یہ لوگ شدائد اور مصائب سے نہین بچ سکے، لہذا اے محمد صلعم آپ بھی صبر کیجئے، جیسا کہ ان لوگون نے صبر کیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ آیندہ مقصد مین انہی باتون کا ذکر کرتا ہے،

## سولہوان مقصد ۱۶

| | |
|---|---|
| تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ | ان تمام رسولون مین سے ہم نے بعض کو بعض پر |
| عَلٰى بَعْضٍ م مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ | فضیلت دی ہے، ان مین سے بعض تو وہ ہین |
| وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ط | جنسے اللہ نے کلام کیا اور بعضون کے درجے بلند |
| وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ | کئے، اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلے کھلے دلائل عطا |
| وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط | کئے اور ہم نے انکی تائید روح القدس (جبرئیل) سے |
| وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ | کی، اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو انکے بعد والے |
| الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ | لوگ صحیح دلائل آجانے کے بعد آپس مین کبھی نہین |
| مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلٰكِنِ | لڑتے لیکن وہ آپس مین مختلف ہوگئے بعض تو |

| | |
|---|---|
| اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ | ایمان والے رہے اور بعض کافر ہو گئے اور |
| وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ | اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ |
| مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ | جو چاہتا ہے کرتا ہے اے ایمان والو ہماری |
| يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ | دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرو قبل اسکے |
| اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ | کہ وہ دن آجائے جس میں نہ تو خرید و فروخت |
| مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا | ہوگی نہ دوستی ہوگی، اور نہ کوئی سفارش |
| بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا | اور کافر لوگ ہی ظلم کرتے ہیں، خدا کے سوا |
| شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ ھُمُ | کوئی معبود نہیں ہے وہی زندہ سنبھالنے |
| الظّٰلِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ | والا ہے، نہ تو اس کو اونگھ دبا سکتی اور نہ |
| اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا | نیند، آسمان اور زمین کی تمام چیزیں اسی کی |
| تَاْخُذُهٗ سِـنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ | ملکیت ہیں، کون شخص ہے جو اس کے |
| مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي | پاس اسکی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے |
| الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ | وہ ان کے آگے پیچھے کی تمام چیزوں کو جانتا ہے |
| يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ | اور لوگ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر |
| يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ | دسترس نہیں رکھتے، مگر جتنی وہ چاہے، اسکی |
| مَا خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ | کرسی آسمان و زمین سب پر پھیلی ہوئی اور |
| بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ | اس کو ان دونوں کی حفاظت گراں نہیں |
| وَسِعَ كُرْسِـيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ | گذرتی، اور وہ عالیشان اور عظمت والا |
| الْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ | ہے، دین میں زبردستی نہیں، کیونکہ ہدایت |

| | |
|---|---|
| وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ لَآ اِكْرَاهَ | گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے، اس لئے جو شخص |
| فِي الدِّيْنِ ج قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ | شیطان کو نہ مانے اور خدا پر ایمان لائے تو |
| مِنَ الْغَيِّ ج فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ | اس نے مضبوط رسی پکڑ لی، جو ٹوٹنے والی |
| وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ | نہیں، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے، |
| بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ج لَا انْفِصَامَ | خدا ان لوگوں کا ساتھی ہے، جو ایمان |
| لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ | لائے، وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر |
| وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ | نور کی طرف لاتا ہے، اور جو کافر ہیں |
| مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط وَ | ان کے ساتھی شیاطین ہیں، جو ان کو |
| الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْ | نور سے نکال کر تاریکی کی طرف لاتے |
| تُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى | ہیں، فی الواقع یہی لوگ جہنمی |
| الظُّلُمٰتِ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ | ہیں، اس میں ہمیشہ ہمیشہ |
| النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ | رہیں گے، |

## سترہواں مقصد

| | |
|---|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ | کیا تم نے اس شخص پر نظر نہیں کی جس نے اپنے |
| فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ | پروردگار کے بارے میں ابراہیم سے حجت |
| اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ | کی کہ اللہ نے اس کو ملک دیا تھا، جب |
| يُحْيٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا | ابراہیم نے کہا کہ میرا خدا وہ ہے جو زندہ |
| اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ط قَالَ اِبْرٰهٖمُ | اور مردہ کرتا ہے تو اس (نمرود) نے کہا |

| | |
|---|---|
| فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ | کہ میں بھی زندہ اور مردہ کرتا ہون، ابراہیم نے کہا |
| الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ | کہ اللہ آفتاب کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے |
| فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ | تو اس کو مغرب کی طرف سے نکال، اسکو سنکر وہ کافر |
| لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ | متحیر ہوگیا، اور اللہ ایسے گمراہون کو ہدایت نہین دیتا |
| اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ | یا اس شخص پر نظر نہین کی جو ایک گانون پر ایسی |
| وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ | حالت میں گذرا کہ اسکی چھتین ڈھئی پڑی تھین ۱۹۴ |
| قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ | اس نے کہا کہ اللہ اس قریہ والون کو مرجانے |
| بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ | کے بعد پھر کس طرح زندہ کریگا، اس پر اللہ نے |
| مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ | اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو |
| كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا | زندہ کیا اور کہا تم کب تک اس حالت مین رہے |
| اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ | اس نے کہا ایکدن یا اس سے بھی کم اس حالت |
| لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ | مین رہا، اللہ نے کہا بلکہ تو سو برس تک رہا ہے، تو اپنے |
| اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ | کھانے اور پینے کی چیزون کو دیکھو کہ سڑی گلی نہین |
| لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى | ہین اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو، اور تاکہ ہم تم |
| حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ | لوگون کے لئے ایک نمونہ بنا دین، اور ہڈیون |
| اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى | کی طرف دیکھو ہم کس طرح اس کو ترکیب دیتے |
| الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا | ہین، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہین جب |
| ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا | یہ تمام باتین اس کو معلوم ہوگئین تو کہا کہ مجھے |
| تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ | یقین ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، |

| | |
|---|---|
| عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَاِذْ قَالَ | یاد کرو جب ابراہیم نے کہا اے پروردگار |
| اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ | مجھ کو دکھلادے کہ تو کس طرح مردوں |
| الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ | کو زندہ کرتا ہے، اللہ نے کہا کیا تم کو یقین |
| بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ | نہین اس نے کہا ہان یہ درخواست مین |
| قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ | اطمینان قلب کے لیے ہے، اللہ نے کہا تو چار پرندے |
| فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ | لو اور ان کو اپنے پاس منگواؤ، پھر ہر ایک |
| عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا | پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھدو، پھر ان کو |
| ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا ؕ | بلاؤ تو وہ سب دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائینگے |
| وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ | اور یقین رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے، |

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ تمام رسول جن کا اس سورہ مین ذکر ہے، جیسے داؤد، سلیمان اور جنکا اس مین ذکر نہین ہے، سب کے سب ایک ہی درجہ مین نہین ہین، بلکہ بعض بعض پر فوقیت رکھتے ہین، بعض تو وہ ہین جنھون نے خدا سے کلام کیا جیسے موسیٰ علیہ السلام نے جبل طور پر، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج مین اللہ سے کلام کیا، اور بعض رسول اولوالعزم اور بلند درجہ رکھتے ہین جیسے ابراہیم، نوح اور عیسیٰ علیہم السلام، پھر عیسیٰ علیہ السلام کی مزید خصوصیت ایتاء آیات بینات اور تائید روح القدس سے بیان فرمائی، اس لئے کہ یہودیون نے ان کی تحقیر کی تھی، اور عیسائیون نے خدا کے بجائے ان کی پرستش کی، مقصد یہ ہے کہ ان دونون قومون کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ افراط و تفریط مین ہین، انبیاے کرام کو اسی درجہ مین رکھنا چاہیے جس کے وہ مستحق ہین، پھر اللہ تعالیٰ ان رسولون کی امتون کے احوال کی تشریح فرماتا ہے، چنانچہ فرمایا، اگر خدا چاہتا تو انبیاے کرام کی امتین آپس مین مختلف نہ ہوتین، لیکن چونکہ انبیا مختلف ہوگئے، اس لئے ان کی امتین بھی مختلف ہوگئین،

مگر انبیاءؑ کا اختلاف اختلاف رتبہ قرب خداوندی تھا، اور لوگون کا اختلاف، اختلاف آرار تھا، بعض تو ان مین سے کافر ہوگئے، اور بعض آیات بینات کے سننے اور معجزاتِ واضحات کے مشاہدہ کے بعد ایمان لائے، بہرحال ہر چیز خدا کی مشیئت پر موقوف ہے، عالم کے اندر خدا کے ارادہ کو رد کر دینے والی کوئی چیز نہین، خدائے تعالیٰ نے ہی رسولون کو مختلف مراتب مین رکھا، اور اسی نے ان رسولون کے پیرؤن کو بھی مختلف مناسب درمراتب مین تقسیم کر دیا، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ تک کا یہی مطلب ہے، جو مذکور ہوا، ان آیتون مین آنحضرت صلعم اور آپ کی امت کو حوادثِ دھر کی مصیبتون پر تسلی اور تشفی دینا مقصود ہے، تمام مسلمانون کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلعم افضلِ انبیار اور خاتم انبیار ہین، جب اس بات پر اجماع ہوچکا ہے تو اب ان کے اقوال اور دلائل کو ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہین، لیکن ہم صرف ایک حدیث ذکر کرین گے، وہ یہ ہے کہ صحیحین مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا، میری اور گذشتہ انبیار کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے بہت عمدہ اور حسین و جمیل مکان بنایا اور وہ مکان پورا تیار ہوگیا، لیکن اس مکان کے ایک گوشہ مین صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے، تمام لوگ اس مکان مین گھوم گھوم کر دیکھ رہے ہین اور مکان کی صنعت پر تعجب کر رہے ہین، اور کہتے ہین ایک اینٹ اس جگہ کیون نہین رکھدی گئی، تاکہ مکان پورے طور سے تیار ہوجاتا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا وہ ایک اینٹ مین ہون،

یہ آیتین توحید اور ایمان بالانبیار کے لئے مذکور ہوئی ہین، اور چونکہ توحید کا قیام بغیر عمل کے نہین ہوتا، اور ایمان بغیر زکوٰۃ کے مثل روح بغیر جسم کے اور لفظ بلا معنی کے ہوتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسکے بعد ہی انفاق فی سبیل اللہ کو بیان فرمایا، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ الآیۃ (اے مومنو ہماری دی ہوئی روزی سے خرچ کرو، قبل اس کے کہ وہ دن آجائے) جس مین نہ تو تدارکِ مافات کر سکتے ہو اور نہ تو کچھ قیمت دیکر اپنی جان بچا سکتے ہو اور نہ کوئی دوست

تمھاری مدد کر سکتا ہو، اور نہ کوئی شخص اذنِ خداوندی کے بغیر تمھاری سفارش کر سکتا ہو، اس لئے مرنے سے پہلے اسی زندگی میں مال خرچ کرلو، خصوصاً جنگ کے وقت، کیونکہ دشمنانِ دین ہر طرف سے تم پر نرغہ کرینگے اور تمھارے مالون اور جانون کو برباد اور تمھاری اولاد کو لونڈیان اور غلام بنا لینیکی کوشش کرینگے، ہم نے لوگون کے لئے جنگ، توپ، بندوق، اور ڈائنامیٹ وغیرہ کا حکم لگا دیا ہے، اور یہ کہدیا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو قومین آپس مین جنگ نہ کرتین، لیکن میری مشیت، سابق اور جنگ ضروری ہے، اگر کوئی قوم اپنے مالون کو منافع عامہ اور امورِ عامہ مین خرچ کرنے سے ڈرتی ہے تو یاد رکھے کہ اس کا استقلال ختم اور اس کی جمعیت متفرق ہو جائے گی، اور دوسری جابر قومین ذلت کی چکّی مین اسکو پیس ڈالین گی، جیسا کہ آج اکثر ممالکِ اسلامیہ کی حالت ہے، نہ تو کوئی قوم ان کی سفارش کرتی ہے، اور نہ کوئی قوم ان کی غمخواری کرتی ہے، اور نہ ان کے پاس مال ہے جس سے وہ اپنی آزادی خرید سکتے ہین، مین مذکورۂ بالا آیتون کی تفسیر لکھ رہا تھا کہ بلادِ جزائر کے ایک نوجوان سے میری ملاقات ١٩٥
ہوئی، وہ کہنے لگا ہماری دولت ضائع ہو گئی، ترقی کا ستارہ غروب ہو گیا، ہماری زمینین دوسرون کی ملک ہو گئین، اور تقریباً پچاس لاکھ مسلمان غلام اور محتاج بن گئے ہین، نہ تو کوئی ہمارا دوست ہے نہ کوئی غمخوار اور نہ ہمارے پاس فدیہ دینے کے لئے مال ہے، مسلمانو! غور کرو کہ تمھاری حالت کس حد تک خراب ہو چکی ہے، اور کس طرح تم دوسرون کے غلام بن چکے ہو،

مذکورۂ بالا آیتون کا خلاصہ دو چیزین ہین، توحید اور انفاقِ مال، اللہ تعالیٰ نے توحید کے تین درجے مقرر فرمائے ہین کیونکہ اولاً اللہ نے آیت الکرسی سے ابتدا کی، ثانیاً ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مباحثہ بیان فرمایا اور ثالثاً عزیر علیہ السلام اور ان کے گدھے اور ابراہیم علیہ السلام اور چڑیون کے قصے بیان فرمائے، اوّل یعنی آیت الکرسی مین خداوند عالم کی تقدیس، اور تعظیم، اس کی عظمت، جمال اور حکمت کی توصیف اور آسمان و زمین کی صنعت کے عجائب مذکور ہین، توحید کا یہ درجہ عصرِ صحابۂ کرام کے زیادہ لائق اور مناسب ہے

کیونکہ ان کا ایمان جنگ وجدال سے پاک اور نفاق وشقاق سے بالکل دور تھا، دوسرا درجہ یعنی مباحثہ وہ اس زمانے کے مطابق ہے جبکہ مسلمانون مین توحید کے متعلق جنگ و جدل قائم ہوا، اور علم کلام کی بنیاد پڑی، تیسرا درجہ مسلمانون کے مستقبل کے مناسب ہے، جبکہ وہ اس عالم عجیب کی خلقت مین غور و فکر کرین گے جیسا کہ عزیرؑ کو حکم ملا کہ اپنے گدھے کی طرف دیکھین کس طرح اس کی ہڈیان باہم ملتی ہین، اور کس طرح گوشت کو ان پر چڑھایا جاتا ہے اور جب کہ حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ وہ پرندون کو ٹکڑے ٹکڑے کرین کہ وہ پھر زندہ ہوکر اون کے پاس آجائیں گے، پھر حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کی عجیب و غریب صنعتون کا مشاہدہ کیا تو آپ کا قلب مطمئن ہوگیا، انشاء اللہ تعالیٰ مستقبل قریب مین مسلمانون کی یہی حالتین ہونگی، خداوند عالم ان مین بڑے بڑے فلاسفہ اور حکما پیدا کریگا، جو دنیا کی تمام اقوام کے علوم کے وارث ہونگے، اور ان کو معلوم ہوگا کہ علم تشریح علوم توحید مین سب سے زیادہ اہم ہے اور مسلمان عناصر کیمیا وی کی تحلیل کرین گے، جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے چڑیون کی تحلیل کی، یہی علوم، علوم دینی کی اصل بلکہ علوم توحید مین سب سے زیادہ اشرف، افضل اور دقیق ہین، آج اکثر مسلمان ان تمام علوم سے جاہل اور غافل ہین، یہ اس بحث کا خلاصہ ہے جس کو ہم عنقریب توحید کے تینون درجون کے متعلق تحریر کرینگے جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانون کیلئے زمانہ کی ترتیب کے ساتھ ترتیب وار بیان فرمایا ہے؛ زمانۂ نبوت کے لئے پہلا درجہ، متوسط زمانہ کے لئے دوسرا درجہ اور آخر زمانہ کے لئے تیسرا درجہ بیان فرمایا۔

باقی رہا انفاق مال اور اس کی وضاحت تو ہم اس کو دانے، سنبل، پتھر، مٹی، باغ وغیرہ کی مثال مین واضح کرینگے، قرآن مجید کی ترتیب پر تعجب کرو، کس طرح اس نے پہلے رسولون کے مراتب بیان کرتے ہوئے اس کو توحید کے لئے عنوان قرار دیا، پھر قومون کے اختلافات، ان کے جنگ وجدال اور احوال داخلی و خارجی کی اصلاح کے لئے انفاق مال کی ضرورت جتائی، اس کے بعد پھر توحید اور انفاقِ مال کی طرف رجوع کیا، انفاق مال کی وضاحت کرتے ہوئے بہت کچھ مثالین

مثالین پیش کین، اور سالی معاملات کے انواع واقسام کی اچھی طرح تفصیل کردی، قرآن حکیم کے اس نظام پر تعجب کرو، اب ہم اس مجمل تحریر کی تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے ہین، توحید کا پہلا درجہ، اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الآیہ آیت الکرسی کی فضیلت مین بکثرت حدیثین وارد ہوتی ہین، ایک دفعہ رسول اللہ صلعم نے ابوالمنذر سے فرمایا، کیا تم کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کی کون آیت سب سے زیادہ فضیلت والی ہے، مین نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الآیۃ، تو رسول اللہ صلعم نے میرے سینہ پر مارتے ہوئے فرمایا اے ابوالمنذر تم کو علم مبارک ہو، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا، ہر چیز کے لئے کوہان (بلندی) ہے اور قرآن کی بلندی سورہ بقرہ ہے، اور اس سورہ مین ایک ایسی آیت ہے جو قرآن مجید کی تمام آیتون کی سردار ہے، وہ آیت الکرسی ہے، اس حدیث مین غور کرو کس طرح رسول اللہ صلعم نے دوسری آیتون پر آیت الکرسی کو فضیلت دی ہے، تم کو معلوم ہو کہ قرآن مجید مین قصے، احکام، مثالین، وعظ، وعدے، وعید اور بشارت وغیرہ سب ہی کچھ ہین، خصوصًا اس سورہ مین منافقون، کافرون، بنی اسرائیل کے حالات، مسائل قبلہ، حج، نماز، روزہ، شراب، حیض، طلاق، جہاد، ایلاء اور حلف وغیرہ کا بیان ہے، لیکن ان تمام کا مرجع تہذیبِ نفوس ہی ہے، اور تہذیبِ نفس تحقیقِ علم کے لئے مقدمہ ہے، اور علم ہی اصل کمال اور اصل شرافت ہے، اشرف علوم وہی ہین جن کے معلومات اشرف ہون، اور تمام معلومات مین اشرف ذات خداوندی کا معلوم کرنا ہے کہ وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہین، وہ ہمیشہ سے زندہ ہے، اسکو موت کبھی لاحق نہین ہوگی، قیوم ہے یعنی مخلوقات کے خلق اور انکی
۱۹۱ روزی اور انکی تمام ضروریات کے مہیا کرنے مین مصروف ہے، لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (اس کو اونگھ اور نیند نہین آتی) مقصد یہ ہے کہ جب اس کو اونگھ ہی نہین آتی تو پھر نیند کہان سے آسکتی ہے، جب اللہ تعالی نے اپنی وحدانیت اور قیومیت کو بیان فرمایا تو لامحالہ نفس مین ایک

شبہہ گذرتا ہے کہ جو لوگ کسی کام مین مصروف رہتے ہین ان کو نیند ضرور لاحق ہوتی ہے، تو کیا خدا کی ذات بھی ایسی ہی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ خدا کو نہ نیند آتی ہے، اور نہ اونگھ، کیونکہ یہ صفت انسان کی صفاتِ لوازمہ مین سے ہے، اس لئے کہ ہر شخص کام کرنے کے بعد آرام کا خواہان ہوتا ہے، اور بیداری کے بعد سونا چاہتا ہے، تاکہ اعضاء سے دوران عمل مین جو قوت سلب ہوگئی ہے اس کی تکمیل ہو جائے، اور اعصاب مین کچھ سکون پیدا ہو جائے، پھر پورے طور پر کام انجام دینے کی صلاحیت ہو، خداوند عالم کو ان تمام باتون کی ضرورت نہین،

اس آیت کریمہ لَا تَاخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ کے متعلق طبری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام نے فرشتہ سے پوچھا کیا خداے تعالیٰ سوتا ہے؟ تو اللہ نے فرشتہ کو بذریعہ وحی یہ حکم دیا کہ تم موسیٰ کو تین دن تک بیدار رکھو اور ان کو سونے نہ دو، پھر انکے ہاتھ مین شیشے کی دو بوتلین رکھدو اور ان سے کہو کہ یہ دونون ٹوٹنے نہ پائین، فرشتہ نے ایسا ہی کیا، موسیٰ علیہ السلام کے دونون ہاتھ مین ایک ایک بوتل تھی، وہ اونگھنے لگتے پھر متنبہ ہو جاتے، یہانتک کہ زور کی اونگھ آئی اور دونون شیشے ٹکرا کر ٹوٹ گئے، معمر فرماتے ہین کہ یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے بیان کیا، اسی طرح آسمان اور زمین بھی ہے، تم یہ خیال نہ کرو کہ موسیٰ علیہ السلام اس بات سے جاہل تھے، ہرگز نہین، بلکہ اس سے مراد قوم کو تعلیم دینا تھا، تاکہ وہ خلافِ عادت خدائی صفت کو پہچان سکین، یہ ایسی مثال ہے جس کو عام لوگ اور علماء سب ہی سمجھتے ہین، لیکن علماء، علم اور حکمت کے ماتحت سمجھتے ہین، کیا تم دیکھتے نہین کہ یہ لوگ ستارے اور آفتاب کو طلوع اور غروب ہوتے ہوئے دیکھتے ہین، چاند، دن رات افق کے اوپر اور افق کے نیچے ظاہر اور پوشیدہ ہوتا رہتا ہے، ہوا شب و روز چلتی رہتی ہے، پودے اور حیوان رات دن بڑھتے رہتے ہین، نیند کی وجہ سے ان کے نمو مین کوئی خلل نہین واقع ہوتا، اگر تم گلاب کے

درخت کو اول ماہ مین ایک گز کا دیکھتے ہو، پھر ایک ہفتہ کے بعد وہ آٹھ انچ بڑھ جاتا ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ نمو دن مین تھا یا رات مین تو نہ تو دن کو ہوتا ہے نہ رات کو بلکہ نمو تمام اوقات مین ہوتا ہے، جو وقت کہ ہمارے یہاں خواب کا ہے وہی وقت دوسری قوم کے یہاں بیداری کا ہے، مثلاً اہل اسٹریلیا، دنیا کے اندر ہمیشہ رات اور دن تمام حالتون مین خواب اور بیداری موجود رہتی ہے، بلکہ اگر تم کو وہ تحریر یاد ہو جو ہم نے علم الفلک کے تحت نقل کی ہے، تو تم کو معلوم ہوگا کہ رات اور دن کا ہر گھنٹہ کسی قوم کے یہان فجر تو کسی قوم کے یہاں ظہر، عصر، مغرب، عشا اور آدھی رات کا وقت ہوتا ہے، لیس عند ربك صباح ومساء (تمھارے خدا کے نزدیک نہ تو صبح ہے اور نہ شام) عالم موجودات جس مین ہم اپنی زندگی بسر کر رہے ہین، اس کی یہی حالت ہے، موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مین دونون شیشون سے مراد یا تو آسمان وزمین ہے، یا زمین اور آفتاب ہے، یہ دونون ہمیشہ گھومتے رہتے ہین، اگر خدائے تعالیٰ سو جائے تو آسمان وزمین آپس مین ٹکرا جائین گے یا زمین آفتاب سے یا دوسرے ستارون سے ٹکرا جائے گی اور نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا، جب یہ باتین تم کو معلوم ہو گئین تو اب اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ کیون لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ کے بعد لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کو ذکر فرمایا، قرآن مجید کے طرز بیان پر تعجب کرو، کس طرح خواب کی نفی کرنے کے بعد فوراً یہ کہتا ہے کہ آسمان وزمین کی تمام چیزین اسی کی ملک ہین، اس سے معلوم ہوا کہ آیت لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ - لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ کی دلیل واقع ہے، قرآن مجید نے اپنے دعویٰ پر موسیٰ علیہ السلام کے شیشے کی دو بوتلون کی مثال نہین پیش کی، کیونکہ قرآن کا یہ مقصد ہے کہ مسلم قوم کو تمام قومون سے زیادہ تعلیم یافتہ ہونا چاہئے، اسی لئے دلائل مین علم سے بحث کرتا ہے صرف مثال پر اکتفا نہین کرتا، جبکہ دنیا کے اندر شان وشوکت والے مثلاً بادشاہ یا رئیس کبھی سفارش کرنے والون کی سفارش سے راضی ہو جاتے ہین، اور یہ ایک قسم کا ریاست اور عظمت سے تنزل ہے، کفار

لگہ کہتے تھے کہ اصنام خدا کے یہان ہم لوگون کی سفارش کرینگے تو اللہ تعالیٰ اسی مضمون کو بیان فرماتا ہے، مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ (کون شخص ہے جو خدا کے نزدیک اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرے) یعنی صرف خدا کے حکم سے ہی کوئی سفارش کرسکتا ہے، شفاعت کے متعلق ابتدأ سورہ مین طول طویل بحث گذر چکی ہے، یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَمَا خَلۡفَہُمۡ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ (اللہ ان کے آگے پیچھے کی تمام چیزون کو جانتا ہے، اور لوگ اس کی معلومات مین سے کسی چیز پر دسترس نہین رکھتے، مگر وہ جتنی چاہے) اور جب اس کے معلومات کا احاطہ نہین کرسکتے تو علم کے ساتھ خدا ہی منفرد ہے، جیساکہ وہ الوہیت مین منفرد ہے، وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ (اس کی کرسی آسمان وزمین سب پر پھیلی ہوئی ہے) کرسی سے مراد ملک، طاقت اور قدرت ہے یا علم مراد ہے، وَلَا یَئُوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا (ان دونون کی حفاظت خدا کو نہین تھکا سکتی) آسمان و زمین کی حفاظت خدا پر کچھ شاق اور مشکل نہین ہے، وَہُوَ الۡعَلِیُّ ۱۹۷
(اور وہ بلند ہے) یعنی اپنی تمام مخلوق سے بلند ہے، اس کے اوپر کچھ نہین، بلندی سے مراد جلال وکمال کی بلندی ہے، یا دوسری صفات کمالیہ، الۡعَظِیۡمُ (عظمت والا ہے) یعنی عظمت وکبریائی کا وہی مستحق ہے، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ عربی زبان مین کرسی اس کو کہتے ہین جس پر بیٹھا جاتا ہے، اس کے معنی مین ترکیب داخل ہے، اسی سے کراسۃ ہے یعنی کاغذ کا بنڈا، کیونکہ اس کے بعض اوراق بعض پر مرکب ہوتے ہین، کرسی مین بھی یہی بات ہے کہ اس کی بعض لکڑیان بعض کے ساتھ ترکیب دیجاتی ہین بعض علما کہتے ہین کہ کرسی اور عرش ایک ہی چیز ہے، بعض کہتے ہین کہ کرسی دوسری چیز ہے اور عرش دوسری چیز ان کے نزدیک کرسی ساتون آسمان کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے، بات دراصل یہ ہے کہ اس کلام کا مقصود بقول علامہ قفال اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کی تصویر ہے خدا تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کی تعریف مین مخلوق کو انہی چیزون سے مخاطب کیا ہے جنکے

وہ عادی ہیں، مثلاً خانہ کعبہ کو اپنا گھر کہا، تمام لوگ اس کا اسی طرح طواف کرتے ہیں جیسا کہ وہ بادشاہ کے محل کا طواف کرتے ہیں، اس کی زیارت کا حکم دیا جیسا کہ لوگ اپنے بادشاہ کے محل کی زیارت کرتے ہیں، حجر اسود کے متعلق ذکر کیا گیا کہ یہ پتھر زمین پر اللہ کا داہنا ہاتھ ہے، پھر اس کو بوسہ گاہ مقرر کیا، جس طرح رعایا اپنے بادشاہ کے ہاتھوں پر بوسہ دیتی ہے، اسی طریقہ سے قیامت کے دن محاسبہ کے سلسلہ میں ملائکہ، انبیاء کرام اور شہدائے عظام کی حاضری کا ذکر فرمایا کہ جس طرح بادشاہ کے دربار میں درباری حاضر ہوتے ہیں، اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ایک عرش (تخت) بنایا، چنانچہ فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى، پھر اس عرش کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (خدا کا عرش پانی پر تھا) اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں عرش کا ذکر ہے، پھر اپنے لئے ایک کرسی کو ثابت کیا، وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ. عرش اور کرسی کی تشبیہ کے لئے جس قدر الفاظ آئے ہیں، اُن سے کہیں زیادہ اور واضح الفاظ کعبہ، طواف اور تقبیل حجر کے متعلق آئے ہیں، پھر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ درحقیقت کعبہ میں نہیں بلکہ اس سے مقصود اس کی عظمت و کبریائی کا اظہار ہو۔ اسی طرح ہم عرش اور کرسی کے متعلق بھی کہہ سکتے ہیں، یہ علامہ قفال کے کلام کا خلاصہ اور آیت الکرسی کی تفسیر ہے۔ اب اس حدیث کو ذہن میں لاؤ جو رسول اللہ صلعم نے ابو المنذر کے سینہ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمائی، لیھنئک العلم (تم کو علم مبارک ہو) گویا رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں اے ابو المنذر تم کو علم مبارک ہو، سینہ پر ہاتھ مارنے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارا قلب علم کی روشنی سے منور ہو گیا، لیکن سوال یہ ہے کہ جبکہ سارا قرآن علم ہے تو صرف آیت الکرسی کو کیوں مخصوص فرمایا، اس سوال کا جواب مذکورہ بالا تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا، ہم نے لکھا ہے کہ قرآن سے مقصود علم ہے اور سب سے بڑا اور اہم علم اللہ کی ذات، صفات اور اسکے افعال کا علم ہے، اور آیت الکرسی میں یہی چیزیں مذکور ہیں، اسکے ماسوا دوسری آیتوں میں زیادہ تر انذار، تبشیر، حج، نماز، زکوٰۃ، تہذیب نفس اور اخلاق وغیرہ کا ذکر ہے، فقہ، علم القصص، اخبار وغیرہ علوم

نفس کے مزین بالعلم ہونے کے لئے مقدمات ہیں تاکہ یہ علم نفس کے لئے [illegible]
اور سعادت تک پہنچا دے ،

# بذور القرآن

شاید تم کو یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ، صفات اور افعال کی معرفت میں قوم کی سعادت نہیں ہے ، جبکہ ہم تمام مسلمان ان کو اچھی طرح پہچانتے ہیں ، پھر بھی ترقی میں دوسری قوموں سے پیچھے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر ہم لوگ خداوند عالم کی ذات اور اس کی صفت کو لیا اور اس کے افعال کے نظام ترتیب کو صحیح طور پر معلوم کر لیں تو یقیناً تمام قوموں سے زیادہ ترقی یافتہ اور باسعادت ہو جائیں گے اس کی توضیح یہ ہے ،

اللہ تعالیٰ نے مسلمان بندوں کے قلوب ، ان کی مساجد اور ان کی نمازوں [illegible]
کر وہ لوگ آیت الکرسی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ، شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ، [illegible]
قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ الآیۃ ، لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ [illegible]
هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ [illegible]
آیتوں کو تمام مسلمان ان کی فضیلت کی وجہ سے نمازوں میں صبح و شام نہیں پڑھتے ، [illegible]
پھر دوسری آیتیں مثلاً تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ الآیۃ اور حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ [illegible]
وغیرہ کیوں نہیں پڑھتے ، تمام بزرگان کرام اور صوفیائے عظام نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کے لئے
کیوں ان آیات کو پسند فرمایا ، اور کیوں ان کے پڑھنے کی وصیت کر گئے [illegible]
جس کے انکشاف کا وقت آن پہنچا ، اور اب دنیا [illegible]
شاگردوں کو اس اکسیر کی تعلیم اس لیے دیتے تھے ، تاکہ تصفیۂ باطن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر کھول

اور وصول کا دروازہ کھولدے، لیکن یہ کام بہت مشکل ہے کیونکہ یہ ان علوم اور آثار اور رموز کے مشابہ ہین جو قدیم مصریون کے تھے اور اس کے معمہ کو علمائے آثار نے حل کیا اور وہ اس کے جزئیات سے واقف ہوے، اسی طرح آج علمائے اسلام اسرار قرآن کی تحقیق مین مصروف ہین، مین تمہارے سامنے قرآن کے اسرار کے سمندر سے چند قطرے پیش کرتا ہون،

یہ بات تو تم کو معلوم ہو چکی کہ اللہ تعالی نے اپنی بعض صفتین آیت الکرسی مین بیان فرمائی ہین اور بھی بہت سی آیتین اس قسم کی ہین، مثلاً الم ۝ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (خدا کے سوا کوئی معبود نہین وہی زندہ اور قیوم ہے،) لیکن ان صفات کو بیان کرنے سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے بعض افعال کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ (خدا ہی تم لوگون کی تصویرین رحم مین جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے) اس آیت کو بھی اس آیت کے بعد ذکر فرمایا، اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ (بے شک اللہ آسمان و زمین کی ہر ایک چیز سے واقف ہے) کیا یہ آیت ہم کو علم تشریح اور علم کیمیا کی طرف متوجہ نہین کرتی، کیا واضح بیان ہے، یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ - کیا اس آیت سے علم حیات کا ثبوت نہین ملتا، جو ایک جدید علم ہے، جس مین انسان، حیوان اور نباتات کی زندگی سے بحث ہوتی ہے، کیا رحم کے اندر جنین کی پرورش اس خون سے نہین ہوتی جو غذا کے خلاصہ سے پیدا ہوتا ہے، شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ، مین غور کرو، یہ آیت مسلمانون کو تمام علوم کے حصول کی ترغیب دلاتی ہے، کیونکہ قیام بالقسط ہی عین نظام ہے، جس مین تمام نظامات مثلاً نظام الفلک، اور نظام الطبیعۃ وغیرہ داخل ہین، ہمارے علماء نے کہا ہے کہ قیام بالقسط کا مطلب وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے ہر علم کا مطالعہ کیا ہو، وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ کی آیت کے متعلق بھی ان کا یہی خیال ہے، کیونکہ اس میزان کا سمجھنا بھی درحقیقت طبیعیات فلکیات اور کیمیائیات وغیرہ کے مطالعہ پر موقوف ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ تفاعل کیمیاوی کے اندر ذرات کا بہت عجیب وغریب اور دقیق نظام ہے، جس مین کسی قسم کا خلل نہین واقع ہو سکتا، جیسا کہ پانی کی ترکیب مین ہے، پانی آکسیجن اور ہائڈروجن سے مرکب ہے، اور ان دونون اجزاء کے وزن کی مقداری نسبت اس طرح متعین ہے کہ اس مین کبھی تغیر نہین ہو سکتا، اسی طرح ان دونون اجزاء کے حجم کی نسبت بھی ثابت ہے، یہ وہ اصول ہے جس سے عالم کی کوئی چیز مستثنیٰ نہین ہو سکتی جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ (جو عمل بھی تم کرتے ہو اس پر ہم شاہد ہوتے ہین، جب تم اس مین فیضان کرتے ہو، تمھارے خدا کے علم سے آسمان وزمین کی ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز غائب نہین اور تمام بڑی چھوٹی چیزین کتاب مین موجود ہین) اس کتاب کے بعض صفحات ہمنے علم طبیعت مین مطالعہ کئے، جس سے ہمکو ایک مستحکم اور عجیب وغریب نظام کا کامل یقین ہو گیا، اور ہمنے اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے احساب کو پایا کہ جس کو ایک ذرہ بھی بغیر حساب کے نہین چھوڑتا اور ان سب کو کتاب طبیعت مین اپنے ہاتھ سے لکھا اور پھر مسلمانون سے کہا کہ یہی تمہارے علوم ہین، تم ان کو پڑھو، مین نے ان علوم کو قرآن مین لکھ دیا ہے، کہ تم ان کی حفاظت کرو، اور ان سے دین ودنیا مین ترقی حاصل کرو، اگر تم نے صرف قرآن مجید کی قرأت اور تلاوت پر اکتفا کر لیا اور اسی پر قانع ہو گئے، اور غور وفکر سے کام نہ لیا تو اسے میرے بندو! تمھارا شمار مُردون مین ہوگا، اور اگر تم نے میری مصنوعات مین غور کیا، میری مخلوقات کا مطالعہ کیا، میرے موازین کو پہچانا، اور میری ترازو پر یقین رکھا تو یقیناً تم لوگ ان کی وجہ سے زندہ ہو جاؤ گے، اور قومون کے درمیان اپنے سرون کو بلند کر سکو گے، تم کو کس طرح اطمینان اور سکون ہو سکتا ہے، جبکہ تمھارے گردوپیش کی قومین زندہ اور تمھارے ملک کے اندر داخل ہو رہی ہین، اور تم حکمت سے غافل ہو کر سو رہے ہو، کیون نہین اس آیت مین غور کرتے، قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ

الملك من تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير إنك على كل شيء قدير تولج الليل في النهار وتولج النهار في الليل وتخرج الحي من الميت وتخرج الميت من الحي الآية (اے خدا تو ہی مالک الملک ہے تو ہی جسکو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، بھلائی تیرے اختیار میں ہے تو ہی ہر چیز پر قادر ہے تو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے)

کیا یہ آیت کریمہ جو اکثر نمازوں میں پڑھی جاتی ہے، اس بات کو ثابت نہیں کرتی کہ ملک ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، اور یہ کہ ہر قوم کے لئے ایک ترقی کا دن ہے، اللہ تعالیٰ جس قوم کو چاہتا ہے غلبہ دیتا ہے، جیسے کبھی دن بڑا ہو جاتا ہے، اور کبھی رات بڑی ہو جاتی ہے، کیا یہ آیت تم کو علم الافلاک اور علم الحیوان کی طرف نہیں متوجہ کرتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تمام میرے افعال ہیں، میری صفتوں کے آثار انہی افعال میں ظاہر ہوتے ہیں، جب تم میرے افعال کو معلوم کر لوگے تو پھر میری صفتوں کو پہچان سکتے ہو، جو آیت الکرسی میں بیان کی گئی ہیں۔ قرآن مجید تم لوگوں کے لئے نازل ہوا، اس میں اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں، جو اہم علوم سے تعلق رکھتی ہیں، تم شب و روز ان کو پڑھتے ہو مگر تم میں کوئی ایسا شخص نہیں پیدا ہوتا جو تم لوگوں کو بتلائے کہ یہ آیتیں جو نمازوں کے اندر پڑھی جاتی ہیں ان کے سمجھنے کے لئے علم اور تفکر ضروری ہے، کیا تم نے [illegible] وہ باتیں نہیں پڑھیں جن کو ایک ہندی عالم نے تحریر کیا ہے، اس [illegible] جوانوں میں شوق پیدا کرنے والی [illegible] حکمت، بڑے بڑے لیڈروں کے لئے سیاست اور بادشاہوں کے لئے علم [illegible] یہ تمام باتیں تم میرے ایک بندے کی کتاب میں دیکھتے ہو، لیکن میری

یہی کتاب مین نہین دیکھتے، مین کہتا ہون کہ نماز کے لئے ان آیتون کو انتخاب کرنے مین یہی راز تھا اور یہی آیتین حکما، اور علما، کے لئے بیج ہین، جب یہ باتین علمائے امت مین ظاہر ہو جائینگی، اس وقت آیت لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ اور آیت كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیہ کا راز بھی ظاہر ہو جائے گا، فی الواقع مسلمانون کے یوم موعود کا یہی وقت ہے، قرآن مجید مین اس قسم کے راز بیشمار موجود ہین، ان کو حاصل کرنے کے لئے مسلمانون کو تمام علوم و فنون حاصل کرنے چاہئیں، قرآن مین اللہ تعالیٰ نے ہمکو یہی حکم دیا ہے، وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

## آیت الکرسی کے بعد والی آیتون کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (دین مین زبردستی نہین کیونکہ بھلائی برائی سے ممتاز ہو چکی) یعنی واضح اور روشن آیات کی وجہ سے ایمان کفر سے ممتاز ہو گیا، اور یہ معلوم ہو گیا کہ ایمان سعادت اور کفر شقاوت ہے، فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ (جس شخص نے شیطان کے ساتھ کفر کیا) طاغوت سے مراد یا تو شیطان یا اصنام ہین یا وہ تمام چیزین جن کی پرستش کیجاتی ہے، وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ (اور خدا پر ایمان رکھتا ہے) یعنی توحید کا قائل اور تصدیق رسالت کرتا ہے، فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (تو اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا) یعنی نظر صحیح اور رائے قویم کی وجہ سے اس نے حق کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا لَا انْفِصَامَ لَهَا (جو کسی طرح ٹوٹ نہین سکتا) وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [illegible] جاننے والا ہے) ہر ایک چیز کو، اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (اللہ ایمان والون کا دوست ہے ان کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکالتا ہے) [illegible] اور روشنی سے مراد ایمان اور ہدایت ہے، وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ (جو

ہیں ان کے دوست طاغوت ہیں) ہر ایک گمراہ کرنے والی چیز خواہ شیطان ہو، یا خواہشات یا دوست وغیرہ
یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (جو ان کو روشنی سے تاریکی کی طرف لاتے ہیں) یعنی فطرت
کی روشنی کو باطل کر دیتے ہیں، اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (یہی لوگ جہنمی
ہیں، اور اس میں ہمیشہ رہیں گے،)

## توحید کا دوسرا درجہ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ سے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ تک

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے محمد (صلعم) کیا آپ کو اس شخص کا قصہ معلوم ہے جس نے الوہیت کے
متعلق حضرت ابراہیم سے مباحثہ کیا تھا، یہ شخص نمرود تھا، اس نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ میں بھی انسان
کو مارتا جلاتا ہوں، کیونکہ بعض مجرموں کے گناہ معاف کر دیتا ہوں تو وہ زندہ رہتا ہے، اور بعض کو
قتل کر دیتا ہوں تو وہ مر جاتا ہے، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کیا تم کو افلاک کے تغیر اور نظام شمس کی تبدیلی
پر قدرت ہے، یہ سن کر نمرود بالکل مبہوت ہو گیا، اور مناظرہ کرنے سے رک گیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ
نے توحید کا تیسرا درجہ بیان فرمایا، اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ الآیۃ اس کا عطف اَلَمْ تَرَ اِلَى
الَّذِیْ حَآجَّ الآیۃ پر ہے گویا اصل عبارت یوں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ وَاِلَى الَّذِیْ
مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ، اس بستی میں جانے والے ارمیا ہیں یا عزیر، قریہ سے مراد بیت المقدس ہے، اس
کو ایلیا بھی کہتے ہیں، اس نبی نے اجڑی ہوئی بستی کو دیکھ کر کہا، اللہ تعالیٰ اس بستی والوں کو پھر دوبارہ
کس طرح زندہ کرے گا، یہ اپنے گدھے پر سوار تھے، اور ان کے ساتھ ایک برتن میں انگور کا شیرہ اور
کچھ زیتون تھا، ان کے اس وسوسہ پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مردہ کر دیا، پھر سو سال کے بعد زندہ کیا،
اس اثنا میں یہ شہر یعنی بیت المقدس دوبارہ آباد ہو چکا تھا،

یہ حادثہ دولت یہودیہ کے سقوط کے وقت پیش آیا، کیونکہ یہود چار سو سال تک مصر میں رہے اور تقریباً اتنی ہی مدت سترشیوخ اور کاہنوں کے تحت رہی، پھر طالوت، شموئیل، داؤد اور سلیمان علیہم السلام کے واقعات ظاہر ہوئے، اس زمانہ میں ان کی سلطنت بہت وسیع تھی، فرات، اطراف یمن اور روم کے بعض حصوں تک ان کی حکومت پھیلی ہوئی تھی، یہ حالت تقریباً چھ سو سال رہی، ان کی تاریخ بالکل عربوں کی تاریخ کے مشابہ ہے، کیونکہ عرب بھی جب ملک تاتار تک پہنچ گئے تو تاتاریوں نے چھٹی صدی میں ان کی سلطنت برباد کر دی، اسی طرح بنی اسرائیل جب ارض مقدس کے مالک ۲۰۰
ہوئے تو فلسطین والوں یعنی عمالقہ نے ان سے جنگ کی اور ان کی جمہوریت کو شخصی حکومت میں تبدیل کر دیا، شخصی حکومت کے دوران میں ان کی سلطنت اتنی وسیع ہوگئی کہ فرات اور جزیرہ سے بھی آگے بڑھ گئی تھی، پھر گردو پیش کی ایک قوم نے ان پر حملہ کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا، یہی ان کی تاریخ ہے۔ سلطنت کی ابتداء موسیٰ علیہ السلام سے ہوتی ہے، جس کا ذکر آغاز سورہ میں گذر چکا، جمہوریت کی تبدیلی عالی شموئیل، طالوت اور داؤد کے قصہ میں بیان ہوا اور سلطنت کے خاتمہ کا ذکر عزیر کے قصہ میں ہے، خاتمہ اس طرح ہوا کہ رومیوں نے یہودیوں پر فتح حاصل کر کے ان کو جلا وطن کر دیا، کیونکہ رومی یونانیوں پر غالب ہوئے، جو اس وقت ملک ایران پر قابض تھے، جب یونانی سکندر کی ماتحتی میں ایرانیوں پر غالب آئے تو ان کے تمام مقبوضات کے مالک ہوگئے، انہی مقبوضات میں سے بیت المقدس بھی تھا، پھر جب رومی یونانیوں پر غالب ہوئے، تو بیت المقدس رومیوں کے ماتحت ہوگیا، اور یہودی ان کے غلام بن گئے، اس وقت رومیوں نے ان کو جلا وطن کر کے رومہ اور اس کے اطراف میں منتقل کر دیا، ٹھیک اسی زمانہ میں مسیح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے،

اس قصہ کی ترتیب پر تعجب ہوتا ہے، قرآن مجید میں اس کو اسی زمانی ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس طرح وہ تاریخی کتابوں میں ہے، اس قصہ کا اہم مقصد وہی ہے جس کی طرف ہم اشارہ

کر سکتے ہین یعنی اللہ کی حکمت مین غور و فکر، دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ عزیر کو کہہ رہا ہے وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ اپنے گدھے کی طرف دیکھو کس طرح ہم اسکی ہڈیون کو ترتیب دیتے ہین اور اُن پر گوشت چڑھاتے ہین، اس واقعہ سے بیطاری اور علم تشریح کی طرف اشارہ فرمایا پھر اسی سلسلہ مین حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ سے علم و حکمت کی طرف اشارہ فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى (جب ابراہیم نے کہا اے خدا تو مردون کو کس طرح زندہ کرتا ہے) تاکہ میرا ایمان مشاہدہ پر موقوف ہو جائے، اللہ نے فرمایا، اَوَلَمْ تُؤْمِنْ (کیا تم کو یقین نہین) کہ مین مردون کو زندہ کرسکتا ہون، قَالَ بَلٰى (ابراہیم نے کہا ہان) مجھے کامل یقین ہے، یہ سوال صرف بصیرت کی زیادتی اور اطمینان قلب کے لئے ہے، قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ (اللہ نے کہا تو چار پرندون کو لو) یعنی مور، مرغا، کوا، اور کبوتر فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ (تو ان کو اپنی طرف مائل کرلو) صُرْهُنَّ ضمہ اور کسرہ سے بھی منقول ہے، اس صورت مین بھی یہی معنی ہونگے اجمعهن یعنی ان سب کو جمع کرو۔ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (پھر ہر ایک پہاڑ پر ایک ایک جزء رکھ دو) یعنی ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ان چارون پہاڑون پر رکھدو جو تمھارے سامنے ہین، ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا (پھر انکو بلاؤ سب دوڑتی ہوئی آجائینگی) یا چل کر یا اڑ کر، وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (یقین رکھو کہ اللہ زبردست حکیم ہے) یعنی اپنی حکمت سے ہر چیز پر غالب اور اس کا منظم ہے،

تم یہ مت خیال کرو کہ عزیر کے قصہ کے بعد یہ آیات نبی صلعم پر صرف اس لئے نازل ہوئی ہین کہ ہم محض ایک گذشتہ قصہ کو سنین اور اس پر تعجب کرین، بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس مین غور و فکر کرین، اور سمجھین کہ اس قصہ سے ہمارے لئے کس چیز کی طرف اشارہ ہے،

تعجب کرو، کس طرح حضرت ابراہیمؑ خدائے تعالیٰ سے عیاناً احیاء موتی کا مشاہدہ طلب کرتے ہین، حالانکہ ان کو اس پر وحی کی وجہ سے کامل یقین تھا، اس مین مسلمانون کو یہ تعلیم دینی مقصود

ہے کہ وہ بھی اسی طرح تحقیق وتفتیش سے کام لیا کریں، خدا کی قسم کون ایسا جاہل مسلمان، نصرانی، یا یہودی احیائے موتی کا منکر ہے، اور کس کے دل میں یہ کھٹکا گذر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا، جب جاہلوں میں یہ خیال نہیں تو پھر علماء اور انبیاء کرام کس طرح ایسا خیال کر سکتے ہیں،

اس سے یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا مقصد یہ ہے کہ ایمان، سعادت اور کسی قوم کی ترقی موجوداتِ عالم کے اندر غور وفکر، ترکیبِ اجسام، نظامِ حیوان وغیرہ پر موقوف ہے، نیز یہ کہ تحلیل اور ترکیب کی معرفت ضروری ہے،

اگر تم کو زندہ اور غیر زندہ مخلوق کی ترکیب کے عجائبات معلوم ہو جائیں تو یقیناً تم حیرت اور دہشت میں گرفتار ہو جاؤ گے، لہٰذا ہم اس موقعہ پر علم کیمیا کا کچھ حصہ نقل کرتے ہیں، تاکہ تم کو اس علم کا راز معلوم ہو جائے جس کو حضرت ابراہیم خلیل پسند فرماتے تھے اور اس قصہ سے اللہ کا جو مقصد ہے ۲۰۱
وہ بھی واضح ہو جائے، کہ کیوں اللہ نے عزیر کو گدھے کی ہڈیوں کی ترکیب کے وقت غور وفکر کا حکم دیا

علم کیمیا میں دو لفظ ہیں، مزج اور اتحاد، اگر تم دس گرام کوئلے کو دس گرام پسی ہوئی گندھک کے ساتھ ملاؤ تو دونوں اپنی اپنی اصلی خاصیت پر باقی رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ہم اس کو خوردبین سے دیکھیں تو ہم کو کالے کالے اجزا نظر آئیں گے، جس میں نہ کوئی قانون ہوگا نہ ضابطہ، جیسے نمک اور مٹی کو کسی ایک برتن میں رکھ دیا جائے تو ان میں نہ اتحاد ہوگا اور نہ کوئی انتظام، اس لئے معلوم ہوا کہ مزج نام ہے صرف دو چیزوں کے مل جانے کا جس میں نہ کوئی قانون ہو نہ کوئی انتظام اور دونوں اپنی اپنی اصلی خاصیت پر باقی بھی رہیں،

## اتحاد

لیکن اتحاد تو یہی اصلی رازِ علمِ مکنون اور نظامِ بدیع ہے جو جاہلوں اور غافلوں کی نظر سے بالاتر ہے، یہی اتحاد زمین پر خدا کا راز ہے، اور اسی اتحاد کی تحقیق حضرت خلیلؑ اور عزیر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا مقصد تھا جس نے اس کو معلوم کر لیا، اس نے پوشیدہ راز کو پالیا اور گویا کل دنیا کا مالک ہو گیا، کیونکہ یہی اتحاد اس دنیا کا راز اور اس کے عجائب مین ہے، اتحاد کی صورت مین ایک جسم اپنے اصلی خواص طبائع، اوصاف، احوال اور رنگون کو بالکل گم کر دیتا، اور ایک دوسری چیز بنجاتا ہے، جو پہلے سے بالکل مختلف ہوتا ہے، مثلاً

## روئی، گیہون، برسیم

یہ تینون نباتات زمین پر ان عناصر سے پیدا ہوتے ہین، پوٹاسیم، سوڈا، چونا، مغنیشیا، حمض فاسفورک، حمض کبریتیک، سلکا اور کلور،

چونے کو دیکھو روئی مین تقریبًا بہ نسبت ۱۵ اجزا اور گیہون مین بہ نسبت ۳ جز اور برسیم مین ۲۱ جز کی نسبت سے داخل ہے، تم چونے کو پہچانتے ہو اپنی آنکھون سے دیکھ سکتے ہو، لیکن اگر نبات کی تحلیل کرو تو چونا تم کو نظر نہین آئے گا، کیونکہ نبات مین آنے کی وجہ سے اس کی اپنی خاصیت دور ہو گئی، اور وہ ایک دوسری چیز بن گیا، اب نبات کی تحلیل کرنے کے بعد

| عناصر | روئی | گیہون | برسیم |
|---|---|---|---|
| پوٹاسیم | ۳۵٫۵ | ۳۱٫۵۴ | ۳۴٫۶ |
| سوڈا | ۳٫۶۴ | ۳٫۶۶ | ۱۱٫۴ |
| چونا | ۱۴٫۶۳ | ۳٫۱۴ | ۲۱٫۶ |
| مغنیشیا | ۸٫۷۸ | ۱۲٫۱۰ | ۴٫۵ |
| حمض فاسفورک | ۸٫۳۴ | ۴۸٫۵۰ | ۵٫۳ |
| حمض کبریتیک | ۷٫۷۷ | ۰۰٫۰۸ | ۴٫۲ |
| سلکا | ۸٫۲۲ | ۱٫۸۸ | ۳٫۸ |
| کلور | ۶٫۳۷ | ۰۰٫۱۰ | ۱۳٫۹ |

معلوم ہو گیا کہ روئی، گیہون اور برسیم ایک ہی مادے سے بنے ہوئے ہین،

تینون کے مادے اور عناصر ترکیبی ایک ہی ہین، ان مین کچھ بھی فرق نہین، ہم لوگ انہی مادون

کو کھاتے، پہنتے اور چوپائے بھی انہی مادون کو کھاتے ہین، لیکن تمام مادے اپنی خاصیت کو اسی نسبت اور مقدار کی وجہ سے بدل دیتے اور ایک نیا جسم بنجاتے ہین، اسی وزن اور حساب کی وجہ سے ایک ہی چیز حیوان کی غذا، اور انسان کا لباس بنجاتی ہے، جس چیز کو ہم پہنتے ہین اسی چیز کو حیوان کھاتے ہین' ان سب کا اصلی راز یہی نسبت ہے، جیسے جیسے نسبت بدلتی جائے گی، خواص بھی بدلتے رہین گے'

کیا یہ تعجب کی بات نہین کہ اگر پوٹاسیم روئی کے اندر ۵ و ۳۵ جز کے بجاے ۳۶ جز کی نسبت سے ہو جائے تو پھر روئی کبھی نہین مرکب ہو سکتی اور نہ اس مین روئی کی خاصیت پیدا ہو سکتی ہے' بلکہ یہ تمام مادے اس صورت مین یعنی صرف ایک نسبت کی تبدیلی سے ممزوج ہو جائین گے متحد نہین رہین گے، اور نہ روئی کی خاصیت باقی رہ سکتی ہے، ہر ایک اتحاد کے اندر یہی اصول اور قانون ہے:

ہر جسم مین بعض مادون کا بعض کے ساتھ اتحاد ایک مقررہ نسبت اور مقدار کے ساتھ ہوتا ہے، مثلاً پانی کو دیکھو، اکسیجن اور ہائڈروجن سے مرکب ہے، وزن کے اعتبار سے دوسرے کی نسبت پہلے کی طرف ویسی ہی ہے، جیسے ایک کی نسبت آٹھ کی طرف، اس تناسب کی وجہ سے ان دونون مادون کی اپنی خاصیت زائل ہو جاتی ہے، اور ایک نئی چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کو ہم پانی کہتے ہین، اور حجم کے اعتبار سے پہلے کی نسبت دوسرے کی طرف ویسی ہی ہے، جیسے ایک کی نسبت دو کی طرف، اکسیجن نام ہے ایک ہوائی جسم (گیس) کا کہ اگر تم اس مین کوئی قابل احتراق چیز ڈالو تو وہ جل جائے گی، ہائڈروجن بھی ایک گیس ہے، اگر اس مین کسی حیوان کو ڈالدو تو وہ فوراً مر جائے گا، لہذا اکسیجن ایک جلانے والا مادہ اور ہائڈروجن مارنے والا مادہ ہے، جب یہ دونون مادے آپس مین متحد ہوتے ہین تو ان سے پانی بنجاتا ہے، جس پر تمام چیزون کی زندگی موقوف ہے، حیرت ہے کہ عالم کے اندر مقدار اور تناسب بھی کیسی چیز ہے، جب اکسیجن کے دو اجزا کو ہائڈروجن کے دو اجزا کے ساتھ ملایا جائے تو اس سے پانی کے علاوہ ایک دوسرا ۲۰۲

جسم بنجاتا ہے جس کو ڈیوٹو آکسائڈ کہتے ہیں یہ ایک سیال، جلانے والی چیز ہے، اگر اس پر کسی چیز کو رکھدیا جائے تو یہ فوراً اس کو کھاجائیگا، ان مرکبات پر تعجب کرو، پانی کا حساب کیسا دقیق ہے، تناسب اور مقدار مین تھوڑی سی تبدیلی سے بجاے پانی کے ایک دوسرا قاتل سیال بنجاتا ہے، جب ہائڈروجن کے دو اجزا ء کو آکسیجن کے ایک جزء کے ساتھ ترکیب دیاجائے تو ایک ایسا مرکب یعنی پانی بنجاتا ہے جس پر ہرچیز کی زندگی کا دارمدار ہے، لیکن اگر اسی آکسیجن کو، بجاے ایک جزء کے ہائڈروجن کی طرح دو جزء کرکے دونون کو ملایا جائے تو ہر زندہ چیز کو مردہ کرنے والا مرکب تیار ہوجاتا ہے، غور کرو احیاء اور اماتت کے مابین صرف ایک جزء کا فرق ہے، تعجب کرو کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ترکیب کو اختیار کیا اور تمام زمین کو اس سے محیط کردیا، کیونکہ پانی تمام زمین کو احاطہ کئے ہوئے ہے، اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ (بے شک اللہ بہت جلد حساب کرلینے والا ہے)

دوستو حیرت اور تعجب کا مقام ہے، کیون اللہ تعالیٰ نے پانی کے اندر اس ترکیب کو اختیار کیا، صرف اسی وجہ سے کہ اس ترکیب مین زندگی ہے، اگر اللہ تعالیٰ پانی کی ترکیب مین آکسیجن کے اندر ایک جزء اور بڑھادیتا تو پھر یہ مرکب زندگی بخشنے کی صلاحیت نہین رکھ سکتا، کیا یہ تمام باتین اس کا ثبوت نہین کہ خداے حکیم ہرچیز کو اپنے احاطہ علم مین لیے ہوئے ہے، وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الۡاَرۡضِ يَعۡلَمُ سِرَّكُمۡ وَجَهۡرَكُمۡ، (آسمان وزمین مین اسی خدا کی حکومت ہے، جو تمھاری ہرایک چیز ظاہر اور باطن سے اچھی طرح واقف ہے) ورنہ اگر خدا نہین ہوتا تو پھر یہ باقاعدہ نظام، حساب اور نیرنگ عجائب کس طرح ظاہر ہوتے،

علم کیمیا مین ایک دوسرا قانون ہے جس کو قانون نسبت مضاعفہ کہتے ہین، جب دو جسم متحد ہون اور ان سے جملہ مرکبات پیدا ہون تو اگر ان دونون مین سے ایک کی کمیت ثابت رہے تو دوسرے کی کمیت نسبت مضاعفہ بسیطہ کے مطابق بدلتی رہتی ہے،

مثلاً نائٹروجن اور آکسیجن کے ملنے سے پانچ مرکبات پیدا ہوتے ہین،۔

(اول) ۱۴ اجزء نائٹروجن ۱ اور آکسیجن ۱۶

(دوم) ۱۴ ، ،، نائٹروجن ۱ اور ۲ آکسیجن مین سے ۱۶

(سوم) ۱۴ ، ،، نائٹروجن ۱ اور ۳ آکسیجن مین سے ۱۶

(چہارم) ۱۴ ، ،، نائٹروجن ۱ اور ۴ آکسیجن مین سے ۱۶

(پنجم) ۱۴ ، نائٹروجن ۱ اور ۵ آکسیجن مین سے ۱۶

اس سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اجسام کی ترکیب باقاعدہ نظام اور حساب کے ماتحت جاری ہے، تمام مرکبات مثلاً نبات، حیوان، انسان وغیرہ، سب کی ترکیب کسی قانون کے ماتحت ہے، یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ان اقوال کا، کُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَہٗ بِمِقۡدَارٍ (ہر چیز خدا کے نزدیک ایک معین مقدار کے ساتھ ہے) مَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (ہر چیز کو ہم معلوم مقدار کے ساتھ پیدا کرتے ہین) اور اِنَّا کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰہُ بِقَدَرٍ (ہم نے ہر چیز کو اندازہ کے ساتھ پیدا کیا) اور وَ وَضَعَ الۡمِیۡزَانَ (اللہ نے باقاعدہ ترازو رکھ چھوڑا ہے)

جب تم کو یہ معلوم ہو چکا کہ سولہ گرام پانی ہین، سولہ گرام آکسیجن اور دو گرام ہائڈروجن ہین، تو پھر اگر تم ان دونون مین سے کسی ایک مین سے ایک ذرہ بڑھا دو یا گھٹا دو تو پھر اتحاد ممکن نہین، بلکہ ممزوج ہو جائے گا، اور دونون اپنی اپنی خاصیت پر باقی رہین گے، تمام مرکبات مین یہی اصول جاری ہے، اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو جو عالم علوی اور سفلی مین غور کرنے کا حکم فرمایا، تو اس مین کیا راز تھا، اور کیون چڑیون کے تجزیہ کا حکم دیا اور پھر ان چڑیون کو مرکب کیا درانحالیکہ حضرت ابراہیمؑ دیکھ رہے تھے، ان تمام باتون مین یہی راز تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تحلیل و ترکیب کے راز اور اس عالم کے نظام بدیع سے واقف ہو جائین اور انکے قلب کو اطمینان ہو جائے اور ان کا ایمان تقلیدی نہ رہ جائے، بلکہ برہانی ہو جائے،

اگر تم کسی درخت یا پودہ کا بغور مطالعہ کرو تو دیکھو گے کہ وہ زمین سے اپنے اندر ذرات کو جذب کرتا رہتا ہے، یہ ذرات اس کے جسم مین تحلیل ہو کر قانون اتحاد کے مطابق پھل، پھول اور پتے وغیرہ کی شکل اختیار کر لیتے ہین،

پھر جب اس کے اجزا متفرق اور اس کے عناصر تحلیل ہو جائین تو دوبارہ وہ کسی دوسرے نبات یا حیوان مین قانونِ اتحاد کے مطابق جذب ہو جاتے ہین، حضرت ابراہیمؑ کے قصہ مین چڑیا والی آیت ہماسے سامنے بالکل واضح ہے، جس کو ہم صبح و شام پڑھتے رہتے ہین، لیکن اس کے مقصد سے غافل ہین، قائدین اور علماے امت مسلمہ پر یہ فرض ہے، کہ وہ ان حقائق سے غافل نہ ہون اور ان حکمتون کو بالاے طاق رکھکر بالکل خوابِ غفلت مین نہ پڑ جائین،

۲۰۲ مین اس جگہ ایک جدول تحریر کرتا ہون جس مین اکثر ایسے نباتات کے عناصر دکھلائے گئے ہین، جو انسان اور حیوان کے لئے بہت مفید ہین،

| | روئی | | | گیہون | | جو | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| عناصر | روئی | بیج | لکڑی | دانہ | بھوسی | دانے | بھوسی |
| پوٹاسیم | ۵٫۵۰ | ۳۲٫۳ | ۳۲٫۹ | ۴٫۵۴[۲] | ۱۵٫۶۴ | ۲۱٫۳۰ | ۱۸٫۸۰ |
| سوڈا | ۳٫۶۴ | ۹٫۹ | ۵٫۴ | ۰٫۶۶ | ۲٫۵۴ | ۴٫۰۰ | ۶٫۸۰ |
| چونا | ۱۴٫۶۳ | ۵٫۶ | ۲۸٫۰ | ۴۱٫۴ | ۱۰٫۰۰ | ۲٫۴۰ | ۴٫۷۰ |
| مغنیشیا | ۸٫۷۸ | ۱۶٫۵ | ۶٫۳ | ۲٫۱۰ | ۳٫۵۰ | ۹٫۱۰ | ۲٫۵۰ |
| حمض فاسفورک | ۸٫۳۴ | ۳۱٫۱ | ۸٫۱ | ۸٫۵۰ | ۳۰٫۱۰ | ۳۳٫۷۱ | ۱٫۶۰ |
| حمض کبریتیک | ۷٫۷۷ | ۲٫۱ | ۵٫۴ | ۰٫۰۸ | ۴٫۷۰ | ۲٫۱۰ | ۳٫۵۰ |
| سلکا | ۸٫۲۲ | ۰٫۳۱ | ۵٫۹ | ۱٫۸۸ | ۴۱٫۹ | ۲۷٫۵۲ | ۴۳٫۰۰ |
| کلور | ۶٫۳۷ | ۱٫۵۰ | ۷٫۵ | ۰۰٫۱۰ | ۵٫۲۰ | ۰۰٫۳۰ | ۱۷٫۳۰ |
| لوہے کا اکسائڈ | کچھ نہیں | کچھ نہین | کچھ نہین | آثار | ۶٫۲۰ | ۰۰٫۱۵ | ۱٫۳۰ |

| | مکی | باقلا | | | گنّا | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| عناصر | دانے | دانے | بھوسی | آلو | پتی اور کھوئیا | اصل گنا | برسیم |
| پوٹاسیم | ۳۷٫۹ | ۴۲٫۵ | ۲۶٫۸ | ۶۱٫۶ | ۲۱٫۵ | ۳۴٫۳۰ | ۳۴٫۶ |
| سوڈا | ۳٫۰ | ۳٫۳ | ۸٫۶ | ۱٫۹۰۱ | ۲٫۴۰ | ۱٫۹۰ | ۱۱٫۴ |
| چونا | ۳٫۴ | ۶٫۰ | ۲۱٫۵ | ۲٫۴ | ۷٫۲۵ | ۴٫۸۰ | ۲۱٫۶ |
| مغنیشیا | ۷٫۵ | ۷٫۳ | ۵٫۶ | ۵٫۰ | ۳٫۸۰ | ۲٫۱۰ | ۴٫۵ |
| حمض فاسفوریک | ۴۴٫۸ | ۳۴٫۶ | ۵٫۱ | ۱۷٫۶ | ۳٫۳۵ | ۴٫۸۰ | ۵٫۳ |
| حمض کبریتک | ۱٫۵۰ | ۳٫۵ | ۵٫۹ | ۶٫۲ | ۹٫۳۰ | ۶٫۵۰ | ۴٫۲ |
| سلکا | ۱٫۴۰ | ۰۰٫۹ | ۸٫۷۰ | ۱٫۰۰ | ۴۴٫۸۰ | ۲۶٫۹۰ | ۳٫۸ |
| کلور | آثار | ۱٫۴ | ۱۱٫۵ | ۲٫۲ | ۸٫۲۰ | ۸٫۱۰ | ۱۳٫۹ |
| لوہے کا اکسائڈ | ۰۰٫۴ | ۰۰٫۴ | ۴٫۹ | ۰٫۸ | ۱٫۹۰ | ۹٫۸ | کچھ نہین |

## اس جدول مین غور کرو،

اس جدول سے تم کو اندازہ ہوگا کہ حیوانون اور انسانون کے کھانے، لباس اور میوہ جات وغیرہ سب کے عناصر ایک ہی ہین، صرف ان کے مقادیر مختلف ہین، کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ بھٹے، گیہون اور روئی کا مادہ ایک ہی ہے، صرف اختلافِ مقدار کی وجہ سے ایک لباس ہوگیا، اور ایک مطعوم ہوگیا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (بے شک ان تمام باتون مین غور و فکر کرنے والی قوم کیلئے بڑی نشانیان ہین) واقعہ یہ ہے کہ ان حکمتون مین فکر انسانی متحیر ہے اگر ہم نبات، معادن اور حیوان کی ترتیب پر غور کرین تو ہم کو اس مین حکمت نظر آئے گی، اگر ہر درخت کے اجزاءِ ظاہرہ مثلاً تنا، خون، ٹہنیون

۲-۴

پتیون، پھول، اور پھل وغیرہ مین نظر ڈالین، تو اس مین بھی ہم کو حکمت باہرہ نظر آئے گی، سب کے عناصر ایک ہی ہین، صرف مقدارین مختلف ہین، انہی مقدارون کے اختلاف کی وجہ سے، مزہ، شکل، رنگ اور بو وغیرہ مین اختلاف پیدا ہو گیا، یہ نظام بھی بعینہ نظام آسمانی کی ترتیب کے مشابہ ہے، جس طرح اوپر آسمان کی بحث مین ایک جدول کے اندر خاص نظام دکھلایا گیا ہے، اسی طرح یہان بھی جدول مین تم خاص نظام دیکھ سکتے ہو، فیثاغورث نے بالکل سچ کہا تھا کہ عالم اور موسیقی کی بنا اعداد پر ہے، اسی تحریر سے ہم سورۂ رحمن کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہین، مثلاً ہم مقصود سے تعلق رکھنے والی آیتون کو پیش کرتے ہین، فرمایا، اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (خدا نے قرآن کی تعلیم دی، انسان کو پیدا کیا اور اس کو بولنا سکھایا) بے شک اللہ تعالی نے انسان کو باقاعدہ نظام اور ترتیب کے ساتھ پیدا کیا، اور ایک ایسی روح عطا فرمائی جو علم وادب اور عالم کے نظام وترتیب سے محبت رکھنے والی ہے، اور انسان کی طبیعت مین یہ بات ڈالدی کہ وہ صفحات عالم کا مطالعہ کرے علوم اور ان کے لطائف وعجائب وغیرہ کی تحصیل کرے، کیونکہ عالم کی پیدایش، انسان کی پیدایش کا مقدمہ تھی، تاکہ جب انسان پیدا ہو تو وہ مادیات سے استفادہ اور ان کے علوم کو حاصل کرے، چونکہ اللہ تعالی کا کلام مجمل تھا اور تعلیم مین اجمال سے کچھ زیادہ فائدہ نہین ہوتا، اس لئے اللہ تعالی اپنے بعض افعال اور صفات کی تفصیل کرتا ہے، اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (شمس وقمر کی گردش باقاعدہ حساب کے ماتحت ہوتی ہے) اس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے، اس لئے اس کے مکرر ذکر کرنے کی ضرورت نہین وہان شمس وقمر کا حساب واضح طور پر کیا جا چکا ہے، اور یہ بھی بیان ہو چکا، کہ عالم سفلی کا نظام عالم علوی کے تابع ہے، کیونکہ عالم علوی کا اثر سفلی تک پہنچتا ہے، اس لئے تابع اور متبوع کا ایک نظام ہونا چاہئے، اسی لئے شمس وقمر والی آیت کے بعد یہ ارشاد ہوا، اَلنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ (ستارے اور درخت بھی خدائی قانون کے تابع ہین) جیسا کہ اوپر کے جدول سے تم کو معلوم ہوا، کہ تمام نباتات خداوند عالم

کے مقررہ قانون کے ماتحت جاری ہیں، اس میں کسی قسم کے تغیر اور تبدل کا ان کو دخل نہیں، سجدہ کے یہی معنی ہیں، جب نباتات کرۂ زمین کی سطح پر تھے جو مستدیر ہے، اور آسمان اس سطح کو ہر چہار جانب سے محیط ہے، اور اپنی شعاعیں، بارش، اور ہوا کو بھیجتا رہتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دونوں میں بڑا تعلق ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد آسمان کا ذکر فرمایا، وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا (خدا نے آسمان کو بلند کیا) یہ بلندی حسی اور عقلی دونوں ہے حسی تو بالکل ظاہر ہے، اور عقلی ہم کو مختلف تاثیرات سے معلوم ہو سکتی ہے، کبھی سردی کبھی گرمی، کبھی قحط سالی اور کبھی خوشحالی وغیرہ یہ تمام چیزیں سطح زمین پر واقع ہوتی رہتی ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام چیزیں نظام میں خلل اور احکام میں بے تر یبی پیدا کرتی ہیں، لہٰذا کوئی ایسا قانون ہونا چاہیئے جس پر یہ عالم چلے، دنیا کی مثال اس کشتی کی ہے، جو خوفناک سمندر میں تیر رہی ہو، اور اس کی موجیں زور کے تھپیڑے مار رہی ہوں، فضا میں ایسے سخت تاریک بادل پھیلے ہوئے ہوں کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ نظر آتا ہو، ایسے وقت میں اس کشتی کو چلانے کیلئے کسی بڑے اصول اور قانون کی ضرورت ہے، بعینہٖ یہی حالت کرۂ زمین کی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اسی قانون کا ذکر فرمایا، وَوَضَعَ الْمِيزَانَ (اور عالم کی درستگی کے لیے قانون وضع کیا) گذشتہ چند دنوں سے تم کو عالم علوی اور عالم سفلی کا تھوڑا سا قانون معلوم ہو چکا ہے، اسی پر اس عالم کون کے تمام احوال کو قیاس کر لو کیونکہ تمام عالم موزون ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ (زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس پر پہاڑوں کو جمایا اور اس میں ہم نے ہر ایک چیز موزون پیدا کی) وزن کو عدول میں دیکھو، اب اس آیت کا مطلب اچھی طرح سمجھ سکتے ہو، فرمایا، وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

يَعْقِلُوْنَ ۝ (اور زمین مین مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہین، انگور اور کھیتی اور کھجور کے درخت جو ایک جڑ سے پیدا ہون یا مختلف جڑون سے ان تمام کے لہلہاتے ہوے باغ ہین، جو ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہین، لیکن ہم کھانے مین بعض کو بعض پر فضیلت دیدیتے ہین، ان تمام باتون مین عقل والی قوم کے لئے بڑی نشانیان ہین) مذکورہ جدول مین تم دیکھ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے گیہون کو مقوی عناصر کی وجہ سے بھٹے پر فضیلت دی ہے، مثلاً سلکا جو موادملی ہے، اور حمض فاسفوریک جو ہماری ہڈیون کی ترکیب مین داخل ہے، یہ دونون مادے گیہون کے اندر بھٹے کے اعتبار سے بہت زیادہ ہین، اس کے برعکس گندھک ہے، کہ وہ گیہون مین کم اور بھٹے مین زیادہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مقدار کے اختلاف کی وجہ سے بعض کھانون کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے،

ہم نے کہا ہے کہ فاسفورس گیہون مین بہت زیادہ اور ہماری ہڈیون کی ترکیب مین داخل ہے جس کو ہم مردون کی ہڈیون مین مشاہدہ کر سکتے ہین، تم کو ان ہڈیون سے بخارات اڑتے ہوے نظر آئینگے اور اکثر رات کو ایسی جگہ شعلے بھڑکتے نظر آئین گے، یہ کیا ہے؟ وہی فاسفورس ہے جو ہماری غذاؤن اور ہڈیون مین داخل ہے، ان ہڈیون سے یہ فاسفورس نکل کر ہوا مین گرم مادہ یعنی آکسیجن سے ٹکرا کر سلگ اٹھتا ہے، عام لوگ اس روشنی کو دیکھ کر سمجھتے ہین کہ وہ کسی ولی کی کرامت ہے، حالانکہ حقیقت کچھ اور ہے، ۲۰۵

یہ تمام مادے اجسام نامیہ کی ترکیب مین داخل ہو کر مقررہ حد تک باقی رہتے ہین پھر جب یہ جسم تحلیل ہو جاتا ہے تو یہ مادے ہوا مین مل جاتے ہین، اور ہوا ان کو ادھر سے اُدھر اڑاتی ہوئی پھرتی ہے، یہانتک کہ پھر دوبارہ کسی جسم کی ترکیب مین داخل ہو جاتے ہین، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا (دنیاوی زندگی کی مثال اس پانی کی سی ہے، جس کو ہم آسمان سے برساتے ہین، اور اس کے ساتھ زمین کے نباتات مخلوط ہو جاتے ہین

پھر یہ نباتات سوکھ کر فنا ہوجاتے ہین، اور ہوا ان کو اڑاتی ہوئی پھرتی ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے) اس آیت کریمہ مین بقاے روح پر اللہ تعالیٰ نے علم طبیعی سے استدلال پیش کیا ہے، اس آیت سے بھی اس طرف اشارہ فرمایا، مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی مین تم کو لوٹائین گے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالین گے) شاید تم کو یہ خیال ہو کہ یہ آیت تو احیار بعد الموت کے متعلق وارد ہوئی ہے، اور تم اس کو عناصر پر منطبق کرتے ہو، مین کہتا ہون بے شک آیت تو احیار بعد الموت کے متعلق ہی وارد ہوئی ہے، لیکن ہم نے یہان برسبیل اشارہ ذکر کیا ہے، انحلال کے بعد عناصر ارضی کا باقی رہنا یہ موت کے بعد ہماری روحون کی بقار پر دلیل ہے، غور کرو یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ کثیف فانی عناصر تو باقی رہین اور ہماری پاک روحین فنا اور معدوم ہوجائین، بلکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ یہ مادے فنا ہوجائین اور روحین باقی رہین، کیونکہ روح جیسا کہ حکمار کا اجماع ہے، بسیط چیز ہے پھر وہ کیسے فنا ہوسکتی ہے، فنا نام ہی تفریق اجزار کا، جیسے بدن فنا ہوجاتا ہے جو دو عنصر روح اور جسم سے مرکب ہوتا ہے، روح مین اجزار ہی نہین پھر اس کے لئے فنا کیسی لہٰذا فنائے روح کو عقل کلی طور پر تسلیم نہین کرسکتی،

## بقاے روح پر تفصیلی کلام

تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ مذہب مین بقاے روح سمعی ہے اس پر کوئی برہان نہین، رسولون کے لئے معجزات ہوتے ہین جو ان کے تابعین مین یہ یقین پیدا کردیتے ہین کہ یہ اللہ کے رسول ہین اور تبلیغ کے لئے مبعوث ہوئے ہین، اسلئے وہ جو کچھ خدا کی جانب سے کہتے ہین وہ مقبول ہوتا ہے، اور بغیر کسی انکار و تکرار کے ان کی امت اس کو قبول کرلیتی ہے لیکن ان کے بعض تابعین ایسے ہوتے ہین جو صرف تقلید اور سماع کو کافی نہین سمجھتے، بلکہ اصل حقائق سے واقف ہونا چاہتے ہین، وہ کہتے

کہ اللہ نے جب ہمکو عقل عطا فرمائی ہے، تو کیا صرف اس لئے کہ وہ بغیر کسی بصیرت اور فکر کے کسی کا اتباع کرے، ہرگز نہین، عام اور جاہل لوگون کے لئے تقلید ہے، لیکن عقل والون اور تعلیم یافتہ اشخاص کا طریقہ غور و فکر ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مین اس قسم کے قصے عاقلون کے لئے بیان فرمائے ہین تاکہ وہ اس مین غور و فکر کرکے رائے قائم کرسکین، تم دیکھتے ہو کہ ابراہیم خلیل کو چڑیون کی تحلیل کا حکم ہوا، آپنے ان کو ذبح کرکے متفرق کردیا، پھر ان کو پکارا تو سب آگئین، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس قصہ مین اللہ تعالیٰ نے بقاے روح پر ایک زبردست برہان پیش کی ہے، اس قصہ کا ظاہر عام لوگون کے لیے ہے اور باطن خاص لوگ اور عقلاء کے لئے ہے،

## بقاے روح پر برہان یا تو نظر عقلی سے یا علم الارواح سے

### نظر عقلی مین تین طریقے ہین

(پہلا طریقہ) تو وہ ہے جس کو ابن مسکویہ نے اپنی کتاب تہذیب الاخلاق مین ذکر کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ روح بسیط ہے، کیونکہ نہ وہ جسم ہے اور نہ عرض اس لئے کہ ہم دیکھتے ہین کہ جسم صرف ایک ہی صورت قبول کرسکتا ہے اور آنِ واحد مین متنافی صورتون کو نہین قبول کرتا جسم جس وقت مثلث ہے اس وقت مربع نہین ہوسکتا اور جس وقت مربع ہے اس وقت مخمس نہین ہوسکتا۔ ہان جب ایک صورت زائل کردیجائے تو دوسری صورت قبول کرسکتا ہے، مثلاً مثلث شکل دور کردیجائے تو وہ مربع کو قبول کرسکتا ہے، یا مخمس بن سکتا ہے تمام اجسام کی یہی طبیعت ہے، لیکن نفوس کو ہم جسم کے بالکل خلاف پاتے ہین، کیونکہ ہم لوگ بیک وقت سرخ، سبز، زرد، نیلا، مثلث، مربع، مدور، طویل، قصیر، اعلیٰ، اسفل اور جمیل و قبیح تمام چیزون کا تصور کرتے ہین، ہمارا نفس بیک وقت ان تمام صفات کے ساتھ متصف ہوسکتا ہے، ان کے علاوہ بے شمار علوم کا بھی تصور کرتے

ہین، اوران کو ہمارا نفس حاصل کرتا ہے، جسم ان سب کو یک وقت نہین قبول کرسکتا ہے، صرف کسی ایک کے ساتھ متصف ہو سکتا ہے، پھر جب وہ ایک زائل ہو جائے تو دوسرے کو قبول کرسکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نفس جسم نہین ہے، کیونکہ جسم کی طبیعت اس مین موجود نہین، ہم دیکھتے ہین کہ عقل جس قدر مادیات کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اسی قدر معقولات سے دور ہوجاتی ہے، اور جس قدر مادیات سے بچتی ہے اسی قدر معقولات کے قریب ہوجاتی ہے، نیز یہ بھی ہم دیکھتے ہین کہ ایک انسان جتنا ہی اپنے مطعومات اور مشروبات مین زیادتی کرتا ہے، اتنا ہی لوگ اس سے نفرت کرتے اور اس کو حقیر سمجھتے ہین، لیکن علم مین جتنا ہی بڑھتا ہے، اور جتنا بڑا عالم ہوتا ہے اسی قدر لوگون مین محبوب اور قابل قدر ہوتا ہے، جب ہم اپنی آنکھون سے جو جسم کا ایک آلہ ہے آفتاب کی طرف دیکھتے ہین تو ہماری آنکھین چوندھیا جاتی ہین اوران مین ضعف پیدا ہوجاتا ہے لیکن جب ہم اپنی عقلون سے کسی سخت مسئلہ کے حل کرنے کی کوشش کرتے ہین تو بجائے ضعف کے ہماری عقلون مین قوت اور تیزی پیدا ہوتی ہے اور اُسکا سمجھنا آسان ہوجاتا ہے، یہ تمام باتین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ نفس کی طبیعت بالکل مادہ سے مختلف ہے، نفس مختلفات کو یک وقت قبول کرسکتا ہے لیکن جسم یا مادہ اس کو قبول نہین کرسکتا، نفس اگر کسی قوی چیز مین مشغول ہو تو اس کی قوت بڑھتی ہے، اور جسم کی قوت گھٹتی ہے، ان تمام باتون کا حاصل مطلب یہ ہے کہ نفس جسم نہین بلکہ نفس کا تعلق کسی دوسرے عالم سے ہے، جو بسیط اور غیر مرکب ہے، کیونکہ اجسام مرکب ہین، اگر فی الواقع روح مرکب ہوتی تو ممکن تھا کہ اس کا ایک جزء عالم ہو اور دوسرا جزء جاہل، کیونکہ کوئی مسئلہ بعض جزو کے ساتھ قائم ہوتا، بعض کے ساتھ نہین، ایسی صورت مین روح عالم بھی ہوتی اور جاہل بھی، یہ اجتماع ضدین ہے، جو عقلاً محال ہے، روح کے باب مین ابن مسکویہ کی یہ تقریر ہے جو مین نے ذکر کی، مین یہ نہین کہتا کہ یہ تمام دلائل قطعی ہین، ہرگز نہین، بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ تم کو اس کے استدلال کا

۲۰۶

طریقہ معلوم ہو جائے کیونکہ اس کو حضرت ابراہیمؑ کے چڑیوں کی تقطیع سے مناسبت ہے، ابن مسکویہ نے روح اور جسم کے مابین موازنہ کیا ہے اور اس کی علمی تحلیل کی ہے جیسا کہ حضرت خلیلؑ نے حسی تحلیل کی تھی، عنقریب حسی تحلیل کو بھی ہم پیش کرین گے ابن مسکویہ کے استدلال کا طریقہ مشہور فیلسوف سقراط کے طریقہ کے بالکل مشابہ ہے، سقراط بھی کہتا ہے کہ نفس ایک جوہر غیر مرئی ہے، لہذا ضروری ہے کہ اس کی ماہیت اجسام کی ماہیت کے برعکس ہو، کیونکہ جسم کی یہ طبیعت ہے کہ ہم اسکو حواس خمسہ سے ادراک کر سکتے ہین، لیکن نفس کو نہین ادراک کر سکتے، جب نفس کی طبیعت جسم کی طبیعت کے خلاف ہوئی تو اس کا بسیط ہونا ضروری ہے، کیونکہ ترکیب جسم کی طبیعت ہے، اور جب نفس کا بسیط ہونا ثابت ہو گیا تو وہ انحلال کو قبول نہین کر سکتا، کیونکہ تحلیل مرکب کی ہوا کرتی ہے، اور جب نفس بسیط ہے تو وہ فنا نہین ہو سکتا، نیز نفس حاکم ہے اور بدن محکوم، اس لئے نفس امور الہیہ مین سے ہوگا، اور امور الہیہ قابل زوال نہین ہوتے،

**دوسرا طریقہ** وہ ہے جس کو ابن سینا نے اپنی کتاب اشارات مین لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے وجود کا علم ہے، اگرچہ وہ اپنے تمام اعضاء سے غافل ہو، پس جو چیز معلوم ہے وہی اسکی ذات ہے جو ان تمام اشیاء کی مغائر ہے جو اس کو معلوم نہین ہین، اس لئے انسان کی ذات اس کے جسم کی غیر ہوئی، اسی ذات کو انسان لفظ "مین" سے تعبیر کرتا ہے، اگر ایک انسان کے دونون ہاتھ پاؤن کاٹ دیئے جائین اور بدن کا چمڑا ادھیڑ دیا جائے، تب بھی وہ اپنے کو مین کہیگا، تو یہ مین سے مراد کیا شے ہے؟ اس سے مراد اعضاء باطنی مثلاً قلب، جگر، طحال اور پھیپھڑے وغیرہ ہین ہرگز نہین، کیونکہ ہم نے اسکو ان تمام اعضاء سے بے خبر فرض کیا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ لفظ "مین" سے مراد اس کا نفس ہے، جو اس کے تمام اعضاء کا غیر ہے، علامہ موصوف نے اس کے ثبوت مین بہت طوالت سے کام لیا ہے، اور شارحین نے بھی طوالت مین طوالت اختیار کی ہے، اس استدلال پر جو اعتراضات کئے جاتے ہین اس کے جو جوابات دیے جاتے ہین، ہم ان کو اس موقع پر نقل نہین کرینگے، مقصد یہی ہے کہ جس چیز کو لفظ "مین" کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے وہ جسم کا غیر ہے، اور جب جسم کا غیر ہے

تو وہ جسم کی طرح فنا نہیں ہو سکتا۔

**تیسرا طریقہ** وہ ہے جس کو ابن طفیل نے اپنی کتاب حی بن یقظان میں اختیار کیا ہے، اس کا استدلال یہ ہے کہ مثلاً ایک نوجوان لڑکی کسی وجہ سے اپنے دودھ پیتے بچہ کو ایک سرسبز و شاداب جنگل میں چھوڑ دیتی ہے، اس بچہ کو ایک ہرنی دیکھتی ہے اور اس کی پرورش کرنے لگتی ہے، اور کامل دو سال یہ ہرنی اس بچہ کو اپنا دودھ پلاتی ہے، یہ بچہ ہرنی ہی کو اپنی ماں سمجھتا ہے، اور ہر چیز میں اسی کی تقلید کرتا ہے، جب وہ ہوشیار ہوتا ہے تو تمام حیوانات کی تقلید کرنے لگتا ہے اور اپنے ستر کو پتوں سے چھپانے لگتا ہے، درخت کی شاخ سے اپنے لئے سینگ بناتا ہے تاکہ قاتل حیوانوں کا مقابلہ کر سکے، اسی طرح اس بچہ کی زندگی بسر ہوتی ہے۔

جب اس کی ماں ہرنی بوڑھی ہو جاتی ہے تو وہ اس کے لئے جنگلوں سے میوے اور اچھی اچھی سبزیاں لاتا ہے، اور ماں کی خدمت کرتا ہے، ان تمام حالات میں وہ دوسرے حیوانوں کی تقلید کرتا ہے، تمام درخت مثلاً کھجور، انگور، سیب اور کھیتوں کے غلوں کو بغور دیکھتا ہے، اپنی ذات کے ساتھ ان کا موازنہ کرتا ہے، روح کے متعلق ابھی تک اس کو غور و فکر کا موقع نہیں ملا ہے، لیکن ایک دن وہ باہر سے آتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی ماں ہرنی پڑی ہوئی ہے، جسم بالکل سرد ہو چکا ہے، وہ اسے اٹھاتا ہے ادھر ادھر ہلاتا ہے، آنکھوں اور کانوں کو دیکھتا ہے، اس کو سخت تعجب ہوتا ہے کہ ہماری ماں کا بدن موجود ہے، لیکن وہ چیز جو ہم پر مہربانی کرتی تھی کہاں چلی گئی، اب یہ کیوں نہیں دیکھتی اور میرے ساتھ کیوں نہیں شفقت کرتی، معلوم ہوتا ہے کہ یہ بدن مجھ پر شفقت نہیں کرتا تھا بلکہ اس میں کوئی دوسری چیز پوشیدہ تھی جو مجھ پر مہربانی کرتی تھی، اس کے بعد وہ اس چیز کو اس کے تمام بدن میں تلاش کرتا ہے، جب ظاہر جسم میں تلاش کر چکتا ہے اور وہ چیز نہیں ملتی تو کہتا ہے، اگر ظاہر جسم میں وہ چیز نہیں ملی تو ضرور باطنی اعضاء میں ہو گی، چنانچہ اپنی ماں کا شکم پھاڑ کر ہر ایک چیز دل، جگر، پھیپھڑا، تلی، معدہ، آنتیں، رگیں، شرائین، پٹھے، ریڑھ کی ہڈیاں، اور دوسرے اعضاء میں تلاش

۲۰ کرتا ہے، لیکن اس جستجو مین بھی کامیابی نہین ہوتی اور وہ شفیق چیز نہین ملتی، پھر وہ قلب کے سوراخ مین
تھوڑا سا خون دیکھ کر کہتا ہے کہ درحقیقت میری شفیق مان اسی سوراخ مین رہا کرتی تھی، جبکہ خون
تمام بدن مین جاری تھا، اور اسی خون کے ساتھ اس کا تعلق تھا، تب وہ اس نظریہ کو تجربہ مین لانا
چاہتا ہو اور اپنے سینگ سے ایک چھوٹے حیوان کا شکار کرتا ہے اور فوراً اس کے سینہ کو پھاڑ کر دل نکالتا ہے
اور دیکھتا ہے کہ خون بالکل گرم ہے اس مین لطیف بخار نظر آتا ہے، یہ دیکھ کر خود بخود کہنے لگتا ہے کہ
میری شفیق مان ضرور اسی بخار مین سرایت کئے ہوئے تھی، اور یہی بخار خون کے ساتھ تمام اعضار مین
پہنچتا ہے، جب وہ بالکل ناامید ہو جاتا ہے تو اپنی نظر آسمان کی طرف بلند کر کے کہتا ہے کہ میری مان لعل
ان اجرام کے درمیان کچھ نہ کچھ ضرور تعلق ہے، اور قلب کی حرارت کے اندر روح کے تعلق کی صلاحیت
ہے، شاید یہی آسمان اس روح کا مدبر ہے، اور شاید اسی مدبر نے حرارت کو زندگی کا سبب بنایا
ہے، اسی طرح مختلف افکار مین غرق ہو جاتا ہے، اور اپنی مان کی تلاش کرتا ہے، آخر اس نتیجہ پر پہنچتا
ہے کہ جب میری مان نے دیکھا کہ یہ بدن میرے رہنے کے لائق نہین ہے تو اسی آسمان کی طرف
چلی گئی، اور یہ روح بسیط ہے یعنی اسکے اجزار نہین اور جس چیز کے اجزار نہ ہون وہ فنا نہین ہوتی
کیونکہ فنا کا وقوع تحلیل اجزار سے ہوتا ہے، روح کے اندر جزر ہی نہین اس لئے وہ فنا بھی نہین
ہو سکتی، پھر یہ عالم علوی کے متعلق غور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جس ذات کے حکم سے یہ تمام کواکب گردش
کر رہے ہین اسی کے پاس یہ روح ٹھہر گئی ہی، اور وہ ذات اس روح سے بہت زیادہ بہتر ہے،
بلکہ ہم کو اسی ذات سے ملنے کی کوشش کرنی چاہئے، اپنے ماحول کو دیکھ کر وہ کہتا ہے کہ یہ تمام حیوانات
ہمارے بھائی ہین اور تمام نباتات کو خداوند عالم نے ہمارے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے، لہذا یہ
ہمارا حق ہے، کہ ہم ان مخلوقات کی نگہداشت کرین، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مین خالق عالم کا خلیفہ
ہون، اسی وجہ سے مین آج سے مظلومون کی مدد کرون گا، ہر محتاج کو نفع پہنچاؤنگا، ہر ایک چیز کو

شفقت و رحمت کرونگا، جس طرح میری ماں مجھ پر شفقت و رحمت کرتی تھی، میں سمجھتا ہوں کہ جزیرہ میں پانی، گھانس، میوہ جات بکثرت ہیں، اللہ تعالی نے حیوان کو نباتات کا کھانے والا بنایا، اور نباتات عناصر سے غذا حاصل کرتے ہیں، خدائے تعالی بہت بڑا مہربان ہے میں اس کی تقلید کرونگا اس نے میری ماں کو پیدا کیا تاکہ میں اس سے محبت اور مہربانی سیکھوں، میں ضرور اس کے بندوں پر مہربانی کرونگا، پھر اس نے ستاروں کی طرف نظر کی اور آسمان کو قدیم علم ہیئت کے مطابق پہچانا، اس کے بعد اس نے عبادت کا طریقہ ایجاد کیا، تاکہ اس ذات سے قربت حاصل کرے جس نے اس گردش کرنے والے آسمان کو پیدا کیا، کیونکہ آسمان کا گھومنا بھی درحقیقت عبادت ہے، الخ

میں نے مذکورۂ بالا تحریر کو اسی لئے نقل کیا ہے کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ علمائے سابقین خواب غفلت میں نہیں پڑے ہوئے تھے، بلکہ ان لوگوں نے قوم کو بیدار کرنے کے لیے بڑی بڑی کتابیں تالیف کیں، عالم میں غور و فکر کیا اور قوم کے سامنے اپنے نتائج کو مثالوں میں پیش کیا، یہ کتاب آیت زیر تفسیر کے بالکل مشابہ ہے، کیونکہ چڑیوں کی تحلیل بھی کیا ہے؟ وہ بھی اس عالم میں غور و فکر ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ ابن طفیل نے اپنی کتاب اسی آیت سے اقتباس کرکے لکھی ہے، ہرگز نہیں بلکہ اس نے اپنی عقل اور ذہانت کی مدد سے اس کو تصنیف کیا ہے، لیکن یہ ضرور کہونگا کہ قرآن میں چڑیوں کی تحلیل کا مسئلہ ذکر کرنا باب النظر کو کھولنا ہے،

جبکہ کلیلہ و دمنہ میں جو ایک ادبی اور غیر آسمانی کتاب ہے اور جس میں جانوروں کی زبان سے حکمت کی باتیں بیان کی گئی ہیں اور اسکی ان حکایتوں میں جنکو ابتدائی درجوں کے متعلم پڑھتے ہیں اور جنمیں عقلا اور حکماء کے لئے عبرت ہے، ان میں اخلاق و آداب کی اصول باتیں بیان کی گئی ہیں، تو پھر آسمانی کتاب بدرجہ اولی اسکی مستحق ہے کہ وہ ہر خاص و عام میں شائع ہے بچے اس کو حفظ کرتے ہیں، اسی لئے جب بچے یا عام لوگ حضرت ابراہیم کے اس واقعہ کو پڑھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں، پھر علماء کے لئے تو اس قصہ میں

عقل وحکمت کا خزانہ پوشیدہ ہے، ابن طفیل کی مذکورہ کتاب بھی ایسی ہی ہے، انگریزی قصص کی مشہور کتاب رابنسن کروسو بھی اسی طرز پر لکھی گئی ہے، یہ کتاب یورپ مین ہر جگہ رائج ہے، اس کے مؤلف نے اس کتاب کو حی بن یقظان کے مطالعہ کے بعد لکھا ہے، جیسا کہ مین نے کسی کتاب مین دیکھا ہے، مشہور فیلسوف روسو کتابون کی اور انکی تعلیمات کی بہت مذمت کرتا تھا اور تمام نوجوانون سے یہ کہتا تھا کہ یہ کتاب رابنسن کروسو پڑھو، کیونکہ یہ کتاب حریت فکر کی تعلیم دیتی ہے، (ہندوستان مین اس کتاب کے بعض حصے ریڈرون مین پڑھائے جاتے ہین،)

اس مین کوئی شک نہین کہ کتاب حی بن یقظان، رابنسن کروسو سے زیادہ عظیم الشان ہے، کیونکہ رابنسن کروسو کا قصہ صرف عملی استقلال، اور اعتماد نفس کی تعلیم دیتا ہے، اس کے سوا کچھ بھی نہین، لیکن حی بن یقظان مین ان دونون باتون کے علاوہ اتقان علم کی بھی تعلیم ہے، یہانتک نظر عقلی کے تینون طریقے ختم ہوگئے،

باقی تحضیر الارواح کے طریقہ کو اور فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ کے ماتحت پڑھو، مین نے وہان اس علم کی مختصر تاریخ لکھدی ہے کہ کس طرح یورپ اور امریکہ مین اسکی اشاعت ہوئی، مین ان تمام باتون کو یہان پر نقل کرکے طول دینا نہین چاہتا، اس جگہ صرف وہ باتین ذکر کرون گا جن کو مین نے اپنی والدہ مرحومہ کی وفات کے وقت ۱۹۱۸ء مین کہا تھا، اور عقول شریفہ کے تذکرہ کے لیے یہ تقریر جریدۃ الاخبار مین شائع ہوئی تھی، 208

الاخبار کے ۲۸ رشوال ۱۳۳۶ھ مطابق ۶ راگست ۱۹۱۸ء مطابق ۳۰ را بیب ۱۶۳۴ کے پرچہ مین مندرجہ ذیل عنوان کے ماتحت شائع ہوا،

## علم، بدعت اور علماء کا فرض

ہمارے پاس ایک فاضل شخص نے ایک مضمون بھیجا ہے جس مین وہ تقریر مندرج ہے جس کو

فلان صاحب نے اپنی والدہ مرحومہ کی وفات کے وقت کی تھی، ہم یہ امید کرتے ہوے اس کو شائع کرتے ہین کہ ہمارے بھائی مسلمان اس کو پڑھ کر عبرت حاصل کرین گے، نامہ نگار صاحب لکھتے ہین،

"جس روز شیخ طنطاوی جوہری کی والدہ کا موضع کفر عوض اللہ حجازی مین انتقال ہوا، اس روز تمام شہر والے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے قبرستان مین جمع ہوے، استاذ شیخ طنطاوی اور استاذ شیخ عبدالحکیم قوصی وغیرہ بھی موجود تھے تجہیز و تکفین کے بعد شیخ طنطاوی اپنے گانون کی عورتون کو کچھ نصیحت کرنے کے لئے کھڑے ہوے، انھون نے کہا میری پیاری اماں اور بہنو! کیا تم چاہتی ہو کہ مین اپنی والدہ کو اپنی موجودگی کی خبر دیدون؟ یقیناً ان کو میری موجودگی کی خبر ہے، کیونکہ مردون کی روحین ہمیشہ زندہ رہتی ہین اور سنتی اور دیکھتی ہین آج مین جس وقت قاہرہ سے روانہ ہوا ہون، اس وقت سے میری والدہ کی روح مجھے اب تک دیکھ رہی ہے'

مذہبی علماء نے بتایا ہے، کہ میت کو ان باتون کا علم ہوتا ہے، اور ہم کو اس پر یقین ہے، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ زندون کی بعض حالتون کا علم مردون کو ہوا کرتا ہے، مثلاً مردے اپنے اقارب کے رونے کی وجہ سے گھبراتے اور مغموم ہوتے ہین، رسول اللہ صلعم نے فرمایا، ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ (اقارب کے رونے کی وجہ سے مردون کو عذاب ہوتا ہے) موجودہ سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ حقیقت ہے، اس مین کچھ شک ہی نہین، کلام نبوت کی تصدیق اور معجزہ نبویہ کی تحقیق کے لئے ہم اس کو تسلیم کرتے ہین، اور اس پر ہمارے نفوس مطمئن ہین،

رسول اللہ علیہ السلام عورتون سے یہ عہد لیتے تھے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرین، چوری نہ کرین، زنا نہ کرین، اپنی اولادون کو قتل نہ کرین اور کسی پر بہتان نہ باندھین، نیک کام مین خدا کی نافرمانی نہ کرین، اور مردون پر نہ روئین کسی عورت نے کہا یا رسول اللہ مین آپ سے اس وقت تک عہد نہین کر سکتی جب تک کہ مین فلان کے گھر نہ رو لون جیسا کہ اس گھر کی عورتین

میرے ایک رشتہ دار کی وفات کے وقت رو ئی تھین، آپ نے اس عورت کو اجازت دیدی، اس وقت اس عورت نے کہا مین آپ سے عہد کرتی ہون کہ آیندہ کسی شخص کے مرنے پر نہین روؤنگی، اتنی تقریر کرنے کے بعد شیخ موصوف ایک بوڑھی عورت کے پاس گئے اور اس سے کہا کیا تم نے سنا نہین کہ مکہ کی عورتین مُردون پر نہین روتین، بوڑھی نے جواب دیا بے شک وہ عورتین نہین روتی ہین بلکہ ہاتھ مین مہندی لگا تی اور سفید لباس پہنتی ہین، شیخ نے کہا اہلِ مکہ بھی مسلمان ہین اور ہم بھی مسلمان ہین، گویا ہم لوگ جاہلیت کے عادات واطوار کی اتباع کرتے ہین جس کی سخت ممانعت ہے، تم عورتین کیون مُردون پر روتی ہو، حالانکہ اس رونے کی وجہ سے مُردون کو کوئی فائدہ نہین پہنچتا، بلکہ ان کو عذاب ہوتا ہے، میرے گانون کی عورتو! راہ ہدایت اختیار کرو، مین جو کچھ کہتا ہون اسکی اتباع کرو، مُردون پر رونا، چیخنا، چلانا، اور پکارنا چھوڑدو، ہان اگر غم کی وجہ سے کچھ آنسو کے قطرے گرین تو کچھ حرج نہین ہے، ایک عورت نے کہا اے میرے بھانجے ہم لوگ بھی تم سے ایسے ہی عہد کرتے ہین، جیسا کہ عورتون نے نبی صلعم سے عہد کیا تھا، پھر تمام عورتون نے رونا بند کردیا، اور خوش ہوگئین، شیخ نے کہا اللہ تعالیٰ نے تم لوگون کو مذہب کی طرف مائل ہونے کی توفیق عطا فرمائی، یقیناً میری والدہ کو اس کا ثواب ملیگا تمام عورتون نے ایک زبان ہوکر کہا کہ ہم لوگ آپسے عہد کرتے ہین کہ آیندہ مُردون پر نہ روئینگے شیخ موصوف اس وقت پسینہ پسینہ ہورہے تھے، ایک نے کہا بس کرو کیونکہ گرمی کا سفر ناگہانی مصیبت، اور دھوپ مین کھڑے ہوکر تقریر کرنے نے آپکو بالکل تھکا دیا ہے، ہماری آنکھین ٹھنڈی ہوگئین اور ہم لوگ خوش ہوگئے؛

جب خداوند عالم نظام توحید وغیرہ سے فارغ ہوچکا، تو اب دوسری قسم یعنی انفاقِ مال بیان فرماتا ہے،

———.....———

۲۰۸

# اٹھارہواں مقصد

| | |
|---|---|
| مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ | ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی |
| فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ | راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو |
| اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ | جس میں سات بالیں نکلی ہوں، اور ہر |
| كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ | بال میں سو دانے ہوں، اور اللہ جس کو |
| وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ | چاہتا ہے بڑھاتا ہے، اور اللہ وسعت |
| وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ | دینے والا جاننے والا ہے، وہ لوگ جو اپنے |
| يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ | مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر |
| اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا | خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں |
| مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ | اور نہ دکھ پہنچاتے ہیں، انہی لوگوں کو انکے |
| عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ | پروردگار کے نزدیک اس کا اجر ملیگا، نہ |
| وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ | وہ خوفزدہ ہونگے اور نہ مغموم ہونگے، اچھی |
| وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ | طرح بات کرنا اور درگذر کرنا اس خیرات سے |
| يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝ | بہتر ہے جسکے بعد آزار پہنچایا جائے، اور اللہ غنی ہے حلیم ہے |
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا | اے ایمان والو احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر |
| صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى | اپنی خیرات کو مت برباد کرو جس طرح |
| كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ | وہ شخص جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھلانے |
| النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ | کی غرض سے خرچ کرتا ہے، اور اللہ پر اور قیامت |

الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ
عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ
فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ
عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝
وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ
اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا
وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ
فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝
اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ
جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ
وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ
ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ
فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ

کے دن پر ایمان نہین رکھتا، اس کی مثال ویسی
ہی ہو جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر کچھ مٹی ہو
زور کی بارش آئے اور اسکو بالکل صاف کردے
ایسے لوگون کو اپنی کمائی کچھ بھی ہاتھ نہین
لگیگی اور اللہ کافر لوگون کو ہدایت نہین دیتا
اور ان لوگون کی مثال جو اپنے مال کو خدا
کی رضا جوئی اور اپنے نفس کی پختگی کی غرض
سے خرچ کرتے ہین، اس باغ کی طرح ہے
جو کسی ٹیلہ پر ہو، اس پر بارش پڑی ہو، پھر
اس مین دوگنا پھل آیا ہو، اور اگر ایسے
زور کا مینھ نہ پڑے تو ہلکی پھوار ہی اسکو
کافی ہے، اور اللہ تمہارے کامون کو خوب دیکھتا ہے
کیا تم مین سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک
باغ ہو جس مین کھجور اور انگور کے درخت ہون
اور ان کے نیچے نہرین بہتی ہون، اس باغ
مین ہر قسم کے پھل ہون، اور وہ شخص
بوڑھا ہو گیا ہو، اور اس کے کمزور اہل و
عیال بھی ہون، ایسے وقت مین اس
باغ پر ایک بگولا آئے جس مین آتشی مادہ ہو پھر

| | |
|---|---|
| يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ | وہ باغ جل جائے، اسی طرح اللہ تمہارے لئے |
| تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا | اپنی آیتیں بیان کرتا ہے، تاکہ تم غور کرو۔ اے ایمان |
| اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ | والو اپنی کمائی میں سے اچھی چیزیں خرچ کیا کرو، نیز اس میں |
| وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ | سے جو کہ ہمنے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے، اور |
| وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ | خرچ کرنے کے لئے خراب اور ردی چیزوں کا |
| تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ | ارادہ نہ کرو، حالانکہ تم خود خراب کو نہیں لے سکتے ہاں |
| اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا | اگر چشم پوشی کر جاؤ تو اور بات ہے، اور یقین رکھو کہ اللہ |
| اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اَلشَّيْطٰنُ | بے نیاز اور سزاوار حمد ہے، شیطان تم کو محتاجی سے |
| يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ | ڈراتا اور بری بات کا مشورہ دیتا ہے، اور اللہ |
| وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ | اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے اور زیادہ |
| فَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ | دینے کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعت والا جاننے والا |
| يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ | ہے جسکو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسکو حکمت مل گئی |
| يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا | اسکو بڑی دولت مل گئی، اور نصیحت وہی لوگ |
| كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا | قبول کرتے ہیں، جو عقل والے ہیں، اور تم لوگ جو کچھ |
| الْاَلْبَابِ ۝ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ | خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو تو اللہ سب |
| اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ | کو اچھی طرح جانتا ہے، اور بیجا کام کرنیوالوں کا |
| يَعْلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ | کوئی مددگار نہیں ہوگا، اگر تم خیرات ظاہر کرکے |
| اَنْصَارٍ ۝ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ | دو، تب بھی اچھی بات ہے اور اگر پوشیدہ |
| فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا | فقیروں کو دیدو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر |

| | |
|---|---|
| الفقراء فهو خير لكم ويكفر | ہے، اور اللہ تمھارے گناہ دور کر دیگا اور اللہ |
| عنكم من سيئاتكم والله بما | تعالیٰ تمھارے تمام کاموں سے واقف ہے، ان |
| تعملون خبير ۝ ليس عليك | کافروں کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ پر واجب نہیں |
| هداهم ولكن الله يهدي | لیکن اللہ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور |
| من يشاء وما تنفقوا من خير | اے مسلمانو جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ تمھارے فائدے |
| فلانفسكم وما تنفقون الا | کے لئے ہے، اور تم لوگ صرف خدا کی رضا جوئی کیلئے |
| ابتغاء وجه الله وما تنفقوا | خرچ کرتے ہو، اور جو کچھ مال خرچ کروگے اسکا |
| من خير يوف اليكم وانتم | پورا بدلہ تم کو ملیگا اور اس میں کچھ کمی نہیں کیجائیگی |
| لا تظلمون ۝ للفقراء الذين | یہ خیرات ان فقیروں کے لئے ہے جو اللہ کی راہ میں |
| احصروا في سبيل الله لا | مقید ہو گئے اور اس وجہ سے وہ ملک میں چلنے |
| يستطيعون ضربا في الارض ۲۱۰ | پھرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، سوال سے |
| يحسبهم الجاهل اغنياء | بچنے کی وجہ سے جاہل ان کو غنی سمجھتے ہیں تم |
| من التعفف تعرفهم بسيماهم | ان کو ان کی پیشانی سے پہچان سکتے ہو، وہ |
| لا يسئلون الناس الحافا | لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے، اور |
| وما تنفقوا من خير فان الله | جو مال خرچ کروگے بیشک اللہ کو اسکا علم ہے |
| به عليم ۝ الذين ينفقون | جو لوگ اپنے مال کو رات اور دن میں پوشیدہ |
| اموالهم بالليل والنهار | طور سے یا ظاہر طور پر خرچ کرتے ہیں، ایسے |
| سرا وعلانية فلهم اجرهم | لوگوں کو خدا کے نزدیک اس کا اجر |
| عند ربهم ولا خوف عليهم | ملیگا، اور وہ خوف زدہ نہیں ہونگے اور |

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ نہ مغموم ہون گے ،

# ان آیات مین تین بحثین ہین

(۱) ان تمام آیتون کا خلاصہ جن مین خرچ کرنے والوں اور خرچ کی مثالین ہین (۲) موجودہ دور کے ساتھ ان آیتون کا تعلق، عالم انسانی مین اشتراکیت کا وجود کس طرح ہوا اور مالی حالتون کی وجہ سے تمام زمین کس طرح کانپ گئی، قرآن مجید کس طرح محبت عام کی دعوت دیتا ہے، تمام مسلمان ایک خاندان ہین اور کس مال مین صدقہ واجب ہے، (۳) ایک مسلم کی بہترین عبادت، باغون، کھیتون اور آسمان مین غور و فکر ہے.

# پہلی بحث

اس بحث مین چار مثالین ہین، جنت اور سنبل کی مثال، مٹی اور پتھر کی مثال، باغ کی مثال، اور اس باغ کی مثال جس مین آگ لگ گئی ہو، خرچ کرنے والون کی حالت کے لئے قرآن مجید مین اس موقع پر یہی چار مثالین پیش کی گئی ہین،

پہلی مثال مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو تمھارے اموال دانے کے مثل ہین، جب تم اپنا نفع عام ۲۱۲
اور اللہ کے راستہ مین خرچ کرد گے، مثلاً اپنی قوم کے بچون کی تعلیم مین، تو اس مال مین بہت زیادہ برکت ہوگی جس قدر بچے بڑھین گے اور جتنا ان کی ذات پر خرچ ہوگا اسی نسبت سے تمھارے مال مین بھی زیادتی ہوتی چلی جائے گی اور ثواب بھی بڑھتا جائے گا، اسی طرح تمام اچھے کامون مین صرف کا حال ہے کہ جس قدر ان مین زیادتی ہوتی چلی جائے گی، اسی قدر مال مین اضافہ ہوگا اور ثواب بھی بڑھتا جائیگا، مٹی اور پتھر کی مثال، ریاکارون کے خرچ کی ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگون کے خرچ کی مثال اس شخص کی ہے، جو مٹی کو کسی صاف پتھر پر رکھتا ہے، اور ہوا اسکو اڑا لیجاتی ہے، تو اس جگہ نہ کوئی چیز پیدا ہوسکتی ہے. اور نہ کسی خیر کی امید ہوسکتی ہے

یہی حالت ان لوگون کی ہے جو اپنے مال کو بے کار خرچ کرتے ہین اس مین کسی بھلائی کی امید نہین. تیسری مثال ایک ایسے باغ کی ہے جو کسی ٹیلہ پر ہو، اور اگر اس مین بارش ہوتی ہے دوچند پھل آتے ہین ورنہ اسکے لئے پھوار ہی کافی ہے، ہر حال مین وہ باغ پھلدار اور سرسبز و شاداب رہیگا، یہ مثال مخلصون کی ہے جو صدق دل سے لوجہ اللہ خرچ کرتے ہین یعنی ہر حال مین ان کو ثواب ملتا رہیگا، چوتھی مثال ان لوگون کی ہے جو محض دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہین، اور ان مین ذرا بھی اخلاص نہین ہوتا، یہ مثال دوسری مثال سے زیادہ سخت ہے، اس مثال مین اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو ایک ایسا باغ والا فرض کیا ہے جس مین کھجور اور انگور وغیرہ کے بکثرت درخت ہون، باغ والا بوڑھا ہو اور اس کی اولادین بالکل ضعیف اور کمزور ہون، ان لوگون کو اس باغ سے بہت کچھ امیدین ہون، لیکن اچانک باد سموم کے جھونکے تمام باغ کو جھلسا دین اور جلا دین، یہی حال ان لوگون کا ہے جو اپنا مال صرف کرکے اس کے بدلہ مین عزت، فضل اور ثواب کی امید رکھتے ہین، لیکن اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ان سب سے وہ محروم ہو جاتے ہین، جیسے باغ والا باغ مین آگ لگ جانے سے اس کی بھلائیون سے محروم ہو جاتا ہے،

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک فاضل انسان حکمت کے سمندر مین تیرتا ہوتا ہے، لیکن شیطان اسکو بہکا کر گمراہ کر دیتا ہے، اور وہ شخص صحیح راستہ سے بھٹک جاتا ہے، وہ حکمت کے درخت لگا چکا تھا، اور اس سے برومند ہونے والا تھا، لیکن شہوات کی بجلی گرتی ہے، اور تمام پھلون کو نیست و نابود کر دیتی ہے،

## اس قسم کے مقاصد

پہلی قسم یعنی توحید کے مطالب تو تم کو معلوم ہو چکے، اللہ تعالیٰ نے توحید کے تین درجے قرار دیئے تھے، اور آخر مین علوم طبیعیات، تحلیل و ترکیب اور صناعات کی طرف اشارہ کیا تھا، اب اس دوسری قسم یعنی انفاق مین خداوند عالم نے سات خوشنما جواہرات اور چمکتے ہوے یاقوت بیان فرمائے ہین، وہ یہ ہین

ریا اور ایذا سے بچنا، شیطان کی وعید سے محتاجی کا خوف، بے کار اور خراب چیزون کی خیرات، حکمت کی اتباع، پوشیدہ یا ظاہر، رات مین یا دن کو ہمیشہ مال کا خرچ کرنا، اور منفق علیہم کا بیان،

(۱) ترک ریا، یہ پیش کردہ مثالون سے واضح ہوچکا، باقی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے،

(۲) اے لوگو! تم لوگ اپنی خیرات کو مسکینون پر احسان جتلا کر یا ان کو تکلیف پہنچا کر باطل نہ کرو،

(۳) شیطان کے مکروفریب مین نہ پھنسو وہ تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے، بخالت کی تعلیم دیتا ہے،

(۴) حکمت عملی سے خرچ کرنا،

حکمت علم اور عمل دونون مین ہے، جس کو حکمت مل گئی اس نے خیر کثیر اور بڑا ثمر پایا، خداوند عالم کو تمھارے صدقات اور نذرون کی اچھی طرح خبر ہے، اس لئے صدق دل سے ادا کیا کرو،

(۵) خرچ کرنے کے لئے خراب اور بے کار چیزون کو نہ پسند کرو، کیونکہ تم لوگ خراب چیزون کو خود اپنے لئے نہین پسند کرسکتے، ہان مجبوری کی بات دوسری ہے، لہذا تم وہی عمل کرو جس کو تم دوسرون کے لئے پسند کرتے ہو،

(۶) خیرات ظاہر طور سے کرو یا پوشیدہ، دونون حال مین بہتر ہے، شیطان کے مکر مین آکر یہ نہ کہو کہ ریا کے خوف سے ہم ظاہر مین خیرات نہین کرسکتے، کیونکہ یہ بھی گمراہی ہے،

(۷) اس مین ان لوگون کا بیان ہے، جو خیرات کے مستحق ہین جیسے اہل صفہ، یہ لوگ فقراء مہاجرین تھے، جنکی تعداد چار سو تھی، جہاد فی سبیل اللہ اور تحصیل علم نے ان لوگون کو کسب معاش سے روکدیا تھا، چونکہ یہ لوگ طلب علم اور جہاد مین مصروف رہتے تھے، اور کسی کے سامنے دست سوال نہین دراز کرتے تھے، اس لئے جاہل لوگ ان کو غنی اور مالدار سمجھتے تھے، اس لئے خیرات وصدقات انہی لوگون کے جیسے شخصون کو ملنے چاہئین، جو جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ مین مصروف ہون،

# دوسری بحث

تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج مال ہی کا وہ اہم مسئلہ ہے جس مین ساری دنیا مشغول نظر آتی ہے اور تم کو معلوم ہے، کہ جنگ عظیم کا جس نے دنیا کا رخ بدل دیا سبب درحقیقت دولت ہی تھی آج اکثر ممالک سے ملوکیت پرستی ختم ہوگئی ہے، اور سلطنت کا نظام جمہوری اور دستوری ہوگیا ہے، ہر طرف مال ہی کا دور دورہ ہے، ہر ایک سلطنت مال ہی کے خیال مین مستغرق ہے، موجودہ سیاسی جنگ کی بنیاد یہی مال ہے، روس مین زار کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا تمام زمین کاشتکارون مین تقسیم کر دی گئی
۲۱۴ بالشویزم والے تمام لوگون کو عمل کا حکم دیتے ہین، اب سرمایہ داری ہر طرف زوال پذیر ہو رہی ہے،

تم آیات قرآنی پر غور کرو، کس طرح اللہ تعالیٰ نے اخلاص کے ساتھ مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، بالشویکون کو اخلاص سے کچھ کام نہین، ان لوگون نے فقط زمین کو ان کے مالکون سے چھین لیا ہے اور سب مل کر اس مین کام کرتے ہین، قرآن مجید کہتا ہے کہ ایک مسلم کو خرچ کرنے مین مخلص ہونا چاہئے، اور یہ جانتے ہوئے خرچ کرنا چاہئے، کہ مال اللہ ہی کا مال ہے، اور زمین اسی کی زمین ہے، خداوند عالم ہی نباتات پیدا کرتا، ان کو بڑھاتا اور ان کو پھلدار بناتا ہے، لہذا فقیرون کو لوجہ اللہ دینا چاہئے، تلوار کے خوف سے نہ دینا چاہئے، قرآن مسلمانون سے جو چاہتا ہے وہ اشتراکیوں اور بالشویکون کے مقصد سے بہت بلند ہے اور اسی کی تکمیل مسلمانون سے چاہتا ہے، امام غزالی اپنی کتاب الاحیاء مین فرماتے ہین،

"عبودیت کے اندر کمال وفا کی یہ شرط ہے کہ موحد کے لئے سوائے فرد واحد کے کوئی دوسرا محبوب نہ ہو، کیونکہ محبت شرکت کو قبول نہین کرتی، زبانی توحید بے فائدہ شے ہے، توحید کیا ہے، وہ دراصل مفارقت محبوب سے درجۂ محب کی آزمائش ہے، عام لوگون کے نزدیک مال بھی محبوب ہے کیونکہ وہی دنیاوی تمتع کا وسیلہ ہے، اسی کی وجہ سے لوگ دنیا سے محبت کرتے ہین اور موت سے نفرت

خداوندی امتحان دو چیزون سے ہوتا ہے، اللہ کی راہ مین جان دینا اور مال خرچ کرنا، مال کے خرچ کرنے مین تمام انسان تین فرقون مین منقسم ہوگئے ہین،

(پہلا) یہ وہ لوگ ہین جنھون نے مال سے بالکل علٰحدگی اختیار کرلی، نہ توان کے پاس دینار جمع ہے نہ درہم، وجوب زکوٰۃ اپنے لئے عار سمجھتے ہین، اس فرقہ کے کسی فرد سے سوال کیا گیا کہ دو سو درہم مین کس قدر زکوٰۃ واجب ہے، اس نے جواب دیا شریعت کے حکم کے مطابق عام لوگون پر پانچ درہم، لیکن ہم لوگ تو ہم لوگون پر کل مال کا خرچ کرنا واجب ہے، اسی لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال اللہ کی راہ مین دیدیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصف مال، رسول اللہ صلعم نے حضرت عمرؓ سے پوچھا اپنے اہل وعیال کے لئے کیا باقی رکھا، جواب دیا جس قدر یہان لایا ہون، حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا تم نے کیا باقی رکھا، جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو، آپ نے فرمایا تم دونون مین اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ تم دونون کے قولون مین فرق ہے،

(دوسرا) یہ وہ لوگ ہین جو مال جمع کرتے ہین، لیکن زکوٰۃ وغیرہ ادا کرتے ہین، مال کا خرچ کرنا صرف انھی صورتون تک محدود نہین، جو کتب فقہ مین بیان کی گئی ہین، بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ محتاجون کی اور قرابتدارون کی اعانت بھی واجب ہے، نخعیؒ، شعبیؒ، عطاؒ، اور مجاہدؒ کا یہی خیال ہے، ان لوگون کے نزدیک ہر ایک نیک کام اور امور خیر مین مال کا صرف کرنا واجب اور عیش وعشرت حرام ہے، جو مقدار بھی حاجت سے زائد ہو اس کو خرچ کردیا جائے، یہ لوگ دلیل مین یہ آیت پیش کرتے ہین، وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ (ہماری دی ہوئی روزی مین سے خرچ کرتے ہین) شعبیؒ سے پوچھا گیا کیا زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال مین دوسرون کا حق ہے، شعبیؒ نے کہا ہان ضرور ہے، کیا تم نے خداوند عالم کا یہ قول نہین سنا، وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى آلایہ (باوجود مال کی محبت کے اسکو رشتہ دارون اور یتیمون پر خرچ کرتے ہین) یہ لوگ مستحقین زکوٰۃ کے علاوہ ہین،

(تیسرا) یہ وہ لوگ ہیں جو صرف زکوٰۃ مفروضہ ادا کرتے ہیں، یہ لوگ بہت کم درجہ والے ہیں

یہ امام غزالی کے بیان کا خلاصہ ہے، اب میں زکوٰۃ مفروضہ کے متعلق تحریر کرتا ہوں،

# چوپایوں کی زکوٰۃ

زکوٰۃ کی تمام صورتیں صرف آزاد مسلمان پر واجب ہیں، چوپایوں (اونٹ، گائے بھیڑ اور بکری) کی زکوٰۃ اسی صورت میں واجب ہے جبکہ یہ تمام چراگاہوں میں چرنے والے ہوں لیکن اگر انکی پرورش میں کچھ مشقت ہو مثلاً خود چارہ وغیرہ خرید کر دینا پڑے تو پھر اُن پر زکوٰۃ نہیں ہے، نیز زکوٰۃ کی ادائگی کے لئے یہ بھی ضروری ہے، کہ مالک کے قبضہ کو ان پر ایک سال گذر جائے، مالک اپنے مال کے تصرف میں مطلق مختار ہو، اور یہ تمام جانور اپنے اپنے نصاب میں ہوں، اونٹ کا اقل نصاب پانچ ہے یعنی پانچ اونٹ میں بھیڑ کا ایک جذعہ، جذعہ وہ ہے جو دوسرے سال میں ہو، یا بکری کا ایک ثنیہ، ثنیہ وہ ہے جو تیسرے سال میں پہنچ گیا ہو، دس اونٹ میں دو بکریاں، پندرہ اونٹ میں تین بکریاں، بیس اونٹ میں چار بکریاں اور پچیس اونٹ میں اونٹ کی ایک بنت مخاض، بنت مخاض اونٹ کے اس مادہ بچہ کو کہتے ہیں جو دوسرے سال میں ہو، علیٰ ہذا القیاس،

تیس گائے سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے، تیس عدد گایوں میں ایک تبیع، یہ وہ ہے جو دوسرے سال میں ہو، چالیس گائے میں ایک مسنہ، یہ وہ ہے جو تیسرے سال میں ہو، ساٹھ عدد میں دو تبیع، اس کے بعد حساب بالکل ٹھیک چلتا ہے، ہر چالیس گائے میں ایک مسنہ اور ہر تیس میں ایک تبیع،

چالیس غنم (بھیڑ ہو یا بکری) سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے، چالیس میں ایک بھیڑ یا ایک بکری، بھیڑ کی صورت میں وہ دینا چاہئے جو دوسرے سال میں ہو اور اگر بکری ہو تو وہ دینا چاہئے جو تیسرے سال میں ہو، پھر اکتالیس بکریوں سے لے کر ایک سو بیس بکریوں تک زکوٰۃ نہیں، اگر ایک سو اکیس ہے تو اس میں

دو بھیڑ، ایک سو اکیس سے لیکر دو سو غنم تک میں یہی زکوٰۃ ہو یعنی دو بھیڑ ہے، اگر دو سو سے ایک عدد بھی زیادہ ہوگئی تو اس میں تین بھیڑ، دو سو ایک سے ننانوے تک یہی زکوٰۃ ہے، پھر چار سو میں چار بکری، اس کے بعد حساب صاف ہے، یعنی ہر سو میں ایک بھیڑ یا بکری دیتے چلے جاؤ، مثلاً پانچ سو ہے تو پانچ بھیڑ، چھ سو ہے، تو چھ بھیڑ،

۲۱۴

## دفینہ اور معادن کی زکوٰۃ

دفینہ قدیم زمانہ کا وہ خزانہ جو کسی ایسی زمین میں دستیاب ہو جو کسی مسلم کی ملک نہ ہو، ایسی صورت میں دفینہ پانے والے پر سونے اور چاندی کی صورت میں کل دفینہ کا پانچواں حصہ ادا کرنا واجب ہے، اور معدنیات میں ربع العشر یعنی ہر دس حصہ میں اس کا چوتھائی واجب ہے معدنیات میں صرف سونے اور چاندی کی کان پر یہ شرعی ٹیکس ہوگا، باقی دوسری معدنیات میں کچھ بھی ٹکس نہیں ہے،

## سونے اور چاندی کی زکوٰۃ

ان دونوں پر اسی وقت زکوٰۃ ہے جبکہ اس کی ملکیت کو کامل ایک سال گذر جائے اور سونا بیس مثقال اور چاندی دو سو درہم ہو، بیس مثقال سونے میں نصف مثقال اور دو سو درہم چاندی میں پانچ درہم، اسی حساب سے دیتے چلے جاؤ،

## تجارت کی زکوٰۃ

تجارت کی زکوٰۃ بھی سونے اور چاندی کے مثل ہے، سال کا حساب اس وقت سے ہوگا

جب سے نقد کا مالک ہوا تھا جس سے اس نے سامانِ تجارت خرید کیا، اور آخر سال تک سامان تجارت باقی بھی رہنا ضروری ہے، داؤد ظاہری فرماتے ہین کہ سامانِ تجارت مین زکوٰۃ نہین، ہان اگر ملکیت کے وقت اس نے اس سامان سے تجارت کی نیت کی تھی تو پھر زکوٰۃ واجب ہوگی،

## زراعت مین زکوٰۃ

امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین کی ہر اس نبات مین زکوٰۃ واجب ہے جس کے ساتھ انسان کا مقصد متعلق ہو، مثلاً میوہ جات، بقولات، سبزیان جیسے تربوز، کھیرا، ککڑی، خربوزہ وغیرہ جمہور علماء نے کھجور اور انگور اور ان غلون پر زکوٰۃ واجب کی ہے، جنکو جمع کرکے رکھ سکتے ہین، مثلاً گیہون، دھان، جو، وغیرہ، فصلون کی پیداوار بارش، نہرون اور چشمون کے پانی سے ہوتی ہے، اس مین دسوان حصہ اور جن فصلون کی پیداوار آب پاشی کے ذریعہ سے ہوتی ہو تو اس مین نصف عشر ہے،

پھلون اور زرعی پیداوار مین پانچ وسق سے کم پر زکوٰۃ نہین ہے، ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے (اور ایک صاع چار مد کا اور ایک مد تقریباً آٹھ لیٹر کا ہوتا ہے)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پھلون اور زرعی پیداوار کی ہر قلیل و کثیر مقدار پر عشر واجب ہے، وسق کی کوئی قید نہین اسپر تمام مسلمانون کا اجماع ہے کہ زکوٰۃ کی آمدنی مسلمانون کے نفع کے لئے خرچ کرنی چاہئے جس کا ذکر سورہ توبہ مین کیا گیا ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک صدقۂ فطر کو ذمیون پر خرچ کرنا جائز ہے، لیکن اور تمام ائمہ اسکے خلاف ہین، اور آیت وَمَا تُنفِقُونَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ کو جو مشرکین پر صدقہ کرنے کے متعلق وارد ہوئی ہے صدقات نفلی کے متعلق کرتے ہین، اس آیت کے حکم کے مطابق مشرکون پر خرچ کر سکتے ہین، لیکن زکوٰۃ صرف

کی آمدنی نہین، بلکہ نفلی صدقات مین مسلمان اور ذمی فقرا، یکسان مستحق ہین، اس سے ان دونون پر صرف کر سکتے ہین،

## صدقۂ فطر

صدقۂ فطر ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس حوائج ضروریہ اور ان تمام لوگون کے حوائج سے فاضل مال ہو جن کا بار اس کے ذمہ ہے، صدقۂ فطر کو عید کی رات تک ایک ایک صاع یعنی چار مد کے حساب سے ہر ایک کی طرف سے ادا کر دینا چاہئے، صدقہ کی جنس وہی ہونی چاہئے جو وہ خود کھاتا ہے، یا اس سے بہتر ہو، مثلاً گیہون، جو، چاول، وغیرہ، اپنی غذا سے کم درجہ کی چیزون کا دینا جائز نہین (اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صدقہ دینے والے خود تو عمدہ کھاتے ہین اور صدقۂ فطر مین ارزان جنس دیتے ہین، ایسا کرنا دیانت اسلامی کے خلاف ہے، زراعتی پیداوار کے بجائے نقد بھی دے سکتے ہین، مثلاً اگر گیہون نہ ہو تو دو مد گیہون کی قیمت دے سکتے ہین، اس مین کچھ حرج نہین ہے گو بعض علمار اس کے خلاف ہین) یہ صدقۂ فطر مان، باپ، اولاد، اولاد کی بیوی، بچے اور غلام وغیرہ ان سب کی طرف سے دینا چاہئے جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہے،

یہ زکوٰۃ کے احکام اور انفاق مال کے متعلق علمار کی رائین ہین،

غور کرو بعض علمار نے کل مال کے خرچ کو واجب کیا ہے، اور بعضون نے حاجت کی مقدار سے فاضل کو، یہ دونون اسلامی اصول ان تمام صورتون سے اعلیٰ ہین، جن کو انسانی عقل تصور کر سکتی ہے، آج انسانیت کا مدار عقل پر ہے، اسی عقل سے مدارج بشری ترقی کرتے ہین، آج دنیا کے بڑے بڑے ڈاکٹر، انجنیر اور سائنس دان بھی یہ کہنے لگے ہین کہ تمام انسان آپس مین بھائی بھائی ہین، اور اپنے اعمال کو انسانون کے فائدہ کے لئے وقف کر دینا چاہئے،

اسی لئے تمام انسانون پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنا مال رفاہ عام کے کامون مین خرچ کرین، اور ہر ایک چیز زمین، صنعت، اور تجارت کی خیرات نکالین، جب کوئی شخص کوشش کے باوجود روزی پیدا کرنے سے عاجز رہے، تو اس کی اعانت ضروری ہے، اور یہ اعانت صدق واخلاص کے ساتھ ہونی چاہئے، اور لینے والا کسب حلال کی کوشش کرے، یہ نہ ہو کہ وہ خاموش اور غافل ہو جائے، اگر اس قسم کی تعلیم مسلمانون مین پھیلائی جائے تو یقیناً ہم لوگ دوسری قومون سے زیادہ ترقی کر جائین گے،

۲۱۵ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ مشہور روسی فلسفی ٹالسٹائی کھڑا ہوتا ہے اور اپنی پوری زمین مزارعین کو دے دیتا ہے، یہ مزارعین لاکھون کی تعداد مین تھے، دیکھو یورپ مین کیسے کیسے اہل علم اور کمال والے پیدا ہوتے ہین، لیکن مسلمان خواب غفلت مین پڑے ہوئے ہین، خداوندا تو مسلمانون کے علماء اور عقلا کی شان بلند کر تاکہ وہ لوگ دنیا مین ترقی کر سکین، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

## تیسری بحث

### مسلمانونکی بہترین عبادت باغون اور کھیتون مین غور و فکر ہے

کون شخص ہے جو میری آواز کو اطراف ملک مین مسلمانون تک پہنچا دے، کون ہے جو عربی ترکی، ہندوستانی، چینی، جاوی اور سوڈانی اسلامی قومونکو قرآن کے مقاصد اور وہ تمام اسباب سمجھا دے جو عقول اور نفوس کی ترقی کے باعث ہین، جن پر عمل پیرا ہونے سے مسلمان روئے زمین پر خدا کے خلیفہ ہو سکتے ہین، پھر تمام بزدلی اور سستی دور ہو جائے گی، اور دوسری قومین انکو غلام بنانے سے باز آ جائین گی،

مسلمان بھائیو! قرآن مجید کے دلائل اور تشبیہات مین غور کرو، تم ان تمام کو مشاہدات

محسوسہ اور علوم طبیعیہ میں سے پاؤ گے،

(۱) توحید پر دلیل لاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے، اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیۃ پھر رات اور دن کے اختلاف، سمندر میں کشتیوں کی حرکت اور بارش و نباتات کی تشریح فرمائی،

(۲) عبادت کا حکم دیتے ہوئے سورۂ بقرہ میں فرمایا، اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا) اس کے بعد پانی برسنے باغوں اور کھیتوں کے سرسبز و شاداب ہونے اور پھل، دانے، گھاس کے پیدا ہونے کا ذکر فرمایا،

(۳) انسانوں سے شکر طلب کرتے ہوئے فرمایا، وَھُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْہُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْہُ حِلْیَۃً تَلْبَسُوْنَھَا وَتَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْہِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (خدا وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے قبضہ میں کر دیا تاکہ اس میں سے تازہ تازہ مچھلیاں کھاؤ اور پہننے کے لئے زیورات نکالو، تم کشتیوں کو اس میں چلتے ہوئے دیکھتے ہو تاکہ تم خدا کا فضل تلاش کرو، اور اس کا شکر ادا کرو) اس سے معلوم ہوا کہ سمندروں کی تسخیر، مچھلیوں، موتیوں، مرجان اور چلنے والے جہازوں پر خدا کا شکر ہونا چاہیئے،

(۴) حکمت اور حکماء علم اور علماء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِہٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُھَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُھَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ کَذٰلِکَ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کئے، بعض پتھر بالکل سفید اور بعض سرخ، مختلف رنگوں کے ہیں اور بعض بالکل سیاہ ہیں، اسی طرح انسان، چوپائے اور تمام جانور بھی

مختلف رنگوں کے ہیں۔ فی الواقع خداوند عالم سے صرف اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں) غور کرو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خشیت اور علم کا مرجع انسان، حیوان، پہاڑ اور جانوروں کے الوان اور اشکال میں نظر کرنے کو قرار دیا، دیکھو آج مسلمان کس طرح سوئے ہوئے ہیں،

(۵) یوم آخرت کا ذکر اور بعث بعد الموت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا، يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ (اے لوگو، اگر تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہے تو غور کرو ہم نے تم کو مٹی، پھر نطفہ، پھر خون کا لوتھڑا، پھر گوشت کے کامل یا ناقص لوتھڑے سے پیدا کیا) مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، جو نبات یا حیوان بن جاتی ہے، کیونکہ نباتات عناصر زمین سے اپنی غذا حاصل کرتے ہیں پھر انہی نباتات کو انسان اور حیوان کھاتے ہیں، جب انسان نبات کھاتا ہے تو وہ خون کی شکل میں تبدیل ہونے کے بعد نطفہ بنجاتا ہے، پھر نطفہ خون کا لوتھڑا اور لوتھڑا گوشت کی شکل میں تبدیل ہو کر انسان بنجاتا ہے، اب دیکھو جو خدا ان تمام استحالات اور تشکلات پر قادر ہوگیا، وہ قیامت کے دن کے استحالہ پر قادر نہیں ہوسکتا؟ اسی علم کو علم الاجنہ کہتے ہیں، جس کی تعلیم آج تمام دنیا کی یونیورسٹی میں ہوتی ہے،

(۶) منافع عامہ میں مال کے خرچ کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا، مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ (ان لوگوں کے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانہ کے مثل ہے، جس میں سات خوشے پیدا ہوتے ہیں،)

(۷) منافقت کی مذمت کرتے ہوئے مثال میں، رات، تاریکی، آگ اور اس کی روشنی

وغیرہ کو بیان فرمایا،

(۸) کفر کی مثال مین ظلمات، قرآن کی بارش، وعید کی کڑک، اور دلائل کی مثال مین بجلی کو بیان فرمایا،

(۹) عدل کو مثل نظام عام کے قرار دیا،

(۱۰) ریا کی مثال ایک پتھر سے دی جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس کو تیز ہوا اڑا دے'

(۱۱) اخلاص کی مثال مین ایک سرسبز و شاداب باغ کو پیش کیا،

(۱۲) ریاکاری کے انجام کی مثال ایک ایسے باغ سے دیگئی ہے، جس مین مختلف قسم کے پھلون کے درخت ہون، اور باغ کا مالک بوڑھا ہو اس کی اولادین چھوٹی چھوٹی ہون، اس باغ سے ان لوگون کی بہت کچھ توقعات وابستہ ہون،

۲۱۶ (۱۳) حکومتون اور ملکون کے انقلاب کی مثال مین رات اور دن کو پیش کیا، چنانچہ فرمایا،

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ الآیہ،

غور کرو ان تمام مشاہدات مین عبادت کے مظاہر توحید کے دلائل، شکر کے مطالب حکمت کے مبادی، باعث خشیت الہی اور حشر و نشر کے دلائل ہین، مثالین ایسی دی گئی ہین جن سے مقصد کی کامل توضیح اور تشریح ہو جاتی ہے، یہی وہ تمام امور ہین جن کی طرف قرآن مجید مسلمانون کو متوجہ کر رہا ہے، اس قوم پر جس قدر بھی تعجب کرو کم ہے، جس کے علما، خواب غفلت مین ہون، اور جاہل واعظون نے اس قوم کی حالت ابتر کر رکھی ہو، دنیا مین مسلم قوم بھی وہ قوم ہے جس کو یہ حکم ہوا کہ تمھارے مطالعہ کی جگہ کھیتیان اور باغات علم کی جگہ شمس و قمر، نجوم، پہاڑ، دریا اور سمندر وغیرہ ہین، کیا مسلمانون کا یہ خیال ہے کہ یہ تمام مثالین اور تشبیہات بالکل بے کار ذکر کی گئی ہین، مسلمانو! یاد رکھو مشاہرات طبیعیہ سے اعراض کرنا کفران نعمت کے مشابہ ہے، علمی

نظر کی جگہ یہی مشاہدات ہین، اسی لئے قرآن مجید بار بار مشاہدات طبیعیہ کا ذکر کرتا ہے، اے تمام مشرق اور مغرب کے مسلمانو! تمھارا خدا ایک ہے اور تمھارا مذہب یہ ہے کہ خدا کی صنعت، عجائب اسرار حکمت، انوار، شمس، قمر، اور روشنی وغیرہ مین غور و فکر کرو، دیکھو تو پہلے دور مین تم میں کیسے کیسے حکما، اور علما، پیدا ہوئے، جیسے ابن سینا، فارابی، غزالی، رازی وغیرہ ان لوگون نے تم سے وہی باتین کہی تھین جو آج مین کہہ رہا ہون، لیکن تم نے ان باتون کو سننے سے انکار کر دیا اور کہدیا کہ وہ لوگ کافر ہین اس کا جو نتیجہ ہوا وہ ظاہر ہے،

اندلس مین ابن رشد پیدا ہوا اس نے مسلمانون کو بتایا کہ علم توحید کا مبنی یہی عجائب و غرائب ہین، زمین و آسمان، پہاڑ اور سمندر، خشکی و تری، آفتاب و ماہتاب پر غور کرو، ان کے حساب اور عجائبات کو معلوم کرو، لیکن تم لوگون نے اس کو جھٹلایا، کافر بنایا، اس کے منھ پر تھوکا، اس کو شہر بدر کر دیا اور وہ ذلت و خواری اور کس مپرسی کی حالت مین مرگیا، افسوس مسلمانون نے اس کی اور اس کے علم کی قدر نہ کی، لیکن نصاریٰ اور یہود نے اس کے علم سے فائدہ اٹھایا، اور اس استفادہ کی وجہ سے یورپ اس کے مرنے کے بعد تقریبًا تین سو سال بعد ساتوین صدی اور نوین ہجری کے اندر اندر ترقی کر گیا، اور مسلمانون پر حملہ کر کے تمام مسلمانون کو نیست و نابود کر دیا، جاہل قومون کی یہی سزا ہوا کرتی ہے،

مسلمانو! اب بیداری کا وقت آگیا، امید ہے کہ تمام مسلمان اس کتاب اور اس کی جیسی دوسری کتابون سے جلد ہوشیار ہو جائین گے، اور ان سے ایسی قوم بنےگی جس کی نظیر تاریخ عالم مین نہ ملے گی، وہ لوگ ان عوالم پر غور و فکر کرین گے جنہین اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی حکمتین پوشیدہ ہین

مسلمانو! یہی علم توحید ہے، علم توحید تم کو کھیتون، باغون، پہاڑون، درختون، ان کے پھل پھول اور شمس و قمر مین ملیگا، ان کتابون مین نہ ملے گا، جن مین تم اپنی زندگی برباد کرتے ہو

یہ کتابین اللہ کی حکمت اور اس کے آیات کی معرفت سے خالی اور شک مین ڈالنے والی ہین
قرآن مجید تم کو حکم دیتا ہے کہ خدا کی صنعت کے جمال، اس کی حکمت کی باریکیون اور عالم کی بہجت
پر نظر کرو، یہی اصل قرآن ہے، قرآن مجید کا اتباع کرو، واللہ مجھے کامل یقین ہے کہ اس قوم
مین ایسے علمار اور حکما، پیدا ہونگے، جن پر دنیا فخر وناز کریگی، یہی لوگ زمین پر اللہ کے خلیفہ
ہونگے، اور یہی سچے مسلمان، یہ باتین مشہور کتابون کے پڑھنے سے حاصل نہیں ہوسکتین، جب مین
جامع ازہر مین پڑھتا تھا تو مین نے اپنے مرحوم دوست شیخ محمد جابر کے ساتھ عقائد نفسی پڑھنا
چاہا، لیکن کوئی ایسا عالم نہین ملا جو اس کتاب کو کما حقہٗ پڑھا سکتا، اسکے ساتھ ہم لوگ حاشیہ خیالی
اور عبدالحکیم سیالکوٹی بھی پڑھتے تھے اور ان علوم پر خوش ہوتے تھے،

مین ایک روز سویا ہوا تھا کہ خواب مین دیکھا کہ مین دریا کے کنارے کھڑا ہون اور ساحل
کے قریب پانی کی سطح پر ایک مچھلی تیر رہی ہے، اس کی پشت پر ستارے کی روشنی ہے، اس وقت
میرے کان مین ایک آواز آئی: "اس کتاب مین قرآن مجید کا ظہور اتنا ہی ہے جتنا کہ اس مچھلی کی پشت
پر آسمان کا ظہور ہے۔"

# حکایت

آج سے چند سال پہلے مرحوم سید حسین خیاط صوفی شیخ حربی اور استاذ سید حسین کے ساتھ
مصر مین تشریف لائے، خیاط مکہ مین مدرس تھے، سلام وکلام کے بعد انھون نے مجھ سے کہا، مین نے
شریعت اور تصوف وغیرہ کی بہت کتابین مطالعہ کین، لیکن تمھاری کتاب نظام العالم والامم
کے مطالعہ نے میرے لئے بند دروازے کھولدیئے اور آنکھون سے پردہ دور کردیا، یہ کتاب مجھکو
ایک میرے جاوی شاگرد نے دی تھی، جب مین نے اس کو پڑھا تو مجھے اس دنیا کے عجائب اور

عجائب پر سخت تعجب ہوا، تم نے اس کتاب مین لکھا ہے کہ پانی کے اجزاء اکسیجن اور ہائڈروجن کی تحلیل میرے سامنے کی گئی، ان دونون جزون مین یہ عجیب حساب ہے کہ ایکسجن ہائڈروجن کا آٹھ گنا زیادہ ہوتا ہے، اگر اس نسبت مین تغیر کردیا جائے تو ترکیب جاتی رہے گی، اور پانی نہ بن سکیگا' مین دل مین کہتا تھا کیا واقع مین مصنف نے اس عجوبہ کو اپنی آنکھون سے دیکھا ہے، میرا خیال تھا' کہ مصر پہنچکر مصنف سے ملاقات کرکے خود اس کی زبان سے سنون گا؟ خدا کے فضل سے آج یہ خیال
پورا ہوا، تم کتاب کے مصنف ہو مجھے بتلاؤ کہ تم نے جو کچھ لکھا ہے واقع مین درست ہے، مین نے ۲۱۷
کہا ہان بالکل درست، جب مین دارالعلوم مین متعلم تھا تو مین نے اس کو اپنی آنکھون سے دیکھا تھا، پھر ہم لوگ دارالعلوم اور دوسری کالجون مین گئے اور خیاط صاحب نے اپنی آنکھون سے اس عمل کا مشاہدہ کرکے فرمایا،

مصر ماشاء اللہ تو نے اسلام کی خدمت کی، مین نے کہا، جناب اس معاملہ مین مصر ابھی طفل مکتب ہے، اور مصر کا علم یورپ کے مقابلہ مین بہت کم ہے، پھر انھون نے مجھ سے ایک بات کہی جو اس حکایت کے بیان کرنے کا مقصود ہے، وہ یہ کہ" اب مجھے شیخ شعرانی کے کلام کی تصدیق ہوگئی، کیونکہ وہ فرماتے ہین کہ اسلام ابتدا مین شریعت تھا، اور آخر زمانہ مین حقیقت ہوجائیگا، مین نے کہا آپ نے اس کا کیا مطلب سمجھا، جواب دیا، شریعت سے مراد اسلام کے شرعی احکام ہین جو مشہور و معروف ہین اور تمام دنیا مین پڑھائے جاتے ہین، اور حقیقت سے مراد یہ نفس اور آفاق ہین یعنی علوم نفس کی معرفت اور عجائبات عالم مین غور و فکر، یہ کتاب اور اس کی جیسی دوسری کتابین مسلمانون مین صحیح اسپرٹ پیدا کرینگی، اور اسلام پھر دورِ اول کی طرح ترقی کریگا،

# نصرانیت اور یورپ کے علوم کے ساتھ اسلام کا موازنہ

ہمارے زمانہ کا مشہور انگریزی مصنف لارڈ ایوبری جو اپنی کتاب محاسن طبیعت کی تمہید میں شمس و قمر، نجوم اور ان کے طلوع اور غروب کی توصیف کرتے ہوئے کنسلی کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ صحرا اور جنگلوں سے زیادہ محبت رکھتا تھا، جمال طبیعت کا عاشق تھا، اور کہتا تھا، کہ مجھے کنکریوں شہد کی مکھیوں اور پھول پھل سے بہت انس ہے وہ سفر کائنات کے طلسم اور رموز کے کھولنے میں ہمیشہ مصروف رہتا تھا، علامہ کیل کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ انسان کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنی نظر کو بلند کرے، عالم علوی اور سفلی میں غور کرے، ان کے عجائب و جمال کی تحقیق و تفتیش کرے، اس قسم کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے، کہ یہ تمام باتیں ہماری عقل کا نتیجہ ہیں، ہمارے مذہب کو ان باتوں سے کچھ تعلق نہیں، مذہب نے تو ہم لوگوں کو عمیق غار میں ڈھکیل دیا تھا، چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے، ہم کو مذہب سے جو کچھ ورثہ میں ملا تھا، اس نے ہماری عقل، حواس اور عواطف کو بالکل بے کار کر دیا تھا اور ہم جمال طبیعی سے مطلقاً جاہل تھے، اس کے بعد کچھ یونانی اور اپنے آباء و اجداد کے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ نہروں اور جنگلوں کے لئے الگ الگ خدا ہیں، جو ان پر حکومت کرتے ہیں، پانی میں جنات رہتے ہیں جو لوگوں کو ڈراتے ہیں، یہ لوگ پہاڑوں، جنگلوں اور سمندروں سے بہت ڈرتے تھے، کیونکہ ان کو یہ وہم تھا، کہ ارواح خبیثہ، بھوت، جنات، شیطان، اور جادوگر وغیرہ انہی جگہوں میں رہتے ہیں، لیکن جب علم کا آفتاب چمکا تو یہ تمام پردے چاک ہو گئے اور آج تمام علماء انہی کے محاسن سے مسرور اور خوش ہوتے ہیں،

غور کرو یہ یورپ تھا اور یہ اسکے دینی اور موروثی عقائد تھے لیکن یورپین قوموں نے خود ان تمام

بند صنون کو کاٹ ڈالا اور خرافات کی قید سے نکل گئے، جنگلون، کھیتون اور باغون مین حریت کی نسیم سے سانس لی، آسمان و زمین مین غور و فکر کیا، یہانتک کہ ہر چیز کے مالک ہو گئے، مسلمانو! ذرا تم غور کرو کہ تمھارے مذہب اسلام نے جس کے مقاصد کی تشریح ہم کر چکے ہین بعثت نبویہ کے دن ہی سے مسلمانون کی عقلون کو آزاد چھوڑ دیا، آسمان و زمین سے پردے اٹھا دیئے، درخت، پھل، دانے، پھول اور میوہ جات مین غور و فکر کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ اے میرے مسلم بندو! میری زمین میرے آسمان، باغ، جنگل، پہاڑ، سمندر، مچھلیان، موتی، مرجان اور دوسرے جواہرات تمھارے لئے بالکل ظاہر ہین؛ مین نے چاند، سورج، اور ستارون سے تمھین روشنی عنایت کی، اور دنیا کو منور کیا، تم ان تمام چیزون مین غور کرو اور ان سے فائدہ حاصل کرو، لیکن دوستو ان تمام احکام کا نتیجہ کیا ہوا؟ قرن اول مین تو تمام مسلمان جاگے اور احکام خداوندی کے عامل رہے، اس کے بعد سب کے سب اصحاب کہف کی طرح سو گئے، جب یورپ والے ہوشیار ہو کر دنیا پر ظاہر ہوئے تو یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے آسمان و زمین کے پردے کھول دیئے، خشکی اور تری مین ہم نے غور و فکر کیا، اس دعویٰ کو سنکر ہم کو اعتراف کرنا پڑا کہ واقعتہً ہم لوگ خواب غفلت مین پڑے ہوئے ہین، یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہین کہ ہمارے نبی صلعم آخر انبیا ہین، اور ان کا دین ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، کیونکہ اس عالم کے جمال سے نہ ہم کو کوئی بھوت روک سکتا ہے، نہ سمندرون مین کوئی شیطان ڈرا سکتا ہے، اور نہ تاریکی مین کوئی جن خوف دلا سکتا ہے، بلکہ یورپ والو تمھارے علوم ہمارے مذہب کے موافق ہین، اگرچہ ہم لوگ چند صدیون سے سو گئے ہین اور ان کی طرف متوجہ نہین ہوئے، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہم لوگ تمھاری بحثون کی تحقیق کرینگے، تمھارے علوم پڑھین گے، اور تم لوگون سے بازی لیجائین گے، کیونکہ تم لوگون نے ان علوم کو اپنی عقلون

کی مدد سے حاصل کیا ہی، اور ہم لوگ فکر اور مذہب دونون سے حاصل کرینگے لہذا ہمارا شوق تم سے زیادہ ہوگا، ہم مین بڑے بڑے علما ہونگے اور ہماری تہذیب بہت بڑی اور زبردست ہوگی، تم لوگون نے عالم مین غور و فکر کر کے اپنی مذہبی کتاب کی مخالفت کی ہے، اور ہم لوگ غور و فکر مین اپنی دینی تعلیم کے موافق ہونگے، کیونکہ ہماری مذہبی کتاب اس کی تائید نہین بلکہ سخت تاکید کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (اس مذہب کو تمام مذاہب پر غلبہ دیگا) اور یہ غلبہ انہی نظرات سے ہوگا اور یہ ترقی انہی آیات سے ہوگی، إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (آسمان و زمین کی پیدائش مین مومنون کے لئے بڑی نشانیان ہین، نیز تمہاری خلقت اور ان تمام جانورون مین جو زمین پر مقیم ہین، مسلم قوم کے لئے بڑی نشانیان ہین)

## تذئیل

۲۱۸ قدیم زمانہ مین مشرقی قومین یعنی مصری اور ہندوستانی ان عجائبات بدائع اور عالم مین غور و فکر کرنے کی بڑی شائق تھین، اس لئے یہ لوگ ان مشاہدات عالم کے جمال کے عاشق تھے، اور اس جمال نے ان کے دلون مین بہت کچھ اثر کیا، ان کے نفوس کو زندہ، اور ان کی عقلون کو بیدار اور ہوشیار کر دیا، اور انھون نے اپنے علوم سے دنیا کو مزین کر دیا، تمام عالم مین اپنی صنعتین پھیلا دین، یہ نتیجہ تھا ان کے انبیاء اور حکماء کی تعلیم کا جو اس جمال عالم کے عاشق تھے، اور جس کو انھون نے اپنی کتابون مین لکھا، اور اپنی قومون کو اس کی تعلیم دی، کیونکہ مخلوقات کا جمال نفس مین مرتسم ہو جاتا ہے، پھر نفس اس جمال کو علم اور صنعت کی صورت

مین ظاہر کرتا ہے، جیسا کہ مصر مین ایک ٹیلہ کی کھدائی مین چند مذہبی گیتین پائی گئین، جو قدیم مصری زبان مین منقوش ہین، جرمن اور فرانسیسی علمار نے اپنی اپنی زبان مین اس کا ترجمہ کیا ہے اور عربی مین بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، ان گیتون کی تدوین چودہ صدی قبل مسیح (۱۴۰۰ ق م) مین ہوئی تھی،

۱- (آفتاب کی صفت جو اللہ کی عظمت کا مثل ہے) زندگی کے راز کو تو ہی جاننے والا ہے، تو اپنے جمال کے ساتھ عالم افلاک مین ظاہر ہوتا ہے، تمام اطراف عالم مین تیری روشنی چمکتی رہتی ہے، روے زمین کو تو اپنے جمال سے بھر دیتا ہے، تو ہی وہ بڑا جمیل ہے جس کی روشنی روے زمین پر چمکتی ہے اور اس کی شعاع تمام اقطار عالم کو گھیرے ہوئے ہے، جن کو تو نے پیدا کیا، اور اپنی محبت کی وجہ سے جن کا مالک ہے، تو ہم سے کتنا ہی دور ہو جا لیکن تیری شعاعون سے زمین ہر وقت روشن رہتی ہے۔

۲- (رات کی تعریف) جس وقت تیرا آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو شام آموجود ہوتی ہے، تاریکی زمین پر پھیل جاتی ہے، لوگ اپنے اپنے گھرون مین سو جاتے اور لحافون کے نیچے پڑے رہتے ہین، اس وقت ان کے حواس حرکت کرنے سے رک جاتے ہین، وہ نہ کچھ سن سکتے اور نہ دیکھ سکتے ہین، تو ہی اس وقت ان کی روحون، مالون اور اسباب کی حفاظت کرتا ہے، حالانکہ وہ اپنے بستر پر غافل ہو کر پڑے رہتے ہین، جب رات کی تاریکی اپنا پردہ زمین پر ڈال دیتی ہے تو شیر اپنی جگہ سے، سانپ اپنے بلون سے نکل پڑتے ہین اور سارا عالم خاموش رہتا ہے،

۳- (دن اور انسان) صبح کے وقت افق مین تیرے آفتاب کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، اس کی شعاعین تمام اطراف زمین کو ڈھانک لیتی ہین، دن کے طلوع ہوتے ہی رات کی تاریکی غائب ہو جاتی ہے، سارے انسان دن کے طلوع سے خوش ہو جاتے ہین، اور

بیدار ہوکر ہاتھ منہ دھوتے ہین، اپنے اپنے لباس پہنکر ہاتھون کو آسمان کی طرف بلند کرکے کچھ تجھ سے طلب کرتے ہین، پھر اپنے اپنے کامون پر چلے جاتے ہین،

۴۔ (دن اور حیوان) جب تیرا آفتاب افق مین چمکتا ہے تو تمام مویشی چراگاہون کو چلے جاتے ہین، درخت اور نباتات فخر سے جھومنے لگتے ہین، چڑیان تیری تمجید بیان کرتی ہوئی اپنے پرون کو پھڑپھڑاتی رہتی ہین اور تمام حیوانات اپنے پاؤن پر کھڑے ہوجاتے ہین،

۵۔ (پانی) جب تیرا آفتاب آسمان مین چمکتا ہے تو تمام کشتیان سمندرون مین تیرنے لگتی ہین، مچھلیان اس کی موجون مین خوش ہوکر اچھلتی کودتی رہتی ہین اور تیری شعاعین پانی کی سطح پر چمکتی اور تھرتھراتی رہتی ہین، اس وقت کیسا خوشنما اور عجیب منظر ہوتا ہے،

۶۔ تو ہی تمام مخلوقات کے نطفون کو پیدا کرتا اور ان نطفون سے رحم کے اندر جنین کی صورت بناتا، ان کی حفاظت کرتا اور تمام آفات و آلام سے بچاتا ہے، پھر دودھ پینے کے زمانہ مین ان پر مہربانی اور شفقت کرتا ہے، ان کی وجہ سے والدین کے قلوب مین رحمت اور شفقت پیدا کردیتا ہے، تمام مخلوقات کو تو ہی نے زندگی عنایت فرمائی، اور ان کو مختلف زبانین بولنی سکھائین، بقدر ضرورت روزی اور معاش عطا کیا، کھانے اوڑھنے کی چیزین عنایت کین، انڈون مین چڑیون کے بچون کے اندر تو ہی روح پھونکتا اور زندہ کرتا ہے، پھر وہ نکلنے کے بعد چون چون کرتے اور چلتے رہتے ہین، اور سب سے بڑی نعمت تو نے یہ عطا فرمائی کہ آسمان و زمین پیدا کئے اور تمام مخلوقات کو اس مین رہنے کی جگہ عنایت فرمائی، نہ تیرے اعمال شمار مین آسکتے ہین اور نہ تیرے احسانون کا استقصار ہوسکتا ہے،

تو ہی نے تمام اجنبی ممالک، سوریا، ایتھوپیا اور وادی نیل وغیرہ پیدا کئے ہر ایک کو اس کی مناسب جگہ مین خلق کیا، اور ہر ایک کے لئے اس کی ضرورتون اور منافع کی چیزین

مہیا کیں، اور ہر انسان کے لئے اس کی خصوصیات کو مخصوص فرمایا، زندگی کے ایام محدود کردئے، تو ہی نے تمام انسانون کو مختلف جنس، زبان، رنگ اور اوصاف کے ساتھ پیدا کیا،

تونے ہی نیل والون کی زندگی کے لئے دریاے نیل پیدا کیا، تو ہی اس کے شیرین پانی سے ان کو زندہ رکھتا ہے، تو ہی تمام دور دراز ممالک مین روزی بہم پہنچاتا ہے، اور بڑے بڑے بلند پہاڑون پر پانی برساتا ہے، پھر یہ پانی وہان سے کھیتون، باغون، اور زمین کی سیرابی کے لئے اترتا رہتا ہے. اے خدا تو کیسا حسین و جمیل ہے، اور تیرے اوامر کیسے اچھے اور عمدہ ہیں،

تو ہی نے اپنے مخلوق کی مصلحت اور ان کی حیات کے نظام کے لئے سال کو چند فصلون مین منقسم کردیا، تو اپنے آسمان کی بلندی مین پہنچ گیا، تاکہ وہان سے اپنے آفتاب کی شعاع کو ظاہر کرے اور اپنی تمام سلطنت کو دیکھتا رہے، تو اکیلا ہے جو زندہ چمکتے ہوئے آفتاب کو دنیا والون پر ظاہر کرتا ہے، زمین کو اپنے بندون کے لئے پیدا کیا، جب تو اپنے آفتاب کو ۲۱۹
ہم لوگون پر ظاہر کرتا ہے تو تمام انسان تیرے جمال کی طرف جھک جاتے ہین، یہی وہ چیز ہے جس کو قدماے مصریین اپنے خدا کی تعریف مین گایا کرتے تھے، تمام قرآن مجید شمس و قمر، کواکب، نباتات، حیوان، اقوام، اور اختلاف الوان و زبان کے ذکر سے بھرا ہوا ہے، لہذا مسلمانون کو بھی ان تمام چیزون مین غور و فکر کرنا چاہئے،

اب ہم اُنیسوین مقصد کی تفسیر شروع کرتے ہین جس مین کچھ مالی معاملات مثلاً سود، قرض اور رہن کا ذکر ہے،

---

# انیسواں مقصد

| | |
|---|---|
| الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا | جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اسی طرح کھڑے |
| يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ | ہونگے جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسکو |
| الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ | شیطان لپٹ کر خبطی بنا دے، یہ سزا |
| مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ | اس لئے ہوگی کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیع |
| قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا | بھی تو سود کے مثل ہے، حالانکہ اللہ نے |
| وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ | بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے جب |
| الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ | شخص کو خدا کی طرف سے نصیحت پہنچی اور |
| مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا | وہ باز رہ گیا تو جو کچھ پہلے لے چکا ہے اسی کا |
| سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَ | رہیگا، اور اسکا معاملہ خدا کے حوالہ رہیگا |
| مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ | اور جو شخص پھر سود لے تو یہی لوگ جہنم والے |
| النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ه | ہونگے اس میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ |
| يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي | سود کو مٹاتا اور صدقوں کو بڑھاتا ہے |
| الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ | اور اللہ کسی کافر گنہگار کو نہیں پسند |
| كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ اِنَّ الَّذِيْنَ | کرتا، جو لوگ ایمان لائے عمل صالح |
| اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ | کئے، نماز پڑھی، اور زکوٰۃ ادا کی، ان تمام |
| وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ | کا خدا کے نزدیک ان کو ثواب ملیگا |
| لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا | اور ان کو کوئی خوف نہ ہوگا، نہ |

| | |
|---|---|
| خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ | نہ وہ مغموم ہونگے ۔ اے ایمان والو |
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ | خدا سے ڈرو اور تمام بقیہ سود چھوڑ دو، |
| وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا | اگر تم فی الواقع ایمان والے ہو، اگر |
| اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ | تم نے اس پر عمل نہ کیا تو خدا اور اسکے |
| تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ | رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ |
| اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ | سن لو، اور اگر تم توبہ کر لوگے تو تم کو |
| فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ | تمہارا اصل مال مل جائے گا، نہ |
| لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ | تم ظلم کرو اور نہ تم مظلوم بنو، اور |
| وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ | اگر تنگدست ہو تو آسودگی تک مہلت |
| اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا | دینی چاہئے، اور اگر تم معاف ہی کردو |
| خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ | تو یہ بہت بہتر ہے، اگر تم اس کو سمجھو |
| وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ | اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی طرف |
| اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ | لوٹو گے، پھر ہر شخص کو اس کے عمل کا |
| مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ | پورا بدلہ ملے گا، اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا |
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا | اے ایمان والو، جب تم وقتِ معیّن تک |
| تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ | کے لئے دین کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ |
| مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ | لیا کرو، اور یہ ضروری ہے، کہ جو لکھنے |
| بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا | والا ہو وہ انصاف کے ساتھ لکھے اور |
| يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا | لکھنے والا اس سے انکار بھی نہ کرے جیسا |

| | |
|---|---|
| عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ | اللہ نے اسکو سکھلایا پس چاہئے کہ لکھدیا کرے |
| الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ | اور وہ شخص لکھوا دے جس کے ذمہ حق ہے |
| رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا | اور اللہ سے ڈرے جو اسکا پروردگار ہے اور |
| فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ | اس مین سے ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے، پھر جسکے |
| سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ | ذمہ حق واجب ہے وہ اگر ضعیف العقل |
| أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ | یا ضعیف البدن ہو یا خود لکھانے کی قدرت |
| بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا | نہ رکھتا ہو تو اسکا کارکن ٹھیک طور پر لکھوا دے |
| شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ | اور مردون مین سے دو شخصون کو گواہ رکھو، |
| فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ | اگر دو مرد نہ مل سکین تو ایک مرد دو عورتین، |
| وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ | ایسے گواہون مین سے جنکو تم پسند کرتے ہو، |
| مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ | تاکہ ان دونون عورتون مین سے کوئی ایک |
| إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا | بھی بھول جائے تو ایک دوسری کو یاد دلا دے |
| الْأُخْرَىٰ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ | اور جب انکو گواہی کے لئے بلایا جائے تو انکار |
| إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا | نہ کرین، اور تم اس دین کے لکھنے سے اکتایا |
| أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا | مت کرو، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، ایسا لکھ لینا |
| إِلَىٰ أَجَلِهِ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ | انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے خدا کے |
| وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا | نزدیک اور شہادت کا درست رکھنے والا |
| تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً | ہے، اور یہ بات لائق ہے کہ تم کسی شبہہ مین نہ پڑو |
| حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ | مگر یہ کہ کوئی دست بدست تجارت ہو جسکو باہم لیتے |

| | |
|---|---|
| فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا | لیتے دیتے ہو، اس صورت مین اگر اسکو نہ لکھو تو |
| وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ | تم پر کوئی حرج نہین ہی، ہان خرید و فروخت |
| وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ | مین گواہ ضرور کر لیا کرو، کسی کاتب کو اور گواہ |
| وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ ۲۲۵ | کو تکلیف نہ دیجائے، اگر تم ایسا کروگے تو |
| بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ | تم کو گناہ ہوگا، خدا سے ڈرو، اللہ تم کو تعلیم دیتا |
| اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ | ہے، اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور |
| وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ | اگر تم سفر مین ہو اور تم کو کوئی کاتب نہ |
| تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ | ملے تو رہن کی چیزین قبضہ مین دیدیجائین |
| مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ | اگر ایک دوسرے پر اعتبار ہو تو جس کا اعتبار |
| بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي | کر لیا گیا ہے اس کو چاہئے کہ دوسرے |
| اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ | کا حق پورا ادا کر دے، اور خدائے پروردگار |
| اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوا | سے ڈرے اور شہادت کو مت چھپاؤ، جو |
| الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا | اس کو چھپائے گا، اس کا قلب یقیناً |
| فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا | گنہگار ہوگا، تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس |
| تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ | سے خوب واقف ہے، |

اللہ تعالی نے سودخوارون کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنی قبرون سے اس طرح اٹھین گے جیسے ایک مصروع شخص اٹھا کرتا ہے، آیت کا اسلوب بیان عربون کے مذاق کے مطابق رکھا گیا ہے، کیونکہ جنون کی حالت مین گر جانے والے شخص کو یہ لوگ خبط بالشیطان کے ساتھ تعبیر کرتے تھے، ان لوگون کا عقیدہ تھا کہ دیوانگی یا مرگی درحقیقت انسان کے

اندر، شیطانی اثر ہے، سود خوارون کی ایسی حالت اس وجہ سے ہوئی کہ یہ لوگ بیع اور سود مین فرق نہین کرتے جس طرح بیع جائز ہے، اسی طرح سود کو بھی جائز سمجھتے ہین، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ سود لینے سے برکتین دور ہو جاتی ہین اور صدقات اور خیرات کرنے مین برکت زیادہ ہوتی ہے،

سود کی دو صورتین ہین، ایک تو یہ ہے کہ ایک جنس کو اسی جنس کے ساتھ منافع لے کر بیچا جائے، مثلاً سونے کا سونے سے، چاندی کا چاندی سے اور گیہون کا گیہون سے اس طرح بیچنا کہ بائع خریدار سے زیادہ سونا لے یا ایک سیر گیہون دے اور دو سیر گیہون لے، ایسا کرنا بالکل حرام ہے، یہ تو دست بدست کی صورت ہوئی، دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو دس روپیہ دو مہینے کے لئے قرض دے اور وصولی کے وقت اس سے گیارہ روپیہ لے یعنی ماہانہ آٹھ آنے کے حساب سے سود لے، اسی طرح کچھ دن کے لئے ایک من گیہون یا دھان دے اور وصولی کے وقت دو من وصول کرے، ایسا کرنا بھی مطلقاً حرام ہے، علماے شریعت نے اس کی پوری تفصیل کی ہے، آج تمام دنیا کے اندر جو سود جائز ہے وہ یہی دوسری صورت ہے، یعنی وہ نفع جو قرض کے ساتھ ملحق ہوتا ہے، اکثر لوگون کا یہی پیشہ ہے کہ وہ قرض دیتے اور اس پر ماہانہ سود در سود لیتے ہین،

سود خواری نے جو دنیا مین ایک بہت بڑی مصیبت ہے، تمام اقوام کو ہلا ڈالا اور مصیبت مین پھنسا دیا، سود خواری کے نتائج تقریباً ہر قوم مین یہی ہونگے کہ وہ قوم مختلف مصائب اور آلام مین پھنس جائے گی، تم دیکھتے نہین کہ استعباد تین چیزون پر موقوف ہے، ظالم بادشاہ، ظالم مذہبی رئیس اور مالدار بخیل لالچی، یہی تینون طبقے دنیا مین فاجر، بدکار اور ظالم ہین، اپنی ماتحت قومون کا خون چوستے ہین، ظالم بادشاہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا (کوئی ظالم بادشاہ جب کسی بستی مین داخل ہوتا ہے تو اسکو ویران کر دیتا ہے) جیسا کہ بلاد جزائر، مراکش اور تونس وغیرہ مین مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ فاتحین نے ان ملکون کے تمام باشندون کو کچل ڈالا اور ظالم بادشاہون نے ان پر بے حد مظالم ڈھائے، مذہبی گمراہ رئیسون کے متعلق فرمایا۔ اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ (اپنے احبار اور راہبون کو خدا کے سوا رب بنا لیا) یعنی یہ لوگ شریعت بنانے والے ہوگئے قوم کو وہی حکم دیا کرتے تھے جو ان کی خواہش کے مطابق ہوتا جیسا کہ روایت ہے کہ عدی بن حاتم نے رسول اللہ صلعم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ ان راہبون کی عبادت تو نہین کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ تمہارے لئے چیزون کو حلال و حرام نہین کرتے تھے اور تم لوگ ان کے اقوال پر عمل نہین کرتے تھے، عدی نے کہا ہان، آپ نے فرمایا آیت کا یہی مطلب ہے،

تیسری قسم لالچی، بخیل مالدارون اور مرتبہ والون کی ہے، ان لوگون کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تہدیداً اور تنبیہاً فرمایا فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ (اگر تم اپنے کام سے باز نہین رہوگے تو پھر خدا اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سُن لو)

یہ جنگ یا تو شرعی ہے جیسا کہ مفسرین کہتے ہین کہ اگر سود خوار صاحبِ شوکت ہو تو اگر وہ اس کام سے توبہ نہ کرے تو اس سے جنگ کرنا چاہئے یا اس کو قید کر دینا چاہئے اور اگر صاحبِ شوکت نہین ہے تو اس کو سزا دینی چاہئے، اس آیت کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ قیامت کے دن سود خوار کے ساتھ جنگ کے جیسا معاملہ کیا جائیگا وہ اور سخت عذاب مین گرفتار ہوگا، چونکہ وہ دنیا مین اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف جنگ کرتا تھا، اس لئے قیامت مین اس کے عذاب کی صورت ویسی ہی ہوگی، ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

سود خواری کے بعد ایک ایسی صورت پیدا ہوجائیگی، جو قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گی اور اس کو بالکل معدوم کر دے گی، جیسا کہ موجودہ اقوام تم دیکھ رہے ہو کہ بالشویزم والے رات دن اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں، کہ دنیا کے موجودہ نظامہائے حکومت کو بدل دیا جائے، ان لوگوں نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ طاقتور قوموں کی طرف سے کمزور اور غریب قوموں پر لگاتار ایسے مظالم ہو رہے ہیں جن کے دفع کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور یہ صرف اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ صاحب مال کا کافی اقتدار بادشاہوں اور عظمائے قوم کے نفوس پر مسلط ہو گیا ہے، یہ صاحب ثروت سود خوار کمزوروں اور مزدوروں پر در پردہ حکومت کرتے ہیں جو ان غریبوں کو چار و ناچار سہنا پڑتی ہے، کیونکہ حکومت ارباب دول کی تائید کرتی ہے، اس کی وجہ سے آج تمام کمزور افراد اور اقوام کی زندگی سخت خطرے میں ہے، ان لوگوں کے قلب میں جنگ کی آگ مشتعل ہو رہی ہے ان کیلئے جنگ کے سوا اس خوفناک خطرہ سے نجات کی کوئی دوسری راہ نہیں، اس جنگ کی آگ کو مزدوروں کے قلب میں مشتعل کرنے والے خود صاحب مال ہی ہیں، جو سونے کی دہکتی ہوتی آگ سے مزدوروں کی سوکھی لکڑی میں لگی ہوئی ہے، جنگ کے شعلے مشتعل ہو رہے ہیں، اس سونے کے شعلوں سے غریب بیچارے ڈر رہے ہیں، اور مالدار اسکی روشنی سے خوش ہو رہے ہیں، لیکن عنقریب تمام حالتیں خود واضح ہو جائیں گی، یہ آگ محتاجوں پر ٹھنڈی اور خود مالداروں پر دہکتا ہوا انگارا ہو جائے گی، یہ اس وقت ہوگا جب دونوں قوتیں ٹکرائیں گی، اور مظلوم اسی دنیا میں ظالموں سے اپنا حق لے لیں گے، خیال کرو اس وقت کیا ہوگا جب قیامت کا دن ہوگا اور ان کو خدا کے سامنے کھڑا ہونا پڑیگا، پورا بدلہ تو اسی روز ملے گا، اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی ۔

جس طرح زنا کی سزا شریعت نے مقرر کر دی تھی، لیکن جب لوگوں نے اس سزا کو چھوڑ دیا

۲۲۱ تو اللہ تعالیٰ نے زانیون پر خوفناک عذاب مسلط کر دیا، یعنی تمام زانی آتشک وغیرہ جیسے خوفناک امراض مین مبتلا ہو جاتے ہیں اور اسی قسم کی بیماری مین گھل گھل کر قبل از وقت مر جاتے ہین، اسی طرح سود کا مسئلہ ہے، جب لوگون نے شریعت کی تحریم کا کچھ نہین خیال کیا تو تمام قومین جنگ اور بالشویزم کی خوفناک مصیبت مین مبتلا ہوگئین، جو لوگ اپنے غریب بھائیون سے سود لیکر کھاتے اور ان کو تباہ کرتے ہین اور خود نہایت عیش وآرام سے زندگی بسر کرتے ہین، ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جب کوئی مصیبت یا افلاس قوم پر آتا ہے تو انجام کار امراء پر بھی مسلط ہو جاتا ہے، کیونکہ دنیا کا دستور ہے کہ جو حکم پوری قوم پر لگتا ہے وہ ہر ہر فرد پر چسپان ہوتا ہے، اگر کوئی قوم محتاج اور مفلس ہے تو اس کے ایک امیر فرد کو اس افلاس کی ذلت سے خارج نہین کیا جا سکتا، اس سے معلوم ہوا کہ افراد کی خوش قسمتی پوری ملک وقوم کی خوش قسمتی پر موقوف ہے، انسان مدنی الطبع ہے، انس اس کی فطرت مین داخل ہے ، سود لینے سے انس کے بجاے نفرت پیدا ہوتی ہے اور صدقات وخیرات سے انس پیدا ہوتا ہے، اسی نکتہ کو ملحوظ رکھکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم صدقہ وخیرات مین برکت عطا کرتے اور سود کو برباد کرتے ہین، رسول اللہ صلعم نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کو قبول کر کے اس کی پرورش کرتا ہے، جس طرح کوئی شخص اپنے گھوڑے کے بچہ کی پرورش کرتا ہے، ایک حدیث مین ہے زکوۃ وغیرہ دینے سے مال مین کچھ بھی کمی نہین ہوتی،

(تنبیہ) جنگ عظیم سے تین سال پہلے جب مین دار العلوم مین مدرس تھا تو مین نے یہ تفسیر لکھی تھی ، ۱۹۱۴ء سے جنگ شروع ہوئی اور ۱۹۱۸ء مین صلح ہوئی، لیکن اس کے اثرات سے لوگ اب تک پریشان وسرگردان ہین اور قومین اضطراب مین مبتلا ہین، لہذا قرآن مجید کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی، جنگ نہایت خوفناک ہوئی، بالشویکی حکومت وجود مین آئی، زار روس کی سلطنت اور اس کے مال و دولت کا خاتمہ ہوگیا، میرے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا

وعدہ سچا ہے، قرآن مجید مین فال کی وجہ سے جس جنگ کا ذکر ہے وہ پوری ہو چکی، اگر اب بھی سود خواری کی یہی حالت رہی تو پھر جنگ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالی صاف کہہ رہا ہے فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ،

# سود کے متعلق اشتراکیون اور علمائے اسلام کی رایون کا موازنہ

اللہ تعالی کے اس ارشاد اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا کے متعلق علمائے کرام کہتے ہین کہ یہ آیت مجمل ہے جس کی تفصیل اور تشریح حدیث سے ہونی چاہیے، کیونکہ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی بیع خواہ وہ کسی شکل کی ہو جائز ہے، اور حَرَّمَ الرِّبٰوا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی بیع حرام ہے، خواہ نقدی منافع کی صورت مین ہو یا اُدھار کی یا اور کوئی صورت مین ہو، کیونکہ ہر خرید و فروخت کا مقصد اصل مین زیادتی اور نفع ہے، ربا کے بھی لغوی معنی زیادتی اور منافع ہین، اس لئے نفس اس آیت سے اصل مقصد تک پہنچنا بہت مشکل ہے، لہذا اس آیت کے سمجھنے کے لئے ہم کو حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے، حدیث شریف مین ان تمام چیزون کا بیان ہے جن مین سود ہوتا ہے، وہ چیزین یہ ہین، سونا، چاندی، گیہون، جو، کھجور اور نمک،

سود کی دو قسمین ہین اُدھار سود اور نقدی سود. مثلاً زید نے عمر کو دو مہینے کے لئے اس شرط پر دینار قرض دیئے کہ انکی ادائگی کے وقت گیارہ دینار دینے پڑینگے، اسی طرح گیہون اور جو وغیرہ مین بھی، اس کو اودھار سود کہتے ہین،

اور اگر یہ صورت ہو کہ زید عمر کو سونے کے وزن کے معاوضہ مین فی الحال دس اشرفی دے ۲۲۲
مثلاً اس کے پاس سونے کا زیور ہے، جو دس اشرفی سے زیادہ قیمت کا ہے، اور اگر یہ صورت ہو کہ زید سونے کے زیور سے، سونا خریدنے کے لئے کسی دوکان پر زیور لے گیا، دوکاندار نے اس کو

وزن کرکے اس سے کم سونا دیا، تو اس کو نقدی سود کہتے ہین، یہی صورتین غلون مین بھی ہوسکتی ہین، مثلاً کوئی شخص دو سیر گیہون کے بدلہ مین ایک سیر فروخت کرتا ہے، یہ اس صورت مین ہے جب جنس متحد ہو،

لیکن اگر جنس مختلف ہو، مثلاً کوئی شخص چاندی کے بدلہ مین سونا دیتا ہے یا جو کے بدلہ مین گیہون دیتا ہے تو اس صورت مین تفاضل جائز ہے، جو نقداً دست بدست ہو (جیسے ہندوستان مین کوئی شخص روپیہ سے سونا خریدے تو اس وقت نفع جائز ہے، کیونکہ روپیہ کا تعلق دوسری جنس سے ہے)

عربون مین صرف ادھاری سود کو سود خیال کیا جاتا تھا، آج بھی دنیا مین صرف اسی کو سود سمجھتے ہین، ابن عباسؓ کا بھی یہی خیال ہے، کیونکہ اہل عرب لوگون کو اس شرط پر مال قرض دیتے تھے کہ ماہانہ ہم تم سے ایک مقررہ رقم مثلاً چار آنے لین گے، اور اصل مال باقی رہیگا، پھر جب قرض کی میعاد پوری ہوجاتی تو مقروض سے اصل مال واپس لے لیتے، اور اگر مقروض ادا نہ کرسکتا تو سود بڑھا کر میعاد بڑھا دیتے تھے، مثلاً چار آنے کے بجائے ساڑھے چار آنے کردیئے، ایام جاہلیت مین عربون کا یہی سودی کاروبار تھا، اور اسی کو ربا کہتے تھے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ آیت کریمہ مین ربا سے مراد یہی سود ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی کو حرام کیا ہے، کیونکہ عربون مین یہی سود رائج تھا، لیکن حدیث نے دوسری چیزون مین بھی سود کو تسلیم کیا ہے، اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ بیع کی تین صورتین ہوتی ہین، ایک روپیہ پیسے سے کھانے پینے کی چیزین بیچنا، یہ نقدی اور اُدھاری ہر طرح جائز ہے، دوسری تانبے کے سکے کو چاندی کے سکے سے بدلنا یا بیچنا، اس مین بھی بشرط نقد تفاضل یعنی منافع جائز ہے، اسی طرح اگر دست بدست ایک سیر گیہون کے عوض دو سیر جَو دے تو بھی تفاضل جائز ہے لیکن سونے سے سونا چاندی سے چاندی اور گیہوں سے گیہوں کی صورت مین تفاضل یعنی منافع جائز نہیں ہے، بلکہ اس صورت میں برابر برابر ہونا چاہیے،

چونکہ یہ مقام تحریم سود کی حکمت اس کی تحدید اور اس کے اصناف کی حکمت کے بیان کو

چاہتا ہے جن میں سود ناجائز ہے، اس لئے ہم علمائے کرام کے قول کے مطابق ان حکمتوں کو بیان کرتے ہیں، چونکہ عرب کہتے تھے کہ بیع بھی تو سود ہی کے مثل ہے، کیونکہ دونوں کا مقصود فائدہ ہے، پھر ایک کا جائز اور دوسرے کا ناجائز ہونا خلافِ عقل ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے جواب میں ربا کے متعلق تمام امور کو ترک کرتے ہوئے صرف حکم اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا بیان فرمایا تاکہ ہماری عقلیں خود اس کی تفصیل کر لیں، اب ہم پہلے تحریم سود کی حکمت بیان کرتے ہیں، اس کے بعد ان چیزوں کا ذکر کریں گے جن میں سود ہوتا ہے، آخر میں بالشویزم کو ذکر کرینگے اور یہ دکھائیں گے کہ اشتراکیوں کا خیال کیا ہے، اور اس کے متعلق ان کے کیا نظریئے ہیں،

## سود کے حرام ہونے کی حکمت اور امام غزالیؒ کی رائیں

سود کی حرمت کے متعلق امام غزالیؒ نے مفصل بحث کی ہے جس کو بغرض فائدہ مختصراً درج کی جاتی ہے، وہ لکھتے ہیں، کہ سونا اور چاندی دونوں مقصود بالذات نہیں ہیں، بلکہ درحقیقت تبادلہ اور معاملات کے لئے یہ دونوں وسیلے ہیں، اگر ایک شخص کے پاس اونٹ، اور دوسرے کے پاس زعفران ہو اور ان میں سے ہر شخص چاہتا ہو کہ اس کی چیز کے مقابلہ میں دوسرا شخص کس مقدار کا مستحق ہوگا، تو دونوں نقد یعنی سونا، چاندی حکم قرار دیئے جائیں گے، مثلاً کہا جائیگا کہ یہ اونٹ بیس دینار کے برابر ہے، اور زعفران کی قیمت بھی بیس دینار ہوگی، لہذا اونٹ اور زعفران میں مساوی طور پر تبادلہ ہو سکتا ہے، اس سے اگر کوئی شخص ان دونوں حاکم نقدوں کی تجارت کر کے ان کو بند کر کے رکھدے تو ایسا شخص ظالم ہوگا، گویا اس نے ایسے قاضی کو قید کر دیا جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کرتا تھا، اس صورت میں لوگوں کا کاروبار بند ہو جائے گا،

اسی طرح ان مطعومات کو سامان تجارت قرار دینا جائز نہیں جن کی بالذات خرید و فروخت ہوتی ہے اگر ایسا کیا جائے گا تو مطعومات چند لوگون کے ہاتھون مین محصور ہو جائین گے، اور دوسرے تمام انسانون کو ضرر پہنچیگا، کیونکہ اس صورت مین احتکار اور اجتماع کا خیال پیدا ہو جائے گا، حالانکہ تمام انسانون کو مطعومات کی یکسان حاجت ہے، اس لئے مطعومات کو مستغنی شخص کے قبضہ سے نکالکر ضرورت مندون تک پہنچانا چاہئے، اگر کوئی شخص مطعومات کی تجارت کرنا چاہے، تو ان کو ایسے اشخاص کے ہاتھ بیچنا چاہئے جو انکو غیر مطعوم کے عوض طلب کرین، امام غزالی کے قول کا یہی خلاصہ ہے اگرچہ امام غزالی کا یہ بیان نہایت اعلیٰ ہے، لیکن حکمت ربانی کی معرفت کے لئے کافی نہین اس لئے اب ہم دوسرے لوگون کے خیالات بیان کرتے ہین،

بعض لوگ کہتے ہین کہ سود اس لئے حرام ہے کہ وہ لوگون کو کسب کی محنت سے روکدیتا ہے اس لئے کہ اگر کوئی صاحب ثروت سود کے ذریعہ سے بغیر کسی محنت اور مشقت کے دولت حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ تجارت اور صنعت وغیرہ کی محنت اور مشقت کیون اٹھائے گا، اس لئے اس صورت مین خلق اللہ کے نفع کی اضاعت کا اندیشہ ہے، ہم کو معلوم ہے کہ عالم کی مصلحتین، کسب، تجارت، حرفت اور صنعت وغیرہ ہی سے درست اور پوری ہو سکتی ہین، اور جواز سود کی صورت مین یہ تمام چیزین بے کار ہو جائین گی، بعض لوگ کہتے ہین، کہ قرض دینے والا مالدار اور غنی ہوتا ہے اور قرض لینے والا مفلس اور فقیر، اس صورت مین اگر سود کو جائز کر دیا جائے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ مالدار شخص فقیر اور مفلس سے زائد مال لے گا، اور ایک تباہ و برباد شدہ انسان اور زیادہ تباہ و برباد ہو جائیگا، یعنی جو رحم کا مستحق ہے مورد ظلم و ستم ہوگا، کسی مفلس انسان کو تباہ کرنا اور اس کا خون چوسنا عقل اور شریعت دونون کے خلاف ہے، لہذا سود کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

---

# کن صنفوں میں سود حرام ہے

اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ سود کی چھ قسمیں حرام ہیں، لیکن لوگوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ شریعت
نے ان چھ قسموں کو کیوں مخصوص کیا، لہذا تمام علما، اس کی تحقیق میں مشغول ہو گئے، امام شافعی رحمۃ اللہ ۲۲۳
علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سود صرف ملعوم اور نقد میں ہوتا ہے، کیونکہ حدیث
میں دونوں یعنی نقد اور مطعومات کا ذکر ہے، لہذا حدیث پر قیاس کرتے ہوئے ہم ان چھ مذکورہ مطعومات
کے علاوہ باقی اور تمام مطعومات میں سود ناجائز قرار دینگے، امام ابو حنیفہ کی رائے اس کے خلاف ہے،
وہ فرماتے ہیں کہ سود کا مدار اندازہ پر ہے، اور اندازہ وزن سے ہوگا یا پیمانہ سے، اس لئے ہر
چیز جس کو ناپا یا وزن کیا جا سکتا ہے اس میں اتحادِ جنس کی صورت میں سود حرام ہے، اس لئے
امام ابو حنیفہ کے نزدیک لوہے، پیتل اور روئی وغیرہ میں بھی سود حرام ہے، امام مالک فرماتے
ہیں، حدیث میں سود کا مدار قوت (غذا) کو قرار دیا گیا ہے، کیونکہ گیہوں اور جو وغیرہ کا تعلق ہماری
روزی سے ہے لہذا انہی پر تمام اقوات کو قیاس کیا جائے گا، اور ان میں سود ناجائز ہوگا،

ابن ماجشون تو کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس میں نفع کی امید ہو اس میں سود حرام ہے، علمائے
اسلام کے نزدیک تمام اقوال میں یہ قول سب سے زیادہ عام ہے، اور مذکورہ بالا حکمت کے مناسب بھی
یہی قول ہے، کیونکہ سود دینے والا بغیر کسی بدل کے مال کو لیتا ہے، اور یہ یقینی ہے، کہ جو شخص مکیل،
موزون، حیوان، نبات، معادن، اور زمین وغیرہ میں زیادہ لیتا ہے تو وہ بغیر کسی ایسی منفعت کے
زیادہ مال لے رہا ہے، جس سے نوعِ انسان کو کچھ فائدہ نہیں، پھر وہ ان تمام چیزوں کے تبادلہ میں
کس چیز کے مقابلہ میں زیادتی کا مستحق ہوگا، ظاہر ہے کہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کے بدلہ میں وہ زیادتی
کا مستحق ہو، زراعت پیشہ، تاجر، اور دستکار ایسی چیزیں بناتے ہیں جو انسانوں کے لئے مفید ہوتی

ہین، لیکن سود خوار جو کرسی پر آرام سے بیٹھا رہتا ہے، کیسا کام کرتا ہے، کس چیز کی زراعت تا ایک
شہر سے دوسرے شہر تک کونسا مال پہنچاتا ہے کہ اس کے مقابلہ مین اصل پر کسی زیادتی کا مستحق ہو
لہذا اس حکمت کی رو سے کیل، موزون اور معدود مین کوئی فرق نہین بلکہ ہر ایک نفع والی چیز مین
سود حرام ہے، اور یہی عقل اور واقعہ کے مطابق ہے،

جب سود کے متعلق صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل تحدید نہ ہونے کی وجہ سے
علماے اسلام کے اقوال مختلف ہو گئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلعم دنیا سے
تشریف لے گئے اور سود کے متعلق ہم لوگون نے آپ سے تحقیق نہین کر لی، ابن عمر کا مقصد یہ ہے
کہ آیت مجمل رہ گئی تفصیل نہ ہو سکی،

پھر امام غزالی ایک دوسری جگہ بیان کرتے ہین کہ یہ تمام معاملات، شروط، حدود، قوانین
اور عقود وغیرہ لوگون کے قصور اور ضعف عقل کی وجہ سے متعین اور مقرر کر دیئے گئے ہین، ورنہ
تمام انسان آپس مین متضامن اور متعاون ہین، ہر انسان کا صرف اسی قدر حق ہے کہ وہ کام اور مال
سے اپنے حصہ کے بقدر لے اور کچھ جمع نہ کرے بلکہ اگر اس کے پاس مایحتاج سے زائد ہو تو اپنے
دوسرے بھائیون کی مدد کرے، یہ قول موجودہ دور کے اشتراکیون کے قول کے مشابہ ہے،

پھر آگے لکھتے ہین، جو شخص اپنی ضرورت سے زیادہ مال لیکر جمع کرتا ہے درآنحالیکہ خدا
کے بندون مین اکثر محتاج اور مفلس ہین تو یقیناً ایسا شخص ظالم ہے اور وہ اس طبقہ مین داخل ہے
جس کی شان مین یہ آیت نازل ہوئی، اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ الآیہ یعنی روپیہ پیسے جمع
کرتے ہین اور خدا کی راہ مین نہین خرچ کرتے ہین، خدا کی راہ سے مراد اس کی طاعت ہے، خدا کی طاعت
مین دنیاوی مال کو بہت کچھ دخل ہے، کیونکہ اسی مال کی وجہ سے مخلوق کی حاجتین اور ضرورتین
پوری ہوتی ہین، ہان یہ بات ضروری ہے کہ یہ باتین فقہاء کے فتوون مین نہین داخل ہو سکتین،

کیونکہ حاجتون کی مقدار پوشیدہ، انسانی نفوس مختلف اور اواخر اعمال معلوم نہین ہوتے ہین، لہذا عام لوگون کو تمام مال کے خرچ کی تکلیف دینا ویسا ہی ہے، جیسا کہ بچون کو وقار سے رہنے اور لایعنی باتون سے بچنے کی تکلیف دینا، کیونکہ بچے عقل کی خامی کی وجہ سے ان باتون کے سمجھنے اور انگیز کرنے کی طاقت نہین رکھتے، اسی وجہ سے ہم نے ان کو کھیل کود کی اجازت دیدی، لیکن اس سے یہ نہین لازم آتا کہ فی الواقع کھیل اور کود حق ہے، اسی طرح ہم لوگون کا عوام کو حفظ مال اور صرف زکوٰۃ مین خرچ کرنے کی اجازت دینا اس وجہ سے ہے کہ بخل ان کی جبلت مین داخل ہے، اس سے یہ نہین لازم آتا کہ مال کا جمع کرنا فی الواقع اچھا ہے، قرآن مجید نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، اِنْ یَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ، حق بات یہ ہے کہ اللہ کا بندہ اپنے لئے اسی قدر مال رکھے جس قدر ایک مسافر اپنے لئے رکھتا ہے، کیونکہ اللہ کے تمام بندے اس دنیا مین مسافر ہین جو بدن کی سواری پر ملک الدیان کی درگاہ کے پاس جا رہے ہین، پھر جو شخص ضرورت سے زیادہ مال رکھتا ہے، اور دوسرے حاجتمند مسافرون کو اس سے روکدیتا ہے، وہ یقیناً ظالم اور مقصود حکمت سے غافل ہے، نیز اللہ کی تمام نعمتون، قرآن، رسول، عقل اور ان تمام اسباب کا منکر ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ زادراہ سے زائد جمع کرنا دنیا اور آخرت ہر دو جگہ وبال ہے، جس شخص نے تمام موجودات عالم مین اللہ کی حکمت پہچان لی درحقیقت وہی شخص خدا کا حقیقی شکرگذار بندہ ہوگا، انتہی،

اس تفصیل کے بعد اب غور کرو کس طرح ابن عباسؓ کا خیال تھا کہ آیت مین ربا سے مراد وہی سود ہے جو آج تمام قومون مین مشہور و معروف ہے، اور جاہلیت مین اسی کو ادھاری سود کہتے تھے، اور کس طرح حدیث مین سونا چاندی اور چھ مطعومات مین سود ناجائز قرار دیا گیا، پھر کس طرح علمائے اسلام نے اپنے قیاس کے اندر مطعوم مین وسعت دی یہانتک کہ ہر وہ چیز جو قابل نفع ہو

اس مین بھی سود کو ناجائز کہا، اور کس طرح حکمت تحریم ربا کے مناسب یہی قول ہے کہ ہر
چیز مین سود ناجائز ہو، پھر غور کرو کس طرح امام غزالی نے اس مین وسعت دی اور تمام انسا ۲۲۴
بیچے اور جاہل قرار دیتے ہوے یہ کہا کہ تمام شروط اور قوانین کی حدبندی صرف انسان
کی کمزوری کی وجہ سے ہے ورنہ سب انسان آپس مین بھائی بھائی ہین، لہذا ہر ایک شخص کو
سے فاضل مال اپنے بھائی کو دینا چاہئے، واللہ روس کے بالشویک بھی اس حد تک پہنچنے ۔
ہوگئے، جہان تک امام غزالی پہنچے ہوئے ہین، ان لوگون نے عام ملکیت کو سلب کرلینا
کامیاب نہ ہوسکے، صرف اتنا کرسئے کہ ہر شخص زمین سے ایک مقررہ رقبہ لے جیسے
ہے، کیونکہ چین مین بھی ملکیت محدود ہے، مقررحد سے زیادہ کسی کو قبضہ مین رکھنا جائز نہیں
تو اسلامی مباحث تھے اب مین بالشویکی نظریون کو تحریر کرتا ہون،

## اشتراکیت اور کس طرح اس کے نظریے بالکل اسلام کے مطابق ہین

مذکورہ بالا بحث سے تم کو معلوم ہوگیا کہ علمائے اسلام مواسات و اخوت کی ا
پہنچ گئے ہین کہ انھون نے کہدیا کہ ہر شخص کو اپنی ضرورت سے زائد مال صدقہ کردینا چاہئے
بخیل اور حریص ہوگا، کسی شخص کو سونا چاندی یا مطعومات نہ جمع کرنا چاہئے بلکہ تمام فاضل
مستحقین کیلئے ہین، لیکن حق یہ ہے کہ ان خیالات پر پورا عمل کرنا ناممکن ہے، کیونکہ ہر انسا
نے قوت، قدرت اور استطاعت عطا فرمائی ہے، جس کا اظہار ضروری ہے، ورنہ تمام عا
اور کاہلی پیدا ہوجائے گی اور ہر شخص محنت اور مشقت کے خوف سے دوسرون کے عطی
کریگا، صدقہ و خیرات ایسے شخص کو دی جائے جو بالکل مجبور رہو، اور ایسے شخص کو کبھی نہ دی

اور سست ہو، کیونکہ کاہل اور سست کو مال دینا سخت خطرناک ہے چونکہ اسلام نے ایسے مکارم اخلاق کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے، اس لیے تمام ممالک اسلامی مین اوقاف موجود ہین، صرف مصر مین اوقاف کی عمومی آمدنی عام ملکیت کا دسوان حصہ ہے، یہ تمام اوقاف اسلام کے انہی مکارم کے مظاہر ہین، اسلام مین سب سے بڑی مصیبت تو یہ پیدا ہوگئی ہے کہ اوقاف وغیرہ ایسے لوگون کے قبضہ مین ہوتے ہین، جو ان کو بالکل برباد کر دیتے ہین، اور ان کو صحیح مصرف مین صرف نہین کرتے، اور نہایت بے غیرتی کے ساتھ انہی اوقاف وصدقات پر اپنی زندگی بسر کرتے ہین، یہ لوگ مسلم قوم پر تمام مصیبتون سے بڑھکر مصیبت ہین لیکن بالشویزم والون کی اوپر کی تفصیلات کے متعلق یہ رائے ہے، یہ لوگ کہتے ہین کہ روزی کے مصادر چار ہین،

۱۔ کام کرنے والون کی محنت،

۲۔ زمین جس مین ہم کام کرتے ہین،

۳۔ اصل سرمایہ،

۴۔ کارخانون کے مالک،

ان کے نزدیک ہر وہ چیز جو ضرورت سے زیادہ ہو مال ہے، لہذا غلہ، حصیر، مکانات، اور وہ زمینین جو ضرورت سے زائد ہون سب ان لوگون کے نزدیک مال ہین، کیونکہ ان تمام چیزون سے معاملہ اور تبادلہ کیا جا سکتا ہے، روپئے پیسے کے متعلق ان کا بھی وہی خیال ہے جو علماء اسلام اور امام غزالی وغیرہ کا ہے، وہ یہ کہ سونا اور چاندی، مبادلہ اور معاملات کی سہولت کے لئے واسطہ ہین، بلکہ یہ لوگ تو کہتے ہین کہ یہ دونون چیزین درحقیقت مال ہی نہین، کیونکہ ان سے کھانے پینے اور رہنے سہنے مین کچھ بھی فائدہ نہین، ہان تمدن اور تہذیب اور نظام حکومت کیلئے لازم اور ضروری ہین، لیکن جب سلطنت کا نظام برہم ہو جائے تو ان دونون کے تعامل کی قیمت گر جاتی

ہے، اور وہ شخص جو ایک من گیہون کا مالک ہے سونے کی تھیلی والے سے زیادہ بہتر حالت مین ہوگا،
تبادلہ مین ان لوگون کا وہی راستہ ہے جس پر علماے اسلام چل چکے ہین، یہ کہتے ہین کہ یہ کس طرح صحیح ہو سکتا
ہے کہ ایک غریب شخص کسی مالدار سے ایک من گیہون لے اور ایک سال کے بعد پھر یہی مالدار
اس غریب سے ڈیڑھ من وصول کرے، اس قسم کا تبادلہ جماعت انسانی کے لئے سخت مضر ہے، ایک
سودخوار جو انسانی جماعت کیلئے تو کوئی کام نہ کرے وہ تو آقا اور مالک ہو اور بڑے بڑے مالدارون کی طرح عیش و عشرت
ساتھ زندگی بسر کرے لیکن غریب مزدور باوجود سخت محنت اور مشقت کرنے کے محتاج اور ذلیل و خوار
رہے، غور کرو علماے اشتراکیین اور علماے اسلام دونون سود کی حرمت اور اس کی دلیل مین
کیسے متفق الخیال ہو گئے ہین، لیکن اشتراکی حد سے بہت آگے بڑھ گئے، وہ کہتے ہین کہ
ایک مالدار جس کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ گیہون ہوگا وہ کارخانون کے مزدورون
اور کاشتکارون کے مقابلہ مین فخر کرے گا، کہ مین تم دونون طبقون سے زیادہ مالدار ہون
اور مجھ مین یہ طاقت ہے کہ تم لوگون کے بجاے دوسرون کو کام پر لگا دون، اس خوف
سے یہ غریب بالکل کم مزدوری پر کام کرینگے جس قدر مزدور اور کاشتکار بڑھتے جائین گے اسی
۲۲۵ قدر مالدارون کی ثروت بھی بڑھتی چلی جاے گی، نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ مالدار ثروت کے مالک اور
غریب مزدوران کے غلام ہو جائین گے ، مالدارون مین جتنی ثروت بڑھتی جاے گی، غریب
مزدورون کا اتنا ہی افلاس بڑھتا جائے گا، کیونکہ مزدورون کی کثرت کی وجہ سے کم سے کم
اجرت پر وہ ان سے کام لینگے اور خود کوئی کام نہ کرینگے، ان کا کام صرف اپنی راحت اور زینت و
آرایش اور اسراف ہوگا، موجودہ دور مین اس مصیبت کے علاوہ دوسری مصیبت یہ ہے
کہ ایسے ایسے نئے آلات اور ایسی ایسی مشینین ایجاد ہو گئی ہین جنھون نے مالدارون کو مزدورون
سے بے نیاز کر دیا ہے، جتنا کام ہزارون مزدور کرتے ہین، اتنا صرف ایک مشین کر سکتی ہے،

نتیجہ یہ ہے کہ ہزاروں انسان بیکار اور بھوکوں مرتے ہیں، اور یہ اربابِ ثروت عیش کرتے ہیں، یہ باتیں قانونِ فطرت کے خلاف ہیں، اس لئے بالشویک چاہتے ہیں کہ تمام کارخانے، زمینیں اور تجارت سب حکومت کی ملک ہوں، اور تمام انسان ایک مشترک خاندان کی طرح اپنی طاقت کے مطابق کام کریں لیکن مذہبِ اسلام نے صدقات اور اوقاف کی ترغیب دلاکر عدل و انصاف اور نظامِ عمل کا بیج بو دیا ہے، اس نے رحمت شفقت اور نیکی کو ہر شخص کے لئے ضروری قرار دیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ انسانوں کو سوال کرنے سے روک دیا ہے۔ صدقات اور اوقاف پر عمل کرنے سے ایسا نظامِ عمل پیدا ہو سکتا ہے جو بالشویک کو خواب میں بھی نظر نہیں آسکتا، لیکن افسوس کہ مسلمانوں اموال کو ان کی اصلی جگہ پر رکھنے سے غافل ہو گئے، اکثر اوقاف غیر مصرف میں صرف کئے جاتے ہیں، یہ طریقہ مذہبِ اسلام اور احکام صدقات کے بالکل خلاف ہے۔ یہی باتیں ہیں جن کو میں اس جگہ تحریر کرنا چاہتا تھا لیکن عنقریب ہماری قوم میں ایسے اشخاص پیدا ہونگے جو اوقاف وغیرہ کے نظام کو شریعت کے مطابق بنائینگے اور ہمارا ہر ایک عمل باقاعدہ نظام کے ساتھ وابستہ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری شان میں ارشاد فرما چکا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیۃ

## دین اور رہن پر کلام

خدائے تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا لیکن بیع سلم کو جائز رکھا، بیع سلم کہتے ہیں اس خرید و فروخت کو جو ایک وقتِ مقرر تک کے لئے کیجائے، اور اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اسکو لکھ لیا جائے، اس میں طرفین کے لئے ضروری ہے کہ طے شدہ معاملہ کے لکھنے کے لئے ایک کاتب مقرر کریں جو بغیر کسی کمی بیشی کے تحریر کیا کرے، کاتب کو ان باتوں کے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے، کیونکہ کتابت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک نعمت ہے، اور اس کا شکر اس کے استعمال

کرنے میں ہے، دین کی کتابت کے واجب سنت اور کفایہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن یہ قول کہ وہ سنت ہے سب میں مرجح ہے، وجوب صرف اسی صورت میں ہوگا، جب کہ نہ لکھنے کی صورت میں کوئی بڑا خطرہ ہو اور بغیر کتابت کوئی چارہ کار نہ ہو،

جس پر حق واجب ہو اس کو بھی چاہیئے کہ خود لکھ لے یا کسی دوسرے سے لکھوا لے اور صحیح رقم کے بتلانے میں نہ کمی کرے، لیکن اگر وہ شخص یعنی جس پر حق ادا واجب ہوگا، ناقص العقل کمزور یا بالکل بوڑھا ہو یا گونگا ہونے کی وجہ سے لکھوانے پر قادر نہ ہو یا تحریر کی زبان سے ناواقف ہو تو بچہ اور فاتر العقل ہونے کی صورت میں اس کا سرپرست لکھوا دے یا لکھدے اور غیر مستطیع ہونے کی صورت میں اس کا وکیل مترجم لکھدے یا لکھوا دے،

اس تحریر پر دو مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورت کو گواہ بنانا چاہیئے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک عورتوں کی شہادت صرف اموال میں مقبول ہے، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حدود اور قصاص کے ماسوا ہر چیز میں مقبول ہے، گواہوں کو عادل اور منصف ہونا چاہیئے،

قرضوں اور رہنوں کو لکھنے سے گھبرانا نہ چاہیئے، کیونکہ یہ خدا کے نزدیک منصفانہ طریقہ ہے اس سے کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا، ہاں دست بدست تجارت میں شہادت اور لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر تم مسافرت میں رہو اور کوئی لکھنے والا نہ مل سکے تو اس کا استحکام رہن سے ہو سکتا ہے، اور اگر باہم اعتماد و اعتبار ہو تو پھر رہن رکھنے کی بھی ضرورت نہیں، ہاں جس کو امین سمجھ کر قرض دیا گیا ہے، اس کو چاہیئے کہ صحیح طور پر ادا کرے، خیانت کرنے اور انکار حق میں خدا سے ڈرے، شہادت کو کبھی نہ چھپاؤ، جو شخص چھپائیگا وہ خدا کے نزدیک گنہگار ہوگا، اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی واقفیت ہے،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (خدا سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ ہی تم کو سکھلاتا ہے) یعنی خدا سے

اوامر کی مخالفت کرنے سے ڈرو، اس کے تمام احکام صحیح طور پر بجا لاؤ، اللہ تعالیٰ تم کو ایسے احکام
کی تعلیم دیتا ہے جن مین تمھاری مصلحتین ہین، اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ اس کی تعلیم صرف نماز،
روزہ، اور زکواۃ ہی کے ساتھ مخصوص نہین ہے۔ دین کی تقویم دنیاوی مصلحتون سے ہوا کرتی ہے
وہ دین و دنیا دونون سے واقف ہے، اس لئے تم لوگ دونون فرائض کو صحیح طور پر ادا کرو، اگر
مسلمانون نے ارضی اور قومی سعادت کے نظام کو درست نہین کیا تو وہ دنیا اور آخرت دونون
جگہ عذاب مین مبتلا ہون گے، کیونکہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے اور اپنی واقفیت کے بنا پر ہم
لوگون کو دین و دنیا کی مصلحتین سکھاتا ہے، جب ہم ان مین سے کسی مین کچھ کمی کر دینگے تو دوسرے ۲۲۶
کو خود بخود نقصان پہنچ جائے گا، چنانچہ دیکھو چونکہ آجکل مسلمان دنیاوی امور سے غافل ہو گئے،
اس لئے ان کے دین مین بھی کمی آ گئی، اور وہ خسر الدنیا والآخرہ کے مصداق ہو گئے،
اب وقت آ گیا ہے کہ تمام مسلمان اپنی بھلائی کو پہچانین، علوم پڑھین اور صنعتون کی تعلیم حاصل کرین،
علم کے متعلق جس قدر بھی حدیثین اور آیتین وارد ہوئی ہین تم ان سے واقف ہو اسلئے ہم ان کو
ذکر کرکے طول دینا نہین چاہتے۔ بخاری شریف اور احیاء العلوم پڑھو، واللہ یھدی الی الرشاد

## بیسوان مقصد

| | |
|---|---|
| لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ | جو کچھ آسمان و زمین مین ہین سب خدا ہی کی |
| وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ | ملک ہین اور جو کچھ کہ تمھارے نفسون مین ہے |
| أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ | اس کو تم ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو اللہ تم سے |
| فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ | حساب لیگا، پھر جس کو چاہے گا بخش دیگا، |
| مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ | اور جس کو چاہیگا عذاب کریگا، اور اللہ ہر |

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ
چیز پر قادر ہے، اللہ کا رسول اس پر ایمان

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ
رکھتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۝ كُلٌّ اٰمَنَ
سے اس پر نازل ہوا، اور جو لوگ ایمان

بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ
لائے ہیں وہ بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں

وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ
سب کے سب اللہ پر اسکے فرشتوں پر اسکی

اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا
کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان لائے ہیں

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ
کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق

رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا
نہیں کرتے اور سبھوں نے کہا کہ ہم نے سنا

يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا
اور خوشی سے تسلیم کیا، اے پروردگار، تو ہمارے

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا
گناہ بخشدے، ہم سب کو تیری ہی طرف لوٹنا

اكْتَسَبَتْ ۝ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا
ہے، اللہ کسی کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف

اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا
نہیں دیتا ہی، ہر جان کیلئے وہی ہے، جیسی کچھ

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا
کہ اسکی کمائی ہو، اے خدا اگر ہم سے بھول چوک

حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ
ہو جائے تو ہم سے مواخذہ نہ کر، اے خدا تو ہم پر

قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا
کوئی سخت حکم نہ نازل کر جیسا کہ ہم سے قبل والوں

مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ
پر تو نے نازل کیا تھا، اے خدا تو ہم پر کوئی

عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
ایسا بار نہ ڈال جس کی برداشت کی ہم میں

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى
طاقت نہ ہو اور ہم سے درگذر کر اور ہم کو بخشدے

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝
اور ہم پر رحم کر تو ہمارا کارساز ہی اور کافروں پر

اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ الآیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو باتین ہمارے دلون مین پیدا ہوتی
ہین اللہ تعالیٰ ہم سے ان کا حساب لیگا، کیونکہ ہماری روحین لوح کے مشابہ ہین، ہم کو جو کچھ حواس
خمسہ کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے وہ سب اس مین مرتسم ہو جاتا ہے، پھر جب انسان مرجاتا ہے
توسب کچھ اصل صورت مین ظاہر ہو جاتا ہے اور انسان کے سامنے وہ تمام باتین آجاتی ہین جن کو وہ
دنیاوی زندگی مین تصور کرتا تھا، اس وقت اس کو ایسا معلوم ہوگا کہ اسس کا نفس گویا ایک کٹیلگ
ہے جس مین مختلف قسم کے نقوش ہین، پھر وہ اس میں اپنی بری صورتون کو دیکھ کر نفرت کرے گا
اور حسین وجمیل صورتون کو دیکھ کر خوش ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا
(اس روز ہر نفس اپنی بھلائی اور برائی کو موجود پائے گا، اور خواہش کرے گا کہ کاش ہمارے اور اس کے
مابین بہت دور دراز فاصلہ ہوتا) ایک جگہ فرمایا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ
حَسِيْبًا (اپنی کتاب پڑھو آج حساب کے لئے خود تمھارا نفس کافی ہے) اس آیت مین خود نفس کو محاسب
قرار دیا، کیونکہ نفس ہی اپنی اچھائی اور برائی سے واقف ہوا کرتا ہے، اس پر غور کرو کہ جب ہمارے
کسی مخفی اور برے کام سے لوگ واقف ہو جاتے ہین تو اسی دنیا مین ہم کو کس قدر رنج ہوتا ہے،
اور اگر ہم اپنے برے کامون کو لوگون سے پوشیدہ رکھنا چاہین اور وہ دفعۃً ظاہر ہو جائین تو
ہماری حالت کیسی ہوگی حضرت مریمؑ کے قصہ پر غور کرو: جب انکی قوم کو معلوم ہوگیا کہ بغیر شوہر کے
ان کو بچہ پیدا ہوا ہے، تو اس وقت مریم علیہا السلام کہتی ہین، يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا
وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (کاش مین اس کے قبل مرجاتی اور بالکل معدوم ہو جاتی) کس طرح اللہ تعالیٰ
کافرون کی حالت دکھلاتے ہوئے بیان کرتا ہے، وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا
(قیامت کے روز کافر کہین گے کاش مین مٹی ہوتا) ایک کافر مٹی ہونے کی آرزو کریگا، اور مریم علیہا السلام

نسیاً منسیا ہونے کی آرزو کرتی ہین، مریم نے تو اپنی اس رسوائی کا لحاظ کرتے ہوے کہا جو ان کی قوم کی طرف سے ان کے ساتھ منسوب ہونے والی تھی، لیکن بالآخر لوگون کو ان کی طہارت اور شرافت کا یقین ہوگیا، رسوائی اور شرمندگی مظہر کے مطابق ہوا کرتی ہے، اس لئے کافر اس روز اپنے علم کو جہل اور عمل صالح کو قبیح دیکھے گا، اس لئے مٹی بنجانے کی آرزو کریگا، اللہ تعالی نے فرمایا اُولٰٓئِكَ
۲۲۰ لَهُمْ عَذَابُ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَهُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ
(انہی لوگون کے لئے دنیاوی زندگی مین ذلت اور رسوائی کا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ ذلت دینے اور رسوا کرنے والا ہے)

تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کے نفس مین ابتداے حیات سے آخر حیات تک کی صورتین منقش اور مرتسم ہو جاتی ہین، جس طرح ہر چیز کی شکلین ہوا مین مرتسم ہو کر ہماری آنکھون تک پہنچتی ہین، اسی طرح ہمارا نفس بھی غیر متناہی صورتون کو قبول کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ بیشمار واقعات اور علوم جو ہمارے نفوس مین جمع ہوتے ہین، ہم کو اکثر یاد آتے رہتے ہین، ان تمام صورتون کو نفس کبھی نہین بھول سکتا، دنیاوی زندگی مین بھول جانے کی وجہ ہماری کمزوری ہے، غرض انہی صورتون کا اللہ تعالی حساب لے گا، اور غفران و عذاب ہوگا،

تمام حرکات و افکار ہمارے نفوس مین مدون ہو جاتے ہین، جو موت کے بعد ظاہر ہونگے اس لئے ہر انسان کو ڈرنا چاہئے، زندگی نہایت مختصر ہے، ایسا نہ ہو کہ ہمارے نفس مین بری صورتین مرتسم ہو جائین، پھر موت کے بعد ہم کو پچھتانا پڑے،

اللہ تعالی کا قول اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ۔ اس سورہ کا خاتمہ ہے جو تمام سورہ کا خلاصہ ہے، کیونکہ سورۂ بقر مین دو چیزین مذکور ہین، ایمان اور عمل، ایمان کا ذکر ابتدا مین فرمایا اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ۔ اس کے بعد منافقون اور کافرون کا ذکر کیا، اس کے بعد الوہیت کی دلیلین

اور یہودیون کی مذمتین بیان فرمائین، کیونکہ ان کے مقالات مومنون کے ایمان کے مخالف اور مناقض تھے، یہ مباحث سورہ بقر کے جزء اول مین ہین، اور جزء ثانی مین نماز، روزہ، حج، نیک اعمال مثلاً صبر، اخلاص، تقویٰ، عورتون کے معاملات، ترک قسم، جہاد، ملکی حفاظت، خرچ کی فضیلت، ترک ریا، اور دوسرے معاملات کی کیفیت وغیرہ بیان فرمائی، اس لئے پوری سورہ دو چیزون کو شامل ہے یعنی ایمان و عمل، خاتمہ کی آیت مین ایمان کا ذکر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ مین اور عمل کا ذکر سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا مین کیا، غور کرو خاتمہ بھی کس طرح ترتیب سورہ کے مطابق ہے، پھر ایمان کی ترتیب پر تعجب کرو، پہلے ملائکہ پھر رسول کا ذکر فرمایا، کیونکہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو ملائکہ پر ظاہر کیا، اور ان لوگون سے انبیاے کرام پر، اس لئے اشراقِ نور مین ملائکہ واسطہ ہین، اس کی مثال یون سمجھو، اللہ تعالیٰ مثل آفتاب اور ملائکہ مثل قمر ہین، وحی جو ذاتِ خداوندی سے صادر ہوکر بواسطۂ ملائکہ انبیاے کرام کو ملتی ہے وہ آفتاب کی روشنی کے مثل ہے جو قمر پر منعکس ہوکر موجوداتِ عالم پر پڑتی ہے، یہان پر ایک سوال ہے کہ ملائکہ افضل ہین یا انبیاے کرام، علماء نے اس مین بہت زیادہ اختلاف کیا ہے، لیکن محض بے کار کیونکہ اس مسئلہ کا اثر نہ تو ہماری عقلون پر پڑتا ہے اور نہ متعلمین کی ترقی مین اس کو کچھ دخل ہے، بعض کہتے ہین کہ انبیاے کرام ملائکہ سے افضل ہین اور بعض کہتے ہین کہ ملائکہ انبیا ر سے افضل ہیں، اور انبیار ملائکہ زمین سے افضل ہین، لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ انبیاے کرام تمام انسانون سے افضل ہین، صرف بعض صوفیہ کا اس مین کچھ اختلاف ہے۔

احوال کی تین قسمین ہین، ماضی، حال، مستقبل، اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے مبدء کی طرف، سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا سے حال کی طرف، اور غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ سے مستقبل کی طرف اشارہ ہے، حدیث شریف مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو جزء کئے، ان مین سے ایک جزء کو

تمام ملائکہ، اجنہ انسانون اور حیوانون مین تقسیم کردیا، اسی ایک جزء کے اثر سے یہ سب آپس مین ایک دوسرے پر رحم کرتے ہین، اور ننانوے اجزاء کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے لئے رکھ چھوڑا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس عالم مادی کو اُس عالم کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہین جس مین اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے تمام مظاہر کے ساتھ اپنے بندون کے سامنے ظاہر ہوگا، دوسری حدیث مین ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرے قلب پر پردہ پڑجاتا ہے، مین دن اور رات مین ستر مرتبہ استغفر اللہ کہتا ہون، یعنی ستر بار مغفرت چاہتا ہون، علماے کرام کہتے ہین کہ بندہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیون نہ ہوجائے، لیکن خداوند عالم کی کبریائی کے سامنے وہ بالکل پست وہیچ ہے، اسی لئے رسول اللہ صلعم ترقی کے ہر درجہ پر پہنچکر مغفرت چاہتے تھے، کیونکہ ہر مقام جلال الٰہی کے مقام سے کم درجہ ہے،

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا لَہَا مَا کَسَبَتْ (ہر نفس کو اللہ تعالیٰ اسکی وسعت کے مطابق تکلیف دیتا ہے، وہ نفس جو کچھ حاصل کرے اس کا فائدہ اسی کو ہوگا) یعنی اگر بھلائی کرے تو اس کا فائدہ خود نفس کو ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کو، وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ (اور جو کچھ حاصل کرے اس کا وبال بھی اسی کو ہوگا) اگر برائی کرے تو اس کا عذاب بھی نفس ہی کو ہوگا، عفو یہ ہے کہ عذاب ساقط ہوجائے، اور مغفرت یہ کہ ستر ذنوب ہو، تاکہ گنہگار خجالت ورسوائی سے محفوظ رہ سکے، رحمت سے مراد جنت کی نعمت ہے، اور اَنْتَ مَوْلٰنَا سے یہ مراد ہے کہ بندہ جلال اور جمال الٰہی مین بالکل مستغرق ہوجائے اور اس استغراق سے خوش ہو کیونکہ منتہی الذات یہی ہے، اس آیت مین چار درجے ترتیب وار بیان کئے گئے ہین، عفو سے عذاب جسمانی کا سقوط، مغفرت سے ستر ذنوب، جنت کی نعمتین اور جمال الٰہی مین استغراق،

۲۲۸ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر انسان سے اس کے اعمال کے متعلق سوال ہوگا، وہ انسان

کس قدر قابلِ افسوس ہے جو ذکی القلب، سلیم العقل اور طاقتور ہونے کے باوجود ایسے اعمال سے غافل رہے جو اس کے اور اس کی قوم دونون کے لئے مفید ہون تعجب ہے کہ ایک انسان علم، مال اور طاقت پر قدرت رکھتے ہوئے کس طرح غافل ہو جاتا ہے، اور خدمت خلق نہین کرتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر نفس کو اس کی وسعت کے مطابق تکلیف دی گئی ہے، مین بیانگ دہل کہتا ہون کہ اہل علم کا خاموش رہنا مطلقاً حرام ہے، اسے اپنے علم کو پھیلانے کی کوشش کرنی چاہئے، اسی طرح جو شخص عمل اور نصیحت پر قادر ہو اس کے لئے حرام ہے کہ وہ لوگون کو بھٹکتا ہوا چھوڑ دے اور ان کو نصیحت نہ کرے، اور مالدارون پر حرام ہے کہ اپنی جاہل قوم کو چھوڑ دین، اور شرفا کے طریقہ سے اس کی ترقی کی کوشش نہ کرین، میرے کہنے کا یہ مقصد نہین ہے کہ جو شخص کام کرنے پر قادر ہو اس کی بھی مالی مدد کیجائے، بلکہ ایسے اشخاص کو تجارت اور صنعت وغیرہ کی طرف توجہ دلائی جائے، اور اگر ہو سکے تو بطور قرض ان کی امداد کیجائے اور انھین تجارت وغیرہ کی رغبت دلائی جائے، اور جو لوگ بھیک مانگتے پھرتے ہین ان کو اس سے روک کر کارخانون مین مناسب اجرت پر جگہ دیجائے کہ وہ اپنی کوشش سے کھا پی سکین، اگر ایسا کیا جائے تو مسلمانون مین ایک فقیر بھی نہین نظر آئیگا، اور قوم بہت جلد ترقی کر جائے گی، وہ شخص حد درجہ قابل افسوس ہے جو اپنے ماحول سے غافل ہو کر زندگی بسر کرتا ہے، دنیا مین مختلف قوتون کے لوگ ہین بعض ایسے ہین جو صرف اپنے نفس کے نفع کی قوت رکھتے ہین، بعض وہ ہین جن مین پورے خاندان کے نفع رسانی کی طاقت ہے بعض ایسے ہین جو شہر والون کو صحیح راہ دکھانے کی طاقت رکھتے ہین، بعض ایسے ہین جو اپنی قوم کی رہنمائی کی طاقت رکھتے ہین، اور بعض ایسے ہیں جو دوسری قومون کی ہدایت پر بھی قادر ہین، جو شخص ان مین سے کسی ایک پر قدرت رکھتے ہوئے محض اپنی غفلت سے اس کو چھوڑ دے تو یقیناً موت کے بعد اس کو سخت تکالیف اور مصائب کا سامنا ہوگا، اور ندامت برداشت کرنی پڑیگی،

یہ ندامت اور حسرت کوئی معمولی ندامت اور حسرت نہیں ہوگی بلکہ دائمی ہوگی، اس لئے ہر اس شخص کو جو کسی نیک کام کے کرنے کی قدرت رکھتا ہے اسے چھوڑ دینا حرام ہے، دنیا حیاتِ اخروی کے ارتقاء کی جگہ ہے، ارتقاء عمل سے ہوتا ہے، اور عمل امکان وطاقت سے، اس لئے جو شخص ترقی کی طاقت رکھتے ہوئے بھی ترقی نہ کرے اس کو یقیناً ندامت اٹھانا پڑے گی، ہماری اس تحریر سے اہلِ بصیرت عبرت حاصل کرسکتے ہین، واللّٰہُ یَھدِی من یشآءُ الیٰ صراط مستقیم ،

## اختلافِ عقول اور حکومتِ اسلامی کا فرض

لوگون کی عقلین بھی اسیطرح مختلف ہین جس طرح ان کے رنگ اور شکلین مختلف ہین تم دیکھتے ہوگے کہ سفید فام انسان سفیدی مین متحد ہونے کے باوجود ان کا رنگ باہم اس طرح مختلف ہے کہ زید کی سفیدی خالد کی سفیدی کی جیسی نہین ہے، تمام انسانون مین آنکھین، ناک، منھ اور کان وغیرہ مشترک ہین، لیکن روے زمین پر ایسے دو شخص نہین مل سکتے جو بالکل ایک دوسرے کے مشابہ ہون، یہی حال عقلون کا ہے، گو تمام انسان عقل مین متحد ہین، لیکن ان کی صلاحیتین مختلف ہین، ہر انسان کی عقل مین وہی استعداد ہے جو اس کے مناسب ہے اور وہ اپنی عقل کو اپنی استعداد کے مطابق استعمال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے زمین کو مختلف حصون مین پیدا کیا، اور ہر حصہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق نباتات کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کو اگاتا ہے، اسی طرح ہر نبات کے لئے خاص خاص جگہین متعین ہین، جہان ان کی پیداوار ہوتی ہے، بعض نبات ایسی ہین جو پانی کے اندر اگتی ہین مثلاً دھان اور نیلوفر وغیرہ اور بعض پہاڑون پر پیدا ہوتی ہین جیسے خودرو پھول، پھر بعض نباتات کے اعضاے تناسل ایک ہی پھول مین جمع نہین ہوتے، ایسے نباتات زیادہ تر ان منطقون مین ہوتے ہین جو مدارین کے درمیان ہین، ان کے مظاہر جمیل کو دیکھ کر سیاح مدہوش ہوجاتے ہین، اس خوشنما

چراگاہ مین ان لوگون نے چوپایون کے ہجوم دیکھے جن کا نہ کوئی قائد ہے اور نہ کوئی سردار آزادی کے ساتھ گھومتے پھرتے ہین، وہ نباتات جن کے اعضای تناسل ایک ہی پھول مین جمع ہوتے ہین وہ زیادہ تر مناطق معتدلہ مین ہوتے ہین اور وہ نباتات جن کے اعضای تناسل پوشیدہ ہوتے ہین وہ مناطق باردہ مین ہوتے ہین،

اللہ تعالیٰ نے بعض زمینون کو نباتات کی ایک خاص تعداد کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے مثلاً فرانس مین ۸۳۰ جنس کے نباتات ہین، جرمنی مین ۶۰۱، لابونیا مین ۳۰۰، مصر مین ۴۳۰، غیانہ مین ۶۰۰ اور جزائر خالدات مین ۲۱۲ جنس کے ہین،

## بعض جگہون کے نباتات کے اقسام کا ایک جدول

| مقام | اجناس | انواع | مقام | اجناس | انواع | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| فرانس | ۸۳۰ | ۶۰۰۰ | اسلینڈ | ۲۱۰ | ۲۵۰ | |
| آسٹریا | ۶۰۱ | ۴۱۰۰ | چینیک | ۵۰۰ | ۱۴۰۰ | |
| لابونیا | ۳۰۰ | ۱۱۰۰ | ترستان کونا | ۵۵ | ۱۱۳ | |
| ملک بربر یعنی مغاربہ | ۵۰۰ | ۱۶۰۰ | کنری (خالدات) | ۲۱۲ | ۳۷۱ | ۲۲۹ |
| مصر | ۴۳۰ | ۱۱۰۰ | ہیلانہ | ۳۵ | ۱۶ | |
| غیانہ | ۶۰۰ | ۱۲۰۰ | | | | |

اس سے معلوم ہوا کہ حکمتِ خداوندی نے مایحتاج الیہ کو بھی مخصوص و محدود فرمادیا ہے، مثلاً عالم مین سب سے زیادہ ہوا ہے، اس سے کم پانی، پانی سے کم غلے اس سے کم جواہرات، پھر ان مین بھی اعلیٰ

قسم کے جواہرات اور بھی کم، سب سے کم ریڈیم جو ابھی حال میں دریافت ہوا ہے، عالم طبعیات میں عجیب و غریب قوت رکھنے والی دھاتیں ہیں، اسی طرح نوع انسانی بھی ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے عمل جسمانی کے لئے مخصوص کردیا ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، پھر ان میں بھی طبقات و درجات ہیں، جس طبقہ کی قوتِ فکریہ زیادہ دقیق ہوتی ہے اس کی تعداد بہت کم ہے جیسے دقیق اور باریک صنعت والوں کی تعداد کم ہے، ان کے بعد علماء، اور حکماء، پھر انبیاے کرام ہیں، یہ لوگ ریڈیم کے مثل ہیں حکمت الٰہی اس کی مقتضی تھی کہ ہر چیز کے لئے ایک قدر ہو اور مشاہدات کے اختلاف کی طرح عقلیں بھی مختلف ہوں،

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حیوان اور نبات کی زندگی کے لئے ہوا کو ضروری قرار دیا ہے، تاکہ یہ بآسانی سانس لے سکیں، اس لئے ہوا کی مقدار بھی زیادہ رکھی، ہر جاندار کے لئے پانی بھی ایک ضروری چیز ہے، لیکن ہوا کے مقابلہ میں اس کا خرچ کم ہے، اسلئے اسکی مقدار ہوا سے کم ہے، خوراک اس سے کم، اور دوائیں سب سے کم ہیں اور معادن کی ضرورت اور مقدار خوراک سے کم کردی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے ریڈیم سے روپیہ نہیں بنایا، نہ لوہے کو روزی بنایا، اور نہ گیہوں سے سمندر، اور نہ پانی سے فضا اور نہ ہوا سے اتنی وسیع فضا جو کرۂ شمس تک پہنچ سکے،

اسی طرح انسانوں کی عقلوں کو بھی مرتب فرمایا، انبیاے کرام اس کثرت سے نہیں پیدا ہوئے کہ قریہ قریہ ان سے بھر جاتا، حسین وجمیل صورتیں بھی زیادہ تعداد میں نہیں پیدا کیں، کہ انکی وجہ سے انسان فتنہ میں پڑ جائیں، اور نہ ہر بستی میں حکیم اور فیلسوف پیدا کیا لیکن قوی طاقتور جسم رکھنے والوں کی کمی نہیں، ہر بستی میں قوی جسم والے پیدا ہوئے تاکہ کام معطل نہ ہو جائیں، چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو مرتب پیدا کیا اس لئے فرمایا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا تاکہ قول و فعل میں مطابقت ہو جائے، دوسری جگہ فرمایا قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(اے پیغمبر کہدیجئے کہ تم لوگ آسمان و زمین میں غور کرو کہ ان میں کیا ہے) جب ہم نے غور کیا تو دیکھا کہ ہر مخلوق کے لئے مخصوص عمل ہے، اور اسی مناسبت سے تمام موجودات آپس میں مختلف ہیں۔ اس وقت ہم کو معلوم ہوا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا قول اس کے فعل کے مطابق ہے۔ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ،

ان چیزوں کو تمام انسان دیکھتے ہیں، لیکن غور و فکر نہیں کرتے ہیں، انسان کو چاہئے کہ عقول کے مطابق علوم کی تقسیم کرے جیسا کہ منطقہ زمین کے مطابق نبات کی تقسیم کی گئی ہے،

سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ آسانیاں پیدا کر دی ہیں، بڑے بڑے بلند پہاڑ جو مدارین کے مابین ہیں اور جن کی چوٹیاں بادل سے بھی بلند ہیں، ان پہاڑوں کے اندر زمین کی تمام خاصیتیں موجود ہیں، جس طرح یہ پہاڑ پانی کے مخزن ہیں، اسی طرح علوم و حکمت کے بھی مخزن ہیں جو ان پر منقوش ہیں، دیکھو کہ ہمالیہ اور کردلیر کے مہبط پر زمین کے تمام منطقے ایک آن میں واضح ہو جاتے ہیں، اس کا بالائی حصہ جسے چوٹی کہتے ہیں قطبین کے مثل ہے، اور وسط مناطق معتدلہ کے مثل اور نیچے کا حصہ مناطق حارہ کے مثل ہے، ہر منطقہ میں وہی چیز اگتی ہے جو اس منطقہ کے لئے پیدا کی گئی ہے، غور کرو، کس طرح اللہ تعالیٰ نے نبات کو منطقہ پر تقسیم کر کے، استعداد کے طریقے انسانوں کے لئے واضح کر دیے ہیں، اور مزید وضاحت کے لئے پہاڑ کو بھی زمین کے مثل بنایا، چونکہ انسان ان تمام باتوں سے جاہل تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے الفاظ کے ساتھ مخاطب فرمایا کہ وہ اس حقیقت کو سمجھ سکے، لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تم لوگوں کو اس سورہ میں پہلے یہ کہا، اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیہ اور یہ بیان کیا
کہ زمین وغیرہ میں غور و فکر کرنا تمہارے لئے بہت مفید ہے، جب تم عاجز ہو گئے تو پھر تم کو لَا ۲۳۰
یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا سے تنبیہ اور ہوشیار کیا جس طرح سے مناطق باردہ میں دوسرے مناطق کے

نباتات نہین اگتے، اسیطرح ریاضی اور طبیعی جیسے علوم کنہ عقلوں مین نہین ترقی کر سکتے، ان با
مین نے بہت سی مثالون سے سمجھا دیا ہے ان مین غور و فکر کرو،

# حیوانی نظام انسانی حواس کے منہج پر اور اسکے منافع

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے میرے بندو کیا تم دیکھتے نہین کہ حیوان کی پیدایش مین بھی و
اختیار کیا گیا جو تمھاری خلقت کا ہے، کیا تم اپنے حواس خمسہ سامعہ، باصرہ، شامہ، ذائقہ اور لامسہ مین
غور کرتے، ہر ایک کے جدا جدا مقاصد ہین، خوش آواز چڑیان اس لئے پیدا کی گئی ہین کہ وہ ا
زمزمون سے تمھارے کانون کو محظوظ کرین، رنگ برنگ کی عجیب و غریب خوشنما چڑیوا
تمھارے لطف نظر کے لئے پیدا کیا، اسی طرح موتی، مرجان، اور دوسرے چمکیلے خوشنما جواہ
بھی تمھارے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے، ایسے ایسے ہرن پیدا کئے گئے جن سے تم خوشبو
نکالتے ہو اور اپنے مشام جان کو معطر کرتے ہو، بکری و بھیڑ حیوانون کے اندر مین نے تمھار
کے لئے دودھ، گھی، مکھن، اور گوشت وغیرہ پیدا کیا، غرض دنیا کی تمام چیزین تمھارے فائدے ا
لذت اندوزی کے لئے پیدا کی گیئن، لیکن تم غافل ہو،

اے میرے بندو کیا تم دیکھتے نہین کس طرح حیوانون کی تقسیم تمھارے حواس خمسہ او
مقاصد کے موافق کی گئی، آسمان و زمین مین غور کرو، تمھارے علم کے مطابق مین تم کو نعمتین
میرے بندو اگر تم میری نعمتون کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہر ایک چیز مین غور کرو، عقل کی است
کے مطابق اس کو کام مین لاؤ، مردون اور عورتون کو ان کی استعداد کے مطابق تعلیم دو،
اور عقلی ریاضت سے ان کے بدن اور عقل کو قوی اور مضبوط کرنے کی کوشش کرو، جس شخص
طرف میلان ہو اسی جانب اسے لگاؤ، اگر تم نے اس قانون سے اعراض کیا تو یہ صریح ظ

پھر تم کہین کے نہ رہو گے،

ہمارے علماء کرام نے مسلمانون کو اس طرف توجہ دلائی ہے، کہ جسکے اندر فقیہ ہونے کی استعداد ہو وہ اسی کے ذریعے اپنی قوم کے نفع کے لئے کوشش کرے، اس لئے ہم لوگون کو ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنا چاہئے کیونکہ یہ عقل کے مطابق ہے، اب ہم ان منقول اور علوم کی تفصیل کرتے ہین جنکی تحصیل مسلمانون کے لئے ضروری ہے،

# ان علوم پر گفتگو جو اس زمانہ مین مسلمانون کیلئے ضروری ہین

ان علوم کی دو قسمین ہین، فرض عین اور فرض کفایہ، فرض عین وہ ہے جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے، اگر وہ اس کو چھوڑ دے تو گنہگار ہوگا، اور حاصل کرے تو مستحق ثواب ہوگا، فرض کفایہ وہ ہے جو مجموعی حیثیت سے ساری امت پر واجب ہوتا ہے، اس طرح کہ اگر سب اس کو چھوڑ دین تو سب کے سب گنہگار ہونگے، لیکن اگر امت کے چند افراد نے بھی اس کو حاصل کر لیا تو سب سے مطالبہ ساقط ہو جائے گا، فرض عین کی مثال نماز، روزہ، حج وغیرہ کے امور عام کا علم ہے، اسی طرح اس کا پہلو غیبت اور چغلخوری وغیرہ کا ترک ہر ہر فرد امت پر واجب ہے، فرض کفایہ مین تمام عقلی علوم مثلاً ریاضی، حساب، انجینیری، جبر و مقابلہ، جغرافیہ، فلکیات اور علوم طبیعی، معادن، نبات، علم الحیوان، علم الانسان، علم الضوء، مقناطیس، حرارت، اور الکٹرسٹی وغیرہ داخل ہین، اسیطرح علوم شرعی مین کتاب، سنت، اجماع، قیاس، علم الاصول اور علم الفقہ، علم الاخلاق، تصوف، اور مقدمات مین لغت، صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، خط، املا اور انشا وغیرہ، متممات مین علم القراءۃ، مخارج حروف، تفسیر القرآن اور مصطلح الحدیث وغیرہ کی تحصیل فرض کفایہ ہے،

# لہذا علوم دینی اصول، فروع، مقدمات اور متممات ہیں

جو شخص صرف مقدمات مثلاً نحو و صرف ہی مین مشغول رہتا ہے، وہ دینی فضائل اور کمالات اسلامی سے بہت دور ہے، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے پاس مکمل آلاتِ زراعت ہون لیکن وہ ان کو بے کار چھوڑ دے اور استعمال مین نہ لائے اور کچھ فائدہ نہ حاصل کرے، جس طرح محض آلاتِ زراعت رکھ لینے سے زمین مین کسی چیز کی پیداوار نہین ہو سکتی اسی طرح محض علوم لسانی صرف و نحو اور معانی پڑھ لینے سے علوم دین حاصل نہین ہو سکتے، کیونکہ یہ سب صرف مقدمات ہین،

# تمام صنعتین مسلمانون پر واجب ہین

فنون اور صنعتین یا تو (۱) پانی سے تعلق رکھتی ہین، جیسے ملاحی، سقائی، تیراکی اور سیراب کرنیوالا یا (۲) مٹی سے تعلق رکھتی ہین، جیسے کنوان، نہرین، قبرین، گانون کی کھودائی، اور پتھر وغیرہ کا کام، (۳) یا آگ سے تعلق رکھتی ہین جیسے بارود اور مشعل وغیرہ کی صنعت (۴) یا ہوا سے تعلق رکھتی ہین جیسے مزمار بانسری، بوق، اور دوسرے آلات کی صنعت (۵) یا پانی اور مٹی دونون سے تعلق رکھتی ہین جیسے کمہاری اور خشت سازی وغیرہ (۶) یا کسی دھات سے تعلق رکھتی ہین، جیسے لوہاری، شیشہ گری، صیقل سازی وغیرہ (۷) یا نبات سے تعلق رکھتی ہین، جیسے کتابین اور رسیان بانٹنے کی صنعت وغیرہ (۸) یا درخت کی پتیون، نبات کے دانے، پھول، پھل اور پوست وغیرہ سے تعلق رکھتی ہین، جیسے شیرہ نکالنے والے اور تیلی وغیرہ (۹) یا حیوان سے جیسے صیادی، چرواہی، چوپایون کی داشت، بیطاری، اور چڑیون اور دوسرے جانورون کو سدھانے کا فن (۱۰) یا حیوانی اجسام سے تعلق رکھتی ہین، مثلاً گوشت، ہڈی، چمڑا، اون، سینگ جیسے قصاب، دباغت دینے والے

ہڈیاں صاف کرنے اور کھانا پکانے کا ہنر صنعت وغیرہ، جوتہ ساز، چمڑے کا کیس اور ہینڈ بیگ وغیرہ بنانے والے (۱۱) یا مقادیر اجسام سے تعلق رکھتی ہیں، جیسے وزن کرنے والے، ناپنے والے، اور گز وغیرہ بنانے کی صنعت (۱۲) یا اشیاء کی قیمت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں جیسے دلال، صراف اور قیمت چکانے والے (۱۳) یا انسانی اجسام کیساتھ تعلق رکھتی ہیں جیسے طبیب اور ٹوٹی ہوئی ہڈی درست کرنے والے وغیرہ (۱۴) یا نفوس انسانی سے تعلق رکھتی ہیں، پھر انکی دو قسمیں ہیں، عملی جیسا گذر چکا اور علمی جیسے علم منطق ریاضی طبیعی اور الٰہی وغیرہ،

# کل صنعتوں کی اصل تین امور ہیں

(غذا، لباس، مکان، پھر ان کی ایک اصل ہے حیات انسان)

تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبات، حیوان، اور انسان کو پیدا کیا، اور بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی، ان میں سے جسکی شان جتنی ہی زیادہ بلند ہو اتنے ہی وہ زیادہ محتاج ۲۳۲
بھی ہے، اور جس کی شان جس قدر کم ہے اسی قدر اس کی ضروریات بھی کم ہیں، مثلاً نباتات میں جڑی بوٹیاں، بغیر کاشت اور کسی نگہداشت کے صرف شبنم کی تراوٹ سے اگ آتی ہیں، ان سے زیادہ ترقی یافتہ نبات گیہوں اور دھان وغیرہ ہیں جنکے لئے بہت محنت اور حفاظت اور سیرابی کی ضرورت ہے چونکہ جڑی بوٹی کم درجے کی چیز تھی اس لیے اس کی ضرورت بھی بہت کم ہے، گیہوں وغیرہ بلند شان اور ارفع ہیں، اس لئے ان کی ضرورت بھی زیادہ ہے، اسی طرح حیوان، نبات سے بلند شان رکھتا ہے کیونکہ اپنی روزی کے حصول کے لئے خود کوشش کرتا ہے، اور اس کو حواس بھی عطا کئے گئے ہیں جو اس کی رہبری کرتے ہیں، نبات میں یہ سب کچھ نہیں ہے، انسان شرافت میں سب سے زیادہ بلند وارفع ہے، اس لیے اس کی حاجتیں بھی بہت زیادہ ہیں، غور کرو انسان حیوان کے مثل غذا کے لئے کوشش کرتا ہے، ساتھ ہی لباس کا بھی محتاج ہے اور مکان کی بھی اس کو ضرورت ہے

لیکن حیوان کے لئے ان دونون چیزون کی ضرورت نہین ہے، اس لئے انسان کے ارتقاء کے مطابق اس کی ضروریات بھی ہین، ان مین یہ تین زیادہ اہم ہین،

## غذا، لباس، مکان

غذا کا حصول نبات کے دانے اور درختون کے پھلون سے ہوتا ہے، اس کے لئے ہل چلانے، زمین کھودنے، نہرین نکالنے، لوہاری اور بڑھئی کے پیشون کی ضرورت ہے اسی طرح کان کنی کی بھی ضرورت ہے، اس کے علاوہ بخارات، الکٹرک اور پٹرول کی صنعت بھی لازمی ہے کیونکہ انہی سے وہ تمام مشینین چلتی ہین، جن سے آج زراعت کیجاتی ہے،

شروع مین انسان جب لباس کا محتاج ہوا تو اس نے پارچہ بافی کی صنعت اختیار کی (اور پارچہ بافی بغیر دھاگا کاتے نہیں ہوسکتی اور بغیر روئی دھنے دھاگا نہین کاتا جاسکتا) پھر پارچہ بافی کی صنعت کے بعد خیاط (سینا) رنگریزی اور نقش و نگار کی صنعت بھی ضروری ہے، اس کے بعد مکان کا نمبر آتا ہے، جو سردی گرمی اور تمام خطرناک چیزون سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے، انسان اسی مکان مین اپنی غذا بھی جمع کرتا ہے ، مکان کی تعمیر کے لئے لوہاری اور نجاری بھی بہت ضروری ہے،

بعض صنعتین ایسی ہین جو محض زینت کے لئے ہین مثلاً مخمل، ریشم اور عطر و گلاب وغیرہ یہ خلاصہ ہے ان تمام چیزون کا جو انسان کے لئے دنیاوی زندگی مین سخت ضروری ہین،

## ان تمام صنعتون مین شریعت اسلامی کا قانون

علامہ سیوطی اپنی کتاب اتمام الدرایہ لقراۃ النقایہ مین فرماتے ہین کہ شریعت کے قوانین مین سے ایک یہ بھی ہے کہ شرع کا قانون ساز، طبیعت کے قانون ساز سے بے نیاز ہے،

مثلاً پیشاب اور شراب دونون کا پینا حرام ہے لیکن پہلے پر حد نہین اور دوسرے پر حد ہے کیونکہ پیشاب سے خود نفس انسانی کو نفرت ہے، لہذا نفس کی طبیعت پر چھوڑ دیا گیا، حقوق مین بچے اور باپ دونون مشترک مین، لیکن قرآن مجید مین والدین پر احسان کرنے کی مختلف آتیین ہین، بچے کے متعلق ایک بھی نہین، کیونکہ یہ فطرت پر چھوڑ دیا گیا اس لئے کہ خود باپ کی شفقت حقوق کی رعایت کی مقتضی ہوتی ہے،

مسلمانون کی محتاج اشیاء پر ہم اسی قانون کو منطبق کرتے ہین،

پہلے تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ تمام علوم اور صنعتون کے مقاصد کا تعلق انسانی حیات اور اس کی تہذیب سے ہے اور ان صنعتون کا اصل مقصد تین چیزین ہین، اس لئے مسلمانون کے ارباب حل و عقد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی صنعت اور علم کو نہ چھوڑین اور ان علوم کی تقسیم جسمانی اور عقلی استعداد کے مطابق ہو، ہر شخص کو اسی مرکز پر رکھا جائے جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے، اور جسکی استعداد اس کے اندر موجود ہے،

# ایک سوال

یہان ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

"تم نے علوم شرعی، فلسفہ اور صنعتون کا ذکر کرتے ہوے ان سب کو فرض کفایہ قرار دیا ہے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اور تم فقہ، تفسیر اور حدیث کو علوم کیمیا اور طبیعی کیساتھ کیون ملاتے ہو؟

مین کہتا ہون کہ تمام علوم فرض کفایہ ہین گو وہ ایک دوسرے سے افضل ہون، کسی علم کی فضیلت کبھی تو متانت دلیل کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے ہندسہ اور کبھی محتاج الیہ ہونے کی وجہ سے ۲۴۳
اگرچہ اس کے دلائل ظنی ہون مثلاً طب، اور کبھی اس کے موضوع کی جلالت اور عظمت کی وجہ سے

ہوتی ہے، جیسے خدا اور رسول کا علم اسی طرح صنعتوں کی شرافت بھی ہے،

(۱) یا اس کی ضرورت عام کی وجہ سے ہے، جیسے کپڑا بننے اور معماری اور کاشتکاری وغیرہ کی صنعت،

(۲) یا نفس صنعت کی اہمیت کی وجہ سے ہے جیسے آلات رصد، اسطرلاب اور گھڑی سازی وغیرہ، اگر پیتل کا اسطرلاب بنایا جائے تو بہت قیمتی فروخت ہوتا ہے، سوگنی اس کی قیمت ہوتی ہے، لیکن خود پیتل جس میں یہ صنعت کیجاتی ہے چند درہم میں بکتا ہے،

(۳) یا اس کے عام نفع کی وجہ سے ہے، جس میں مالدار، محتاج، چھوٹے اور بڑے سب کو یکسان فائدہ پہنچتا ہو، جیسے شہر کے پاخانہ اور سڑک وغیرہ کی صفائی کا پیشہ، کیونکہ اگر یہ لوگ صرف ایک ہفتہ شہر کی صفائی چھوڑ دین تو تمام شہر گوبر، لید، پاخانہ اور کوڑا کرکٹ سے بھر جائیگا، اور باشندون کی صحت خراب ہو جائے گی،

## وازع طبعی اور وازع شرعی

خدائے تعالیٰ نے انسانون پر سردی، گرمی، درندے، دشمن اور چور وغیرہ طرح طرح کی مخالف قوتون کو مسلط کر دیا ہے، اس لئے ان سب سے بچنے کے لئے انسان کو مکان بنانے، اور کپڑے وغیرہ بننے کی ضرورت پڑی، چونکہ انسان کا درجہ حیوان اور نبات سے بہت بلند تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو استقلال فی الحیات کی تکلیف دی اور اس پر یہ لازم کر دیا کہ وہ اپنی سعادت کیلئے خود کوشش کرے، مدنیت جس قدر ترقی کرتی گئی اسی قدر انسان کی حاجتیں بھی بڑھتی گئین، فطری طور پر انسان کی غذا درختون کے پھل، اس کا لباس حیوانون کی کھال اور درختون کی پتیان، اس کا مسکن پہاڑون کے کھوہ اور غار تھے اور یہ اسکے لئے کافی تھے نہ اس دور مین کوئی انتظامی حکومت تھی، نہ مدارس، نہ علوم معاش دنیاوی کے اعتبار سے ان لوگون کو ان چیزون کی ضرورت

بھی نہین تھی،

لیکن جب انسانی جماعتین شہرون مین مجتمع ہو کر رہنے لگین تو نئے نئے حالات اور نئی نئی ضرورتین پیدا ہوئین، اس طرح رفتہ رفتہ وہ تمام صنعتین وجود مین آگئین جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اس کثرت کے ساتھ کہ ان کا شمار نہین ہوسکتا، قدیم انسانون کی سواری کے لئے اونٹ، گدھے، خچر اور کشتی کافی تھی، لیکن آج بے شمار سواریان پیدا ہوگئی ہین، ریلوے، موٹر، ٹرام، ہوائی جہاز، بڑے بڑے، خانی جہاز جو ایک بڑا شہر معلوم ہوتے ہین، اور غوطہ خور کشتیان وغیرہ،

قدیم دور مین معمولی اور سادہ زندگی کافی تھی، گو آج مدنیت بہت زیادہ ترقی کر گئی ہے لیکن شہرون کی ہوا خراب ہوگئی ہے، ہر وقت لوگون کا ہجوم رہتا ہے، اخلاقِ فاضلہ لاپتہ ہوگئے ہین، ان کی جگہ بے حیائی اور بدکاری نے لے لی ہے، اس لئے تعلیم، تہذیب، تحصیلِ علوم وصنعت اور ضروری ہوگئی ہے، اب ایک انسان اپنی بساط کے مطابق تمام حالات کا مکلف ہے،

مسلمانون کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر علم اور صنعت کے لئے ایک ایک جماعت مخصوص کردین مگر قوم کی ضرورت سے زائد نہ ہو، جیسا کہ آج ایک طبقہ (مولویت) ضرورت سے زائد ہے، ہمارا غریب و مسکین ملک مصر ان تمام صنعتون سے جاہل ہے جو آج یورپ مین موجود ہین، وہ ہر ایک چیز مین یورپ کا محتاج ہے اس لئے ملک مین صنعت کی کثرت ہونی چاہئے لیکن اس کے بجائے علم قضا، اور علم فقہ کی بھرمار ہے، مدارسِ قانون قضا اور دینی مدارس مین بہت زیادہ طلبہ ہین جو یقیناً اس غریب مصری قوم کی ضرورت سے زائد ہین، جس کو ان دونون علمون کے علاوہ دوسرے علوم کی ضرورت ہے، ہر عالم کے لئے خواہ وہ شرعی عالم ہو یا عقلی بعض صنعتون کی تحصیل ضروری ہے مثلاً نجاری، لوہاری اور بجلی وغیرہ کیونکہ اس سے بدن مین قوت رہیگی، اور حیات مکمل ہونگے، طلبہ کے اور دوسرے اہم مقاصد مین سے اہم مقصد گھوڑ دوڑ اس سے مراد ریس

مراد نہین ہے، بلکہ جیسا کہ عصر صحابہ کرام مین ہوا کرتا تھا) تیر اندازی اور بندوق چلانے کی مشق ہونا چاہئے

## فرض عینی جو ہر مسلم پر واجب ہے،

ممکن ہے تم کہو کہ کیا علم فقہ تمام مسلمانون پر واجب نہین؟ پھر تم فقہ کو علم نحو، صنعت نجار وغیرہ کی طرح کیون فرض کفایہ مین داخل کرتے ہو؟

۲۲ مین کہتا ہون، واجب عینی کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، آج تک اس پر ان کا اتفاق
نہ ہو سکا، تم کو اس اختلاف مین نہ پڑنا چاہئے، علمائے توحید علم توحید کو فرض عینی کہتے ہیں؛ علمائے فقہ، فقہ کو، علمائے تفسیر، تفسیر کو، محدثین کرام حدیث کو اور صوفیہ کرام تصوف کو فرض عینی کہتے ہین، حق بات یہ ہے کہ ہر انسان پر اپنی ذات، عقل اور دین کی حفاظت واجب ہے، حفظ ذات کے لئے عزیمت کافی ہے، اگر کوئی شخص لباس پہننا چھوڑ دیگا تو اس کو سردی اور گرمی مین خود تکلیف ہوگی، جب ہم کسی ایسے شخص کو دیکھتے ہین جو اپنی ذات کی حفاظت نہین کرتا تو ہم اس کو جھڑکتے اور حفاظت کے لئے کہتے ہین، جیسے کوئی شرابی ہو، یا کوئی خودکشی کرنی چاہتا ہو

خدا کی جانب سے جن چیزون کی انسان کو تکلیف دی گئی ہے وہ تین ہین، اعتقاد، فعل اور ترک فعل، اللہ، رسول اور قواعد اسلام پر ایمان لانا، اوامر بجالانا اور نواہی سے بچنا، اعتقاد ہے، لیکن فقہ تو اس کے متعلق امام غزالی فرماتے ہین، کہ احکام جراحات، حدود، غرامات اور فصل خصومات وغیرہ قانون سیاست ہین اس لئے ایک فقیہ بادشاہ کا معلم اور اس کو سیاست خلق کے قانون کی راہ دکھلانے والا ہے، یہ درحقیقت دنیا کی حراست ہے، اور دنیا ہی سے دین مکمل ہوتا ہے، اس لئے فقہ قانون ہے، اور قانون بلاد وعباد کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے،

اور انہی دونوں کی حفاظت سے دین مکمل ہوتا ہے،

فقہ کی جو حیثیت بیان کی گئی ہے اس سے احکام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور حلال وحرام نہیں خارج ہوئے، ان تمام میں فقیہوں کی نظر دنیوی ہے، اخروی نہیں، کیونکہ ایک فقیہ صرف نماز وغیرہ کے ظاہری کو دیکھ کر صحت کا حکم لگاتا ہے لیکن درحقیقت ان تمام چیزوں کا اخروی نفع صرف اخلاص اور توجہ الی اللہ پر موقوف ہے، اگر کسی انسان کا قلب حالت نماز مین کسی دوسری طرف متوجہ ہو تو ایک فقیہ کہیگا کہ یہ صحیح ہے، لیکن اللہ جانتا ہے کہ یہ نماز باطل ہے، اس زمانہ مین مصری مدارس کی تعلیم بالکل ناقص ہے، کیونکہ ایک نوجوان جب فارغ ہو کر مدرسہ سے نکلتا ہے تو اس کی آنکھین بند رہتی ہین، اور وہ اپنے ماحول سے بالکل غافل رہتا ہے، نہ کو کسی درخت کی واقفیت ہوتی ہے نہ کسی معدن کی، صرف فقہ کے چند احکام معلوم ہوتے ہین،

باب سابق مین تم کو معلوم ہو چکا کہ فقہ ملک کے سیاسی قانون کا نام ہے، اور مین نے یہ بھی کہدیا ہے کہ مصر کے اکثر طلبہ اس علم کی تعلیم مین مصروف ہین، جامع ازہر جس مین مین نے تعلیم حاصل کی ہے اور اس کی تمام شاخون مین جو دمیاط، رشید، زقازیق، اسکندریہ، اسیوط وغیرہ مین قائم ہین، ہزارون طلبہ فقہ کی تعلیم پا رہے ہین، اسی طرح مدرسہ قضا شرعی اور مدرستہ الحقوق جو حکومت کے زیر نگرانی ہے، اور مدرسہ حقوق لیلی (جس مین رات کو تعلیم ہوتی ہے) جس کو فرانس والون نے مصر مین قائم کیا ہے، ان سب کا نصب العین اور مقصد تعلیم ایک ہے، یعنی بچون کو جمہوری کی سیاست کی تعلیم دینا، بالفاظ دیگر یہ کہ علم فقہ اور اصول کی تعلیم دینا جسکا مقصد افتا اور قضا تھا اس مین فرانسیسی قانون اور اصول مشترک ہو گیا ہے، اب یہ دو علم ہو گئے ہین، جن کی تعلیم دیجاتی ہے، بے شمار طلبہ اسکی طرف حصول عزوجاہ کی خاطر متوجہ ہو رہے ہین، آج مصری قوم اور بہت سے علوم اور صنعتون کی محتاج ہے، جن کی طرف کوئی بھی متوجہ نہین ہوتا، الا ماشاء اللہ، صنعتی احتیاج کا تو یہ عالم ہے

کہ یہان ہر ایک چیز یورپ کی بنی ہوئی استعمال کیجاتی ہے، یہانتک کہ مصر کے مالدار خاندانون مین عورتون کی مشاطہ یورپین لیڈی، کپڑا سینے والی یورپین لیڈی، خادمہ یورپین لیڈی، دودھ پلانے والی یورپین لیڈی، غرض ہر کام مین یورپین لیڈی کارفرما نظر آتی ہے، اگر مسلمانون نے صنعتون کی طرف توجہ نہین کی اور بالکل چھوڑ دیا تو یقیناً سب کے سب عذاب مین مبتلا اور گنہگار ہونگے،

علم مین بھی ہماری محتاجی بالکل ظاہر ہے، علم حیوان، نبات، معادن، اور علم الفلک تمام ثانوی مدارس مین مفقود ہین، گذشتہ صدی کے اواخر مین یعنی محمد علی پاشا کے دور حکومت مین یہ تمام علوم مصری مدارس مین موجود تھے، اس وقت حساب، ہندسہ، جبر اور کچھ طبیعیات کی تعلیم دیجاتی ہے مثلاً تینون مادے، سخت، سیال، گیس کے احوال وغیرہ، مادے کی عام خاصیت جیسے حیز، عدم تداخل قوی محرکہ، روافع، حرارت، مقناطیسیت الکٹرسٹی اور کچھ میکانیکی وغیرہ علوم کی معمولی تعلیم سے حیوان انسان، نبات اور معادن کا علم حاصل نہین ہوسکتا، ایک نوجوان زندہ ہوکر مرجاتا ہے، لیکن نجوم عجائب فلک، مصری حیوانات نباتات، معادن وغیرہ سے مطلقاً جاہل رہتا ہے، اسی طرح وہ مصر، سوڈان، عراق اور حجاز وعرب کی تاریخ سے بھی ناآشنائے محض رہتا ہے، مصر وسوڈان وغیرہ کے لوگون کی اصل کیا ہے، اور کہان سے آکر یہان مقیم ہوئے، موجودہ دور کے اسلامی طلبہ ان تمام باتون سے ناواقف ہوتے ہین، لیکن یورپ ان تمام چیزون کی تعلیم دیتا ہے جنکی اس زمانہ مین ضرورت ہے، اور جو یورپ کے حالات کے مناسب ہین،

آج تمام مسلمان جنگی صنعتون سے جنین یورپ بہت زیادہ ترقی کرچکا ہے، بالکل بیگانہ ہین، پوسٹ اور زراعتی ترقیات اور آلات کشاورزی سے ناواقف ہین، گو بعض مصری واقف ہین، لیکن عام جہالت ملک مصر مین اسی طرح خیمہ ڈالے ہوے ہے، جس طرح تمام ممالک اسلامیہ مین اس کا خیمہ وخرگاہ پڑا ہوا ہے، افسوس باوجود اس کے بھی طلبہ علم الحقوق، اور علم فقہ کے پیچھے

پڑے ہوئے ہین، تمام علوم اور صنعتوں کا چھوڑ دینا مسلمانوں پر حرام ہے، مسلمانوں کے اہل حل و عقد پر واجب ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کے مطابق عمل کرین اور ہر علم و صنعت کی تحصیل کے لئے ایک ایک گروہ متعین کر دین، اپنی قوم کو غفلت مین چھوڑ دینا ہم لوگون پر حرام ہے اسکا جو نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے، یعنی ہمکو دنیا مین ذلت و انگریزی تسلط کا عذاب اور آخرت مین جہنم کا عذاب نصیب ہوگا

اے مسلمانو! اور اے مصریو!

تمھارے مدرسون کے طلبہ کی آنکھین بالکل بند ہین، وہ پڑھتے ہین لیکن جو پڑھتے ہین اور جتنا پڑھتے ہین کیا ان کے لئے مفید بھی ہے، مثلاً کیمیا، مقناطیس، علم ضو وغیرہ، بہت مختصر اور سطحی نظر سے پڑھتے ہین، درحقیقت یہ علوم صنعتون کے لئے بجائے مقدمات کے ہین، اور معلوم ہے کہ مقدمات ہمیشہ نتائج کے غیر ہوتے ہین، نہ تو ان لڑکون کو معرفت جمال حاصل ہوتی ہے نہ محاسن طبیعت سے وہ واقف ہوتے ہین، نہ نباتات کے نظام کا ان کو پتہ چلتا ہے، نہ انواع حیوان کی معرفت انکو حاصل ہوتی ہے، گویا وہ تقریباً جاہل ہی رہتے ہین،

## حکایت

آج سے تیرہ سال پہلے مدرسہ خدیویہ کے تین طالب علمون نے جو یورپ کا سفر کر چکے تھے مجھ سے کہا کہ ہم تینون آدمی حسن گل، بہار گشت اور جمال شجر کے ساتھ زیادہ الفت رکھتے تھے، ایک روز ہمارے استاد نے جو مصر کے لا کالج (قانونی کالج) کے پرنسپل تھے، اور جواب فرانس مین مدرسہ حقوق کے معلم ہین، کہا کہ مین تم کو پھول اور حسن و جمال کا بہت عاشق دیکھتا ہون لیکن دوسرے مصری طالب علمون کو مین نے ان باتون کا شائق کبھی نہین دیکھا، ہم نے ان کو جواب دیا کہ ہم سنہ ۱۹۰۰ء مین ایک ایسے مدرس سے پڑھتے تھے جو ہم کو جمال فطرت کی طرف بہت رغبت

دلاتے تھے، آخر ہم مین یہ شوق پیدا ہوا، تو استاد نے کہا پھر تم یورپ کیون آئے جبکہ تمھاری قوم مین ایسے افراد پیدا ہوچکے ہین جو قوم مین جمالِ فطرت کی محبت پیدا کرتے ہین اگر اب ایسے افراد پیدا ہوگئے ہین تو یقیناً مصر بہت جلد بیدار ہوجائے گا، اور اوجِ ترقی پر پہنچ جائیگا،

اے مسلمانو، ولے مصریو: تمھارا مذہب تم کو جمالِ فطرت اور فہمِ فطرت کی طرف متوجہ کررہا ہے قدیم مصری بھی آسمان وزمین کے جمال کے عاشق تھے، جس طرح آج یورپ شائق ہے، اسی لئے قرآن مجید تمام مذاہب اور تمام قومین جمالِ عالم کا مطالعہ کررہی ہین، لیکن ہم لوگ غافل ہین، ہمارے بچون کی آنکھین بند ہین وہ اپنے ماحول سے بالکل غافل ہین، ان کے اندر وہ فطری جذبہ اور شوق نہین پیدا ہوتا جس سے وہ علم حیوان، نباتات اور دوسرے علوم کی طرف صدق دل سے رغبت کرین اور علم وحکمت کی منزل گاہ تک پہنچ جائین،

جو طلبہ اسکولون مین مادہ ثلاثہ کے حالات، ان کے خواص، حرارت، الکٹرسٹی، میکانیکس اور ان کے قوانین پڑھتے ہین، اگر انھون نے ان علوم کی تکمیل عملی طور پر نہین کی اور علم حیوان، ورعلم نبات وغیرہ نہین پڑھا تو یقیناً یہ لوگ بھی انھی لوگون کے مثل ہین جنھون نے صرف ونحو کو تو پڑھا لیکن ایک نظم یا ایک سطر نثر کی بھی نہین لکھ سکتے، صرف ان علوم کے نظریات اور قواعد کا حفظ کرلینا عموماً زندگی مین مفید نہین جیسے ایک شخص ہے جس نے میراث، دعاوی، اور تمام ابواب فقہ حفظ کرلیے لیکن کچھ عمل نہین کیا اور نہ ایک فتویٰ لکھ سکا تو ہوا اوس کے جیسے تمام اشخاص اَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا مین داخل ہین، ان تمام لڑکون مین جن کے پاس کالجون اور یونیورسٹیون کی سندین موجود ہین انکو کسی کام کی بھی قدرت نہین ہوتی لیکن پھر بھی اپنے سارٹیفکٹ پر مغرور ہوتے ہین، اس حقیقت سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ کالج کی تعلیم کے بعد لڑکے بے دست و پا ہوجاتے ہین، ان کے پاس کوئی ہتھیار نہین ہوتا، اگر کوئی ہتھیار ہوتا ہے تو صرف یہی جھوٹا کاغذ جس کو سند کہتے ہین، اس لیے

یہ تعلیم کھانے کمانے کی قوت نہیں پیدا کرتی، بلکہ وہ سروں کے سہارے جینے کی تعلیم ہے، لہذا مصر میں نصابِ تعلیم کی تبدیلی ضروری ہے (بعینہٖ یہی حالت ہندوستان کے نظامِ تعلیم کی ہے، آج کالجوں اور مدرسوں کی سندیں لئے ہوئے بے شمار طالب العلم دربدر مارے مارے پھرتے ہیں، روزانہ خودکشی کے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں، پھر بھی ہندوستان والے نظامِ تعلیم کی تبدیلی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، ہندوستان میں جس قدر یونیورسٹیاں ہیں سب بے کاری کی مشینیں ہیں، جہاں سے لڑکے بالکل بے کار اور بے دست و پا ہو کر نکلتے ہیں، اگر کہیں گورنمنٹ کی سروس یا کلرکی مل گئی تو خیر ورنہ سارٹیفکٹ ہوتا ہے اور وہ ہوتے ہیں، اور شہروں کی گلیاں، آخر ایسی تعلیم سے کیا فائدہ؟ اگر انہی یونیورسٹیوں میں صنعت و حرفت کی تعلیم دیجاتی تو نہ تو خودکشی کے واقعات ہوتے نہ بیکاری بڑھتی، نہ بداخلاقی پھیلتی، کیونکہ عقلاء کی رائے ہے کہ تمام بداخلاقیوں کا سرچشمہ بیکاری ہے جس طرح مصر میں نصابِ تعلیم کی تبدیلی کی ضرورت ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھکر ہندوستان میں تبدیلی کی ضرورت ہے، حقیقت یہ ہے کہ نظامِ تعلیم کو موجودہ حکومت اور اسکی سیاست سے گہرا تعلق ہے یونیورسٹیوں کا تنہا مقصد یہی ہے کہ ان کے ذریعہ سے ایسے لڑکے پیدا کئے جائیں جو بالکل بیکار ہوں اور گورنمنٹ کی سیاست اور سلطنت کے آلہ کار ہوں، اس لئے معمولی تعلیم دیجاتی ہے کہ جس سے لڑکے وکیل وغیرہ ہو کر رہ جائیں اور عدالتہائے دیوانی یا فوجداری کے کام آئیں لیکن اگر ان کو ایسی تعلیم دیجائے جو مکمل ہو اور انکو صنعت و حرفت کا استاد بنا دے تو پھر نہ تو گورنمنٹ کی سیاست باقی رہے گی، نہ سلطنت کے مصالح پورے ہونگے، ہندوستان کے باشندوں کو غور کرنا چاہئے کہ کیا وجہ ہے کہ یورپ میں اسی تعلیم سے تو بڑے بڑے ماہرینِ فن اور صنعت و حرفت کے استاد پیدا ہوتے ہیں لیکن ہندوستان میں ماہرِ فن تو بڑی بات ہے، اس فن کو سمجھنے والے بھی نہیں پیدا ہوتے) خداوندِ عالم ہم لوگوں کو اسکی توفیق عطا فرمائے، کہ ہم لوگ اپنی برائی اور بھلائی کو سمجھ کر اسکے مطابق کام کریں،

# الاحیاء مین امام غزالی کا قول

اگر تم کسی فقیہ سے لعان، ظہار، طلاق اور نکاح کے متعلق سوال کرو تو تمہارے سامنے تفریعات دقیقہ کے مجلدات پر مجلدات پیش کر دیگا، زمانہ ختم ہو جائیگا لیکن ان فقیہانہ موشگافیون کی کسی انسان کو کبھی بھی ضرورت نہین پڑے گی، کوئی شہر بھی فقیہ سے خالی نہین، رات دن فقہ کے حفظ و درس میں فقہا مشغول رہتے ہین، لیکن افسوس جو مسائل علم دین مین اہم ہین ان سے بالکل جاہل اور غافل ہوتے ہین، جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہین کہ ہم لوگ فقیہ ہین، اور فقہ کے درس و تعلیم مین مشغول ہین، اس لئے کہ یہ علم دین ہے اور اس کا پڑھنا پڑھانا فرض کفایہ ہے، لیکن ایک ذہین اور فطین آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اگر ان لوگون کا مقصد ادائے حق فرض کفایہ ہوتا تو اس کے پہلے فرض عین کو بھی تو ادا کرنا تھا یا دا ہوجاتا تو فرض کفایہ کو ادا کیا جاتا جس کی اہمیت سے شاید ہی کسی کو انکار ہو، بے شمار ایسے شہر ملین گے جن مین ایک بھی مسلم طبیب نہین اور جو ہین وہ ذمی ہین، جنکی شہادت بھی اس صورت مین مقبول نہین ہو سکتی جبکہ کوئی ایسا فقہی مسئلہ پیش آجائے جس مین کسی طبیب کی شہادت ضروری ہو، ہم دیکھتے ہین کہ اس علم کو کوئی نہین اختیار کرتا اور سب کے سب علم فقہ پر گرے پڑتے ہین، خصوصًا اختلافی اور جدلی مسائل کو زیادہ اختیار کرتے ہین، ہر شہر فقیہون سے بھرا پڑا ہے جو فتوی نویسی اور استفسارات کے جواب دینے مین مصروف ہین اب زیادہ فقیہون کی ضرورت نہین، یہ فقہائے دین لوگون کو کیون اس فرض کفایہ کے ادا کرنے کی اجازت دیتے ہین جسکو ایک جماعت ادا کر رہی ہے، اور ایسے فرض کفایہ کے ادا کرنے کی اجازت اور رغبت نہین دلاتے جس کو ایک جماعت تو کیا ایک فرد نے بھی ادا نہین کیا ہو، اس کی صرف ایک وجہ ہے وہ یہ کہ طب کے حاصل کرنے سے اوقاف، وصایا، یتیمون کے مال، قضاءت و حکومت، اور دشمنون پر غلبہ و تسلط وغیرہ

کا موقع نہیں ملتا، اور فقہ کے اختیار کرنے مین ان تمام تک رسائی ہوتی ہے، اور غیرون کے مال کو بآسانی ہضم کر سکتے ہین، افسوس علماء سوء کی تلبیس اور مکر و فریب کی وجہ سے علم دین مٹ گیا، خداوند عالم ہی مددگار و معین ہے وہی ہم کو ایسے غرور سے پناہ دے سکتا ہے جس سے خدائیتعالی غضبناک ہوتا ہے اور شیطان ہنستا ہے،

اے امام عالی مقام آپ کی اس کتاب کی تالیف کو نو سو سال گذر گئے لیکن مسلمان ابتک سوے ہوے اور جاہل ہین، مصر جو کہ بلاد اسلامی کا مقدمۃ الجیش ہے آج تک اسی حالت مین پڑا ہوا ہے جس حالت مین آپ نے اُس کو چھوڑا تھا مصر کے تمام دینی مدارس اسی تلبیس مین مشغول ہین، صنعتین اور دوسرے علوم بالکل پس پشت ڈالدیئے گئے ہین، آج ہم مین کوئی بھی کامل فن اور ماہر صنعت نہین نظر آتا، یورپ نے ہم کو تباہ کن آلات سے بالکل مقہور اور مجبور کر دیا، اور غلام بنا لیا ہے، اقتصادیات اور سیاسیات مین وہ ہم پر فائق ہے، ہمارے مدارس کی تعلیم بالکل لفظی ہے، اس تعلیم سے نوجوانون مین علم و تحقیق کا جذبہ نہین پیدا ہوتا، یہ ایک ایسی تعلیم ہے جو روح اور صحیح اسپرٹ سے بالکل خالی ہے، اسی وجہ سے قوم ذلت کے عمیق غار مین گرتی چلی جارہی ہے،

## مجلس شوری کا فرض

اس مجلس کا فرض ہے کہ دینی اور دنیوی مدارس کی تعلیم کو بالکل بدلدے، اور تعلیم مین تہذیب اور ہر اس چیز کو داخل کر دے، جس سے علم کا ذوق، ملک کی محبت اور قوم کی دردمندی کا جذبہ اور حالات کے ساتھ دلچسپی پیدا ہو، اسی طرح علم الاخلاق، علم الحیوان، علم النبات، علم المعدن اور دوسرے کار آمد علوم کو نصاب مین داخل کر دے تعلیم بے ضابطہ نہ ہو، بلکہ اس استعداد کے مطابق ہو جو لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا مین مذکور ہے،

# کیا مسلمانوں میں کامل الفن ہیں؟

شاید تم یہ کہو کہ تم اسلامی ممالک اور خصوصاً مصر کے نظامِ تعلیم کی کیوں مذمت کرتے ہو حالانکہ ان میں بڑے بڑے علماء اور حکماء موجود ہیں،

میں کہتا ہوں کہ رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کرو، پہلے میری بات سن لو، جامع ازہر اور دوسرے مدارس میں جو ایک آدھ بڑے بڑے کامل الفن علماء نظر آتے ہیں، تو درحقیقت ان مدارس کی تعلیم کا فیض نہیں ہے، بلکہ انھوں نے اپنی فطری استعداد اور عمیق اور مسلسل مطالعہ سے یہ کمال پیدا کیا ہے، مدارس کی تعلیم تو بہرحال ناقص ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ تعلیم منظم نہیں ہے اس میں قوم کی ضروریات کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ تمام ملک فقیہوں سے بھرا ہوا ہے اور طبیبوں سے خالی ہے، پھر مسلمانوں پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دینِ اسلام برباد اور ضائع ہوگیا، سبب یہ ہے، ملک میں ایسے لوگ نہیں ہیں جو قوم کے پورے اغراض اور مقاصد کو انجام دے سکیں، اس بنا پر اس کا ضیاع اور ہلاکت ضروری ہے،

میں کہتا ہوں کہ افسوس اور صد افسوس ہے اسلام اور مسلمانوں کی بربادی پر، اے امام عالی مقام مسلمان آج بھی اسی حالت میں ہیں جس حالت میں آپ نے ان کو چھوڑا تھا، فقہ جاننے والے اور قرآن کے حافظوں سے ملک بھرا ہوا ہے، قاضیوں کی کوئی کمی نہیں، لیکن کیمیا، طبیعیات، علم ضو، الکٹرسٹی ریلوے، معادن، علم حشرات، اور سیاسیات کے علماء یورپ میں ہیں، اور ہمارا ملک ان سے خالی ہے، آپ فرماتے ہیں، کہ دین ضائع ہوگیا، اور میں کہتا ہوں کہ اکثر اسلامی ممالک کے مسلمان یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ علوم دین میں داخل ہیں، اور نہ انکو یہ معلوم ہے کہ ہمارے مذہب میں تمام صنعتوں کا چھوڑ دینا حرام ہے، بلکہ مجھ کو ایک چینی عالم سے ۲۳۷

معلوم ہوا کہ چین کے علمائے اسلام کا یہ خیال ہے کہ موجودہ علوم قرآن کے مخالف ہیں، اس خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ بت پرست چینیوں سے ہر چیز میں وہ پیچھے رہ گئے، گویا اس زمانہ میں مذہب اسلام ان لوگوں کی نظر میں ترقی کا مانع ہے، چین میں مسلمانوں کی تعداد سات کروڑ ہے، ہندوستان کے صوبہ مدراس کے ایک امیر جمال محمد نامی مجھ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، تاریخ اور جغرافیہ کے متعلق مجھ سے فتویٰ پوچھا میں نے ان کو جواب دیا کہ تمام علوم کی تعلیم مسلمانوں پر فرض ہے وہ کہنے لگے کہ میرے ملک کے علماء نے ان تمام علوم کی تعلیم کو حرام کر دیا ہے اور ناجائز کہتے ہیں (میرے خیال میں یہ امیر صاحب کا ذاتی خیال ہوگا ورنہ ہندوستان کے تمام مدرسوں میں ان علوم کی کچھ نہ کچھ تعلیم دیجاتی ہے، چونکہ آپ انگریزی میں بی اے پاس ہیں، اس لئے آپ کا ہی نہیں بلکہ ہندوستان میں تمام انگریزی دان حضرات کا یہ خیال ہے کہ مولویوں کے نزدیک تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ پڑھنا اور پڑھانا حرام ہے، اسی جذبہ کے ماتحت آپ نے ایسا کہدیا ورنہ کونسا ایسا مدرسہ ہے جس میں تاریخ اور جغرافیہ کی تعلیم نہیں دیجاتی، دور جانے کی ضرورت نہیں خود عمرآباد کے مدرسہ میں تمام علوم کی تعلیم دیجاتی ہے، ہندوستان کا مشہور مدرسہ دارالعلوم دیوبند ہے کم از کم وہاں سے پوچھ لیا جاتا کہ آیا دیوبند میں تاریخ کی تعلیم دیجاتی ہے یا نہیں) اس سال ایک ٹونس کے عالم سے ملاقات ہوئی وہ کہنے لگے کہ وہاں بعض علماء کا خیال ہے کہ سوائے علم فقہ کے نہ کوئی دوسرا علم پڑھنا چاہیئے اور نہ واجب ہے، عالم علوی میں نظر کرنے کا یہ مطلب ہے کہ انسان اپنی دونوں آنکھوں سے ستاروں کو دیکھ لے یہ سبب ہے کہ آج ہر جگہ مسلمان پستی اور کمزوری کی حالت میں ہیں۔

ہر اس شخص سے جس کے ہاتھ میں میری یہ تفسیر پڑے اور وہ مطالعہ کرے میرا یہی مطالبہ ہے کہ وہ اس موضوع میں غور و فکر کرے، اور تمام ضروری علوم کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرے کیونکہ مذکورۂ بالا مباحث سے واضح ہو گیا کہ صرف فقہ کا نام علم دین نہیں ہے بلکہ تمام علوم اور

صنعتیں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ اور وہ درخت حیاتِ انسانی ہے، ہر وہ غلطی جو آج ہم میں موجود ہے، درحقیقت عاداتِ قدیمہ راسخہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے تمام مدارس میں نظامِ تعلیم بدل دینا چاہئے کہ قوم ایک نئی صورت میں جلوہ گر ہو، اسلام اور مسلمان آج خطروں میں گھرے ہوئے ہیں، ان خطروں سے نجات کا وہی طریقہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، اور اللہ تعالیٰ کے اس قول لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کی اتباع کرنے سے ہی نجات مل سکتی ہے،

## اوقافِ اسلامی اور دینی مدارس

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ تمام علوم اور صنعتیں فرض کفایہ ہیں تو اب یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ علوم دنیاوی و دینی کے فرض کفایہ ہونے میں باہم کوئی فرق نہیں ہے، جب مجلس نیابت کے اندر اربابِ حل وعقد ان علوم اور صنعتوں میں غور کریں جن کی قوم کو ضرورت ہو، پھر یہ قانون پاس کریں کہ ہر ایک علم اور صنعت کے لئے مدارس میں سندیں دی جائیں، مثلاً طب کے لئے الگ سند ہو، انجینیری کے لئے الگ ہو اور تمام اعلیٰ صنعتوں کے لئے الگ الگ سندیں ہوں نیز ملک میں صرف ایک علم کے متعلمین کی کثرت غیر مفید ہے جیسا کہ ہمارے اسلاف کہتے ہیں اگر یہ تمام باتیں ہوں تو میں کہونگا کہ یہ مذہب کے موافق ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہونگا کہ اس نظام کی مخالفت دین اسلام کی مخالفت ہے، مسلمانو خدا سے ڈرو، اپنی حالتیں درست کرو، ذلت سے نکلنے کی کوشش کرو، مدرسوں سے فارغ ہونے والے طالب علموں کی زندگی کو کامیاب زندگی بناؤ، یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب سب کے پاس مختلف علوم کی سندیں ہوں طب کی سند لینے والے فقہ کی سند لینے والوں سے کم نہ ہوں، کیونکہ یہ لوگ تو ایک ساتھ ہی بڑھینگے تو ان میں سے ایک طب کے لئے ایک فقہ کے لئے اور ایک کسی دوسرے علم کے لئے مخصوص ہو جائیگا

پھر جب اہلِ حل وعقد مقتضیاتِ وقت کے مطابق نظامِ تعلیم کی ترتیب وتدوین سے فارغ ہون تو اوقاف کیطرف متوجہ ہون اورانکی کامل باقاعدہ تنظیم کرین، تاکہ وہ پراگندہ حالت مین نہ ہون جیساکہ اس وقت ہین، اوقاف کی آمدنی کو ایسے لوگون پر جو خود کام کرسکتے ہون، خرچ کرنا حرام قرار دیا جائے، اوقاف کی ساری آمدنی اہلِ حل وعقد کے پاس ہو اور عقلائے قوم قوم کی حالت کے مطابق اس کو صرف کرین، پھر جب اس اہم اور ضروری کام سے عہدہ برآ ہون تو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور زیدی کے اقوال ومذاہب مین غور وفکر کرین اوران مین سے وہ مسئلے لیے جائین جو من حیث نظام اوقافِ ملک کی اصلاح کے لئے مفید ہون، بہتر یہ کہ مال کی آمد وخرچ کے لئے باقاعدہ نظام ہو جس کے ماتحت عمل درآمد ہو، اس مین حرص وہوا اور رسم وعادت کو مطلق دخل نہ ہو، بلکہ تمام امور اللہ تعالی کے قول لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا کے مطابق انجام پذیر ہون، جو کچھ میری وسعت مین تھا اس کو مین نے لکھدیا، اور مین اس کا مکلف تھا، میری یہ تحریرین بیج ہین جن کو دوسرے علمائے کرام نشوونما دینگے اور اسکی کھیتی کو عقلائے عظام سیراب کرینگے، اور تمام شرفا اس پر عمل کرنے کی کوشش کرینگے،

سورۂ بقر کی تفسیر جمعہ کی شام ۱۳ اپریل ۱۹۲۳ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۴۱ھ کو شاہ زین العابدین رضی اللہ عنہ مین ختم ہوئی،

## آمین

ترجمہ سے فراغت جمعرات کی شام ۳۰ اگست ۱۹۳۴ء مطابق جمادی الاول ۱۳۵۲ھ کو جامعہ دار السلام عمرآباد مدراس مین ہوئی،

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ٥

ملنے کا پتہ

سکریٹری عمر لائبریری عمرآباد متصل آمبور ضلع شمالی آرکاٹ

صوبہ مدراس

طالع محمد اویس ندوی

شہر اعظم گڈھ